مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاجُ العارفین قطبُ الاقطاب

حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبدالنبی شامی ٹرسٹ

۱۸۶۔ ایس شادمان ۲ لاہور



A Tribune photograph

(ستمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے) روضۂ مبارک تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
بمقام شام چوراسی (رقبہ ۵۰ کنال) ضلع ہوشیارپور (بھارت) المتوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ ہجری بمطابق ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء)

637/2



روضہ مبارک تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بمقام شاہ محوراہی (رقبہ ۵۰ کنال) ضلع ہوشیارپور، پنجاب (بھارت) المتوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ



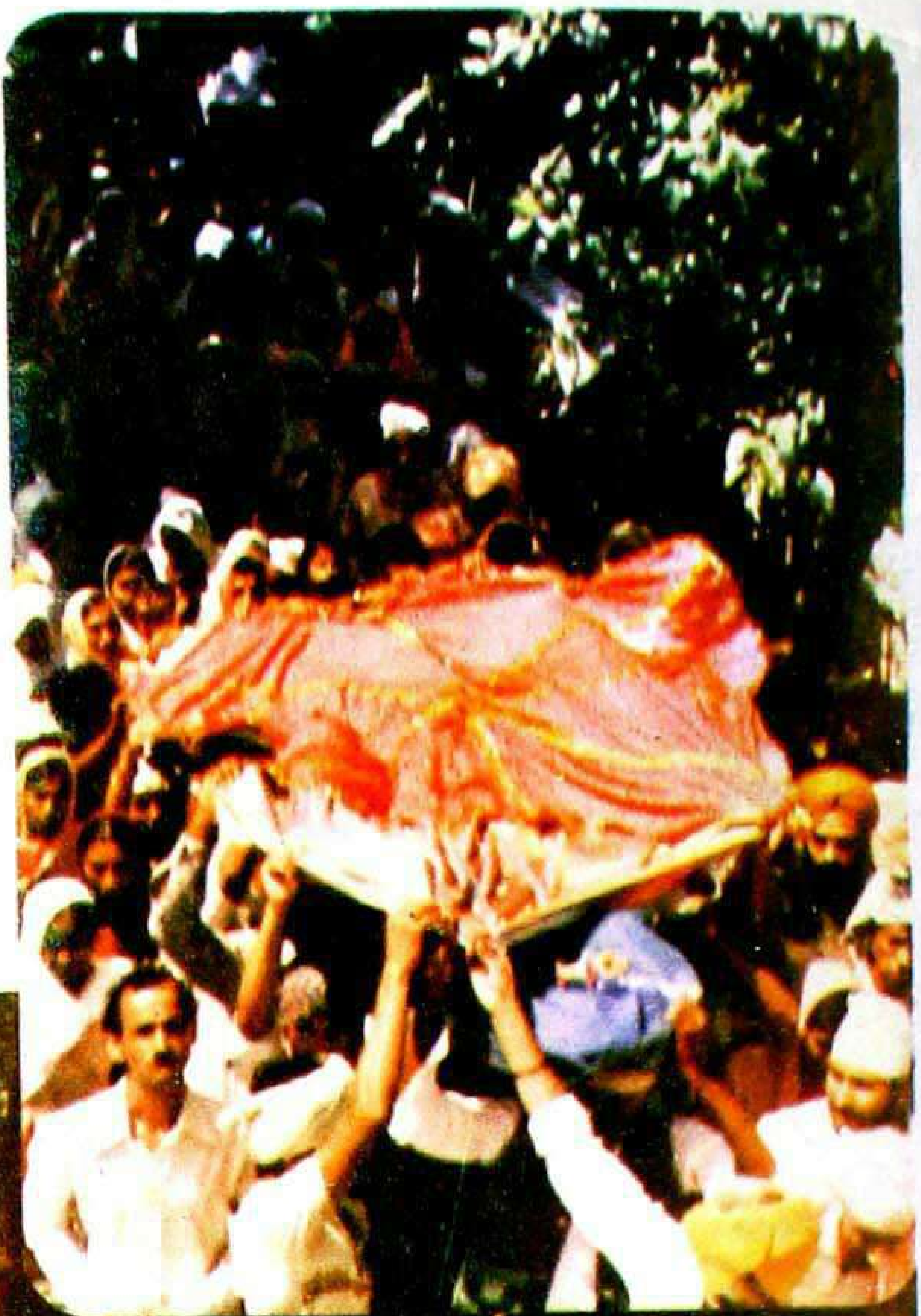
روضہ مبارک کا اندرونی منظر، صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی (پشت دسویں) بموقع عرس مبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۳ء
حضرت تاج العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر روضۂ مُبارک کا بیرونی منظر



حضرت شیخ عبدالنبیؒ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرّف ہے کہ ہندو اور سکھ شدید اختلافات کے باوجود آپؒ کے عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقع پر مشترکہ طور پر رسم چادر پوشی ادا کر رہے ہیں۔



عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء
کے موقع پر تمام مذاہب کے
لوگ رسم چادر پوشی ادا کر
رہے ہیں۔

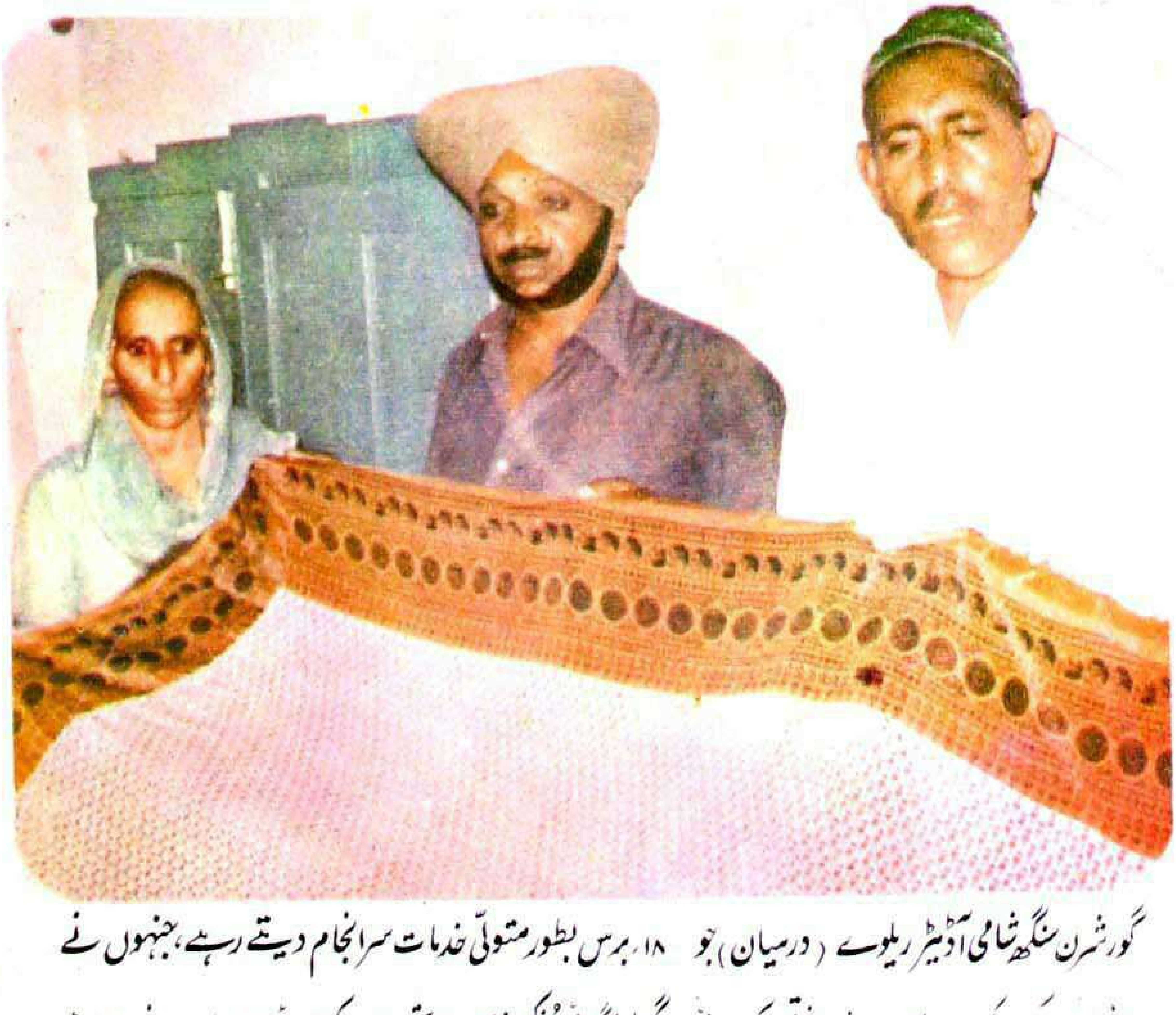




عُرس مُبارک ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کے موقعہ پر لنگر خانہ کا ایک منظر۔



محمد حسین قادری، حاجی عبدالمجید چشتی نعت خواں ہمراہ لالہ بنارسی داس چیئرمین ایم سی شاہ کوٹ اور جتندر کمار بہل
(جنہوں نے بموقعہ عرس فوٹو گرافی کی) حضرت تاج العارفین کے مزار پُر انوار پر نذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔



گورشرن سنگھ شامی آڈیٹر ریلوے (درمیان) جو ۱۸ برس بطور متولّی خدمات سرانجام دیتے رہے، جنہوں نے
روضہ مبارک کی چار دیواری از سر نو تعمیر کروائی اور گریل لگوائی۔ اُنکی وفات ۲۹ ستمبر ۸۳ء کو ہوئی اور وہیں مدفن ہوئے۔

مجموعۃ الاسرار

مکتوباتِ شریف

تاج العارفین قطب الاقطاب

حضرت شیخ عبد النبی شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی سنہ ۱۱۴۶ھ

ناشر

حضرت شیخ عبد النبی شامی رحمۃ اللہ ٹرسٹ

۱۸۶-ا شادمان-۲ ○ لاہور

نام کتاب ——— مجموعۃ الاسرار

مصنف ——— تاج العارفین حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندیؒ

مُترجم ——— پروفیسر مشتاق احمد بھٹی ایم اے

تقریظ ——— سید نفیس الحسینی نقشبندی (نفیس رقم)

تعارف ——— صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی

کتابت ——— ذاکر حسین و محمد عاشق ندیم قادری

فوٹو گرافی ——— جتندر کمار بہل کھتری پنجابی باغ دہلی (بھارت)

ناشر ——— صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

تاریخ اشاعت ——— اپریل ۸۶ء۱۹

مطبع ——— قومی پریس، ۵۰ لوئر مال، لاہور

ہدیہ ——— مبلغ یک صد روپیہ

بار ل

ملنے کے پتے

(۱) صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی، مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹، رام نگر، لاہور ۷ پاکستان۔

(۲) صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی، قومی پبلشرز ۵۰ لوئر مال لاہور۔

فون: ۵۵۰۰۶

(۳) شیخ عبدالرحمٰن شامی، سکیلز مین، صنم بلڈنگ مزنگ چونگی، ۳۷ فیروز پور روڈ، لاہور

فون: ۴۱۴۵۲۰ ۴۱۸۵۸۷ ۴۱۵۴۹۳

فہرست مکتوباتِ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد نفیس الحسینی

تقریظ

مشائخِ طریقت کے سلسلۂ رُشد و ہدائیت میں اُن کے مکتُوبات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تمام ہی سلاسلِ تصوّف میں اس کی روشن مثالیں پائی جاتی ہیں۔ برّصغیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیریؒ (م ۷۸۲ھ)، خواجۂ دکن حضرت سیّد محمد گیسُو درازؒ (م ۸۲۵ھ) اور حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی بعد ۸۲۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے مکتُوبات کو تقدّم زمانی حاصل ہے۔

نقشبندی مشائخ نے مکتُوبات کے ذریعے سلسلۂ ابلاغ و تبلیغ کو سب سے زیادہ فروغ دیا۔ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتُوبات سلوک و تصوّف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان کے بعد اُن کے اخلافِ کرام نے بھی اپنے مکتُوبات میں عرفان و معرفت کے دریا بہائے ہیں۔ تاریخ تصوّف میں ان مکتُوبات کو سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے مجدّدی مشائخ نے بھی مکتُوبات کی روایت کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔

زیرِ نظر کتاب "مجموعۃ الاسرار" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مکاتیب سلسلۂ احسنیہ مجدّدیہ کے جلیل القدر شیخ حضرت شیخ عبدالنّبی شامی قُدّس سِرّہٗ کے بحرِ عرفان و تصوّف کے لُولوئے آبدار ہیں۔ حضرت شامیؒ اپنے وقت کے آفتابِ عالمتاب تھے۔ "نُزہتہ الخواطر" میں لکھا ہے:

"شیخ عبدالنّبی نقشبندیؒ اپنے زمانے کے قوی النسبت بزرگ تھے۔ اُنکی ولایت اور جلالتِ شان پر اُس زمانے کے بزرگوں کا اتفاق ہے۔ سلسلۂ احسنیہ نقشبندیہ

میں سالکانِ طریقت کی تعلیم و تربیت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ وہ جلیل القدر رہنمائے طریقت تھے۔ اپنے مریدوں کو راہِ سلوک کی منزلیں طے کرا کے معرفت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتے تھے۔"

"حضرت شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اُن کا ایک مکتوبِ لطیف نقل کیا ہے۔ انہوں نے "فصوص الحکم" کی شرح بھی لکھی تھی۔ اگرچہ انہوں نے علومِ عربیہ حاصل نہیں کئے تھے، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیے تھے۔"

"وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے "بحر ذخار" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبی ابتداً میں ہندو کھتری تھے، جو شیخ عبدالوہاب قادری کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ مدتوں اُن کی صحبت میں رہے اور فیض حاصل کیا۔ پھر وہ شیخ عبداللہ سلطان پوری کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ وہ شیخ حاجی محمد شریف متقی شاہ آبادی کے خلیفہ تھے، جو حضرت سید آدم بن اسماعیل بنوری کے فیض یافتہ تھے۔ جب شیخ عبداللہ سلطان پوری حجاز تشریف لے گئے تو شیخ عبدالنبی نے اُن کے خلیفہ شیخ طاہر عالمپوری کا دامن تھام لیا، اُن سے فیض یاب ہوئے اور شرح "فصوص الحکم" لکھی۔ شیخ عبدالنبی نے علم سلوک و معرفت پر بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔" (نزہۃ الخواطر ج ۶، ص ۱۷۰-۱۷۱)

حضرت شیخ عبدالنبی قدس سرہٗ اپنے زمانے میں مرجع خاص و عام تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری جیسے بلند پایہ شیخ طریقت بھی آپ کا شہرہ سن کر کسبِ فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے "رسالہ سلوک" میں جس کا ترجمہ اردو میں "اسرار الطریقت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"لاہور کی طرف دوآبہ میں سیام چوراسی نام ایک گاؤں میں میاں شیخ عبدالنبیؒ طریقۂ نقشبندیہ میں ایک نومسلم بزرگ رہتے تھے۔ کسی تقریب سے لاہور میں تشریف لائے۔ میں بھی دو بار اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ ہمیشہ شُغل میں رہتے۔ بڑے ہی کم گو اور مُوثّر تھے، چنانچہ اکثروں کو ان کے فیضِ صحبت سے اثر ہوا۔ ان کی مجلس میں بہت کم گفتگو ہوتی تھی۔ مراقبہ کے سوائے اور کچھ کام ہی نہ تھا۔ مجھ کو خلوت میں ان کی خاص صحبتیں میّسر ہوئیں۔ ذاتِ بحت کی نسبت توجّہ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بے خودی اور بے رنگی کی نسبت غلبہ کرتی تھی۔ اس نسبت اور دیگر شغل اور مراتبِ ذکر کی اجازت فقیر کو دی۔ اس کے بعد کچھ مدت تک وہ نسبت غالب رہی اور اس کے بعد کبھی کبھی غلبہ کرتی رہی۔"

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی حضرت شیخ عبدالنّبی شامیؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو حضرت شیخ کے علوِّ مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ شاہ صاحبؒ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

"اب تھوڑی روش طریقۂ احسنیہ کی جو شیخ آدم بنوریؒ سے منسوب ہے، ذکر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں مکتُوب شیخ عبدالنّبیؒ سیام چوراسی کا جو اس زمانے میں طریقۂ احسنیہ کے مقتدا تھے اور سب اس طریقہ والوں کی، کیا خاص اور کیا عام، اُن کی طرف توجّہ تھی اور اس طریقے کے جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ سالکوں کی تربیت میں اس طریقہ کی روش میں ان کا قدم راسخ تھا، ایک عزیز صالح نے مکّہ معظّمہ میں ذکر کیا۔ ہم نے اُن کے پاس سے لکھ لیا۔"

(الانتباہ ص ۸۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے پوری عقیدت و عظمت سے حضرت شیخ عبدالنّبی

قدّس سرّہٗ کا مکمل مکتوب نقل کیا ہے:

قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا

الغرض حضرت شیخ عبدالنّبی شامی قدّس سرّہٗ کے مکتوبات علم و حکمت اور سلوک و معرفت کا انمول خزانہ ہیں۔ صدیوں سے یہ "گنجِ مخفی" نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا آرہا تھا۔ اس دُرِّ مکنون کو منظرِ عام پر لانے کی سعادت کریم کارساز نے حضرت شیخ عبدالنّبی قدّس سرّہٗ ہی کے ایک صُلبی فرزند جناب محمّد سلیم شامی کے نام لکھی تھی۔ چنانچہ ان کی سعیِ مشکور سے "مجموعۃُ الاسرار" کا واحد نسخہ بالعکس طبع شدہ اہلِ قلب و نظر کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ جناب محمّد سلیم شامی صاحب نے افادۂ عام کے لئے "مجموعۃُ الاسرار" کا ترجمہ کرا کر عوام النّاس پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ جس کے لئے وہ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ ترجمہ فاضل مکرّم جناب پروفیسر مشتاق احمد بھٹّی صاحب کی ذہنی کاوش کا عمدہ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

۲۹، رجب المرجب ۱۴۰۵ھ — احقر نفیس الحسینی

بمطابق — ۱۷۷/۳ کریم پارک، لاہور

۲۱، اپریل ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکّر

تاج العارفین، قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبّی شامی نقشبندی المعروف باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے عقیدت اور محبت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اُن سے نسبی تعلق بھی ہے اور قلبی بھی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ آپؒ کے تذکرے میں دِل نے زیست کا مزہ پایا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا تھا کہ حضرتؒ کے مکتوبات کا قلمی نُسخہ محفوظ ہے۔ اِس کی تلاش میں لگا رہا اور بالآخر میری کوشش کامیاب ہوئی۔ صاحبزادہ منظور الاسلام شامی سے اِن مکتُوباتِ گرامی کی ایک قلمی نقل دستیاب ہوگئی میں نے اِسے بصد منّت اُن سے حاصل کیا اور فوٹو سٹیٹ کاپی صاحبزادہ سعید اقبال شامی کے سپرد کر دی تاکہ اس کا ترجمہ کرایا جا سکے اور پھر اُسے کتابی صورت میں شائع کر کے تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کا انتظام ہو۔

افسوس بوجہ تبادلہ موصوف یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ مجھے ایک بار پھر مکتُوبات حاصل کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔ قلمی نُسخے کے حامل اُسے ایک آن بھی اپنے سے جُدا کرنے پر تیار نہ تھے لیکن ہزار جتن کر کے میں نے اُنھیں آمادہ کیا کہ اسے چند دنوں کے لئے میرے سپرد کر دیں۔ ایک بار پھر فوٹو سٹیٹ کاپی تیار کرائی۔ اِس بار صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی سے رابطہ قائم کیا۔ اُن کے تعاون سے اسلامیہ کالج جالندھر کے سابق پروفیسر جناب مشتاق احمد بھٹی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بھٹی صاحب نے مکتُوبات کو اُردو کا قالب دینے کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک سال تین ماہ کی محنتِ شاقّہ سے انھوں نے یہ مہم سر کر دی۔ مکتُوبات نے اُردو کا جامہ پہن لیا۔

اِس کے بعد عالمِ اِسلام کے مایہ ناز خطّاط الحاج سیّد انور حُسین نقشبندی (نفیس رقم) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اپنی نگرانی میں کتابت مکمّل کرائی۔ اُن کے دو شاگردوں، ذاکر حُسین صاحب نے خُوشنویسی اور محمّد عاشق ندیم صاحب نے ابتدائی صفحات کی خُوشنویسی، اغلاط کی دُرستی اور کاپی جوڑائی کا کام انجام دیا۔ صاحبزادہ محمّد اسلم شامی صاحب سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ویلج ایڈ نے کتابت شدہ مُسودے کی دُرستی میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اِس محنت کا اجر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے کہ اُس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے توفیق بخشی کہ پانچ سال کی محنت اور لگن کے بعد اِن مکتُوباتِ گرامی کو منظرِ عام پر لاؤں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تین صدیوں کے بعد پہلی بار یہ خزانہ منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ آج مجھے اتنی خُوشی نصیب ہوئی کہ اس سے پہلے کم ہی ہوئی ہوگی۔

صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی نے اپنے چھاپے خانے سے اِن مکتُوبات کی طباعت کی ہے اور کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُنہیں اِس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔ میں اس ایڈیشن کے ایک ہزار نسُخے "حضرت عبدالنّبی شامیؒ ٹرسٹ" کی نذر کر رہا ہوں، تاکہ اِس کی آمدنی اِس ٹرسٹ کے مقاصد کی تکمیل کے کام آئے۔

میری اب یہی تمنّا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپؒ کے مشن کی لگن میں اپنی زندگی گزار دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ حاجی محمّد سلیم شامی نقشبندی
مکان نمبر ۳۶، گورو سٹریٹ نمبر ۹
رام نگر، لاہور ۷ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانحِ حیات حضرت تاجُ العارفین عبدالنّبی شامیؒ

حضرت شیخ عبدالنّبی شامی رحمتہ اللہ علیہ کو اہلِ نظر اور اہلِ دل قُطب الاقطاب بھی سمجھتے ہیں اور تاجُ العارفینؒ بھی۔ شیخ المشائخ بھی اور سُلطان الاولیاء بھی۔ آج بھی مشرقی پنجاب کے معرُوف قصبے شام چوراسی کی رونقیں انہی کے دم سے ہیں۔ اُنہیں اِس دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں گزر چکیں، لیکن آج بھی اُن کی روشنی سے دیدہ و دل منوّر ہو جاتے ہیں۔ اُن کی اولاد برِصغیر پاک و ہند میں پھیلی ہوئی ہے اور آپؒ کی نسبت سے شامی کہلاتی ہے۔

حضرت شیخؒ نے ایک ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد کا نام لالہ دیوان بوڑہ مل بہل کھتری تھا۔ شامی خاندان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے اور ان کے بڑے بوڑھوں نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا ہے کہ لالہ بوڑہ مل کے ہاں جس روز یہ برکت نازل ہوئی، رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ تھی اور ۱۰۲۸ھ کا سن۔ اُس دن آپؒ نے دُودھ نہ پیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ اس لئے روزہ رکھا ہوا تھا۔ کوئی یہ مانے یا نہ مانے، کہ اس کی کوئی باقاعدہ مضبوط سند نہیں ہے، اس کو تو بس سنتے چلے آئے ہیں، لیکن اِس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ غیر مسلم گھرانے میں آنکھ کھولنے والے اس بچّے کو پروردگار نے اسلام کی دولت سے مالا مال کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ نہ صرف اس کا سینہ اس نُور سے منوّر ہونا تھا،

بلکہ آس پاس بھی کفر کی ظلمتیں اس کی بدولت پاش پاش ہونی تھیں۔ حضرت کی تبلیغی مساعی اور مبارک زندگی نے بے شمار زندگیوں کو بدل ڈالا۔ بے شمار بستیوں کو اللہ کے پاک نام سے متعارف کرایا اور بے شمار دِلوں کو دولتِ دنیا سے بے نیاز کر دیا۔

دیوان لالہ بوہڑہ مل محکمہ مال میں کار دار تھے اور شام چوراسی سے مالیہ وصول کر کے خزانہ سرہند میں جمع کرانے لے جایا کرتے تھے۔ اولادِ نرینہ نہ تھی، اس لئے اُداس اور مغموم رہتے تھے۔ ایک بار سرہند پہنچے تو ایک فقیرِ باکمال کی شہرت سُنی۔ لالہ جی اُن کے چرن چھونے جا پہنچے کہ فقیروں اور ولیوں کو ہندو تک اپنا سمجھتے اور اُن سے فیض اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لالہ جی پہنچے تو بزرگ نے بڑی عزّت سے بٹھایا اور بشارت دی کہ تمہارے ہاں ایک سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ ایک سال بعد حضرت اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ لالہ بوہڑہ مل جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرتؒ کا نام بھوپت رائے رکھا گیا۔ کچھ ہوش سنبھالا تو والد نے پڑھنے کے لئے مکتب میں ڈالا آپکے استاد ایک مسلمان صالح اور متّقی بزرگ تھے۔ اُن سے گلستاں، بوستاں، پڑھنے لگے۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے بچوں کو مشنری سکولوں میں تعلیم دلاتے ہیں اور اس پر پھُولے نہیں سماتے۔ چند برس پہلے تک یہ عالم تھا کہ ان سکولوں میں بائیبل کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور مسلمان طلبہ بھی بائیبل پڑھتے، اُسکی تلاوت کرتے اور اُسے حفظ کرتے تھے۔ یہ اثرات انگریزی حکومت کے تھے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حکومت اس برِصغیر پر ہوگی تو اس وقت اس کے اثرات کیا ہوں گے ؟ اس وقت غیر مسلم بھی جدید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذّ نہ کرتے تھے اور مسلمانوں کی کتابیں پڑھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔

جدید تعلیم حاصل کرنا معزّز اور باوقار ہونے کی علامت تھا۔ اس لئے بھوپت رائے ایک مسلمان مولوی صاحب کے سپرد کیئے گئے۔ جس طرح آج کل انگریزی کی اہمیت ہے اس وقت فارسی کی تھی۔ ایک روز سبق پڑھتے پڑھتے ان اشعار پر پہنچے

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
محال است سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰؐ

(جو رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کے خلاف چلا، وہ ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکا۔ اے سعدیؔ، مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کی پیروی میں سلامتی کا راستہ ملنا محال ہے۔)

بھوپت رائے کا دل یہاں اٹک گیا۔ وہ بار بار استاد سے پوچھتے کہ "راہِ صفا" کیا ہے، راہِ مصطفیٰؐ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اصرار شروع ہوا کہ اس راستے کی تعلیم دی جائے۔ مولوی صاحب سخت اُلجھن میں پڑ گئے۔ وہ مضطرب تھے کہ لالہ بوہڑمل اور ان کے اعزہ کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اُدھر بھوپت رائے کے دل میں عشقِ مصطفیٰؐ کا چراغ جل چکا تھا۔ چھوٹی عمر ہی میں بھوپت کی شادی موضع سری گوبند پور کے ایک بڑے کھتری گھرانے کے فرد، لالہ رامان مل کے ہاں ہو چکی تھی، لیکن ان کا دل بے قرار تھا۔ اس کو کسی اور کی محبت کی لو لگ چکی تھی۔ مُصِر تھے کہ اُستاد صاحب باقاعدہ کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیں تاکہ بُتوں کی بندگی سے نجات حاصل کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ استاد گومگو میں تھے، سود و زیاں کا حساب کرنے میں لگے تھے۔ اِدھر یہ حالت تھی، اُدھر بھوبت رائے کے دِل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ جان چکے تھے کہ

ع برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی

اسی عالم میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کلمہ پڑھایا اور بھوپت رائے کو عبدالنبیؒ بنا لیا۔

ع محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی

اُن کے استاد کو بھی (خواب میں) حکم دیا گیا کہ اپنے شاگرد کی خواہش کا احترام کریں اور اس کے نام کی تعلیم دیں، جس نے کل جہانوں کو تخلیق کیا ہے۔ عبدالنبیؒ نے باواز بلند بتوں سے ناطہ توڑنے کا اعلان کیا، تو ہر طرف آگ سی لگ گئی۔ والدین سراپا غضب، سُسرال والے بے چین و مضطرب، اعزّہ و اقرباء، برادری والے، سب ہاتھ ملنے لگے۔ پہلے تو سمجھانے کی کوششیں ہوئیں اور قبولِ اسلام کو "بچگانہ غلطی" قرار دے کر اصلاح کے لئے جان لڑائی گئی۔ سُسر نے ایک نصیحت آموز خط لکھا، لیکن سب تدبیریں کسی کام نہ آئیں۔ عبدالنبیؒ نے پھر بھوپت رائے بننے سے انکار کر دیا۔ اپنے سُسر کے نام پیغام بھجوایا ؂

تھالی بھن رکابی تے چونکا بھن مسیت
آکھیں سوہرے رلمے نوں ساڈی اللہ نال پریت

شام چوراسی ہندو اکثریت کا علاقہ تھا۔ یہاں عبدالنبیؒ پر زندگی اجیرن کر دی گئی پس ہجرت کا پروگرام بنایا کہ

ع ہے ترکِ وطن سُنّتِ محبوبِ الٰہی

ایک دن اپنے اُستاد کے ساتھ یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ کپور تھلہ ریاست میں واقع سلطان پور میں حضرت حاجی عبداللہ صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضری دی۔ کہتے ہیں، جب آپ سلطان پور کے قریب پہنچے تو اس وقت حاجی عبداللہ صاحبؒ کہیں باہر جانے کے ارادے سے پالکی میں سوار تھے۔ حاجی صاحبؒ نے پالکی ٹھہرانے کا حکم دیا

اور کہا کہ رُک جاؤ! مردِ خدا آ رہا ہے۔ خُدّام حیران ہوئے، لیکن کچھ نہ بولے۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان عبدالنبیؒ وہاں پہنچ گئے۔ حاجی صاحبؒ انہیں ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ وہ بیعت کر کے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہو گئے۔ حاجی عبداللہؒ حضرت آدم بنوریؒ (خلیفہ امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ) سے بیعت تھے اور اُن کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت آدم بنوریؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت محمّد شریف مُتّقیؒ سے تربیت پائی اور حضرت آدم بنوریؒ سے بھی فیض اٹھایا۔ حضرت محمد شریف مُتّقیؒ نے انہیں باقاعدہ خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت شیخ العالم سیّد حاجی محمد طاہر عالمپوریؒ، حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ کے خلیفۂ کامل تھے۔ حاجی صاحبؒ نے نوجوان عبدالنبیؒ کو مزید تعلیم اور تربیت کے لئے شیخ العالمؒ کے سپرد فرمایا۔ اس نوجوان نے اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر تاجُ العارفینؒ کا لقب پایا۔

آج ہمارے ہاں جُز وقتی تعلیم کا جو نظام رائج ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر کے معاشرے میں پھینکتا جا رہا ہے۔ آج کا علم، عمل سے پیوست نہیں ہے۔ کسی مدرسے، کالج اور یونیورسٹی کو طالب علموں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں۔ جو ادارے اقامتی ہیں، وہ بھی کسی درسگاہ کی بجائے ہوٹل سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالنبیؒ کی تربیت جس یونیورسٹی میں ہوئی، اس کے چانسلر حاجی عبداللہ سلطان پوریؒ تھے۔ اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور علمائے کرام اسی طرزِ تعلیم کے بانی تھے۔ اُن کی خانقاہ میں شریعت کا علم بھی تقسیم ہوتا تھا اور طریقت کی معرفت بھی عطا ہوتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ اب عبدالنبیؒ ایسا چراغ تھے، جس کو انگنت چراغ روشن کرنا تھے۔ علم اور عمل کا بیش بہا سرمایہ لے کر انہوں نے واپس شام چوراسی کا رُخ کیا تاکہ

وہاں کے بے نواؤں اور تہی دامنوں کو بھی اپنی کمائی میں حصہ دار بنائیں۔ شیوۂ پیغمبری یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے تک محدود نہ رکھا جائے، عام کیا جائے، ہر ہر دل کو اس سے متعارف کرایا جائے۔ عبدالنبیؒ نبیؐ کے غلام تھے، اس سُنّت کو کیسے نہ اختیار کرتے۔ ان کی تربیت کرنے والے بھی داعی تھے اور انہوں نے اپنے طالب علموں کو داعیانہ لگن لگا دی تھی۔

عالمِ شباب میں جس بستی، جس علاقے اور جس سرزمین نے عبدالنبیؒ کے لئے خود کو تنگ کر دیا تھا، ان کو اپنے درمیان دیکھنا گوارا نہ کیا تھا، اَب جبکہ وہ تاج العارفینؒ تھے، معرفت کا میخانہ کھولنے اسی جگہ پہنچے۔ اپنوں کو مستفید کرنا، اپنوں کو تباہی سے بچانا، اپنوں کو آگ سے محفوظ کرنا ضروری تھا۔ وہ اپنوں کے درمیان پہنچے۔ جو غیر بن چکے تھے۔ اپنے علم کی طاقت اور کردار کی برکت سے نہ صرف اُن کو اپنا بنایا بلکہ غیر بھی اُن کے ہو گئے۔ دُور دُور سے لوگ اُن کی شہرت سُن کر آتے اور انہی کے ہو جاتے۔

ہندو جوگی، شعبدے اور کرامات دکھاتے تھے اور سادہ لوح لوگوں پر ہندو مت کی صداقت کا سکّہ بٹھاتے تھے۔ تاجُ العارفینؒ کی دھوم سُن کر بہت سے جوگی آئے، لیکن اُن کے شعبدے تاجُ العارفینؒ کی کرامات کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

کرامات رُوحانی سائنس کے طالب علموں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ جن لوگوں کو اس سائنس کی ہوا نہیں لگی، وہ کرامات ہی سے اِنکار کرنے کو توحید کا تقاضا قرار دے بیٹھتے ہیں۔ اِن بے چاروں کی علمی بے بسی پر ترس کھانا چاہیئے۔

مشہور ہے ایک بار ہندو جوگیوں کا ایک گروہ تاجُ العارفینؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کا زور توڑنے کے لئے آیا۔ حضرتؒ کو خبر ہوئی تو اُن سے ملنے پہنچے۔ کھانے کا وقت تھا۔ اُن جوگیوں کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول کر لی، آپؒ نے دائیں طرف

دیکھا۔ فوراً ہر ایک کے سامنے روغنی روٹی میں رکھا ہوا ایک ایک سیر حلوہ آ گیا۔ جتنے آدمی تھے، پانی سے بھرے ہوئے اتنے گلاس بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جوگیوں کی ہمّت جواب دے گئی اور کسی کمال کا مظاہرہ کرنے اور دوسرے ہم مذہبوں کو بچانے کے بجائے خود کلمہ پڑھنے لگے۔ پندرہ افراد نے اُسی وقت حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

کہتے ہیں ایک بار جوگیوں کی ایک اور ٹولی اُدھر آئی۔ بڑا جوگی ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ شیخؒ پہنچے تو وہ اپنے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کر رہا تھا، جو اپنے آپ کو کئی اجسام میں پیش کر سکتا تھا۔ ایک وقت میں کئی سو مقامات پر اُسے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی تیرہ سو بیویاں تھیں، وہ ایک وقت میں ہر ایک کے پاس پایا جا سکتا تھا۔ تاج العارفینؒ نے فرمایا، جوگی میاں اس میں کیا کمال ہے، ذرا اُوپر دیکھو۔ دیکھا تو درخت کے ہر پتّے کے ساتھ ایک عبدالنّبیؒ کو موجود پایا۔ اُس نے گھبرا کر نیچے دیکھا تو آپؒ وہاں بیٹھے ہوئے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس پر جوگیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تیرہ نے اُسی وقت کلمہ پڑھ لیا۔

تاج العارفینؒ کی سب سے بڑی کرامت اُن کی شخصیت تھی۔ جو اُن کے پاس آتا، اُن کا ہو جاتا۔ ہزاروں افراد اُن کے حلقے میں شامل ہوئے۔ سینکڑوں کو باقاعدہ تربیت دی۔ اُن کی خانقاہ نے اس علاقے کی قسمت کو بدل ڈالا۔ انہوں نے طویل عمر پائی۔ اگست ۱۶۱۹ء میں اِس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ۱۱۴ سال گزار کر اگست ۱۷۳۳ء میں رخصت ہوئے۔ ہجری حساب سے اِس سرائے فانی میں آپؒ کا قیام ۱۱۷ سال ۵ ماہ اور ۲۳ دن رہا۔

آپؒ کے مکتُوبات کا قلمی نسخہ خاندان کے بعض افراد کے پاس محفوظ چلا آ رہا تھا وہ اب شائع ہو رہا ہے۔ اِن مکتُوبات سے آپؒ کی علمی عظمت اور کمالِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

آج بھی شام چوراسی (مشرقی پنجاب) میں آپؒ کا مرقدِ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔ لوگ دُور دُور سے آتے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ وصیّت کے مطابق تدفین کے بعد قبر کچی بنائی گئی۔ اس پر کوئی مقبرہ نہ بنوایا گیا۔ برسوں یہی عالم رہا، مگر اب عالم دوسرا ہے۔ بزرگوں کے نام کی قوّالی کرنے والے اُن کی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔

صاحبزادہ مجیبُ الرحمٰن شامی

حضرت شیخ عبدالنبیؒ اور اُن کے مکتوبات پر ایک اجمالی نظر

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۱۔ عقلیت پرستی کے اس دَور میں لوگ ایسی باتوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہتے ہیں، جو ان کے عقلی معیار پر پوری نہ اُترتی ہوں اور جن کی عقلی توجیہہ نہ کی جاسکتی ہو لیکن مندرجہ بالا شعر علّامہ اقبال جیسے شخص کا ہے، جس نے علومِ مغرب میں انتہائی دسترس حاصل کی، عقلّیت کے فریب کو سمجھا اور پھر عقل کی تنگنائی کے اسیر ہو کر نہ رہ گئے، بلکہ اُنہوں نے عقل اور عشق، دماغ اور دل کی حدود کے درمیان امتیاز برتا۔ یہی امتیاز دین کے دو پہلوؤں، یعنی شریعت اور طریقت میں ہے۔ اہلِ شریعت اور اہلِ طریقت میں وہی فرق ہے، جو ملازم اور عاشق میں ہے۔ ملازم کسی غرض، کسی آرزو میں حکم کی تعمیل کرتا ہے، جبکہ عاشق رضا کارانہ کسی معاوضہ واجر کی تمنا و توقّع کے بغیر حکم کی تعمیل میں اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ اِس عظیم الشان فرق کے پیشِ نظر اللہ تعالٰی بھی اُن سے حسب مراتب سلوک کرتا ہے۔ شریعت اور طریقت میں کوئی تضاد نہیں۔ طریقت شریعت کا اگلا قدم ہے۔ اِس لئے اہلِ طریقت کا تعلق اللہ تعالٰی سے خاص ہوتا ہے، جسے ہم عقل پرست اور منطقی لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ یہی لوگ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ اِنہی لوگوں کے بارے میں اقبال مرحوم کا ایک اور شعر ہے۔ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

۲- یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، اور لوگوں کو بھی ویسی ہی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ کے اِن بندوں کی زندگیاں سراپا تبلیغِ دین ہوتی ہیں۔ برِّصغیر ہند میں اسلام کی روشنی اِنہی نفوسِ قُدسیہ کی بدولت پھیلی۔ اسلام کا یہ صوفیانہ سلسلہ ایسا ہے، جو اپنے قول و فعل سے اکثر و بیشتر دل کی توجّہ کو جذب کرتا ہے اور دل کے ذریعے دماغ پر اثر ڈالتا ہے۔ اِن لوگوں کی باتیں مرُورِ ایّام سے پُراسرار بن جاتی ہیں اور عام آدمی کی سمجھ سے ماوراء ہونے کی وجہ سے خود وضاحت طلب بن جاتی ہے۔ اُن کے اقوال و افعال کرامتیں بن جاتے ہیں اور پھر جو باتیں سراپا دلیل ہوتی ہیں، دلیل طلب بن جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو صرف عقل و خرد کی رہنمائی کے عادی ہوتے ہیں، نہ سمجھتے ہوئے ان کا اِنکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی شئے کے نہ سمجھنے سے اس کا وُجود کالعدم نہیں ہوتا۔

۳- حضرت شیخ عبدالنبیؒ بھی انہی نفوسِ قُدسیہ میں سے ہیں، جنہوں نے اسلام کے نُور سے روشنی پائی اور اس سے مستفیض ہو کر نہ صرف اپنے زمانے میں خلقِ خدا کو اسلام کے نُور سے فیض یاب کیا۔ بلکہ آج بھی ان کا فیض جاری ہے۔ اُس زمانے میں مادیّت کا اتنا زور نہیں تھا کہ رُوحانیت دب جاتی۔ دنیا کی محبّت نے ابھی عوام کو آخرت سے اتنا غافل نہیں کیا تھا۔ معاشرے کے اندر خوش حالی اور سکھ چین تھا۔ زندگی اتنی تیز نہیں تھی کہ اِنسان کو اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے کی فرصت نہ ملے۔ فکرِ معاش اُس وقت بھی تھی اور بعض دفعہ معیشت کی تنگی بھی ہوتی تھی، لیکن اسلام کے احکام کی سادگی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ دنیا کی ہوس نے خلقت کو ابھی اِتنا گرفتار نہیں کیا تھا۔ تسلیم و رضا، قناعت و سادگی، شرافت و نیکی، وفا و ایثار وغیرہ کی صفات کے حامل لوگ بکثرت تھے۔ اس نے آپؒ کی صحبت و تعلیم سے ایک دنیا نے فیض اٹھایا اور زندگی میں سکون و اطمینانِ قلب پایا۔

۴- اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشموں کا کیا کہنا۔ آذر بت پرست کے گھر میں ابراہیمؑ بُت شکن پیدا ہوتے ہیں، اور حضرت نوحؑ نبی کے ہاں نافرمان بیٹا جنم لیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ بھی اپنے

علاقے کے ایک ہندو بُت پرست کاردار کے ہاں تیس اگست ۱۶۱۹ء کو مغل شہنشاہِ جہانگیر کے زمانے میں موضع شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے، لیکن سلامتی طبع کی بدولت انہوں نے عہدِ طفولیت میں ہی اسلام کی حقانیت کو قبول کر لیا۔ اُس دور میں فارسی سرکاری زبان اور عربی علمی اور دینی زبان تھی۔ چنانچہ آپؒ نے مروّجہ علوم کی تحصیل مسلمان علماء اور صوفیاء سے کی اور انہی کی بدولت اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے دینی مسائل کو ان کی سادہ و پاکیزہ شکل میں سیکھا اور مدت العمر علمائے عصر اور اولیائے زمانہ کی خدمت میں حاضر رہے اور پھر تبلیغِ دین میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو گئے۔

۵۔ آپؒ کی کوئی مستقل تصنیف اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں، لیکن آپؒ کے وہ مکتوبات "مجموعۃ الاسرار"، جو آپؒ نے اپنے عقیدت مندوں، خادموں اور عام لوگوں کو لکھے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے چشمۂ صافی کو کسی حالت میں گدلا نہیں ہونے دیا۔ آپؒ چار واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے مرید تھے، چنانچہ آپؒ نے بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح مکتوبات کے ذریعے مختلف مسائل کی تفہیم کی اور ہر قسم کی بدعت و ضلالت کے خلاف جہاد کیا۔ یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا، جب اسلام ہندوؤں کی زندگی پر گہرا اثر ڈال رہا تھا اور اسلام کی سادگی اور حقانیت نیز سیاسی غلبہ سے متاثر ہو کر ہندو بہت بڑی تعداد میں اسلام اور اس کی تعلیمات کو قبول کر رہے تھے، لیکن مناسب تربیت نہ پانے سے ہندوئیت کے اثرات سے ابھی چھٹکارا نہیں پا سکے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے خالص توحید کی تبلیغ کی اور شرک کی ہر صورت کو مذموم ٹھہرایا۔ آپؒ کے انہی فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

۶۔ آپؒ کا زمانہ مغل شہنشاہوں کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ آپؒ نے جہانگیر (۱۶۰۵ــــ ۱۶۲۷) سے لیکر محمد شاہ (۱۷۱۶ــــ ۱۷۴۸) تک کا زمانہ پایا۔ اس طرح آپؒ نے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ اور ــــ ۳۰ اگست ۱۶۱۹ء سے ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء تک طویل عمر پائی۔ آپؒ کے مکتوبات پر سیاسی اثرات کا کوئی سایہ نہیں ملتا، لیکن مریدوں اور عقیدت مندوں کے

سوالات اور جوابات سے اُس وقت کے معاشرے کی زندگی کی جھلکیاں ضرور ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا معاشرہ کن مسائل سے جو زیادہ تر نفسی اور رُوحانی نظر آتے ہیں، دو چار تھا اور آپؒ نے اُن مسائل کو حل کرنے میں کیا کاوش کی۔ مریدوں کا یہ سلسلہ سارے ملک میں، بلکہ بیرونِ ملک بھی پھیلا ہوا نظر آتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کی شہرت صرف اس وقت کے متحدہ ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ باہر بھی تھی۔ دُور دراز کے لوگ مُراسلت کرتے اور اس طرح تشنگیِ رُوح دُور کرنے کی تدبیر کرتے۔

۷۔ آپؒ کے بیشتر مکتُوبات تصوّف و الٰہیات کے بارے میں ہیں۔ جو مسائل حضرت علی ہجویریؒ کے زمانے میں ابھی سادہ تھے، صدیاں گزر جانے کے بعد پیچیدہ اور مبہم ہو گئے تھے۔ مختلف قسم کی موشگافیوں کا سلسلہ لامُتناہی ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے سلوک کے رہ نوردوں کو عرفانِ حقیقت کی مختلف منزلیں طے کرنا سکھایا۔ آپؒ نے تصوّف کے مختلف مسائل کی تعلیم دی۔ ان مسائل میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، جمال و جلال، شاہد و مشہود، غیب و حضور، نُور و ظلمت، وحدت الوجودؔ و وحدت الشہود، جبر و قدر، تقلید و تحقیق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر صحتِ جسمانی اور صحتِ روحانی وغیرہ ہیں۔ آپؒ نے ان کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے، اور کسی قسم کا ابہام پیدا کئے بغیر انہیں صاف کیا ہے، اِن مکتُوبات میں آپؒ نے سالکِ راہ کو مختلف منزلوں کے نشانات و مقامات سے آگاہی بخشی ہے۔ سلوک کے باریک اسرار و رموز سمجھانے کے علاوہ شریعت کے تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں اور ان کی حکمت بھی سمجھائی ہے کہ شریعت، طریقت میں داخل ہے اور کسی حالت میں بھی شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہوا جا سکتا۔ چنانچہ اس طرح آپؒ نے دینِ حق کی تبلیغ کی ہے۔ آپؒ نے اتّباعِ شریعت اور ترویجِ سُنّت کا کام احسن طریقے سے انجام دیا۔ حتیٰ کہ وہ اوراد و وظائف، جو آپؒ نے مریدوں کی ریاضت و عبادت کے لئے تجویز کئے، کتاب و سُنّت ہی سے اخذ کئے۔

۸۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے مختلف طریقہ ہائے علاج ہوتے ہیں،

کہیں طبِ اسلامی ہے، کہیں اُیور دیدک، کہیں ایلوپیتھی اور کہیں ہومیوپیتھی، اس طرح رُوحانی بیماریوں کے علاج کے بھی کئی طریقے ہیں۔ تصوّف کے مختلف سلسلے بھی روحانی امراض کے مختلف علاج ہیں۔ آپؒ نے اس ضمن میں حضرت مجددِ الف ثانیؒ کے طریقۂ نقش بندیہ کو اپنایا اور اس کے ذریعے لوگوں کو دین و دنیا کی تعلیم دی۔ یہ علم نہ صرف حصولِ آخرت کے لئے، بلکہ کسبِ دنیا کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ اِن مکتوبات کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرے کی فضا ملتی ہے، جو سادہ و پاک ہے۔ جس میں تصنّع اور بناوٹ نہیں، جس میں شرک اور بدعت کا زور نہیں، جس میں اسلامی مسائل اجماعِ امت کے مطابق ہیں۔ انہوں نے اپنی کوئی الگ راہ نہیں نکالی۔ انہوں نے حضور رسالت مآبؐ کے نقشِ قدم پر چلنے ہی میں سعادت سمجھی اور اسی کی تلقین کی۔ اُن کی تعلیم کا یہ پہلو آج ہمارے لئے بہت روشن مشعلِ راہ ہے، جب کہ ارضِ خدا دادِ پاکستان کے اسلامی معاشرے کو فرقہ واریت کا زہر مسموم کر رہا ہے اور دورکعت کے امام اپنی غرض کے تحت سادہ لوح مسلمان معاشرے میں بس گھول کر عوام کو اسلام ہی سے بدظن کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں دین کا کوئی ایسا رُخ پیش نہیں کیا، جو کتاب وسُنّت کے خلاف ہو۔ انہوں نے کتاب وسُنّت سے ایک قدم بھی انحراف نہیں کیا۔ یہ ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ ان کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد بھی اسی راہ پر گام زن نظر آتی ہے۔ ان عقیدت مندوں میں صرف عام لوگ ہی نہیں، بلکہ خواص، حتیٰ کہ حاکمانِ وقت اور امرائے عصر بھی شامل ہیں۔ حضرت مجدّدِ الف ثانیؒ کی طرح آپ کا بھی خیال تھا کہ ایک صاحب اقتدار کے اخلاق کی اصلاح کا مطلب اس کے ماتحتوں اور زیر دستوں کی اصلاح ہے، چنانچہ آپؒ نے اپنے پیر و مرشد کی پیروی میں اسی طریقے کو استعمال کیا، اور اسلام کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں پیش کیا اور کسی قسم کی بدعت کو روا نہ رکھا۔

۹۔ ظاہری علوم کے علاوہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم سے بھی نوازا اور آپؒ نے تصوّف کے سلسلۂ نقش بندیہ پر عمل پیرا ہو کر خلقِ خدا کی رُوحانی پیاس کو بجھایا۔ اس دَور کے لوگ روحانیت

کی قدر نہیں کرتے۔ وہ رُوحانی پیاس کا مطلب نہیں سمجھتے اور اس لئے پریشان خاطر اور بے اطمینان رہتے ہیں اور زندگی کو صرف مادّی ضروریات پورا کرنے کا نام دیتے ہیں۔ صوفیائے اسلام نے بدن اور رُوح کے تعلقِ باہمی کو آخرت کا تصوّر دے کر نہایت عمدہ طریقے سے واضح کیا ہے۔ بدن سواری ہے اور رُوح اس کا سوار۔ ہم لوگ سواری یعنی بدن کی ہر طرح خاطر مدارات کرتے ہیں، اُسے اچھا کھلاتے، اچھا پلاتے اور اچھا پہناتے، غرض اُسے ہر طرح کی آسائش مہیا کرتے اور ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس کے سوار یعنی رُوح کی کوئی فکر نہیں کرتے، سواری زور آور اور فربہ ہوتی جاتی ہے اور رُوح کمزور اور دُبلی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ سواری مُنہ زور ہے اور سوار بے چارہ اس کے آگے بے بس و لاچار ہے۔ چنانچہ سواری، سوار پر سوار ہے۔ اس صورت میں اسلام کہاں اور رُوح کا اطمینان کہاں۔ انسان کی رُوح بے چین ہے اور خود انسان ہر طرف ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شیخ عبدالنبیؒ نے جہاں بدن کی ضروریات سے انکار نہیں کیا، وہاں آپؒ نے رُوح کی پرورش اور تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے مریدوں کو جہاں عبادات و مراقبہ کی تلقین کی ہے، وہاں کسبِ معاش کی بھی ترغیب دی ہے، رُوح کو بدن کی ضرورت ہے اور پھر حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ ایک طاقت ور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔

۱۱۔ تصوّف کا سلسلۂ نقشبندیہ اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اس میں ہاؤ ہُو اور ہنگامہ آرائی کا وہ عالم نہیں جو بعض دوسرے سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس میں نہ ترکِ دنیا ہے نہ حُبِّ دنیا۔ دین و دنیا کا یہ خوشگوار امتزاج انسان کی زندگی میں اطمینان و آسودگی لاتا ہے، اور ایک مسلمان اس راہ پر چلتا ہوا روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات سے سرِمو انحراف نہیں کیا جاتا۔ اس طریقے میں نہ چلّہ کشی کی ضرورت ہے نہ ہاؤ ہُو کی۔ نہ گانے بجانے کی اجازت ہے نہ قبر پرستی کی۔ اصول و فروع میں یہ طریقہ شرعیت سے قریب ترین ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا اور اس پر عمل کی تلقین کرتا ہے۔

۱۲۔ آپؒ نے قابلِ فہم اور سادہ زبان میں تصوّف کے اسرار و رموز بیان کئے ہیں اور انہیں کتاب و سُنّت کی روشنی میں واضح کیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی، جس کی سند کتاب و سُنّت میں موجود نہیں۔ آپ کے نزدیک تصوّف عین دین ہے اور کتاب و سُنّت کی عملی صورت منطق و فلسفہ کی وجہ سے جو اُلجھنیں انسانی ذہن میں پیدا ہوئی ہیں، آپ نے انہیں دُور کرنے کی سعی فرمائی۔ اس معاشرے میں ایسی اُلجھنیں عام تھیں، جو تمدّنی ترقی کے ظہور اور مختلف مذاہبِ فکر کے میل جول کا نتیجہ تھیں۔ آپ نے اس گرد و غبار میں اٹی ہوئی توحیدِ خالص کو نکھار کر پیش کیا اور متذبذب لوگوں کو اسلام کی حقّانیت سمجھائی۔

۱۳۔ آپؒ چونکہ مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مسلک کے پیرو تھے، اس لئے آپؒ نے مسائلِ تصوّف کو انہی کے ارشادات کی روشنی میں سمجھا۔ آپؒ نے اپنے دَور میں حضرت مجدّدؒ کے نظریہ وحدت الشہُود کی بڑھ چڑھ کر تبلیغ کی۔ وحدت الوجُود کے نظریے نے اسلامی تصوّف کو مریضانہ مزاج دے دیا تھا اور اس مریضانہ فکر کی وجہ سے اسلام کی توانائی میں سیاسی اور معاشرتی طور پر کمزوری آگئی تھی۔ یہ نظریّہ جو ہمہ اوست کہلاتا ہے اور اکثر صوفیا کے نزدیک بہت مقبُول پایا جاتا ہے، پہلے پہل محی الدین ابن عربی نے پیش کیا تھا۔ اس نظریے نے عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے حصّے کو سخت متاثر کیا تھا۔ اس کی تردید میں حضرت مجدّدؒ نے "وحدت الشہُود" یا "ہمہ از دست" کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کو ایک عام سادہ مثال میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ وحدت الوجُود کے نزدیک مصوّر اور تصویر ایک ہی ہیں۔ جب کہ وحدت الشہُود کے مطابق تصویر مصوّر کی بدولت ہے اور مصوّر الگ وجود رکھتا ہے، مصوّر تصویر سے جلوہ گر ہے، لیکن تصویر مصوّر نہیں۔ آپ نے وحدت الشہُود کی نہ صرف اشاعت کی، بلکہ دونوں نظریات کے درمیان تطبیق کی۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ وحدت الوجُود راہِ سلوک کی آخری منزل نہیں، بلکہ وحدت الشہُود سے نیچے کی منزل ہے۔ آخری منزل وحدت الشہُود ہے۔ اس طرح آپؒ نے وحدت الوجُود کی تغلیط

کی بجائے اُسے بھی راستے کی ایک منزل قرار دیا اور کہا، جو لوگ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے وحدت الوجود کی منزل پر اٹک جاتے ہیں، وہ نورِ کامل کے عرفان سے محروم رہتے ہیں۔ وحدت الشہود سلوک کی اعلیٰ ترین منزل ہے اور سالک کو اس تک پہنچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔

۱۴۔ اِسی طرح تصوّف کا ایک اور مسئلہ جبر و قدر ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں میں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے۔ تصوّف کے بعض سلسلے صرف جبر کے قائل ہیں اور بعض قدر کے۔ آپؒ نے اِتباعِ سُنّت میں ان دونوں کے درمیان کی راہ بتائی اور اس بات کی تعلیم دی کہ انسان بعض معاملات میں مجبورِ محض ہے اور بعض میں آزاد اور ان آزاد معاملات ہی کے بارے میں پرسش ہو گی اور سزا و جزا کا اطلاق ہو گا۔ آپؒ نے وضاحت کی کہ بعض معاملات ایسے ہیں، مثلاً موت جن میں تقدیر ٹل نہیں سکتی، لیکن بعض معاملات میں یہ ٹل سکتی ہے۔ انسان کو یہی سمجھ کر دعا اور دوا کرنی چاہیئے کہ معلوم نہیں یہ معاملہ کس طرح ہے، اگر ٹلنے والا ہے تو دعا دوا کارگر ہو گی، اور اگر ایسا نہیں تو پھر صبر و رضا کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق، بے حد صحت مند اور معاشرے کے لئے جاں فزا ہے۔

۱۵۔ آپؒ کے مکتوبات شروع سے آخر تک اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اور چونکہ مختلف افراد کو مختلف حالات و واقعات میں تحریر کئے گئے ہیں، اس لئے ان میں دین کے مختلف پہلوؤں میں رہنمائی کی گئی ہے یہ گویا بکھرے ہوئے دل آویز پھول ہیں جو نہایت حکمت سے ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔

۱۶۔ آپؒ کے سوانح نگاروں نے آپ سے بہت سی کرامتیں منسوب کی ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامات خود نمائی کے لئے نہیں، بلکہ یقین افروزی کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے پھول میں خوشبو کہ خود بخود پھیلتی ہے۔ آپ ان کرامتوں کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن ان لوگوں کی تعلیمات اور خدمتِ خلق سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کرامتیں جو کسی وقت فریقِ مخالف کے لئے باطل شکن دلائل ہوتی تھیں، آج خود دلیل

53338

طلب بن گئی ہیں۔ اہل دل اور اہلِ نظر کے لئے ان کی افادیت ہے اور وہ اس سے رُوحانی سُرور اور دلی اطمینان حاصل کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہیں لوگوں کو ان کے امکان سے محض اس لئے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ ان کے عقلی معیار پر پوری نہیں اتر تیں۔ آخر سب انبیاء کو کم و بیش معجزے عطا ہوئے تھے۔ کرامتیں اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسے محیّرالعقول اعجازات سے نوازتا ہے اور اس وقت کے لوگ ان اثرات کو قبول کرتے ہیں تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔

۱۷۔ ہمارے لئے اُن کی تعلیمات اور اُن کے اعمال نقوشِ راہ ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اُن کے نقوشِ پا پر چل کر دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں۔ کیا عجب کہ اس سے مستنیر ہو کر ہم بھی دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بن سکیں اور اس طرح دیے سے دیا جلتا رہے۔

پروفیسر میاں مشتاق احمد بھٹی
بی اے (آنرز) ایم اے۔ ایم او ایل

O

مکتوباتِ فارسی
مجموعۃ الاسرار

بطورِ تبرک

فرمان والاشان جناب رسول مقبول بنام سلطان مقوقس



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام

[illegible]

علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک

[illegible]

مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط۔ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و

[illegible]

بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

[illegible]

فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ○

[illegible]

نامۂ مبارک کی اصل

یہ اس مبارک خط کا چربہ ہے جسکو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ہجری میں حاطب بن ابی بلتعہ و جبر بن ... کے ہاتھ مصر و اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس ارسال فرمایا تھا۔ یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے سنہ ... میں مصر کے شہروں میں سے اخمیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خریدا تھا اور سلطان عبدالمجید خان والی دولت عثمانیہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان نے اسے نہایت حفاظت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ قسمت سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہونچا اور اسکے ایک عکس سے ہم کو بھی عزت وصول ہوئی جسے برادر رفاہ عام اور خیر خواہی مسلمانان اسکا چربہ لیکر شائع کیا ہے اور نقل مطابق اصل رکھنے کی یہانتک کوشش کی گئی کہ کاغذ کے شکن تک بھی چربہ میں لے گئے اسکے نیچے موجودہ عربی خط میں وہی عبارت مرقوم ہے والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

مکتوب اول در بیان سلسلهٔ عالیه حضرات طریقه نقشبندیه احسنیه قدسنا الله بسرّهم

بعد الحمد والصلوة فقیر عبد النبی ساکن قصبه سیام سلوک طریقه
حضرات نقشبندیه قدسنا الله سبحانه بسرهم اولاً از خدمت کامل
مکمل حضرت حاجی عبد الله سلطانپوری اخذ نمود بعد وفات ایشان
از حضرت حاجی شیخ محمد طاهر عالم پوری قدس سره تتمه را اخذ نمود
که خلیفه اجل کامل مکمل حضرت حاجی عبد الله بودند و هم از صحبت محقق
موفق میان محمد جان ساکن قصبه میانی بهره مندی یافت و ایشان
نیز از خلفاء کامل مکمل حضرت حاجی عبد الرحیم هستند و هر دو عزیز
یعنی حضرت شیخ حاجی محمد طاهر و حضرت محمد جان بواسطه از
حضرت قطب دوران حاجی عبد الله سلطانپوری کمال طریقت و حقیقت
حاصل نموده اند و حضرت حاجی عبد الله جیو اخذ علم طریقت از غوث

زبان حضرت حاجی محمد شریف جیو نموده اند و ایشان بواسطه از
خلیفة الرحمن حضرت قطب الاقطاب شیخ آدم بنوری و ایشان
بعد سیر سلوک در طریق قادریه و چشتیه وغیر ذلک از حضرت مجدد الف ثانی
غوث صمدانی حضرت احمد فاروقی المعروف بسرهندی و ایشان از
کامل مکمل حضرت خواجه محمد باقی و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا
خواجکی امکنکی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت مولانا درویش محمد
و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا محمد زاهد و ایشان از کامل مکمل حضرت
خواجه عبید الله احرار و ایشان از کامل مکمل حضرت مولانا یعقوب چرخی
و ایشان از خدمت اجل اکمل شیخ المشائخ حضرت خواجه بهاؤ الدین
نقشبند قدسنا الله بسرهم و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سید کلال
و ایشان از کامل مکمل حضرت خواجه بابا سماسی و ایشان از خدمت
کامل مکمل حضرت خواجه شاه علی رامیتنی المشتهر بعزیزان و ایشان
از حضرت کامل مکمل حضرت خواجه محمد عارف ریوگری و ایشان از حضرت
کامل مکمل حضرت خواجه عبد الخالق غجدوانی و ایشان از خدمت کامل مکمل
حضرت خواجه یعقوب یوسف همدانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت

از خدمت کامل مکمل حضرت خواجه محمود ابو الخیر فغنوی و ایشان از

شیخ ابو علی فارمدی طوسی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت
خواجه ابوالقاسم گرگانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت ابو الحسن
خرقانی و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت سلطان بایزید بسطامی
قدس سره و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت جعفر صادق رضی الله عنه
و ایشان از خدمت کامل مکمل حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر و ایشان
از خدمت کامل مکمل حضرت سلمان فارسی رضی الله عنه و ایشان از خدمت
حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی الله عنه و نیز بیواسطه از خدمت حضرت
رسول مقبول صلی الله علیه و آله و سلم مکتوب دوم در سیر سلوک لطایف ستة
نقشبندیه حسینیه قدس سنا الله بهم بسم الله الرحمن الرحیم بدانکه شروع سلوک در طریقت
اول از ذکر خفی لطیفه قلبی است و لطیفه قلبی زیر پستان چپ دو انگشت است
درین لطیفه تکرار اسم ذات میفرمایند و هم صورت لفظی را اسم منظور
نظر در مضغه دل میکنند اما بنهجی که در تکرار این اسم منظور نظر تعین ذات
جامع کمالات است بیکیفی محض باشند و در نیم تر بحسب استعداد سالک فنا
و لقا روی خواهد داد و آنچه ضروریست لذت و جمعیت در ذکر می باید که پیدا
شود و حسب غلبه کنند بعده بنفی و اثبات بحبس دم میفرمایند و ثمره

این نفی تعلق دنیا است و قوت ذکر قلبی نیز دست میدهد بعد این
ذکر لطیفه روحی بطوری که در قلب گفته میفرمایند مقام لطیفه روحی زیر
پستان راست است دو انگشت تجلیات و فنا درین مرتبه بنوعی دگر است
اگر دست دهد و الا جمعیت و لذت مطلوب است که ضروریست بعده
ذکر لطیفه سری در سینه و ذکر لطیفه خفی در پیشانی و ذکر لطیفه
اخفی در دماغ میفرمایند تجلیات و فنا این مراتب بحسب استعداد
سالک رو میدهد و آنچه ضروریست در قلب و روح گفته شد چون لطایف
باسم الله نور پذیرفتند از سیر لطایف میگویند بعده بنظر جامعیت
از اخفی تا قدم در هر ذره وجود بذکر میفرمایند و چون هر ذره وجود را ذکر
یافت این را ذکر سلطان می نامند گاهی ذکر سلطان چنان غلبه میکند
که بهر چه نظر او فتد و هر چه بسمع شنیده شود و هر چه حس و لمس و ذوق
یاد تعلق گیرد ذکر اسم الله از انجا خواهد یافت بعده اگر سالک مستعد است
مکرر از هر لطیفه بیاد داشت اسمی مبدل میشود بنهجی که اسم الله را
در هر لطیفه ملک و در کلیه خود مخصص کرده صوت نورانی و صفائی یابد در مرتبه
این یاد داشت نیز نفی و اثبات کلمه طیبه میفرمایند اما ضرب و حبس دم

باشد یا نباشد اما نفی و اثبات تمه اسم الله مثل یاد داشت میکنند
چون این مرتبه بحرف و صوت بصفائی و حضور نور اسمی دست دهد ذکر جهری
تمام شد مگر بتضمن ذکر روحی خصوصیت این طریقه اینست که سالک
در مراتب بغلبه جذبه مرتکب امور شطحیه و لاطائل نشود محض بمتابعت شرعیه
عقیده بعبادت مستغرق باشد و اگر درین مرتبه بسبب ظهور عجائبات
مغلوب بیباکی شد این تمام را ظل ولایت خاصه گویند بعده شروع
در ذکریست که بجوهر روح بتضمن مراتب جسدی تعلق دارد الحضور مسمای است
بی لفظ و حرف و جهت و مکان و فوق و تحت چنانچه لایق جناب اوست
این را حضور مسمی یا داشت و شهود مسمی خوانند خصوصیت این طریقه
درین مرتبه تنزیه محض بحضور بی کیفی مشهود محض است اگرچه در طرق دیگر
مبتلای توحید وجودی و عینیت میگردد چنانچه کلام شیخ محی الدین
ابن عربی قدس سره و متاخرین دیگر ازین خبر میدهد درین مرتبه تصرفات
بحسب استعداد سالک رو میدهد قطع تمام از ما سوی الله در عین شهود مطلوب است
و استغراق تمام است و تنزیه محض بصفای ذات و صفات خود بینورا
حضرت مطلق و اصل این مرتبه را تا زمانی که تنزیه و شهود منظور نظر باطنی

است وحصول یافتی است ولایت خاصی نامند وهمین ولایت را
در اصطلاح حضرت ایشان قدس سره ولایت صغری میفرمایند
چون بفضل الله سبحانه توجه واشارت که از تصرفات خیال است
مفقود گشت وبقا یافت مشرف شد ولایت اخص میفرمایند
وچون در ولایت اخص توجه معدوم نیست بلکه بسبب مجهول الکیفی
خود مفقود است لهذا کیفیت آن غیر معلوم است لهذا این ولایت را
ولایت مجهوله میخوانند سالک بعد رویت که از فضل عام بوجود گشته
از سعی کار با انجار رسانیده فضل خاص میباید تا مطهریت علم واجبی
بمرآت علم او وانکشاف حقیقت انسانی عطا فرمایند تا اطلاع بر توجه
مخفی یافته ازین مرتبه عروج نماید و به بیتوجهی حقیقی که موقوف بظهور علم حضوری
بجناب قدس وحضور علمی است مشرف گردد این زمان توجه معدوم خواهد
ومتوجه خود را حاضر جناب بیکیف حقیقی بیقین صرف خواهد یافت بعده
معلوم خواهد شد که این حضور بمن بی علم عادی من بحضور علم
واجبی است که عالم جمیع اشیاء به بیتوجهی است در مراتب حقیقت
انسانی اگر بفضل الله سبحانه حق مخفی برکت خفی مرشد کامل دست دهد

فضل محض است والا به تعلیم مرشد بنظر باطنی عروج از مراتب تحتانیه نموده
اطلاع بر حقیقت انسانی خود خواهد یافت که این مرتبه اول این شخص در ضمن
نور اول به بیحجابی محض در تبع نور اول محمدی صلی الله علیه و آله وسلم است و اهل
این مرتبه حضوری و حضور علمی را بهره وری از کمالات ولایت انبیا خواهند دید و نیز تمیز
چنانچه مظهریت صفت العلم را لکن بتفصیل نشده همچنین بمظهریت جمیع صفات
واجبی اجمالا یا تفصیلا تمامی صفات خودی را اثر فیاب خواهد یافت و بعین بی توجهی
بحضور محض خود را و غیر خود را ذاتا و صفاتا مظهر کمالات ذاتیه واجبی باطلاق
و بی کیفی صرف بی شایبه تشبیه خواهد یافت و نظر او بعین حضور ذات بی کیف
بطرف مظهریت غالب خواهد آمد چون در این مرتبه غالب وصول صفات است
بنفس بتفصیل خدا اگر معلوم کردند که ذات بذات با قابلیات ذاتیه
خود نفس علیم است و بصیر و سمیع الی غیر ذالک در صفات همین و قابلیات
ذاتیه او نیست لهذا تعین او به بی توجهی محض در عین ملکه تحقیق مظهریت
عروج کرده به حضور صرف ذات جامع قابلیات ذاتیه بحقیقت نایافت
مشرف گشته بجای علم بالله بایمان بالله حاضر شد درین وقت از
کمالات خاصه نبوت محمدی علیه و آله وسلم بهره یاب خواهد شد

و واصل ذات جامع صفات خواهد بود عزیز من رسیدن بکمالات ولایت انبیا و نبوت انبیا علیهم الصلوات و السلام اگر آن [illegible] گر وقتی و باریکی اینمراتب از نسخه بکات الاسرار واضع میشود اگر خواهند تفصیل این از انجا طلبند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء

مکتوب سی و سوم در تنبیه [illegible] [illegible] مراقبه احدیه

آنکه دو مراده [illegible] که از [illegible] [illegible]

[illegible]

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی خصوصا علی نبیه محمد و آله و اصحابه اجمعین بدان ارشدک الله تعالی چون طریقه احسنیه در طریقه نقشبندیه اقرب الی الوصول است و سالکان را تفصیل آن ضروریست باره بطریق اجمال در چند سطر رقیم می یابد باید دانست چون طالب صادق بتوفیق الله سبحانه متوسل بعزیزی از بزرگان این طریقه میشود اولا او را باستخاره میفرمایند و طریق استخاره اینست که بعد نماز عشا چون وقت خفتن شود و تکلم معاش نماند وضو تازه کند بعد وضو بگوید دیگبار استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه بصدق تمام بخواند بنیت آنکه

از جمیع تقصیرات بدنی و روحی انچه از من بوجود آمده اند توبه کردم و از
سر نو مسلمان شدم بعده برخواسته دو رکعت نماز استخاره ادا بکند
که دو رکعت نماز استخاره میخوانم تا حق تعالی مرا از متابعت رسول خود بواسطه
دعاء رضا بر خود محکم دارد در رکعت اول با فاتحه آیة الکرسی یکبار و
در رکعه دوم با فاتحه قل یا ایها الکافرون یکبار بخواند و بخشوع تمام خود را حاضر
و مگر به وزاری بپردازد بعده اتمام نماز یکصد و یکبار درود بخواند بعده
یکصد و یکبار کلمه تمجید بخواند بعده بتمام عجز و انکسار دست برداشته دعا
بخواند بعده چون خواب غلبه کند بر زمین بخسپد و اگر منعه در دست اختیار
دارد بعده انچه در خواب از بشارت ظاهر شود به پیش مرشد ظاهر کند
و اگر در روز اول بشارت نیابد تا سه روز استخاره میکرده باشد
یا انکه بعد استخاره نظر بر قلب خود کند اگر قلب خود را بعد استخاره در اعتقاد
همچنان محکم می یابد که قبل ازین بوده همین بشارت است لیکن مرشد را باید که
در خلوت تعلیم ذکر اسم الله نماید که هم ذاتی است بایں طریق که زبان
خود را بکام چسپاند و نظر خیال را بر قلب صنوبری اندازد و نظر ظاهری بندد و مقام
قلب صنوبری زیر پستان چپ قدر دو انگشت و یقین بندد که مضغه

لطیفه بود را

انتظار الی او ودیعت نهاده اند قلب منیب سپس خود را بالکلیه
متوجه بجمعه نماید و از زبان بگوید اسم الله جل شانه گویا بنهجی
که این اسم را غیر ذات نداند این حیثیت را بوسع خود در نسبت دریافت
از نسبت ها بعده مرشد را باید که خود متوجه قلب او شود در معنی توجه
که همت تسخیری قلب مرید بگمارد و در میں قلب خود را بر دمین قلب مرید
تصور نماید بنهجی که خطره دیگر را در میان دل خود راه آمدن ندهد بجموع
تمام بجناب خداوند سبحانه التجا نماید تا نور ذکر در دل سالک قولی پیدا حد
و تجذب قلبی بهمت باطنی قلب مرید را بسوی خود کشد تا یکساعت کم زیاده
برین حیثیت متوجه حال مرید باشد و ارواح متبرک اکابر این طریق را
شامل حال خود دانسته این نصرت از ایشان امداد داند فی الحال
او فی الاستقبال بعده از مرید استفسار نماید اگر خوب فهمیده است
و آرام یافته فاتحه خواند و دست او در دست خود گرفته بیعت نماید و او را
بخدا سپارد و آگاه کند که این طریقه حسنیه در طریق نقشبندیه
از حضرت خلیفه زمان حضرت سیدی شیخ آدم بنوری قدس الله
تعالی سره العزیز چون مرید در ذکر اسم ذات لذت پیدا کرد بعده

تعلیم کلمهٔ نفی و اثبات نماید چون نفی و اثبات را بطریق مشروعه
به بیست و یک رسانید و اثر بی تعلقی پیدا در دل خود یافت شکر حق تعالی
بجای آرد بعده تعلیم ذکر لطیفه ذکر لطیفه روحی نماید و محل آن لطیفه
در زیر پستان راست است و نور لطیفه روحی را سفید همچو پنبه سفید
تصور نموده ذکر اسم ذات را چنانچه در لطیفه قلبی مرقوم شد مجتمع تمام نموده
بعد دو چهار اوقات این سبق را کار میکرده باشند تا آنکه مثل ذکر قلبی
ولذت اینجا نیز حاصل نماید و گاهی [illegible] سالک [illegible] در [illegible]
[illegible] بعده [illegible] خود را [illegible]
[illegible] تعالی [illegible] بعده تعلیم لطیفه
[illegible] پیدا [illegible] آن را [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ذات بنهجی که تفصیل ذکر گذشت تکرار میکرده باشد و بالکلیه خود را در جمیع

اوقات بدین ذکر بگمارد حتی که لذت و جمعیت تمام پیدا کند بعده

تعلیم لطیفهٔ خفی بهمین نهج نماید و محل مخصوص این لطیفه در پیشانی است

[illegible] ذات را در محل [illegible] گذشت ذکر کویا نه جمعیت این لطیفه

را احوط [illegible] تمام [illegible] تمام سالک واقع

دارد [illegible] اسم ذات [illegible] حاصل [illegible] بیان

[illegible] في جسد بني آدم لمضغة و في المضغة

[illegible] و في [illegible] و في السر خفي و في الخفي

[illegible] في جسد بني آدم لمضغة و في المضغة قلب و في القلب

فؤاد و في الفؤاد سر و في السر خفي و في الخفي اخفى اما عزیزان

در اصطلاح [illegible] این سیر [illegible] گویند اما [illegible] چون این سیر تمام

[illegible] سالک [illegible] اجمال و بالتفصیل این سیر

[illegible] را [illegible] قلبی آمد و تعلیم یاد داشت [illegible] نماید

اگر [illegible] این ذکر [illegible] یاد داشت [illegible] نسبت [illegible]

[illegible] از حضرت [illegible] کرده [illegible] که [illegible] تکرار کند

بر اسم الله مداومت کند مثل آواز آونده سیمی همان یک آواز را هر قدر که بها[ید] (گر نفظت)
تواند نگاه دارد و قطع شدن ندهد و اگر قطع شود باز از سر گیرد و برای
قوت یافتن این نسبت اسمی نفی و اثبات نیز باید درازی حبس دم یا حبس دم
اختیار کند چون این نسبت بنهجی قوت گرفت که در قلب خود یک در جمیع
لطایف دیگر در تمام بدن سرایت تمام آن آواز بحیثیت یک [illegible] باید
ذکر لطایف که بواسطه جسد بود تمام شد الحال در ذکر لطایف که بی واسطه
الفاظ است باید گوش نفس را لیبسید باو [illegible] باید در دست سمی
تعلیم دیدی محل مخصوص قلب را در نظر داشته در اندرون لطیفه
که آن ام نورانی است خیال نماید بالا ذکر گشت نظر انداخته با یمان محض
حق سبحانه تعالی را حاضر بی پرده یقین نماید اما به بی کیفی و بیجهتی و حیاتی (ست سیمه)
از میان نظر بر اندازد و داند که او تعالی حاضر است بی کیف و بیجهت
بلکه این دانسته هیچ وقتی از اوقات از دید و دانش نگذارد اگر
غفلت رو دهد باز حاضر بمعنی گردد حتی که نور مشاهده از سر تا پا تمام
و اگر در استغراق تمام پیدا کند بنهجی که بجز حق خود را و غیر خود را
نیابد و در بی نفسی اگر نفس را نفی شود [illegible] است او تعالی عین

(د

حق یابد این را در اصطلاح این طایفه توحید وجودی میگویند
واگر اشیا را گم کرد و مشاهده جمال ذو الجلال ورای اشیا حاصل نمود
و اشیا را از نظر انداخت توحید شهودی میخوانند باید دانست
که این هر دو مرتبه در ولایت خاصه که ولایت اولیا امت است
رو مینماید و بیشتر این که از تجلیات غیره در سیر لطایف تا یاد داشت
اسمی بیشتر می آید در ظل ولایت اولیا بود اگرچه اصول ولایت اولیا نسبت
اصل ظل آن ولایت کمال تمام دارد اما هنوز وصول مطلوب
حقیقی که بی تلبس اشیا باشد میسر نیست امیدوار آن تا محمد که
را باید که برای تجلیات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

برکنار دتا هیچ در باطن او از توجه الی المطلوب و غیر المطلوب پیدا نشود
بلکه بی توجهی یقین صرف بمطلوب بند دحتی که معلوم هیچ نماند بجز نور یقین
چون درین معامله سالک تا زمانی که در دفع توجهات هست سالک مرتبه ولایت
اخص نیست و چون حاجت نفی نماند و مرات ازآمد و رفت توجهات و تصورات
صاف شد و بی توجهی بی تکلفی دست داد و اصل کمالات ولایت خاصه
اما هنوز توجه و تصور این واصل معدوم نشده بلکه مفقود است کما ذکر فی
المکتوب الاول و ولایت بالاصالت خاصه چهار ملک مقرب است
علیهم السلام و بتعاقب اولیا هست اگر مناسبت استعدادی پیدا
شود باید دانست که در مرتبه ولایت خاصه دو مرتبه توحید وجودی و
توحید شهودی که بیان کردیم توحید وجودی از نفس لطیفه قلبی
میخیزد و توحید شهودی از نفس لطیفه روحی رو مینماید و نسبت یافت
خاصه لطیفه سری است والله اعلم تا کرا نوازند باین نوازند ذلک فضل الله
یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باید دانست که بعد از مرتبه یافت
حقیقت یافت تجلیات میباید دانست آنست که چون سالک لطیفه سر را از
تجلی جهت [illegible] داخل دایره [illegible]

اما چون از حقیقت این نسبت مطلع نیست از انجاست که از ما
جهان بیش اگر فضل او تعالی بعد فضل اول دستگیری نمود یکبارگی
خود را از جمیع مراتب عنصری و نوری فوق می یابد و می یابد که واصل
این نسبت حقیقت انسانی است و آن قابلیتی است از قابلیات
اولیای کرام که نور محمدی است صلی الله علیه و سلم و نیز آن را شهود اول
می گویند و نیز می یابد بتعلیم مرشد یا نادری بتعلیم غیبی که وصول من
با مطالب کونیه ولایت خاصه او تعالی بود و بخصوصیات علم خود و در
[illegible] را این نعمت که انتها از حصول این نعمت بعلم او تعالی بخصوصیات
علم او و نیز لا علم را از خصوصیات خود توقف و تعطل محض است
مرجع علم من [illegible] خصوصیتی از خصوصیات علم او تعالی میداند پس
چون فهمید در مرتبه جمیع مراتب ذاتیه و صفاتیه و کمالاتیه خود را
مظهر ذات و صفات و کمالات او تعالی فهمید و بجز مظهریت محض هیچ
نمی یابد من لم یذق لم یدر قضیه مقرره است چون مرتبه ولایت ابتدای
و وسط و انتها دارد پس در ابتدای این مرتبه قلبیه آثار کمالات ولایت
انبیاست علی نبینا و علیهم الصلوة و السلام [illegible]

من حیث حقیقت از نافیت حق و دون حق است و در وسط این مرتبه
خلو میسر است و اطلاع بر حقیقت خلو و حقیقت خلو اطلاع است بر حقیقت
مظهریت صفات خود مر صفات واجبی را در این مرتبه اگرچه میدانند که بعلم
او تعالی عالم هستم و به بصر او بصیر و بقدرت او تعالی قادرم الی غیر ذلک
اما هنوز حقیقت نسبت صفات با ذات او تعالی کما حقه این عارف را
مفصلاً و علماً ظاهر نگشته پس چون خواهد دانست که صفات او تعالی
زاید بر ذات اند که عالم بعلم و بصیر به بصر الی غیر ذالک نتوان گفت [illegible]
بذاته علیم است و علم قابلیت ذاتیه ذات است و ذات بذاته
بصیر است بصر قابلیت ذاتیه اوست کذالک فی جمیع الصفات الی الاطلاق
نسبت و غیریت باطلاق محض لیس عالم حق بحث خود بخود سبحانه و با [illegible]
حق است سبحانه و این عارف را بحر مظهریت تامه ذاتیه و صفاتیه و کمالات
امری دیگر نیست و بحر نقص صرف از زمان به صفات این مرتبه [illegible]
اما اجمالا و به تفصیل این مرتبه کرا نوازند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء ای
برادر هر چند نسبت خلو زیاده و خلل در دایره این ولایت بیشتر و از
کمالات نبوت انبیا علیهم الصلوة و السلام [illegible] چگونه بدگر از گفت و نوشت

حقیقت ایشان مرتبه بیرون اما اینقدر واضح می نمایم که اگرچه ولایت انبیا
و نبوت ایشان علیهم الصلوة هر دو در دائره اصالت اند و هر دو از
قابلیت بشر ااا اما اینقدر هست که در ولایت وصول بحقیقه صفات
و شانات و در نبوت وصول بحقیقت ذات است جل برهانه متفاوت
درجات مستعد دیه کما قال الله تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض
الحمد لله الذی هدینا لهذا و ما کنا لنهتدی لولا ان هدینا الله لقد جاءت
رسل ربنا بالحق مکتوب چهارم به برادران دینی در تحقیق معنی حدیث قدسی
جل شانه صدور یافت بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات
برادران دینی مطالعه فرمایند که در حدیث قدسی وارد است ان فی جسد
ابن آدم لمضغة و فی المضغة قلب و فی القلب فواد و فی الفواد سر و فی السر
خفی و فی الخفی اخفی و الاخفی انا از پیش نمید و باید دانست که از مطلع
اکابر صوفیه در این لطایف خمسه لطیفه نفس نیز در سلوک داخل
کرده اند و اسم مطالب را اسنکه همان لطیفه است با وجود اهمیت او عدم
ذکر او در حدیث قدسی جل شانه بنا بر دنائت و خست آن در ابتدا اما
با شمول و اندراج آن همه لطایف را در انتها خواهد بود یا وجهی دیگر

خواهد بود الغرض هر لطیفه را ظهوریست در بدن در محل مخصوص بلطیفه

قالبیا نها المحققه المندرجه فیها و این ظهور را ظهور ظلی خوانند

و ظهوریست بی تعین مکان در بدن بظهور انفسها و ...

ظهور را ظهور اصلی دانند باید فهمید که محل ظهور لطیفه قلبی مخصوص در بدن

بطرف چپ زیر پستان بمقدار دو انگشت و اثر تجدد در ... است

خاصه است و سالک اثر آن را در شغل ذکر لفظ الله در ابتدا است ...

ذکر بعد خلو مضغه از خویش غیر از اسم معظم است و علامت ...

نمود آن لطیفه است در مرآت خیال بلون سرخ و محل ظهور ...

روحی که در حدیث ان الفواد یاد کرده است زیر پستان راست ...

همان قدر که ذکر شد در قلب و محل ظهور لطیفه سری در وسط سینه

و محل ظهور لطیفه خفی در پیشانی و محل ظهور لطیفه اخفی در ام الدماغ و این

تحقیق از حضرت شیخ المشایخ حضرت ما و مولانا حضرت میر ...

سیدی معنی آدم بنوریست قدس الله سره اگرچه بعضی اعزه ...

دارند و این اختلاف ناشی است و سالک این لطیفه را ...

اسم الله است و در ابتدا در نمود لطیفه ...

برنگ سبز و نمود نفس برنگ زرد و نمود خفی برنگ سیاه و نمود اخفی
برنگ سیاه تر و این ذکر عالی بحسب استعداد هر یکی را تجلیات خود
میشود که پایان ندارد و درین مرتبه وصول سالک را ظهور ظلالی قابلیات
نفسیه آن لطایف است که ظهوری ندارند مگر بتجلیات متنوعه و این
وصل را وصل ظلی میگویند چون استعداد سالک را ازین مرتبه مستعد
[illegible] گردانند بی تکلف حرف نظر باطنی ناظر و متوجه ذات سبحانه
[illegible] این طریقه حسنیه نقشبندیه را اینجا باید دید که اگر در طرق دیگر این
[illegible] میکرد بخشیدنیست شبیه سالک را تعلیم میفرمایند حتی که عمرها درهمین
[illegible] میگیرند هذا الامر رحمهم لعنه برحمة خاصته بکلیت وصل تشبیهی را غایت
مراتب وصول می فهمند و میگویند کا التجلی من الذات لایکون الا بصورت
المتجلی له و المتجلی له ما را سوی صورته فی مرآت الحق و ما را الحق و لا یمکن ان
[illegible] فلا تطمع و لا تتعب فی ان تترقی من هذا الدرج من التجلی الذاتی گویا
[illegible] شیخ فرموده بحذف زیره ما قناعت فرموده اند حضرت ایشان
[illegible] در همین مقام در حق ایشان میفرمایند که ما آواره شده کان اگر طلب
[illegible] قناعت کنیم چه کار کرده باشیم لکل وجهة هو مولیها

التجلی من الذات لا یکون الا بصورة المتجلی له ما رءی سوی صورته فی مرآت الحق و ما رأی الحق و لا یمکن ان یراه فلا تطمع و لا تتعب فی ان تترقی من هذه الدرج من التجلی الذاتی ه

اکابر این طریقه نقشبندیه رضی الله عنهم وضع فرموده اند ابتدای بدین سلوک
فوقانی به تنزیه محض و بیکیفی صرف از جهات ستّه متوجه میفرمایند
اینجا باید فهمید معنی قول حضرت خواجه بزرگ نقشبند قدس سره که ما
فضلیم نهایت را در ابتدای درج میکنیم و در راه ما فتوح بسیار
کم اگرچه دیگران معنی مشقت کم و فتوح بسیار را بنوعی دیگر فهمیده اند
این فقیر حقیر اگرچه مشقت در این طریقه نیز زیاده از زیاده است اما فتوح
این فتوح جائیکه در ابتدا تنزیه آنزه میتوانند و بکار تنزیه دامن آنسان
آلوده نشاید اگر عمر هزار سال با هم و وی با خود نیز داریم در تنزیه مختصر
فنا و اختیار کنیم آن مشقت بجای نیز زد و سالکان تشبیه جویان
مقصود حقیقی که تنزیه باوراء تشبیه است بعید افتاده اند و بحسب
مراتب تشبیه از مقصود اصلی دور افتاده اند اگر مشقت کشند چون
عوض آن که مقصود اصلی است نیافتند آن مشقت زیاده از زیاده
را اختیار کنیم و گوییم که بعد توجه بذات الله تعالی اینکه سالکان را
وجهات ستّه احتیاط بقدر اختیار نمیکنیم اگر توحید وجودی
یعنی تجلیات جلال و جمال نور وجود در هر موجودی مشاهده گردد

باشد بار چون ظلی بود از میان برخیزد و اصل را بلباس ظل نمایند و این
بود نفس لطیفه قلبی را بنظر قلبی خواهد بود و چون روح را بهر ذره از وجود
هر موجودی و هر روحی که باشد احاطه و معیت اتصالی است و انفکاک
ندارد و در هیولا شهود این شاهد به تجالی همین انوار روحی خواهد بود
اگرچه این شهود از انوار جمال و جلال بوسایط کثیره بهره وصول منعقد
و همین وجه در دائره ولایت داخل است اما فصل متلبس است و از نعمت
تجالی خالی و مفلس است اگر حجاب است از انوار روحیست که آن انوار بسبب
اتصال باجزای جسدی کانه موشده اند و خود را بهر جزوی نموده اند اگرچه
وصل اول بوسیله الفاظ و وصل ثانی یعنی وصل بوسیله الفاظ هر دو وصل
متلبس اند اما در هیولا یک پایه طلیعت ظلمانی را گذاشته بلباس نورانی
رسیده رو بترقی آورده زیرا که در اول ناظر منقطعه بود به بصر خیالی و منظور
او انوار قلبی و در هیولا ناظر قلب و منظور او انوار روحی چون انوار قلبی بانصباغ
ظلمات قالبی منصبغ اند و انوار روحی ازین انصباغ دور در هر دو وصل
تفاوت صریح پیداست درینجا باید فهمید معنی فی المضغة قلب و فی القلب
فواد که مشعر بر ترقی سالک است الی آخره و این حصول کمالات در ولایة

خاصه است اگر بفضل لا ریبی بجز ریبی مدد فرمایند و از توحید وجودی
بتوحید شهودی رسانند یعنی بی نظر باشیا ناظر و مشاهد سازند و متوجه
انوار ذاتیه گردانند درینجا متوجه لطیفه روحی است و متوجه الیه او انوار لطیفه
سری خواهد بود و فی الفواد سر یا بمعنی تواند بود و تفاوت در نورانیت
روحی و سری با یکدیگر آنست اگرچه روح از انصباغ ظلمات قالبی بسبب
بندحیت انوار قلبی که امانت حمل انصباغ را بخود تجویز نموده اند و این
انصباغ را بطرف روح راه نداده اند فارغ و مصفا است اما بسبب مناسبتی
که برزخ دارد از مرتبه فوقانیه خود و نوعی تفاوتی دارد اگرچه مجهول الکیف
باشد اگرچه این وصل نیز داخل دایره وصل مثلث است اما هر دو مرتبه
که قبل ازین ذکر یافته بلباس ظلمانی و جسمانی داشتند و این مرتبه از ان
تلبس گذشته بلباس عنقا خیالی ملبوس گردیده و صاحب این مرتبه دیده انجم
دیده عزیز من هر دو مرتبه سابق ظل این ولایته بوده اند و این مرتبه را
در اصطلاح حضرت نوری قدس سره العزیز بولایت خاصه نامند
و محقق دیگر بولایت صغرا خوانند و اکثر اکابر صوفیه درین مرتبه سکوت محققین
داشته اند تا کار آورده باشند بعد ازین اگر از محبت لباس بیجانی برند

صاحب وصل عریان وصاحب اجتبا خواهد بود واین هردو مرتبه است اگر
درعین شهود باین بود آیت مطلوب است صاحب اجتبا بامتزاج
جذبه است یعنی مربی اینکس اسم الهادی است با متزاج ترکیب اسم
الدلیل اینجا ناظر لطیفه سریست ومنظور لطیفه خفی است وفی السر خفی را باین
تحقیق باید فهمید والا از امتزاج رسته است صاحب اجتبا خالص شده
اگرچه هنوز اجتبا ظلی است درینوقت برائی قابلیت خفی دم یی نور اینست
اخفی است وفی الخفی اخفی درینولا هویدا است واین ولایت را ولایت
اخص نزد حضرت جیو نامند ودیگر اکابر ولایت علیا میفرمایند ونیز
مرتبه توجه ومتوجه در رنگ متوجه الیه بیچون مینماید پس صاحب اینمرتبه اگرچه
از حجب فارغ شده زیراکه درمیان اخفی وانا واسطه دیگر نیست که حجابی
تواند شد اما با وجود معیت لطیفه اخفی با ذات پاک که انا ازان مراد است
چون منظور این سالک نور اخفی است اگرچه بهره بیحجابی از ذات پاک دارد
توجه این سالک باقی است اگرچه توجه مجهول الکیف ومعدوم نما باشد
ازینجاست که کیفیت معلوم غیر معلوم است بنفس معلوم که آن معلوم است
واین حیثیت را حیثیت مجهوله میخوانند لان اهل جاهل عین حقیقت المطلوب

واین جهل هزاران هزار ترقیات از علم سابق دارد بعد ازین اگر نوازند
ناظر اخفی و منظور ذات الله جبا نچه فی الاخفا اما مشعر اینمعنی است اینجا
بوئی از توجه باقی نیست و این هر دو مرتبه است اگر بجای توجه بعلم بالله
حاضر است صاحب کمالات ولایت انبیا است علی نبینا و علیهم الصلوة
والسلام و اگر بایمان بالله بجای علم بالله ناظر است از اصل کمالات
نبوت انبیا بهره ور است علیهم التسلیمات والصلوة این کار دولت است
کنون تا کار رسد دو مرتبه اخیره را باشارت فکر کردم رسنده خواهد فهمید والا
برای مقلد اجمال کافی است حرفی بس است السلام علیکم و علی من لدیکم
مکتوب پنجم در جواب سید عبد الرشید جهان آبادی باسم الله الذی
لاشریک له ولا منازع ولا تخالف فی صفاته ولا صفة من صفاته مخالف صفة
اخری الحمد لله الذی جعل عبد الرشید بفضله المجید مترجا لابواب المکتوبات
بالمعانی والاشارات فنشرع ایضا فی متابعة العظام فی تفصیل الامر الذی
هو اهم المهام و نکتب فنسئل مودیا فی الکلام مجتنبا من الطوالة تعظیم
شان الله العلام سبحانه من لا ضد له ولا تضاد له صفة من صفاته لصفته
الاخری و انکان صفة الجمال والجلال لان التضاد والتخالف فی مادة المز

مقضی الی النقصان ولا نقصان ثم بعد الحمد والصلوة وتبليغ الدعوات
والتسليمات بعرض سيدي مكرمي مشفقي مي رساند بنده فقير حقير پر تقصير
عبد النبي بورود نوازشنامه گرامي احقر ذره وار سر بلند گشت وانچه از
معاني واشارات مرقوم قلم عطوفت رقم بود از مطالعه آن شرح صدر
حاصل گشت الحمد لله والمنة که این عاجز را بلطف کمال نصايح وهدايا
رهنموني فرمودند شکر آن چه بيان نمايد که در بيان قلم نيايد لطيفه
انيقه مرقوم رقم گرامي را جنت فردوس برا از حور وقصور اماني يافت
الله سبحانه استعداد مايان را در مرتبه تربيت بخشيده وفره ساخته الفت
پيدا آورد که نظر از حور وقصور بر داشته توجه الي جنة ليس فيها حور ولا قصور
بتجلي ربنا ضاحکا نمايد کما قال النبي صلی الله عليه وسلم ان الله جنة ليس
فيها حور ولا قصور بتجلي ربنا ضاحكا اي راضيا ومراد اينجا لازم منه الضحک
است نه صورت ضحک که آن خطا است چون مرتبه اول که بحور وقصور را
از آن تعبير رفت وصل متلبس است واستعداد عالي ار باب تسلي نه لانه
وصول الحجاب ذات الحجاب غير المحبوب رجا واثق از مولا جل شانه انکه از آن
قطع کنانيده توجه بتجلي بخشد لانه تعالی وراء الوراء ثم وراء الوراء

واین وصل را وصل عریان می نامند ودرین مرتبه نیز اگرچه جهت تلبس خارجی
منقطع میشود اما هنوز توجه که اخر الحجب ست باقیست واین ترتیب هر دو
مرتبه وصول بظهور اسم الدلیل است وثمره ان ظهور علم لدنی ظلی است
وهدکننده اینجا جذبه است پس لازم بر اصفیا آنست که برجو من الله سبحانه
ان یظهر فی اسرارنا ظهور العلم اللدنی الاصلی بظهور الاسم الهادی
لیقطع بسطواته نفس التوجه بل ینعدم فاعلم ان الوصول الذی یسمی
بالوصل المتلبس فهو فی الابتدائی ووسط الولایة الخلاصة وتسمی
هذه الولایة عند البعض بالولایة الصغری وایضا بولایة الاولیاء والوصل
الذی کتبته باسم العریان فهو فی نهایة هذه یحصل فی الاول
توحید الوجودی وفی الثانی توحید الشهودی هذا غایة الوصل الظلی
وتصرف الخیال ولیس الوصل الظلی بعده دخل بل بعد هاتین المرتبتین
ینقطع الوصل ویظهر الفصل منه ویسمی هذه الولایة بالاخص بولایة
الملاء الاعلی وعند بعض المشایخ رحمهم الله تقررت بولایة العلیا
ثم وان کان ینقطع فیها التوجه لکن لا ینعدم وجوده بل لتشتبه بین
الوجود والعدم فیلزم علی العبد المترقی ان یطلب من مولاه رفع هذا الاشتباه

وهذا موقوف على انعدام التوجه وهذا الانعدام يوجد بعد ظهور العلم الدني
الاصلي بفيض الله القوي الموصوف بالصفات الكاملة الازلية
القديمة الذي لا يطلع على نفس ذاته وصفاته الا من خصصه الله سبحانه
بظهور العلم الاصلي اللدني وليس في هذا الوصل تمة الحجب ولا بعد ولا مسافة
وفي غيره هذه الاشياء محققة جلية كانت او خفية اعلم ان هذه المرتبة
الاخيرة العالية المسماة بخلو المتخيلة وتخليص السري مع انقطاع الحجب
والبعد والاضافة والاشارة الى المطلوب على ثلث مراتب
في ابتدائها مرتبة علم الحضوري وفي وسطها مرتبة حضور العلم وفي انتهائها
مرتبة حضور في الحضور لا يطلع عليه احد من اهل القبور الذين هم محظوظون
في وصل المتلبس بالحور والقصور وتحقيق هذه الثلثة غاية التحقيقات
واغمض الغوامض لا يسع هذا القرطاس لشرحه فنقتصر بالاجمال وتسمى هذه الولاية
بولاية خاص الخواص لسند الصادقين وايضا بولايت الانبياء العظام
عليهم الصلوة والتسليمات وعند البعض بولايت الكبرى وبعد هذا مرتبة
نبوت الانبياء الكرام وليس الفرق بين هاتين المرتبتين الا التفصيل
والاجمال لان في الاولى الوصل الاصلي العلمي بالصفات الحقيقة القديمة

بالتفصيل وفي الثاني العروج من العلم الى الايقان الاصلي والايمان

الغيبي بوصول الذات جامع الكمالات بالاجمال بحر عظيم متضمن التفاصيل وهذا الاجمال

والايقان من هذا الاجمال والتفصيل على التفصيل والاجمال الذين كانا في المراتب

التحتانية لان ثمه تشبيه وحجب وتلبس وغلط وهاتين المرتبتين اعني مرتبة

ولاية الانبياء ونبوتهم بانفسهما مختصة بهم ممكن قدر الله تعالى في التقدير

ظهور كمالاتهما على سرائر بعض اوليائه الذين شرفهم الله تعالى بشرف

متابعتهم كما لا واصالة لا ظلا وتشبيها بمحض فضل العظيم ذالك

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ مرعلاين كار دولت كنون تاكرا رسد

درين هردو مرتبه عاليه اخيره بوئى احتمال جذبه بمحض انابت واجتبا

واصطفا است كما لا يخفى على اهاليه مكتوب ششم در تحقيق حديث قدسي

حديث قدسي كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف

سبحانه باجميع صفات وشيونات بامقتضيا تهما واحد حقيقي است

ودرعين وحدت صرف جميع مراتب صفات وشيونات بامقتضيات

اينها باجمال وتفصيل معلوم ومحقق اوست جل شانه واز ديدن اينها

در مراتب ظهور تقيدي غنا كامل دارد چنانچه عزيزي ميفرمايد

هر شان و صفت که هستی حق دارد در خود همه معلوم و محقق دارد در ضمن
مقیدت محتاج بخویش از دیدن آن غنای مطلق دارد پس در کثیت کنزا
مخفیا که ذکر خفا رفته این خفا عرفانیت است با وجود غنای مطلق ذاتیه
و صفاتیه ظهور مقتضیات و ملزومات صفات محبوب الجناب آمد کما قال فاحببت
ان اعرف و چون مرتبه وحدت حقیقی جامع جمیع مراتب صفات و ملزومات
در مرتبه غیبت حقیقی بجامعیت ظاهر است و مقتضای محبت الجناب ظهور
آن مرتبه جامعه ملزومات صفات که بغیب الغیب مسمی است آمد ولا اجمالا
در مرتبه شهود اول و ثانیه در مرتبه تفصیل کما قال فخلقت الخلق لاعرف
پس بحکمت بالغه آن مرتبه جامعه غیب الغیب را بجامعیت شهود و شهود نمود
چون وحدت حقیقی با جمیع صفات ذاتیه از لا ظاهر و مرتبه اطلاق بی قید
شهود است در عین شهودیت تقیدی حدوثی اینجا باطلاق محض
بظهور اطلاقی ظاهر کما قیل کان الله ولم یکن معه شیء الآن کما کان
ای کما کان ظاهرا و لا بلا قید فالان ایضا ظاهر بظهوره الغیبی الاطلاقی
بلا حلول و اتصال و تقید و انفصال فحسب البصیرة بنظر فی عین
نظره علی ظهوره الغیبی الاطلاقی الی ظهوره الکونی المتقیدی و لا حجاب

اینمرتبه مشهوده اولیه را مشهود اول نامند و اینمرتبه مشهوده
اولیه را مشهود اول نامند و اینمرتبه مشهود اول در ضمن ظهور ذات جامعه
اسماء و صفات حقیقی ظهور جمیع اسم و صفت و ملزومات اینها را
شمولی دارد چه حقایق انسان و ملایکه و چه سموات و ارضین و مافیها
وچون انوار صفت انسان در مرتبه مشهود اول و جمیع انوار اصناف دیگر افضل
و انوار حضرات انبیا در جمیع انوار انسانیان متنوع و عالی و نور حضرت سید ور
کائنات و خلاصه موجودات بحکم لولاک لما اظهرت الربوبیة در جمیع
انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة والسلام افضل و کامل تر و متنوع تر و هویدا است
که متنوع در مرتبه مشهود اول که نور آنحضرت است مظهر جامع متنوع مرتبه اولی
غیب مطلق و واحدیت حقیقی است و چون وحدت حقیقی با جمیع صفات
ذاتیه ظاهر در موجود خارجیست و ملزومات صفات که غیب الغیب اند
در مرتبه خفا و اندراج ذاتی دارند پس مظهر جامع متنوع اول که نور محمدیست
ذات او در مرتبه مشهود اول ظاهر در موجود خارجی آمد و دیگر جمیع مراتب مشهوده
اینمرتبه مشهود اول مختفی و مندرج پس محقق شد که اینمرتبه ... اولی
جمعا جمع اکثر نور محمدی الخ آنیم زیبا است و چون حقیقت جامع

اول که نور محمدیست در بیان آمد بفضل الله سبحانه ظهور مراتب مفصله او را
در بیان باید آورد و قال النبی صلی الله علیه وسلم انا من نور الله والعالم
من نوری اگرچه بحکمه بالغه در ضمن نور محمدی صلی الله علیه وسلم که آنرا شهود
اول میفرمایند انوار مقتضیات اسماء حسنی و صفات را اجمالا مخلوق
فرمود و نور هر فردی را مقتضی ظهور روحانی و جسمانی نمود اما چون مقصود
ازین آفرینش ظهور معرفت او تعالی بود کما قال سبحانه لا عرف و ظهور
معرفت بی ظهور نور معرفت بی ظهور نور هر فردی در خارج به تمیز یکی از
دیگری روحاً و جسداً از مرتبه اجمال حاصل نمیشد و ظهور تمیزی هر همه
توابع بی ظهور اولیه متبوع خود که نور حضرت است موقوف پس از نور حضرت
که جامع دو قابلیت بود یعنی قابلیتی مقتضی ظهور روحانی و قابلیتی دیگر
مقتضی ظهور جسمانی اولا بحسب اقتضای قابلیتی که مقتضای ظهور روحانیت
روح اعظم ایشان را صلی الله علیه وسلم بجامعیت ضمنی جمیع ارواح
در مرتبه خارج پیدا آورد و جمیع ارواح انسانیا از تفصیل مراتب تعینات
بعض و مسبوقیت بعض دیگر به تمیز تام هر یک از دیگر از روح اعظم که ام الارواح
است ظاهر نمود و از کنم خفا بنائی داد ثانیا بحسب اقتضای قابلیت ثانیه

نور حضرت که مقتضی ظهور حسب تمام این نسبت صلی الله علیه و سلم حب مبارک
اصلی ایشان را که اصل جمیع مراتب عنصر مجمل است فوق عرش مخلوق فرمود
از انجا مراتب عنصر مجمل را تحت عرش موجود ساخت و از انجا بترتیبی که می
بایست عناصر مفصل را تحت آسمان دنیا مهیا نمود و آن مجموع عناصر را
معدن اجسام مفصله گردانید و العالم من نوری باین معنی است اما با وجود
کثرت متمیزه ارواح و عناصر مقصود اصلی که معرفت است هنوز میسر نه
چنانکه قول حضرت خواجه بزرگ است قدس سره که روح در بدو خلقت
خود خدا را شناخت نمی‌دانست اما بیگانگی نمی‌شناخت زیرا که شناخت
+ از شهود خیزد و شهود منافی وجود است از اینجاست که حکم روح سریه با وجود
لطافت چون پندار وجود خود دارد و نسیان ماسوا موقوف بر تعلق نکبت
نیست از جهت حصول مقصود اصلی که از خلقت اوست برای رضاء مولا
حمل شائبه دخول حیطه ظلمانی را اختیار نمود اما چون خلاصی از ظلمت جسدی
ظهور متبوع صلی الله علیه و سلم میسر الله سبحانه علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات
که همه مقدمات ظهور حضرت سرور کائنات اند به ترتیب مراتب سابقیت و مسبوقیت
در هر امت ظاهر نمود و به برکت صحبت ایشان بحسب استعداد خود ما بعضی از انبیا

+ [illegible] ۱۲

علی نبینا علیهم الصلوة والتسلیمات بکمال رسیده حصول معرفت
نمود اما چون حصول معرفت بنابر مقتبس از نور متبوع خود است بحسب شان
متبوعان خود ما اهالی هر امت نصیبی از معرفت پیدا کردند و معرفت اکمل
که موقوف بر ظهور جامعیت حضرت سرور کائنات بود صلی الله علیه وسلم
بعد ظهور اظهر حضرت سرور کائنات باین امت بحسب استعداد هر یک نصیب میشود
و تا قیامت ممتد است که ختم کمال معرفت که محبوب ازلی است بر ختم این امت
ختم کرد انشد ازینجاست که حضرت قران ناسخ کتب سابقه آمد و خود محفوظ
از نسخ ماند اللهم یسرلی المعرفته بحسب شان نبینا علیه الصلوة والسلام واجعل
خاتمنا علی الایمان والاسلام یا ایها الناس صلوا صلوة کثیره علی نبینا
کما یلیق بجنابه مکتوب مقتم در تحقیق بعضی سوال از شیخ سعید ساکن تهاره
نحمده ونصلی علی النبی الکریم حقایق و معارف پناه فضیلت و کمالات دستگاه
حضرت شاه عبدالنبی جیو سلمه الله تعالی همواره بر مسند فقر متمکن بوده بفیض
بخشش جهانیان باشند از فقیر محمد سعید بعد سلام سنت الاسلام مشهود ضمیر منیر
آنکه اوصاف بندگی و کمالات الحقایق و معارف آگاه از زبانی بعضی مردمان
استماع یافته ازین موجب اشتیاق ملاقات فایض البرکات از حد افزود است

الله تعالی سببی سازد که حجاب مفارقت و پرده مهاجرت از میان رفع شود و دیدار دید
حضور بر سر دو بار میسر گردد فاما بعد تجدید تشریف مستدعی شود که جواب چند
سوال از ضمیر فیض تاثیر حاصل نموده عنایت شود که تسلی خاطر این فقیر گردد اول
همه درویشان عالم ناسوت میگویند فاما حقیقتش از کسی مفصل نشده که ابتدایش
چیست و نهایت چه که بر طالب میکشاید دوم کیفیت ذکر روح که فرموده اند ذکر
اللسان لقلقة و ذکر القلب وسوسة و ذکر الروح راحة که مقامش کجاست و چه ذکر
میشود سیوم درویشان میگویند که یکمرتبه الیست که نه عاشق ماند و نه معشوق آن
کدام مرتبه ایست و هر دو چگونه محو شوند چهارم حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم
فرموده اند رایت ربی فی لیلة المعراج علی صورة الامرد و دیگر هم فرموده اند رایت
ربی فی لیلة المعراج علی صورت الف امرد و زن چه معنی دارد ترصد که از راه
مهربانی با حضور معانی در جناب قدسی القاب رجوع نموده جواب با صواب عنایت
نمایند والسلام مکتوب هشتم در جواب سید محمد سعید در تحقیق اسوله مذکوره
بسم الله الرحمن الرحیم لله العظمة و الکبریاء کلما خطر ببالک فهو الله تعالی وراء ذلک
فاذا علمت هذا فافهم ان کلما یخطر ببالک فهو من عالم الناسوت و اذا حصل لک
الخلو من هذا و تحقیق لک التخلیص السری و خلو المتخیلة عما سواه فاذا المرتبة تعالی

بشانه فظهر من هذا التحقيق ان من ابتلي في الناسوت والكان غلبه عليه
النسيان من حيث انه النبي العاشق والمعشوق بعد التعلق بنقط الوحدة نسي
بزعمه يرفع الكثرة حتي العلم الذي كان مميزا بين الامرين فهو محجوب عن حقيقت
المطلوب فوجب لهذا السالك المتوسط التجا والترقي عن هذا المقام الي الله
سبحانه ليكون مونسا حقيقيا واصلا بالرب الحقيقي تعالى شانه فليعلم ان
هذا المقام الناسوت الذي وقع تحقيقه في المصدر الكلام كل ذلك من كمال
القلب الذي ذكر تحت مقام الروح وكلما حصل في مقام القلب بهذا المعني وسوسه
وخواطر فلا يليق للسالك ان يستقر فيه فاذا ترقي من هذا ووصل بكمال الروح
فليس هاهنا الا الرب وهذا مقام الراحة بعد قطع المسافة البعيدة الذهنية
فليعلم ان في مقام الناسوت تكون للسالك المتوسط التجليات الصورية
بعض الاوقات في صورت الانسان ذكرا كان او انثي وفي آخر بصورت
الفرس وغير ذالك من انواع الناسوت والناسوت تشتق من الناس المتوعة
وشرفه في هذه المرتبة الناسوتية واذا كان شان الانبياء فوق هذه
المرتبة المتخيلة المقصودة فكيف يطلق في شانهم الوصول بجناب ربهم
بلباس هذه الصور فوجب علينا ان نبين اسم الرب الذي وقع في الحد

بالمعلوم الی جبرائیل علیه السلام کما قال تعالی فی الکلام المجید حکایت عن
یوسف علی نبینا و علیه السلام انه ربی احسن مثوای و فسره بعض المفسرین
بالعزیز و نهایة التحقیق فی مثل هذا المقام ان یقال ان هذا الالفاظ من المتشابهات
فنؤمن به و لا نشتغل بتاویله تحت یکتب نسخه از جامع کمالات ظاهری و باطنی
و تحفه شیخ علیم الله قدس سره در تحقیق خلقت عالم
قل الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی من بعد از فقیر علیم الله مخفی نماند
که در میان اقوال مجتهدین عظام و صوفیه کرام در خلقت عالم صورت تعارض
ظاهر مینماید از جهت آنکه مجتهدان عظام بنای عالم بر عدم میدانند و صوفیه کرام از
نور میدانند هر یک ازین عزیزان تائید بنص و حدیث میآرند و هر دو عزیزان
معتمد دین اند با وجود تعارض قبول هر دو قول محال می نماید و قبول کردن قول
واحد و انکار بقول دیگر لا محاله لازم مگر محقق از جهت تطابق قولین خلقت عالم
از نور خاص صفات سلبی که مخلوط بعدم و وجود اند دانند معقول از جهت آنکه
چون بود رکن عدم و وجود صفات سلبی قایم اند تطابق هر یک از هر دو قول
بهم رسید کن فیکون ثابت گشته وجود واجب الوجود چنانچه وجود ذات با صفات
حق سبحانه تعالی و عدم ممتنع الوجود مثل شریک باری تعالی و میان هر دو مکمن

برزخ از عدم ممکن الوجود و وجود ممکن العدم دانند و خلقت عالم از عدم
ممکن الوجود محال ندانند چنانچه از وجود ممکن العدم عدمیت آن محال ندارند
وصفات سلبی مثل لیس کمثله شیء ولم یلد ولم یولد الی اخره ولا غیر
و غیر ذالک کذالک و وجود صفات مذکوره مخلوط بعدم و وجود است
غیر نور ندانند چنانچه حضرت شیخ قدس سره فرموده عمائی نور است وجود
عین نور است وجود ظاهر علمی بمقتضیات وجود وجهی مخفی که بود حیث
العرفان اظهر شده باظهور عرفان شهود ایضاً مخفی نماند نزد محققین
از ذات وصفات هیچ مدرک نشود چنانچه قول حضرت ابابکر رضی الله تعالی عنه
براین دال که العجز عن درک الادراک ادراک اینمرتبه را علم الیقین و علم
حضوری میدانند و چون ازینمرتبه عروج میکند علم مذکور را علم حق سبحانه
دانسته خود را باین علم حاضری یابد این مرتبه را عین الیقین و حضور علمی بندارند
چون ازینمرتبه نیز عروج میفرماید این علم را عین ذات حق سبحانه تعالی دانند
و معنی صفات الله لاغیره و لاعینه دراینجا مکشوف میشود اینمرتبه را حق الیقین
و حضور در حضور میشمارند و نیز چون نزد بزرگان صفات الله لاعینه
ولاغیره مقرر صفات باذات درمرتبه واحد واجب الوجود غیر ندانند

و چون حق سبحانه خود بخود قایم و قیام صفات الهیه بآن ذات دایم قایم
باین وجه عین ذات اند و همین نسبت لا عینه و لا غیره میان جمیع صفات
مقرر اند پس میان صفات سلبی من لا وجه و مقرر و ثبوتی همین در نسبت
دانسته از صفات ثبوتی غریب آن صفات سلبی من وجه مغایر
پندارند و هر یک صفات ثبوتی و سلبی در مرتبه تنزلی من وجه بغیریت
پیدا و ممکن الوجود که از نور سلبی که مخلوط بعدم و وجود اند بهر دو وجه
بغیریت مخلوق یعنی در مرتبه واجب الوجود و نه در مرتبه قیام که خود بخود
قیام باشد هر یک بخلاف صفات الهیه سبحانه اگرچه خود بخود قایم نیستند اما در مرتبه
واجب الوجود هر یک عین ذات مقرر شد که ممکن الوجود بهر وجه غیر ذات و صفات
می باشند و انها که من کل الوجوه عینیت یا من وجه بعینیت قایل بخطا
صریح منسوب والله اعلم کما هی الامور فی نفسها هو الله الهادی چون
نور صفات سلبی مخلوط بعدم و وجود است پس محققان عظام و صوفیه کرام
خلقت عالم بهر یک عدم و وجود ضمنا قایل چون ذات واجب با صفات
ثبوتی هر دو ثبوتی اند از نتیجه صفات ثبوتی با ذات اقرب باین سبب
از ذات آدم صفات ثبوتی نسبی و در مرتبه معقولیه و مخلوقیه ممکنات

فاعل خالق بخلاف صفات سلبی که قرب صفات سلبی با ذات ممکن
که هر دو مخلوط بعدم و وجود اند اظهر لهذا ذات ممکن مفعول و مخلوق
خاص نور صفات سلبی ثابت عطیه نور صفات سلبی که مخلوط بعدم
و وجود است هر یک ازان عدم و وجود به نسبت لا عینه و لا غیره مقرر
عطیه من کل الوجوه غیریت مرتبه ممکن از مرتبه نور صفات سلبی که ازان نور مخلوق
است مقرر مثل غیریت اصوات کلمات متکلم که آناً فاناً بعدم و وجود اند
از متکلم و کلام به نسبت آن اصوات با صل یعنی قدیم عطیه واضح تر انکه چنانچه خالق
قبل تخلیق خلائق و وقت تخلیق و بعد ان باقی من کل الوجوه ان خلائق
بلا عینیت و با غیریت آن خالق آناً فاناً حادث و هالک و فانی همچنین
متکلم قبل تکلم کلمات و وقت تکلم و بعد ان ثابت و من کل الوجوه ان
کلمات بلا عینیت و با غیریت آن متکلم آناً فاناً حادث و هالک و فانی
نیز کما دل قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه کل من علیها فان از جهة انکه
هالک و فانی که هر دو اسم اند بر استمرار و دوام معنی هلاکت و فنا
بلا تقید زمانه دال مکتوب درهم منفی مستندی سید علیم الله که خلیفه حضرت
پیر دستگیر هستند در تحقیق انکه خلقت عالم از عدم است یا از نور و بیان انکه

خلقت عالم منتسب بصفات الحمد لله اولاً و آخراً ظاهراً و باطناً کمترین خادمان آستان
سیادت پناه حضرت پیر الجیو بعد از تسلیمات خادمانه نیازمندانه
معروض ضمیر ارادت گرچه پیش ازین هم اشتیاق ملازمت شریف بود اما بعد
زیارت اوراقی چند که آن حضرت در تحقیق خلقت خلق نوشته اند بسیار
از حضرت رب العزت بتوسط کشش الجناب درخواهم که بخدمت شریف
مستفید گردم لیکن چون موقوف بر وقت است شبهات چند که بعد
مطالعه اوراق شریفه برین فقیر پیدا شده اند بخدمت شریف اظهار نماید
امید که تفصیل آن مرقوم فرمایند معلوم شریف است که حقایق اشیا نزد
محققین عبارت از متعلقات صفات سبعه است چنانچه متعلق علم
معلومات و متعلق قدرت مقدورات و متعلق ارادت مرادات
علی هذا القیاس پس ظهور این صفات با متعلقات خود ازلا واقع در وجودات
اشیا عبارت از متعلقات صفات افعلیت چنانچه خالقیت و رازقیت
وغیرها و ازان معارفی که آنحضرت مرقوم فرموده اند ظاهر است که تخلیق
عالم از صفات سلبی است که مخلوط بوجود و عدم اند و نیز مندرج فرموده اند
که صفات ثبوتی او سبب ذات اند و صفات سلبی قرین ممکن درینجا

سوالی چند وارد میشوند اول انکه هرگاه اختیار انحضرت مو خلاف
طریقهٔ سنت نباشد لبس اختیار این اطلاق که صفات سلبی مخلوط بوجود
و عدم اند از برای چیست و از کجاست و لو فرضاً بطریق رخصت مسلم
داشته شود و نیز عجب است که چون مقرر است که صفات او سبحانه در مرتبه
وجوب موجود اند و عدم لاشئی محض لبس اختلاط عدم بصفات واجبی
چه صورت بندد چرا که اینهمه از مرتبه امکان و اعتبارات است دوم انکه
چنانچه معیت ذات با صفات متساویست همچنان معیت صفات با جمیع
ممکنات هیچ یکی را از ینها قرب و اقربیت نسبت بدیگری چه نوع
باید گفت چرا که مطلق اند و نیز لازم می اید که در مخلوقات جز صفات
سلبی صفات ثبوتی موجود نباشد چنانچه سمع و بصر و علم و قدرت
وغیرها و لو فرضاً این هم مسلم داشته شود باید که صفات مخلوق را ام الصفات
صفات سلبی باشند و دیگر همه صفات در تبع ایشان چرا که هرگاه ظهور صفات
سلبی بر ظهور همه صفات مقدم باشند باید که بسبب آن تقدیم بر همه ظهورات
غیر خود متبوعیت داشته باشد حال انکه مقرر اولیا است که ام الصفات
صفات سبع اند چه در مرتبه وجوب و چه در مرتبه امکان چرا که اطلاق متبوعیت

وتابعیت صفات واجبی بحسب نظر کردن بر متعلقات ایشان است
نه نفس ایشان چرا که همه قابلیات ذات واحد اند و هیچ یکی را من حیث
انفسها غالب و مغلوب نمیتوان گفت زیرا که این همه موجب ادراک و ادراک
ما یانی ادران مرتبه مدخلی نیست سیوم آنکه صفات سلبی چنانچه لیس کمثله
شریک
شیٔ و لم یلد و لم یولد بداهته رافع نقصان اند از ذات و مانع وجود
و صفات ثبوتی چنانچه علم الغیب والشهادة والخالق والباری
المصور
والمقصور مقتضای مخلوقیت جلاً اگرچه اینها نیز رافع نقصان و مانع
عالم
وجود شریک از خصائص بس با یمعنی اقرب آن می‌نماید که ثبوت خلقت
وجوه
از نور صفات ثبوتی گفته شود هم من حیث حقیقت که ازلاً با جمیع
و اعتبارات ابس زین که موجود شود معلوم علم و مقدر قدرة و مراد ارادة
اطلاقا بوده است مقتضی موجودیت مشهوده در مرتبه اعتبار و اوقات
موقوته ازلی و این توقیت وقت نیز از معلومات و مقدرات است
و لکن کنز مخفیا بحسب انیم تبه است و هم منحیث صورت که خلقت عالم
با جمیع حیثیات تقییدی چه منحیث مظهریت و چه من حیث مظهریه
و مظهریت نسبت بیکدیگر بحسب مقدور و مراد ازلی با اوقات مقرره

بظهور خالقیت کامله و مصوریت شامله موجود و مصور شده و میشود
و خواهد شد الی ابد الابدین فخلقت الخلق لاعرف سمجیت این درجات
و نیز مراد آنکه تعارض از قولین یعنی قول مجتهدین عظام و قول صوفیه کرام
بر خیزد حاصل میشود چرا که برای موجودیت ظاهر شدن عدم ممکن الوجود
نوری درکار است که آن نور ازلی ابدی باشد و آن نور صفات ذاتیست
که از لا کمالات آن انوار مقتضی موجودیت مشهوده و مقیده اعتبار
به عالم هستند که بیرون از مراتب تقیدی حدوثی قدم گاهی ندارد الا
در مرتبه عدم و تا زمانیکه آن زمان و اوقات مقرره ازلی بوجود نیاید
با هیچ ذره از ذرات عالم صفات خالقیت و مصوریت و غیرها من حیث
ان ظهور تعلق نه پذیرد و هیچ شی از عدم بوجود نیاید پس من حیث حیثیت
تقیدی حدوثی موجودیتی صوری عالم که بسبب این خصوصیات عالم نام یافته
از عدم صرف باشد و بحیث معلومیت و مقدوریت و مرادیت ازلیه مطلقه
از نور بحسب مرجع هیچ تعارض باقی نماند و آنکه آنحضرت فرموده اند در مکتوب
یافته معلوم میشود که بکدام نوع ازان تعارض برمیخیزد توقع آنکه آنچه حق سبحانه
بران ذات شریف تحقیق واموده مفصلاً مرقوم فرمایند که موجب سعادتمندی

این دو نامه کان باشند و چون این فقیر احقر محض امّی است از طرف عبادت
اگر جای خطا واقع شود معذور فرمایند و نظر شریف بر مدعا نمایند بتو اجر
داد صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین مکتوب یازدهم در فضیلت
ملقب بشیخ علی احمد سهارن پوری در کوله جیند لطیفه حقایق
بسم الله نحمده و نصلی علی حبیبه عرضداشت فقیر سراپا تقصیر عبد الصمد
علی احمد آنکه قبله گاها سلامتا درین دیار هردوار معبد کفار است بعد
هر سال مردم هنود از اطراف و جوانب جمع می آیند خصوصاً بعد از
دوازده سال اجتماع کثره مشاهده میشود که ظاهراً عقل تعداد آن نمیتواند
نمود چون درین مقدمه نیک غور نموده شد دیده که آن معبد را حقیقتی است
همچو حقیقت کعبه معظمه که مظهر اسم المعبود است و قلوب خلایق را که بجذب
مناسبت ازلی بآن حقیقت مربوط اند بی اختیار بخود منجذب میسازند
بلکه در چشم اهل شهود ظهور آن عبارت ازین هیئت اجتماعیه است
چنانکه حقیقت سلطنت که عبارت از اجتماع شاه و سپاه است
لهذا هنود با وجود طریق مخوف هزاران هزار مرحله طی نموده ایشان در جزران
می آیند و در ساعت معهوده بر کناره دریای کنگ اشنان مینمایند

بس میان هر دو معبد فرقی که در نفس الامر موجب حقیقت یکی و بطلان
دیگری باشد معلوم نیست حافظ شیراز علیه الرحمه میفرماید فرق در عشق
خانقاه و خرابات ذوق نیست ؏ هر جا که هست پرتو روی حبیب هست
اگر یکی را مظهر اسم الهادی دیگری را مظهر اسم المضل گویند نیز شانی نیست
بجهه هدایت و ضلالت از امور اضافیه اند همچنین جلال و جمال و سعادت و شقاوت
نیز ازین قبیل اند مثلا نسبت ره رونده لاهور را و نسبت ره رونده
دهلی مضل و بالعکس نیز پس هر مربوب نسبت برب خود بر شاهراه
است کو بنسبت رب دیگر گمراه است و متجلی شدن حقیقت کعبه معظمه
مقدمه را نسبت مشترک است فیه یعنی چنانچه این حقیقت بر بعض دون بعض
دون بعض متجلی میشود همچنان آن حقیقت نیز بر بعض دون بعض پرتو
می اندازد بلکه چند کس فقرا بود که از شهود وحدت سرشار اند
با فقیر نیز صحبت می دارند قبله گاما ست مثلا عجب کاروبار است ذات بحت
تعالی از آنچه که در حیطه اندیشه است وراء الوراء هسته او را با خلق بوجه
من الوجوه نسبتی نیست فضلا عن ان یکون الخلق مظهر الها مصرعه
چه نسبت خاک را با عالم پاک ع او بعد ذلک القایل بیت کشف ذات است که مرتکب

معشوق کجاست اینقدر هست که بانگ جرسی می آید غایة الامر شیونات
اسمای صفات حق تعالی که عبارت از اعتبارات هست دو مراتب اعدام
بر تو انداخته ظهوری پیدا کرده هست که آن ظهور مسمی بعالم هست و افراد
عالم اگرچه من حیث الحقیقة متحد اند اما من حیث التعین مظاهر اسما متضاده اند
ولا شک ان کل مربوب بالنسبة الی ربه مهتد یعمل بمقتضای علمه
و ارادته چنانچه سابق تحریر یافته و نیز هر شیئی بمقتضای حدیث مشهور
مجبول بر فطرت اسلامیه هست و ایضا بموجب حدیث قدسی رحمت را
سبقت هست بر غضب پس هر شیئی را بالذات قرب مع الله حاصل است
و ضلال و غضب که موجب عذاب اند نسبت رب آخر عارض و طاری است
و بر صریح هست که ما بالعرض زایل ما بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست
پس قول حضرت شیخ اکبر قدس سره که در فصوص الحکم میفرمایند که مآل اهل
شقاوت بعد از مرور دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود درست است
قبل کلاهاست سابقا فقیر را در مقدمه که سراسر مخالف تقریر قطعیه است
با یکی از توابعان حضرت شیخ تذاکره و مکالمه بسیار واقع شده چنانچه
کاتب الله تعالی تحریر آن بخدمت بندگان عالی در وقت حصول ملاقات

سراپا سعادت و انموده خواهد شد والحال که فیض نمود در پنجاه کور

نیستند و ایمعنی برسیده اند استیلا نموده لهذا روشن در و لیس معه غیر بقیه فرد و بیت

یکیست بخدمت فیض موهبت میرسد امید که توجه باطن بحال این شکسته بال

نوعی مرعی فرمایند که حل انعقد میسر آید اگر نفس الامر چنین است فبها و الا

توجه الجناب فیض مآب از لوح سینه محو شود اللهم ارنا الاشیاء کما هی

مکتوب دوازدهم بفضیلت مآب علی احمد سهارنپوری صدور یافت

بسم الله الرحمن الرحیم الله ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمات الی النور

والذین کفروا اولیاءهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات محب

صادق طالب العلم فرق در میان دو حقیقت اسلام خوانده بودند فهم

ازین آیه کریمه درا کرا سوده حاصل نماید و الا در تفضیل ان شاء الله تعالی حاصل

خواهد شد رقیمه کریمه رسید بر مضمون مرقومه اطلاع یافت اینکه استفسار رفته

بود که اجتماع کفره لعنهم الله بر دریای گنگ مشابه میشود که عقل در فهم

آن عاجز است مع حقیقته کعبه معظمه پس فرق میان هر دو معبد که در نفس الامر

موجب حقیقت یکی و بطلان دیگری باشد معلوم نیست در جواب آن بیچون

نادی مطلق می پردازم و منه استعین باید دانست که الله سبحانه واحد

حقیقت و جامع کمالات ذاتیه و صفاتیه است و هیچ کمالی را از آن
کمالات و صفتی را از صفات با یکدیگر و با ذات بوجه من الوجوه در آن مرتبه
تنازع و تخالف نیست اگر نفس صفت جمال است با کمالات خود عین
صفت جلال و کمالات اوست و همچنین صفت الجلال و همچنین اقتضای محبت
صفت جمال برای ظهور قابلیات مخفیه خود بوجود مظاهر مخصوصه خویش
محبوبیت و مقتضای صفت جلال و همچنین بالعکس و منشاء این محبت و محبوبیت
صفات با یکدیگر در نفس ذات اقتضای ظهور خاصه هر یکی محبت و اقتضای ذات
واحد حقیقی است در موجودیت تفاصیل این مراتب پس چون مقتضای
و محبوب صفت جمال حصول قرب و معیت ذات است بمظاهر مخصوصه خود ان الله
قریب من المحسنین لاجرم عبادتی که مقتضی مراتب قرب و معیت است با معبود
نیز لطیفه که معمور بنور قرب معبود حقیقی اند نصیب مظاهر جمال گشت و چون مقتضای
صفت جلال استغنای ذاتی حلول مظاهر خود در درکات بعد و حرمان است
لاجرم اعمالی ناهنجار که مقتضی بدرکات بعد و ضلال باشند و معبدهای
ظلمانیه کثیفه که مهجور از مراتب قرب اند بحسب مناسبت مزین در دیده بصر و بصیرت
مظاهر جلال گردیده آیه کریمه ثم رددناه اسفل سافلین الا الایه مشعر این معنی است.

نمرود را پس بازگردانیدیم اورا
اسفل سافلین از رتبه پس بر روزن
یعنی عالم الطبیعت تا زنده گردانیدیم
بوی انار ظهور و اطوار و اطوار
شعور و اشعار را و چون دقایق
حقایق این آیه در جوانب النفس
بعلی دانند بر بست نحر برثبت
اطلاع بر آن احوال مطالعه بست
و گفته اند معنی آن
که آدم ان از آدر بیکوب
زمین صورتی راد
پس خرف که اول عمرست
و در آن وقت هیچ کار
نتوان کرد و کسی را در آن بستن
هیچ مردی نباشد تفسیر حسینی
این آیه کریمه در صورت والتین

پس حقیقت عبادت و معبد ها مظاهر جمال اقتضای حب صفت جمال ات
اتصال بمراتب قرب بمظاهر خود را بس این حقیقت موصل تجلی است بر صورت
خود را و حقیقت پرستش جوجا پرستش مظاهر جلال اقتضا منوط صفت جلال	نسخه
مهجوری و دوری از مراتب قرب بمظاهر خود را و منشا اقتضای این صفتین
کاملتین اقتضای ازلی ذات سبحانه است قرب اول را و بعد ثانی را لا یسئل عما
یفعل وهم یسئلون فظهر الفرق بین حقیقة معبد الانبیاء صلوات الله علیهم و توابعهم
رحمهم الله بین مرجع الشیاطین واتباعهم لعنهم الله سبحانه وثبت ان مقتضی حقیقت
معبد المومنین القرب والوصول بالذات الکامل ابدا للمومنین العابدین فیه ولن
مقتضی حقیقة معبد الشیاطین الحلول فی درکات البعد والهجران قائمین علیه ابدا
لا یزال ولن تجد لسنة الله تحویلا و چگونه تبدیل یابد که ظهور صفتین کاملتین المذکور
تین بکمالهای خصوصیات ها فی مظهر مخصوص لکل واحد مقتضای ذات او سبحانه
است سبحان الله سبقت رحمته بر غضبه چنانچه در حدیث قدسی واقع شده
بحسب اقتضا یکی قرب معبود بمظهر و دیگری حلول آن در درکات بعد چه طور
با جن وجن بلکه نسبه بموضوع بوست علم الانسان مالم یعلم ولا تلبسوا الحق بالباطل
وتکتموا الحق وانتم تعلمون و آنچه مرقوم بود که هر شیء را بالذات قرب مع الله

حاصلست تحقیق تفصیل اینچنین است که الله سبحانه را بالذات والصفات
قرب و معیت با هر ذره از مخلوقات به بیکیفی محض بلا اتصال و انفصال و ورای
جهات سته با آیات ناطقه متحقق و ثابت است اما این قرب و معیت
او تعالی با اشیاء عالم است و خاص ثمره قرب عام حفظ موجودیت ایشان از عود
در مرتبه عدم است والله محیط بالکافرین لیس در قرب عام مومن و کافر برابر است
و ثمره قرب خاص اولا توفیق یافتن عبد است برای حصول موافقت و متابعت
انبیاء علیهم الصلوة و ثانیا بواسطه متابعت از حقیقت علم لدنی بهره ور ساختن
است و این قرب که ما در بحث آنیم نصیب معتقدان انبیاء علیهم الصلوة است
ان الله مع المتقین و محرومان از نور متابعت و اعتقاد ازین قرب بی نصیب
ازلی اند ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن الله لیغفر لهم
ولا لیهدیهم سبیلا عزیز من هرگاه از لا مقتضای ذات مع الصفات بعد
و مهجوری مظاهر قهریه باشد لیکن کیست که مظاهر مخصوصه قهریه را ازو کشیده
برحمت سپارد و در قبول رحمت مظهر که مخصوص بمظهریه قهریه است خلاف
اقتضاء ذات حقیقی چگونه موافقت در صفتین کاملتین متحقق شود ان بطش
ربک لشدید من کان عدوا لله وملائکته ورسله وجبریل ومیکال

فان الله عدو للکافرین پس پیدا شود که این عدو غالب را بلا انتقام وجود شرط بر صلح آرد و لا تبدیل بکلمات الله آری مظاهر مستتر گرد رحمت و غضب که عصاة مومنین اند بعد مرور دهور انتها آید غضب بقبضه رحمت خواهد رسید و چون عصات بکفر طریقت موصوف اند و کافر طریقت با الذات قرب مع الله از جهة ایمان دارد بسبب عارض که عصیان است اگر عذاب بر وی طاری شود درینجا ما بالعرض را بر ما بالذات استیلا علی الدوام متصور نیست چنانچه مذهب اهل سنت و جماعت مقرر است و چون حضرت شیخ اکبر قدس سره بر اوج طریقت گشته و کافر شریعت از مرتبه او تحت افتاده و منظور نظر او کافر از مرتبه است اگر دفع خدشه مخالفین نماید و برای رعایت قول اهل حق بفرماید که مآل اهل شقاوت یعنی شقاوت نسبی که کفر طریقت است بعد مرور دهور و احقاب بسوی سعادت خواهد بود پس زیبا است و بر جا است و هیچ تخالف با مقررات دین ندارد و عجب عاقل است که قول حضرت شیخ اکبر را بمعنی می برد که دور تر از مقام او ست و با هزاران انبیا و کتب سمائی مخالفت دارد و معنی که مناسب مقام حضرت شیخ اکبر است و عین موافقت با آیات و احادیث دارد از ان غافل است و مع ذلک خود را تابع حضرت شیخ میگوید و کلام [illegible]

هو مولیها حرف درویشان بنبذ و بهر دعلن تا بخواند بر سلیمی زان فسون و همت
حافظ شیراز علیه الرحمة . در عشق خانقاه خرابات فرق نیست هر جا که هست
پرتو روی حبیب است چه خوش معنی دارد یعنی هرگاه خانقاه و خرابات مظهر
مقتضیات ذات موصوف بصفت جمال و جلال باقتضای ازلی بحکمت
بالغه هستند پس عاشق را در عشق خانقاه و خرابات چگونه فرق باشد تا انکار
یکی و قبول دیگری نماید زیرا که هر دو مظهر حسن کمالات جمالیه و جلالیه ذات محبوب
اند اما صاحب خرابات و بانی آن مقامات که بر خلاف متابعت انبیا علیهم
الصلوة متوجه است از عشق دور و در است و استعداد ذاتی او ظلمت کفر
و بعد مستور سبحان الله هرگاه محبت حقیقی بکلام تحقیق خود قل ان کنتم تحبون الله
فاتبعونی یحببکم الله فرماید پس محرومان از متابعت را چگونه منسوب به حب
و عشق محمود نموده آید زیرا که رو بهوا دارند بئس العبد عبد هوا یضله هرگاه نام
او در ازل بمقتضای حکمت بالغه غیبی حقیقی ضال باشد او را عاشق خوانند
مخالفت با مولی کردن است دقیقه دیگر باید فهمید که عدم فرق در عشق خانقاه
و خرابات من حیث نظر بان حقیقت و مرتبه فناست اما من حیث التفصیل
و مرتبه تفاوت فیست واضح و چون فرق نباشد که هرگاه الله سبحانه مظاهر جمالی را

بمحبوبیت یاد فرموده و مظاهر جلال را مبغوض نام کرده کدام محب آگاه
و صاحب مرتبهٔ بقا دانسته باشد که مخالفت باقی حقیقی نماید و مبغوض او را محبوب
ستاید مگر که او از دایرهٔ محبت دور افتد و در مغضوبان فی‌الحال داخل شود نعوذ بالله
من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا الغرض مقرر منتهیان است که چون
متوسطان بوصل متلبس ملبوس اند و در مرآت مظاهر منظور را گم ساخته
بجز مظهر نه بینند لاجرم این دید ایشان از نارسیدگی به حقیقت تفصیل
در هر دو مظهر فرق نمی یابند اما چون مرتبهٔ بقا یافت و بدید حقیقی دیده
ور شد محبوب محبوب محبوبیت و مبغوض بنظر خواهد در آمد ذلک فضل الله
یوتیه من یشاء آنچه مرقوم بود که ذات بحت را بوجه من الوجوه با خلق
نسبتی نیست غایة الامر شیونات اسما صفات حق تعالی که عبارت
از اعتبارات است در مرآت اعدام پرتو انداخته ظهوری پیدا کرده الی آخر العبارت
مشفقا صفات و شیونات او تعالی نیز در رنگ ذات منزه و از الور ار هستند
عدم مناسبت ذات با عالم باین معنی است که در قید احاطه ادراک ما در نیاید
صفات و شیونات او نیز چون از قید احاطهٔ ما منزه اند در رنگ عدم مناسبت
شرکت دارند اما چون قرب و معیت او تعالی با کمال استغنا و بیکیفی

حقیقی و تنزه با هر ذره از ذرات در نفس الامر متحقق است و فیض بخشی وجود
بمیانجی هویدا نور مناسبت پدید است نور این مناسبت با نشان بمرتبه
اعلی رسانده و مطلع اسرار گردانیده بر حقیقت بیکیفی آگاه ساخته
اگر نور مناسبت نمی بود بوی از حقیقت مطلوب که می یافت الله سبحانه را
نظر بر عدم مناسبت نموده دور تر نباید انداخت هر که دور انداز تر
او دور تر انه قریب مجیب الخ مرقوم بود که چند کس از شهود از شهود وحدت
ترسان اند عزیز من شهود وحدت بر سه مرتبه است اول شهود وحدت
ذات الله سبحانه این را بمتابعت حضرات انبیا علیهم السلام میسر است
چنانچه قل ان کنتم تحبون الله الی آخر الله خبر میدهد هرگاه واسطه وجود هر ذره
وجود شریف آن اکابران باشند پس وجود شهود مذکور از جواد حقیقی
بی واسطه وجود آن گرامی محال و متعذر است و لن تجد لسنة الله تبدیلا
دوم شهود وحدت روح جامع در مراتب مفصله ارواح که تعلق با اجسام
دارند این شهود نیز بعضی مومنین که متوسطان طریقت اند میسر شده
و از ینجا بفضل الله سبحانه بواسطه نور ایمان بر آمده ترقی بسوی اصل مینمایند
و بادر را از اصل هوا نیز از ظاهر این شهود رو مینماید و در خود بند میکند

بی ایمان نظر بباطن شدن نمیدهد سیوم شهود وحدت عنصر مجمل کثرت
عرش است در مراتب مفصله عناصر که تحت آسمان دنیا است اکثر
غیر تابعان انبیا را ابتلا درین شهود است و بغلبه هوا اینمرتبه در دیده این
کج بین بتحقق مینماید و از تیره ظلمت عنصری دیده بالا نمیرود اگر بریاضات
و مجاهدات تزکیه نفس پیدا میکنند درین شهود مینماید از تصفیه قلبی اهل هوا
محروم است اما این هر دو شهود اگر مشاهده اهل هوا اند و بد اعتقاد
حضرات انبیا بظهور صفت جمال بسبب مظهریت مشترک پرستی
کنند و از هوا ابد آورد بسبب ترقی در جا نشست و الا بدرکات ظلمت خواهند خسف
و تحت عذاب ابدی خواهد گشت و این مشاهد محروم از متابعت اشد
در عذاب از غیر مشاهد خواهد بود باین تحقیق واضح شد که هر ناظر شهود وحدت را
واصل ذات واحد حقیقی شاهد فهمیدن نباید که برهان متابعت حضرات
انبیا علیهم السلام در دیده اش نبود و لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل الله
بلکه قلیل الاستقامت را از مومنین از نزد چنین مشاهد اهل هوا دور
باید بود تا ظلمت او درا و سرایت نماید زیرا که در مذمت اینها ضلوا فاضلوا
واقع شده مصرعه بس کنم خود زیرکان را این بس است والسلام علیک و علی

من لدنه مکتوب سیزدهم در تحقیق حقیقی نسبت صفات بذات جل شانه
بسم الله الرحمن الرحیم از متقدمین شکر الله تعالی سعیهم در نسبت صفات
بذات او تعالی کلمه اجمالیه لا هو و لا غیره واقع است ظاهرا در حق سائل
که از عینیت و غیریت می پرسید زیرا که اطلاق عینیت و غیریت در نسبت
متعالیه مذکوره از شارع واقع نشده و این هر دو کلمه از مراتب مفهومه
مدرکه محدثه است ذات و صفات او بکمال تقدیس و بیکیفی موجود پس وصف او
بعلم حادث لیس تعلیم او بعلم قدیم از کمال بی ادبی باشد سبحان ربک
رب العزة عما یصفون و به نفی عینیت و غیریت نه بیکیفی محض ایمانی
هر همه را لازم دایمی بود حتی که نفس مفهوم بیکیفی نیز معدوم باشد و بجای
توجه مفهوم بی کیفی بعلم با الله حاضر باشد بلکه بوجهی که چون در موقن
خود غور رسی نماید از حصول خفی بلکه اخفی مراتب نفس را مصفا یابد
اگرچه باقی این صفا موقوف است بر کمال خلو مخیله که بی وصول به کمالات
ولایت خاصه الخاص متصور نیست حضرات مجتهدین از جهات تعقیبات
اجتهادیه سوای ایمان به بیکیفی محض ره بیجا از زبان و حضرات انبیا علیهم الصلوة
والتسلیمات لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک گویان

زیرا که هرگاه نفس قیاس احتمال خطا و صواب داشته باشد و غرض ما
تجرد ایمان به بیکیفی تعلیم او تعالی حاصل آید و متابعت آیه کریمه
و یحذرکم الله نفسه بر کمال میسر گردد و تحقیق نفس الامری جلوه نماید پس
باینچنین امر متحمل خطا و صواب در شناوه و مدح جناب قدس ورا الورا از ظهورها
متحمله خطا و صواب کوشیدن و جرات نمودن از شان مجتهد عالیشان
بعید بلکه ابعد باشد زیرا که در مرتبه که یقین را سزد بظن و گمان نباید پرداخت
که انچه از ظن و قیاس پیدا و منصور شود از قبیل مخلوقات است سوای مسایل
معاملات که غرض ما در مسایل معاملات بمجرد اجمال بی تفصیل حاصل نمیشود
و معامله در شرع در اکثر محل معطل میماند حال انکه معامله معاملات در مرتبه
تقیید و تغیر است و با اجتهاد مناسب العرض چون این کلمه اجمالیه سلف
بمتاخرین قدس الله تعالی سرهم رسید با وجود کمال علم بر تحقیق ذکر معدور
و تقدیس او تعالی در دروازه تفصیل را واکشودند من وجه لا هو و من وجه
لا غیره بیان فرمودند و مراد از آن هر دو وجه این مقرر نمودند که صفات
او تعالی زاید بر ذات است آمدنی انفکاک و شاید اختیار ایشان اینچنین امر
ملی را با وجود علم بتحقیق ذکر سلف شکر الله تعالی سعیهم و جعل

استغنا از کمال ایمان بکیفیت هر آن مراتب قدس الله تعالی برای دفع تزیغ
باطنی کسانی از همت که بزعم ایشان از کلمه اجمالیه رفع نقیضین
میشده باشد که بسبب این تفصیل تشفی باطن ایشان کرده اما نزدیک
دانش کامل متقرر است که هر چند شفقتا هم بر آستان تحقیق قیاسی را
بجناب مقدس ایشان را اولی از قیاسات اختیار کرده باشند اما این تحقیق
ایشان در همین تحقیق قیاسی بوجوه معتبره نباشد زیرا که از شان
مجتهد بعید است لیکن از علماء دین متین که در زمان مجتهدین عظام اند از آن
وجوه استفسار مینماید که اختیار ایشان متابعت این امر قیاسی آن
اعزه مجتهدین بی تحقیق مذکور محض تقلید نخواهد بود زیرا که در نظر کامل بینایان
تقلید اولی بمتابعت کلمه جامعه سلف است که خطا را در آنجا گنجایش نیست
پوشیده نماند که ادله قویه بر اطلاق لفظ زاید در نسبت صفات با ذات
بموجب تحقیق حضرات متاخرین شکر الله تعالی سعیهم وارد میشوند اول آنکه
در اطلاق لفظ زاید غیریت خفی مستقر است و در اختیار غیریت اگرچه
خفی باشد مخالفت با کلمه جامعه سلف شکر الله تعالی سعیهم مینماید دوم
آنکه لفظ بی انفکاک واقع شده و زاید و مزید علیه دو شیء اند بسبب عدم

انفکاک میان دو شیء با یکدیگر دلالت بر اتحاد یا انفصال میان ایشان نکند
تعالی الله عن ذالک سیوم آنکه زاید آنکه چه در خارج قابل انفکاک باشد
اما در مرتبه فهم ذهن که تحقیق علوم مانحصر دران نیز مرتبه ایست قابل انفکاک
است پس مثلا صفت وجود و حیات و علم و قدرت آنکه قابلیات ذاتیه
او تعالی اند زاید بر ذات گوییم از روی نظر ذهنی بنگر که ذات من حیث هو
هو چه نشان باشد یعنی ملحوظ نشود مگر بعد صفات مذکوره سبحان ربک
رب العزة عما یصفون چهارم آنکه زاید در مرتبه علیه برد در ... برابراند
یا یکی از دیگری فایق و غالب اگر برابراند شرکت لازم و تبعیت یکی بدیگر تحقق نه
وانفکاک یکی از دیگری موجب نقصان دیگری حال آنکه تبعیت صفات بذات
مقرر ایشان است و انفکاک ذات از صفات نقصان اول و عدمیت ثانی
مقصود و اگر یکی از دیگری غالب است غالب از مغلوب استکمال مغلوب
از غالب متحقق باوجود آنکه مقرر ایشان است که استغنا صفات از ذات
و استکمال ذات از صفات غیر معقول و اگر بر عکس گوییم نیز مقرر ایشان
است که ذات او تعالی موجود بصفت وجود و حی بصفت حیات و علیم
بصفت علم است که زاید اند نزد ایشان بر ذات نه بذات پس یکجا ذات

موجود و حی و علیم چون وجود و حیات و علم نباشند استغنای ذات بحیثیه معنی
و استکمال صفات از ذات بهیچ وجه متصور نگردد پنجم آنکه مقرر ایشان است
که ذات بخود قایم و صفات بوی قایم و موجود زیرا که اگر ذات بصفت قایم
باشد قیام متبوع بتابع لازم آید و این از دو نوع خالی نیست ذات
بخود قایم را منحیث هو کامل ازلی دانیم یا نه اگر دانیم پس چنانکه او را قایم بخود
دانیم چنانکه مقرر ایشان است نه بصفت زایده که قیام است همچنین موجود بذات دانیم
نه بصفت زایده که وجود است و حی بذات خوانیم نه بصفت زایده که حیات است الی غیر ذلک
و این نیز خلاف مقرر ایشان است زیرا که ذات را قایم بذاته میخوانند نه بصفت بخلاف قیت
موجود و حی و علیم و غیر ذلک و اگر این خلاف با تقریر مسلم داریم یعنی ذات را بذاته موجود و حی و علیم
دانیم نه بوجود و حیات و علم چنانچه بخود قایم دانیم نه بصفت نیز به تحقیق و ثبوت صفات
زاید تحصیل حاصل میشود سبحانه و تعالی عما یصفون و اگر این تقریر ایشان را مسلم داریم یعنی
ذات را قایم بخود دانیم و موجود و حی بوجود و حیات مثلا نیز اشکالین میشوند اول آنکه
آنکه قایم بذات دانیم و موجود و حی بوجود و حیات وجه تفریق چیست دوم آنکه اطلاق
قایم اگرچه بذاته گویند بلی صفت قیام نزد ما متحقق نشود و اگرچه استلزام نباشد
زیرا که اسم صفاتی هست و ثبوت اسم صفاتی بی صفتی که مصدر است نباشد

و معامله برعکس کرد وجه لازم آید که ذات قایم باشد بصفت قیام که زاید است
بر ذات و نفوس جمیع صفات بصفت قیام و نفس صفت قیام در قیام
خود تابع بدیگری نباشد الا بخود قایم بود حال آنکه این نیز خلاف ضابطه الثان
است فافهم یا اهل الفهم اگر ذات بخود قایم را من حیث هو کامل ازلی
بدانیم در جمیع ملل غیر محمود و غیر مقبول است و قیام بخود متحقق شدنی نی
اگر گویند اطلاق زاید من حیث تفهیم است که در مرتبه تفهیم مفهوم ذات
دیگر است و مفهوم صفات دیگر پس من حیث تحقیق نفس الامری هیچ نگفتند
حال آنکه بحث ما در مرتبه وجوب است که قدیم و ازلی و مقدم است بر مفهوم
و تفهیم و ایمان را سزاوار است و این هر دو مرتبه مخلوقه اوست تعالی والله خلقکم
و ما تعملون و لایق نفی و تغیر پذیر مطلق کل من علیها فان و یبقی وجه
ربک ذو الجلال و الاکرام و چیزی که لایق نفی و تغیر پذیر مطلق باشد مراتب
وجوبی را با آن جستن از انصاف دور باشد و جز تصورات نسبتی چیزی
بیفزاید پس تحقیق مجتهدین سلف عظام را که قولی جامع سلف را
بلفظ زاید تفصیل میکنند در همین یک مرتبه حصر کردن بحسب معنی مذکور ربطی
کمال باشد زیرا که قصد مجتهدین سلف اظهار تحقیق حقیقی مرتبه وجوب

بکلمهٔ جامعه مشعر بکمال بیکیفی جناب او تعالی از جهته هم ایمان متعلق نماید
تا از حقیقت ایمان هم معتقد و محقق تقلیداً و تحقیقاً بهره ور باشد
و ازین تحقیق خیالی و تفهیم قیاسی هیچ ترقی دست نه دهد و ازین عبارت معنی
مطلق فهم فهم نکنی زیرا که ما فهم نکنیم تنزیه و عبادت را کنیم بلکه نفی فهم محتمل
ادراک مطلوب است چرا که تا زمانی که مرآت یقین را نقوش اکوان
پاک نمیشود معلوم معلوم الکیف یا مجهول الکیف در خانهٔ یقین مستقر مخفی
می باشد اگرچه معلوم هم [illegible] نفس معلوم غیر معلوم است بلکه آن معلوم است
و اختیار یافتن برین نقصان بعد وصول بغیب نفسی است چون از مرتبه
تفهیم و مفهوم او تعالی ورا الورا باشد و تحقیق این قول مفصل از تحقیق
حقیقی ظاهر نشود آن بهتر که با ایمان بیکیفی محض در نسبت صفات با ذات
او تعالی متابعهٔ کلمهٔ جامعه شکر الله تعالی سعیهم مومن باشیم و اطلاق زائد را
بحسب مراد آن عزیزان همچو مسایل مختلفهٔ اسلامیه قول مجتهدین ندانیم
و تحقیق او باو سپاریم و کلمهٔ جامعه را معمول خود سازیم که هیچ محل شبهه و ابهام
نیست زیرا که کمال تقدیس و عظمت او تعالی است که با وجود قابلیات
لا متناهیهٔ ذاتیه که مسمی بصفات اند نسبت او بصفات بیکیفی محض است

کہ نسبت بیکیف به بی کیف و بی کیفی است نه نسبت عینیت و غیریت
بلکہ مفہوم عینیت و غیریت از مخلوقات اوست نه از صفات عظمی
سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد لله
رب العلمین مکتوب چهاردهم در تحقیق قابلیات صفات با صفات
بعد سلام آنکه چون در نسبت ذات با صفات تحقیق نمودیم که لا هو و لا غیره است
یعنی نسبت بیکیف که ذات است به بیکیف که صفات اند به بیکیفی است و عینیت
و غیریت از قبیل کیفیات نیست پس وجود ذات و صفات را باید که اطلاق غیریت
و عینیت منع ادهم چنین وجود قابلیات صفات را با صفات نسبت بیکیفی
است چرا که قابلیات صفات نیز بیکیف اند و آنچه ظاهر شده نیز مرتبه است
ظهور کمالات ی قابلیات صفات است نه نفس کمالات که کمالات
صفات نفس غیب الغیب محض اند قبل از مرتبه ظهور در خارج و بعد از
ظهور و این گفتن که صفات ملابس کمالات ظهور پذیرفته این خلاف
حضرت جو است مکتوب پانزدهم در بیان صفات سلبیه الحمد لله اولاً و آخراً
ورود رقیمه سعادت لشعار شیان حافظ کمل وفقه الله فرحت افزود و مطالعه
آن حقیقت بوضوح انجامید آنچه در تحقیق صفات سلبیه جناب جل شانه

مرقوم فرموده بودید که بعضی اعزه صفات سلبیه سلب صفت است
نه ثبوت صفت مثلاً در لم یلد نفی صفت تولد است نه ثبوت آن همچنین
در لیس کمثله نفی مثل است نه ثبوت آن پس معلوم شد که در صفت سلبی
سلب صفت ناقصه از آن جناب است نه ثبوت آن مگر آنکه بگوییم که در
ذات منزه از نقصان شأن و صفت ذاتی است که صفات ناقصه را وصف
گنجایش در ذات پاکش نیست پس آن شأن و صفت صفت ثبوتیه است
نه صفت سلبیه پس در قولین تطبیق باید داد باین طریق که قایل در صفت
سلبیه ثبوت را باعتبار آن شأن و صفت است که مانع نقصان است
و قایل در صفت سلبیه سلب را باعتبار آن صفت ناقصه که سلب آن واجب است
اگر اتفاق ملاقات افتاد بالمشافهه توضیح اوضح خواهد شد مکتوب شانزدهم

الحمد لله علی ما انعم حمداً کثیراً اخوی باشرف الاخوان و برخوردار اکمل خوردان
بعد سلام مطالعه نمایند بورود رقیمه مشفقانه فرحت افزود دیری مدت
بود که عزیزی سوال معانی غامضه نماید از مطالعه آن ادراک حاصل شد سعادت
شعار افقر این هردو اختلاف درین تحقیق بخدمت حاجی صاحب سلطانپوری
قدس الله سره ظاهر کرده بود از عبارات لطایف ستہ تعجب نموده فرمودند که آنچه

در تحقیق اطلاق اسم غیب الغیب بر مرتبه صفات کمالیه

ونکات همین است واین را باید دید بار هیچ نفرمودند تا انکه از عزیزان
دیگر هم تا حال هیچ تدقیق وتحقیق ظاهر نشد درینولا بخاطر عاجز ریختند مبهم
خفی نبشته شد که مرتبه ذات وصفات وملزومات را دو شان اند شان
اول کنت کنزا مخفیا بحسب این شان ظاهر که مرتبه ذات وصفات ظاهرا
بظاهریت خود بغیب مسمی ومرتبه ملزومات درین شان در مرتبه خفا واندراج
محض وخفا انها مقتضی تسمیت انها بغیب الغیب وشان دوم فاحببت ان
اعرف فخلقت الخلق لاعرف بحسب این شان دوم ظاهر که مراتب ملزومات
بلباس ظهورات خود درین شان ظاهر وبظاهریت خود مناسب باسم
غیب ومرتبه ذات وصفات به اطلاق محض درین مرتبه بوساطت ملزومات
هویدا اند پس باین معنی ذات وصفات درین شان انسب که بغیب الغیب مسمی باشند
چون ازین تحقیق در شان ظاهر شد که قولین شریفین را جهتین اند یعنی حضرت
پیر دستگیر کلان قدس الله سره بموجب شان اول اطلاق غیب بر ذات وصفات
واطلاق غیب الغیب بر ملزومات فرموده اند وحضرت محمد شریف جیو قدس سره
چون تابع اند ومتبوع ایشان حضرت قدس سره بتفاوت اطلاق غیب وغیب
الغیب بر ذات وصفات وملزومات بحسب مرتبه شان ثانی که مرتبه ظهور است بیان نمودند

لاجار تحقیق شان ثانی که تابع است مر شان اول را بنظر مراتب ظهور بخصوصیت
خاص هر مرتبه بیان فرمودند و اطلاق غیب ملزومات مینا و اطلاق غیب الغیب بمرتبه ذات و مقامات
انتسابیه نیستند دیگر آنکه چون سر ذات انسانی مظهر سر ذات واحد حقیقی است
لاجار شیوع غیبیت سر انسانی بر جمیع لطایف از جهت مظهر خود که متبوع جمیع مراتب
صفات و ملزومات است متحقق فرمودند آنچه فرمودند که اما غیب مظهر علم حضوری و غیب الغیب
مظهر حضور علم و نفس حقیقت سر ذات ربانی با وجود آن همه در مرتبه صرف بحسب حضور
وجود است بایمعنی که چون تحقیق ایشان منحیث عروج از طرف ثانی است لاجار جهة
عروج از مرتبه حصول که نفس ظهور است از مرتبه ملزومات که بغیب درین شان مسمی است
شروع میشود درین شان و چون عروج از مرتبه علم حصول حاصل شد علم حضوری
وصول ملزومات در لباس ظهور ذات متحقق و چون ازین مرتبه ترقی واقع شد وصول
صفات میسر شد حضور علم ظهور فرمود لیکن مظهر این حضور علم مرتبه صفات که غیب الغیب
درین شان از بحسب اصطلاح ایشان متحقق و چون بفضل او تعالی ازین مرتبه عروج شد
و وصول ذات جامع الکمالات بفضل او تعالی میسر گشت حضور حضوری علم حضور و حضور
علم نصیب این عارف گردید فافهم ازین آن مظهریت نیست که مملو ثابت شد لابد چون وصول مرتبه
غیب و غیب الغیب لاظهور خواهد فرمود و اصل را نتیجه خواهد بخشید سبحان الله ازعبارت
علم ضرور لاجار علم حضوری در مرتبه غیب و حضور علم در مرتبه غیب الغیب

ظهور و نمود بطون آن علم حضوری در مرتبه غیب [illegible] در عالم حضوری

مفصل لطایف سته صریح ظاهر است که بیان ایشان اثر انسانی است و سر
ان علمی داخل است در مرتبه ظهور ثانی و ظهور ثانی تابع شان ثانی است لهذا مر ذات را
بغیب و صفات را بغیب الغیب مسمی نمودن مناسب تر معلوم کنم خود زیر کار از این رسالت است
اگر اتفاق صحبت می افتد آنچه زیاده مانده بالمشافه گفته خواهد شد ان الله تعالی
بدعا یاد دارند و از یاد حق غافل نباشند مکتوب هفتدهم در تحقیق احاطه ذاتیه
الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق
اعوذ بالله من الشیطان الرجیم الا انه بکل شیء محیط آیه کریمه است حضرات علمای ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم احاطه او تعالی را باحاطه علمی ازین آیه تعبیر و تاویل میکنند و آیه ان الله
قد احاط بکل شیء علما را مفسر این آیه کریمه مرقومة الصدر می فهمند و حضرات صوفیه
رحمهم الله سبحانه از آیه اول احاطه ذاتی بیان میکنند و از آیه ثانی احاطه علمی
میگویند و چون نظر ذهنی کرده میشود قول باحاطه علمی درست بی شبهه می نماید
و قول باحاطه ذاتی موهم جسمیت و ظرفیت میگردد لیکن تحقیق این بیان فرمایند
تا حقیقت قولین بر منصه تفصیل جلوه گر گردد جواب عزیز من این عاجز را چه یارا
که در تفصیل اقوال اکابران دین زبان گشاید اما چون سایل را از جواب چاره
نیست بحکم و اما السائل فلا تنهر موافق فهم ضعیف خویش آنچه از نور آفتاب

علم حضرات صوفیه اقتباس نموده شود مفید دارد در فهم حضرات علماء ظاهر
آنچه فهمیده شد و گفته‌اند ما مردم را به قدرت که در این سخن کنیم اما چون با مسایل [illegible] بسط
کرد قرب یکدیگر بی تکلفی است اگر از جانب حضرات ما صوفیه بحث بیان واقع
شود درست است پس از این نجته چیزی گفته میشود اما اول آنچه نقصان در سوال
سائل است بیان نمائیم بعده تحقیق عقیده یعنی هرگاه سائل حق سبحانه و تعالی را
از جسم و جوهر پاک و منزه میفهمند و تعلیم باحاطه ذاتی که از ضروریه هویت است از جناب
قدسی سبحانه میدانند از غیر پس توهم جسمیت در هیولا از کجا پیدا شد آری اگر مردم
دیگر گفت قولی نفی جسم میکنند اما بوقت امتحان باطن ایشان ملوث بعقیده
مجسمیه یافته میشود تعالی عن ذلک آری مجسمیه را انزوا راست که نفی احاطه ذاتی
در حسب فهمیده لاجار رجوع باحاطه علمی نمایند زیرا که در ثبوت احاطه ذاتی موجب
عقیده ایشان ظرفیت ذات و مظروفیت اشیا به ثبوت می‌بوند چرا که
از احاطه جسم بجسم بی این حیثیت متصور نیست و چون اهل سنت و جماعت نفی
جسم و عرض بل جمیع جسمانیات تقدس حدوثی از جهات او تعالی میکنند
ولیکن بعد از آن اول و ثانی در از کلام او تعالی فهمند چگونه وهم جسمیت و ظرفیت
و مظروفیت که خاصه ممکنات است در ینجا پیدا میشود چون نیز مسایل ذات

سبحانه را الطف و متبوع و صفت را لطیف و تابع اعتقاد دارد پس
چنانچه به قایل بودن باحاطه مستلزم الطف و متبوع که ذات است توهم جسمیت
و ظرفیت و مظروفیت پیدا میشود همین توهم در مرتبه لطیف و تابع که صفات است
به قایل بودن باحاطه باید که عالمست پیدا شود پس بسبب این توهم چه احاطه
ذاتی و چه احاطه صفاتی هر دو موقوف باید داشت و حال آنکه چنین نیست بلکه
نفی اول و ثبوت ثانی می نمایند و این ترجیح بلا مرجح است و نیز چون می
فهمند که ذات الله تعالی قایم بذاته است و صفات تمام بذات قایم
و قیام صفات بذات مجوز احاطه ذات نیستند و صفات را پس چرا
نظر بعقیده خود نمی کنند که موجب این عقیده احاطه صفات باشیا مجوز
از احاطه ذات هستند باشیا زیرا که محاطه محاط محیط او است البته و نیز
چون می فهمند که بوجهی من الوجوه صفات از ذات منفک نیند پس تعلق
صفات را باشیای گفتن و نفی تعلق ذات از آن کردن مجوز عقیده انفکاک
صفات است از ذات و نیز چون می فهمند که صفات زاید اند بر ذات نه
عین ذات پس چنانچه علم ذاتی را زاید فهمیده قایل باحاطه او شده
به بنسش آمده که قایل احاطه ذاتی راضی نشوند زیرا که چنانچه علم صفتی از صفات

ذاتست احاطهٔ تیم حقیقی از صفات او سبحانه الله هر گاه سائل از دقائق
در حور سؤال بیخبر باشد از جناب احاطهٔ او تعالی که ورای تراش ذهنی است
چه ولد باید الغرض عبارت را مختصر کنیم و گوییم که احاطه بر سه قسم است صوری
معنی حقیقی احاطهٔ صوری خاصه ولایق مراتب مخلوقاتست از ادنی
تا اعلی و درین احاطه ظرفیت و مظروفیت جلی و یا خفی متحقق اگرچه
بعضی جا مجهول باشد و احاطهٔ معنوی احاطهٔ صفات حقیقی است تعالی
مر اشیا را به صفات ذاتی وجه فعلی که جمیع مراتب ممکنات را از ازل
تا ابد بتصرفات تعالی خود با تعلق کمال دارند چنانچه صفت قدرت که تصرفات
معانی قدیره با جمیع اشیا و تعلق بر کمال دارد کذالک صفة العلم والارادت
وغیر ذلک من الصفات و احاطهٔ حقیقی خاصه ذات پاک او تعالی است
و احاطهٔ حقیقی این است که همه مراتب وجوب از صفات و کمالات و همه مراتب
امکان از جوهر و جسم و عرض از ظاهر و باطن قلیل و کثیر قیام و وجود
از ذات سبحانه دارند و غیر ذات او تعالی با این حقیقت حقیقی استیعاب
هیچ یکی متحقق نه والحمد لله علی ذلک که بفضل خویش از حقیقت حقیقی
احاطه مطلع ساخت و ازین تحقیق توهمات جسمیت و ظرفیت فرونشست

وانچه می بانیست برصحت اعتقاد جلوه گر شده باید فهمید که توقف علماء ظواهر
شکر الله تعالی سعیهم در احاطه ذاتی منبعث از نفی احاطه مفهومه صوریه
عوام است نه از نفی احاطه حقیقی زیرا که ثبوت این احاطه ایمان محض
است ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مکتوب
هژدهم در تحقیق بعضی عقاید شرعیه اعتقادیه الحمد لله الذی اخرجنی من
ظلمات الکفر وادخلنی فی دار الایمان بالنصر والظفر فسبحان من یحیی
الاموات ویوصلهم فی درجات الولایات فهو المنزه عن الاتحاد والحلول
فی المخلوقات بالذات والصفات وان کان جمیع ماسواه عین ظهور
حسن الکمالات والشئونات فسبحان من احتجب عن عیون الغافلین وجعل
الحاضرین فی عین حضوره المتحیرین بورود رقیمه اخلاص مشحون از ان
محبت بی کین فرحت افزود خاطر تشنه آب اسرار طالبین بسیراب گردید
آنچه مرقوم بود که جواب مفصل مرقوم نمایند انشاء الله سبحانه بر سبیل اکرام منع
بیان می نمایم بعون تمام مسموع فرمایند اگرچه قبل ازین مسایل توحید و نسبت
معیت و اقربیت حق سبحانه با خلق بعد مجاهدات بسیار و صحبتهای
بی شمار است اما الحکم وامّا السائل فلا تنهر آنچه که عبارت حمل آن میتوان کرد

تحت رقم می آرم شاید که نافع باشد اول آنکه آنچه مرقوم بود که بعضی مردم میگویند
که اگر عالم را غیر حق تعالی گویم مخلوق را با خالق چه لازم آید مستفاد این توهم از عدم
رسیدگی است بحقیقت الله سبحانه که صانع است و حقیقت مخلوقات که مصنوع
اویند اگر اطلاع بر هر دو حقیقت مذکوره میخواهند مثال صورت متخیله خود را دلیل
این مدعا سازند و صورت متخیله خود را بعد از آنکه در مرتبه متخیله غور نمایند و بدانند
که تمامه صورت مجعوله متخیله از سر تا پا با جمیع عرصه و مکان که ظرف محل تحقق
صورت است در مرتبه وهم محض است و صانع این صورت متخیله که شخص است
موجود خارجی است با وجود غیریت صریح و احاطه و معیت این شخص
با صورت از اتحاد و حلول در صورت و لزوم حد با و منزه و مبرا است چراکه
در مرتبه وهمی را با مرتبه حقیقی خارجی جنسیت نیست قریبه باشد یا بعیده و این
امور مذکوره بی جنسیت قریبه یا بعیده متحقق نمیشوند کما لا یخفی علی الناظر المتامل
عزیز من چون تحقق حدود در میان دو شی مشترک مکان بهر دو ظرفیت
بسبب نیاد آن که با وجود ایمان بر لامکانی الله سبحانه احتمال حد پیدا
آورد و با وجود این که هر حادث صریح ضد قدیم و جمیع اضداد غیر یکدیگر اند حادث
را از اطلاق غیر قدیم توقف نماید پس محقق شد که در نظر دانا مخلوق

غیر خالق

نفی خالق و تحقق حدود باطلاق غیریت در میان خالق و مخلوق غیر معقول
و آنچه نوشته بودند که اگر گفته شود که همین معلومات الهی جل شانه موجود شده اند
لازم آید که اشیاء حقایق ایشان شیئ واحد باشند و آن غیر جایز که حقایق
اشیاء را آنحضرت متصوفه قدس اسرارهم معلومات الهی جل شانه فرموده اند
سعادت شعارا متصوف صاحب تکلف را میگویند که بتکلف حال صوفی
بر خود بگیرد و اینکس تا بمرتبه نرسیده مدعا است پس حضرات صوفیه باید گفت نه متصوفه
تا کلام ایشان محل اعتماد باشد پس باید دانست که تحقیق قول صوفیه عظام محتمل
در معرفت معلومات بسیار ادق است چه اگر گوییم که همان معلومات موجود شده
اند لازم آید که اشیاء و حقایق ایشان شیئ واحد باشند و اگر گوییم که موجود غیر معلوم
است این خالی از دو حال نیست یا آنکه گوییم که معلوم دیگر بود و موجود غیر آن
شد پس لازم آید که آنچه موجود شده معلوم حق نباشد و این نقصان علم است که معلوم
دیگر باشد و موجود در ذات خود غیر معلوم باشد یا آنکه گوییم که معلوم در علم بود
و آنچه موجود شده مثال آنست در این صورت وجود مثالی در علم او تعالی
لازم آید و این از صفات مخلوقات است پس تحقیق این آنست که هر شیئ موجود
مخلوق را با صفات الهیه سبحانه دو نوع تعلق است با صفات ذاتیه چنانچه قدرت

تعلق تام

وعلم و ارادت و باین تعلق هر شیئی بوقت موعود معلوم و مراد حق سبحانه ازلاً و تعلق
این صفات عالیه با هر شیئی قبل موجودیت اشیاء و بعد آن متساوی است
بی کمی و زیادتی و بی تقدیم و تاخیر اگر کمی و زیادتی است یا تقدیم و تاخیر
است نسبت بشیئی مذکور است نسبت قدرت فعلم الله سبحانه تعالی عن
ذلک و بی حصول وجود مثالی هر شیئی در علم ملک بعلم حضوری هر شیئی را
با جمیع وجوه و اعتبارات او در ان مرتبه که شدنی است با جمیع مراتب زمانی
و مکانی ازلاً علیم بر حق است الی الابد و هر شیئی بعینه معلوم است نه شبح حصولی
اینها که صور علمیه بعضی ازین مراد داشته اند حاشا و کلا صور حصولیه در علم
او تعالی گنجایی نه بلکه معلوم او بعینه همون شیئی است قبل الموجودیت
و نعدها ذلک من المعارف الغریبة التی افاضها الله سبحانه علی قلب
صاحب الطریقة الاحسنیة فی الطریقة النقشبندیة و تعلق است با صفات
فعلیه چنانچه خالقیت و رازقیت و هر شیئی بعینه مخلوق و مرزوق و حادث
باین تعلق لیکن شیئی من حیث تعلق صفات فعلیه مخلوق و موجود
و حادث است نه آنکه معلوم شیئی دیگر است و موجود شیئی دیگر این تنازع صریح
بس محقق شد که همین زید معلوم است و همین زید موجود نه غیر زید و آنکه

مرقوم بود که لازم آید که حقیقت شیء عین شیء باشد نسفقا اینوقتی باشند
که بگوییم که المعلوم معلوم چنانچه گفته شود الحیوان الناطق حیوان ناطق
بلکه میگوییم که هذا الموجود هو هو معلوم لا غیره و کما یقال هذا الانسان هو
حیوان ناطق فلیس الانسان الا الحیوان الناطق پس حقیقت الشیء
درست آمد پس فرق در حمل عبارت است. در نفس شیء و حقیقت بعبارت
پس گنجم خود زیر کار از این بیش نیست و آنکه مرقوم بود که حضرات صوفیه مخلوقات
از مراتب واحدیت فرموده اند در خالق و مخلوق محض تغایر اسمی مقرر نموده
اند چنانچه ژاله و باران والا یکی خبر است نسفقا اگر مخلوقات را از مرتبه
واحدیت بایمعنی گوییم که جزوی از اجزای مرتبه واحدیت است این
خطا محض است زیرا که واحدیت مرتبه صفات و مرتبه صفات منزه
از تجزی و تبعیض و هیچ یکی از صوفیه قایل تجزی و تبعیض آن مرتبه نیست
آری از متصوف اینچنین گفتن دور نیست چرا که وصول او در مرتبه
ظلیت نیست و صاحب ظل از خطا محفوظ نه و آنکه مثال ژاله و باران مکتوبه را اراده ان
جزئیه نیست نعوذ بالله منها بلکه مثال من بعض الوجوه برای تحقیق و ثبوت
هرشی از ظهور مطلق صفات فرموده چنانچه ژاله صریح ظهور مطلق آب

اما قطع نظر از مرتبه جزئیت و الا اگر محض تغایر اسمی بگویند و
حقیقت متحد میخوانند یعنی یافت نه یافت صوفی اهل صفا است
بلکه ورک متصوف اهل هوا است ربنا اتنا من لدنک رحمة
و هیئ لنا من امرنا رشدا دیگر آنکه اگر یک تخته تخت پوش پلید باشد
باید دید اگر تختها را با یکدیگر با میخها پیوسته اند گویا یک تخته شد
حکم تخته واحد دارد نماز بر تمام جائز نیست خواه جائی پلید نماز کند خواه
پاک و اگر تختها را با چوب یک تخت تختهای باشد با میخهای آهنی پیوند
و بوسیله آن چوب نسبت پیوستگی به تختها است با یکدیگر و تختها را
بوسیله آن حد مثبت نه مولانا نماز بر تخته پاک جائز است جواب سوال
در تخته دراز که یکطرف او پلید باشد تاثیر در ین جا حاصل شد و چادر بر سر حکم
تخته باید بر روی نیز در گوشه پاک نماز درست نیست اگر مقتدی بغفلت
از رکن امام خبر نیافت بعد جزا گر مانند لاحق آن که آن موقوفه را
ادا کرده با امام رسید درست است + و اگر رکنی در میان گذاشته با امام
پیوست درست نیست مسواک غیر مسواک خود گرفتن جائز نیست لقطه تا نسبت
لقطه بیندارد و تعریف معتاد آن نکند اگر زن حائضه قبل از عادت پاک

[illegible]

باشند رفته و نماز بعد طهارت ادا نماید اما نزد یک شوم رد والف
در قرآن که در مثل تبلوا می نویسند چنان معلوم است که برای فرق
در میان صیغه جمع و مفرد است که بعضی صیغه مفرد در صورت صیغه جمع
می آیند در جای که لا باشد وقف ناکردن ضرورست و بعضی قرّاء
که در بعضی موضع که در وقف کردن بهتر است وقف می کنند سند از بعضی
صحابه رحمة الله رسید که تمام قرآن بوقف خوانده اند و در سوره فتح در اوا
در حاشیه می نویسد که وقف النبی صلی الله علیه وسلم در ماندگی وقف کردن
عذر است بزرگان حالت عدم ماندگی را منظور داشته اند و گفته اند
اگرچه تمام نگرفته اند الغرض کلیه این است که هر که دلها از معانی در ترکیب
الفاظ است اگر تعادت الفاظ را منظور داشته باشند برد چندان
ضرور نیست مگر اینکه تعلیم عوام نشود در رعایت وقف ضرور نیست
واین مسایل وقف و بعضی مسایل دیگر که در فهم نیایند موقوف بر حصول
صحبت دانند برحم کم الله سبحانه و یغفرلی خطیئتی مکتوب نوزدهم در جواب
در تحقیق حقیقت کلام الله هو المتکلم بلا تعدد و مخاطب
با الکلام الواحد الحقیقی فی الازل و ظهور کلامه علی المخاطبین بالفاظ

متعدده في مرتبة بحدوث بكمال الكرم والفضل لطيفهٔ انيقه شرف افزا
دوستان مهجور از ارزانی مهجوران پر نور در احسن اوقات شرف صدور یافت
در حقیقت امور مطلوبه مطلع شناخت چون چند مکتوب بآن عزیز عزیز مشتمل بر توضیح
عقاید نوشته بودیم از مدارک آن عقیده که میان عزیزان درین اوقات اشکالی
داشت در حل آن تکلفها می‌کشیدند و بفضل او تعالی مفصلاً واضح گشته و درج
کتابت در آمده بالعرض نوشته میشود امید است که این نیز از خدمتکاری
مومنان ناشیه بامر مولی قدیم چون بتقریر اهل سنت و جماعت است که حق سبحانه
در ازل الآزال بکلام نفسی حقیقی متکلم است بی تعدد و تجزی زیرا که تعدد
از حروف و الفاظ پیدا شود و این هر دو در ان مرتبه عالیه گنجائی ندارند
بهیچگونه گنجایش اینها نبود که او تعالی متکلم بکلام نفسی است خیالی
بودن تمثالی و تعدد حروف خاصهٔ مرتبهٔ خیال و ملحقات است لغوا لعدم
والتخیل ثبت الکمال و چون بر اکثر افهام تحقیق این معنی دشوار بود بجدید
وجه یکی آنکه هرگاه او تعالی در ازل متکلم بود و هیچ شیئی غیر او با او نبود کان الله
و لم یکن معه شیئی پس ظهور کلام او تعالی بی مخاطب واقع شود و کلام بی مخاطب
در مرتبه معروفه بمنزله لغویت و لغو و حشا بی مخاطب هم آن نبات نائم لیس ظاهر است که تکلم

سخن برای تفهیم وفهم ماهامعانی است وچون او تعالی بعلم ازلی خویش مدرک

جمیع مراتب وجوب وامکانست بالکم وکماست پس انچه از کلام مدرک خواهد بود

از دو خبر خالی نیست زیاده بر معلوم یا عین معلوم دراول نقصان علم

ودر ثانی تحصیل حاصل ودیگر انکه انچه درینجا ظاهر وبدیهی است ونهایان تفاوتست

این شرف میشنویم متعدد ومتکثر است وعقیده شرعی است که کلام

خدای تعالی مقروء است بزبانهای ما ومحفوظ است در دلهای ما ومکتوبست

درکتابهای ما مکتوبست درکتابهای ما وانچه بین الدفتین است قران

است وکلام او وحال انکه درین مراتب مقروءه شرعیه برما انچه تحقیق وبدیهی است متعدد

ومتجزی است پس اگر ما کلام مطلق او را جز این مراتب مذکوره دانیم پس انچه مقروء ومحفوظ

ماست این را چه خوانیم چه اینها را مخلوق وغیر کلام دانیم پس از کلام او تعالی محروم

باشیم واین خلاف مقرر فرقه ناجیه است این حقیقت معنی طفیل افکار خود قدس سره بر این

عاجز چنان ظاهر شده اند که او تعالی ازلا وابدا واحد صف وحامد ذلت قدیم است

با جمیع محامد واوصاف بوحدت حقیقی با طلاق صرف نفسی بحرف وصوت

با دراک مطلق نورانی چنانکه شاید بلکه هر صفتی از صفات ودر هر اسمی از اسما

ازان جناب قدس سره عی ودصفی هستند نفس ذات بر ذات قائلیتند

از قابلیات لا غایات بل ذات او تعالی مر خود را همچ مرایی است و اعلا
تنها او با وجود بیغایتی و بی نهایتی این مراتب از تعدد مبرا و منزه اند از
بی کیف حقیقی همانست که با وجود کمالات لا غایات تعدد و تجزی در آنجا
گنجایش نداشته باشد سبحان الله کلمه لا نهایت که در اوصاف اوست
کافیست برای نفی تعدد و تجزی چه هرچه متعدد و متجزی است بلاشک نهایت
پذیرست بلکه بر عدد در مرتبه خود منتهی است فاذا انتفی النهایات انتفی التعدد
والتجزی و چون همچو وصف بی تکلم تحقق نپذیرد لیس او تعالی مسمی باشد
باسم متکلم و موصوف بصفة کلام باین حقیقت حقیقی در وحدت تحقیقی و احتیاج
هیچ مخاطب غیر او نبود پس کلام او تعالی باین تحقیق کامله بلا تعدد و تجزی در ازل الازال
بی نهایتی و بی تنسیره موجود و ثابت باشد چون صفة کلام از صفات ذاتیه است و ظهور
صفات ذاتیه فی المرتبتین است قدماً فی مرتبة الوجوب و حدوثاً فی درجة الامکان
پس این ظهور مذکوره فوقانی صفة الکلام در مرتبه اولی قدیمی و ازلی است
و باین ظهور او تعالی مسمی باسم ظاهر باشد و درین ظهور اول احتیاج مخاطب
غیر او نبود و تحقیق ظهور ثانی چنین است که هر صفتی را از صفات و هر مدحی را از
مدحهای او قابلیت مخفیه غیب الغیب لا نهایه هستند و این قابلیات

مخفیه اقتضاء ظهور ثانی وموجودیت خارجی داشته اند باراده حقیقی و حکمت
بالغه تحقیق براوقات که قوته ازلی واین اوقات نیز ظهور مقتضیات همان
قابلیات اند لاغیر تا بظهور قابلیات مخفیه در نیم رتبه ظهور اظهر سید اکنده مراتب
مدح وثنا با جمیع قابلیات لانهایه خویش گرگته مخفی عبارت از انست
از مرتبه غیب در مرتبه شهادت باطلاق بحت ظهور پذیرند من حیث الفنا و از مرتبه
اندماج در مرتبه عرفان تفصیلا جلوه گر شوند تعیدا وحدوثا منحیث نقوش قابلیتها
جون اوقات ظهورشان با شرایط مقدره در رسید بظهور فیض وجود حقیقی بوجودیت
تقیدی اعتباری حدوثی از کتم عدم در نیم رتبه محسوسه شهودی و نمودی رسید اگردد
و نمود دستش بقدر نمودش عطا نمودند وهمگی بنفس ظهور خود مدح جناب قدس آمد
و معامله خفی وغیبی در مرتبه عرفان شهادتا و تفصیلا ظهور نمود و در عین
شهود اینرا نیز ظهور ذات وصفات کامله باطلاق بحت واقع معنی لیسبح
لله ما فی السموات اینجا باید فهمید پس هر ذره از ذرات کاینات بنفس ظهور
مدح و وصفی است جناب قدس حقیقی را وکلمه الست از ظهور کلام مطلق
او در مرتبه ثانی مدح حضرت عیسی صلوة الله علی نبینا وعلیه السلام به لفظ
کلمه از جناب قدس وآیته با تعدد کلمات الله مثبت این مدعا وموضح این

از دعاست مکتوب بیستم در تحقیق قول منظومهٔ حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سره
من ترا گفتم همین حمد است ها تو بنی گفتم همین حمد است ها شعر این معنی
است پس این ظهور صفة الکلام در مرتبهٔ ثانی حدوثی و تقییدی بود باین
ظهور او تعالی مسمی باسم الظاهر باشد و بکلام واحد حقیقی در هر دو مرتبه متکلم تحقیقی بود
و هر ذره از ذرات کائنات مظهر کمالات کلام مطلق باشد بحیثیت تحقیق مصدره
و این ظهور ثانی صفة الکلام بر دو نوع است عام و خاص در نوع عام هر ذره
از مخلوقات مستتر کتبی وار بود و مرتبهٔ جامع اجمع در ظهور عام نور محمدی است در مرتبه
ابو الوجود او علیه الصلوة و السلام در مرتبهٔ ایجاد و عام بودن اینها بر جه
باین معنی است که هر فردی از افراد کائنات اگرچه ظهور کلمه است از امر کن و حمد
و ثنا و نعت محمود حقیقی را متضمن ظهور کمالاته لیکن هر چه دارد از افعال و اقوال
و غیر ذلک از حیثیات تقییدی منسوب و مضاف درین مرتبه بسوی تقید است
اگر کلام مخلوق است منسوب بسوی مخلوق و اگر سمع و غیر ذلک نیز مطلق باد
زیرا که در تخلیق اینها قلیل و کثیر و اسطه مخلوق واقع بلکه در تخلیق اینها تخصیص
انتساب و دلالت ذاتی الی مخلوق تعالی نیز مخلوق کرده اند و حفظا این خصوصیت
بر هر فردی لازم گذاشته و نوع خاص کتب منزله سماویه من حیث اللفظ و المعنی

لامن‌حيث اللفظ والفاظ احاديث قدسی گويا برزخی است ميان دو نوع
عام وخاص واکمل واجمع در نوع خاص حضرت فرقان است لا رطب ولا يابس
الا فی کتاب مبين برين مدعا دال است وخاص‌تر ازين مرتبه بايمعنی است
که لفظاً وحقيقتاً منسوب بجناب قدس است ودال بر کلام مطلق حقيقی در صفتی
ديگر درين دلالت وانتساب شرکت باو ندارد ودر وسط هيچ مخلوق من حيث
تصرف غير از مظهريت فقط هر روی متصور نيست اگرچه من حيث اللفظ تلفظ
باشد بلکه در عين تخليق اين الفاظ وحروف متبرکه تخليق وتخصيص
انتساب ودلالت ذاتی وی الی الله تعالی نموده اند والتزام حفظ اين
خصوصيت بر همه مومنين فی جميع الازمان مقرر فرموده پس اين تحقيق
متحقق شد که در مظهريت ظهور قابليات از ناحيه خود کلام مطلق ماجيه
حقيقی با جميع قابليات خويش کما هو اطلاقاً ظاهر و پيدا است و
در عين پيدائی مقروّ قاری ومحفوظ حافظ ومکتوب در صحائف است
بی احاطه قرائت قاری بی ادراک حفظ حافظ وبی اتصال حروف
وکاغذ بلکه محيط جميع ذرات مظهر است به بيکيفی صرف وآنچه مدرک
ومحاط است غير ظهور قابليات از ماجيه نيست واين از دنيت او تعالی

که مؤمنان را دیدار آخرت شدنی است و او تعالی مرئی ما خواهد بود بلی
احاطه و ادراک قیاس باید کرد که هیچ شبهه نیست و اضافت حقیقت
کلام بسوی او تعالی من حیث صفت ذاتی اوست و انتساب الفاظ
و حروف متعالیه بالجناب اقدس من حیث اعلی مرتبه مخلوقیت اوست و مظهر
با خاصه حقیقت کلام مطلق لازیرا که این امر بیانی منتظم که بر الواح و کاغذ
و غیر ذلک ثابت است شرکت مسیح مخلوقی هر دو متصوّر نیست غیر از نقطه
فقط و نیز همین معنی است و نفخت فیه من روحی در ینجا روح مطلق مراد است
که مبدأ مخلوقات است سبحان الله از ینجا عظمت و علو این حروف و الفاظ
قرانی باید فهمید که انچه فی نفسه تعظیم روح مطلق را بعینه مرتبه جوهریت بسیط
بنفسه مجرد دوم اند این حروف و الفاظ را درین مرتبه محسوسه مرکبه قرانیه و مناسبت فیما
بینهما از زاده مخلوقیت اینها بواسطه مخلوق است پس از معنی حقیقت
اینحروف کسی هم بیان نماید الغرض اکمل و اجمع و اشمل از جمیع آیات
قرانی آیة التسمیه است از ینجاست که اول هر سوره آمده و لافتتاح و ابتدا
هر سوره بیک آیت لذیذ مرئی الزام و ذی بال بوی لازم پس کلام الحمد لنفسی با جمیع
کمالات خود نسبت بحیثیت جامعیت حقیقت این آیه عظیمه است بصورت لفظی این

آیت متبرکه صورتی است مر حقیقت معنوی خود را که کلام مطلق است و کمالات
آن کلام مطلق من حیث مفرده معنویه حقایق اند مر دیگر آیات قرآنی و کتب
منزله فوقانیه را و مرتبه کلام نفسی بحیث جامعیت معنیت و مدح مطلق که حقیقت
تسمیه است منبوعیت مر جمیع کمالات خود را و مراتب تمامی تقیدات که ظهور
قابلیت اند ماحیه کمالات کلام مطلق اند در اوقات موقوته اقتضای
ظهور داشته اند بحسب اقتضای ظهور داشته اند بحسب اقتضای عالی مجرد امر کن
که قابلیت از کلام مطلق بر منصه شهود جلوه گر شده اند باین تحقیق واضح شد
که تسمیه نقطه ایست جامع مر حقیقت و صورت الف لام میم را حقیقت
و صورة و مراد از الف لام میم هر سه مرتبه وجوبست از ینجا تحقیق این ابیات
که حضرت بزرگ در حق تسمیه فرموده اند باید دریافت والسلام والاکرام. ب
گرچه دورم ولی قریب ترم   طالب روی دوستان خودم   باید دانست که تسمیه
کلام حق سبحانه است سوال اگر گویند که مقرر اهل تحقیق است که کلام او تعالی
بحرف و صوت است و تسمیه تمامی حروفست لیکن چگونه اطلاق کلام برو
جایز نباشد کذلک علی جمیع الکتب السماویة المکتوبة فی مصاحفنا
والمقروة بالسنتنا والمحفوظ فی قلوبنا جواب اطلاق کلام بر تسمیه و جمیع کتب

سماویه نزد و واهب نیست از جهت اضافت تخلیقی یا از جهت اضافت توصیفی
اگر همین حروف مکتوبه اطلاق کلام او تعالی کنیم نیز درست است اما این
اضافت مثل الاضافه تخلیقی گویند تا بدانکه تمام کمال این حروف هو هو کما هی مخلوق
او تعالی است برای مظهریت کلام مطلق حقیقی که منزه از حروف و اصوات
است و تصرف هیچ مخلوق در تخلیق آن متصور نیست الا البیان المختص رجوع
از تصرف تمامی مخلوقات این الفاظ متبرکه عالیه منزه باشند و الفاظ را از نسبت کردن
بسوی متکلم چاره نیست پس لابد این الفاظ عالیه را نسبت کرده شود که کلام او تعالی
است اما بصیغه تخلیقی علو شان قران را باید دید که چه روح اعظم را در عین مرتبه
علو روحانی و نورانی که از جمیع مخلوقات مخلوق اول است و نهایت مرتبه تنزیه دارد
با نسبت تخلیقی منسوب ساخته اند چنانچه قوله تعالی و نفخت فیه من روحی تشریفا بمعنی نسبت
تشریفی مخلوق معتبر گشته است که بی واسطه مظهر کلام حقیقی قدیمی امکان
نشست بوده در حقیقت حقیقی این کلام چه بیان نماید که از صفات قدیم ازلی و ابدی است
کرامت است که بی لیکن این هم منظاهر بوصل آن متوجه گردد و ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الاتیه و اگر از حروف منظر بوده باشند بواسطه انچه
این حروف منشکه به ظهور در آید کلام حقیقی است و از تکلم آن حفظ ان

بمجرد ادای این حروف بی تقدیم و تاخیر بمعیت حقیقی واقع است اگر بر این
مرتبه حقیقی اطلاق کلام کنیم درست است اما باضافت توصیفی زیرا که در عین
تکلم این الفاظ متبرکه تکلم بکلام مطلق حقیقت غیر از تکلم این الفاظ تکلم
بکلام حقیقی نیست میسر شد بجنس کار کرده باشیم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء این
از فضل او تعالی است که با وجود علو شان کلام مطلق که از گرد حروف پاک
و مبرا است بمظهریت این الفاظ متبرکه بندگان را از حقیقت کلام مطلق
بی زیادتی و نقصان مشرف میفرمایند باید دانست که ظهور کلام مطلق
اولا بنفس عما است که آنجا حروف و صوت نیست اگرچه نورانی باشند و این
ظهور اول در نور اول است که نور محمدی است صلی الله علیه و سلم و القای لطیفه
سری مشعر از آنست و ثانیا بحروف و صوت نورانی که آن جبرئیل سمع حقوتا
و الاعلی کلام الله و علی اراده الله از آن مراد است و ثالثا بحرف و صوت جسمانی
که آن تکلم جبرائیل با انبیاست و رابعا بحرف و صوت جسمانی که آن تکلم حضرات انبیاست
انبیاست علیهم الصلوات و خامسا بحرف و صوت مکتوبی که آن کتب و مصاحف است
بنفس مومن را باید بهر مرتبه نزول تمیز کند که مشرف گردد در عین وصول این مرتبه
وصول مرتبه حقیقی کلام مطلق بل وصول متکلم ازلی باطلاق محض بی حلول

و اتحاد یقین نماید تا در حجت نماند مصرعه یار در خانه من گرد جهان گردیدم ۴۴
نقل منشور است مکتوب بنام حکیم محمد صادق جالندهری در تحقیق عقیده که انسان
فاعل مختار است   بسم الله العظیم والحمد لله الکریم مورد حمد دارد
محب صادق را بهره از صدق حقیقی و معرفتی از عقیده صدیقی در مسئله اختیار
چنانچه مقرر اهل سنت و جماعت است بفضل بی نهایت او تعالی حاصل باد
عزیز من در مسئله اختیار و معذب شدن بنده عاصی بظهور رسم قهار رسیده
بود که هرگاه هر ذره از ذرات و هر مخلوقی از مخلوقات من کل الوجوه مراد و مقدور
ارادت و قدرت او تعالی باشند و در هیچ زمانی بلکه آنی از جنبش و آرام ایشان هر چه از
بوجود آید همه بتمامی خلاف ارادت و قدرت و اختیار خداوندی است
بس بنده را مختار گفتن و فعل اختیاری این را موجب عقاب این مقرر نمودن چه معنی
دارد و ثبوت نام مختار با وجود این اضطراری کمال در حق او چگونه متحقق شود و با وجود این
بی اختیاری کمال او را معذب ساختن چگونه از انصاف باشد عزیز من دانستن این مسئله
از دو راه است از راه تقلید و تحقیق و تحقیق اما تقلید این است که چون اهل مذهب ناجیه
سنت و جماعت را از همه مذاهب اهل حق یافتیم پس در جمیع مسائل مقرره ایشان
تقلید کامل هر خاص و عام را از تابعان ایشان صادق کامل و معتقد شامل بعد استماع

عقاید مذکوره باید بود اگرچه بر تحقیق وجوه آن مطلع نباشیم و به یقین قلبی بدانیم
که آنچه مقرر این طایفه اهل حق است بر حق است چنانچه طالب العلم مبتدی را اگر شبهه
در حقیقت علم فوقانی که در آن دست رس ندارد پیدا نیست اگرچه نمی‌فهمد اما می‌فهمد
که نمی‌فهمد لیکن ایمان تقلیدی غیبی بر حقیقت آن علم فوقانی خود دارد بی ریب
و شک اما تحقیق این تحقیق موقوف بر تحقیق حقیقی حقایق اشیا است کما قال
النبی صلی الله علیه و آله و سلم تعلیماً لنا الهی خلصنا عن الاشتغال بالملاهی
و ارنا حقایق الاشیاء کما هی و آن تحقیق مرتبه عالیه دارد که نادر از خواص
بلکه اخص خاص نصیب است و در تبع نبی خویش بان سرفراز میفرمایند ذلک فضل الله
یوتیه من یشاء اما چون بر برکت لسان ارشاد بیان انجمن عزیزی نادر العصر
بعید نیست که در دماغ عقیده مستعدان صادق نیز به تفهیم بیان خود بوی از نکهت
تحقیق در دهد و معطر سازد بنابر آن حرفی چند که امانتی است از آن عزیزان
بر طالبان مستعد بیان می‌نماید باید دانست که قبل موجودیت خود هر مختار و مجبور
مراد و معلوم و مقدور علم و ارادت و قدرت خداوند است جل شانه ذاتاً
و صفاتاً و کمالاتاً باختیار رب تعالی ثم برهانه و این همه برای اظهار حسن کمال
اسمای خود است و در مرتبه خارجی بی احتیاج او بسوی این اظهار و در این حکمت

بالغه است وتحقیق علیحده پس بعضی از آن معلومات ومرادات ومقدورات
در مرتبه خود بمظهریت صفات لطیفه مخصوص وبعضی بمظهریت صفات قهریه
با حسن کمال هر صفتی از صفتین بمظهریت مظاهر مخصوصه خود ما ظهور اظهر پیدا کنند
وچون در جمع مظاهر کامل تر واقوی تر برای مظهریت آن مراتب عالیه الغیب
است وتحقیق مظهریت کامله بی ظهور جمیع صفات ازلی لم یزلی او تعالی متحقق
نیست پس بهمان مرتبه علم وارادت وقدرت ازلی ایشان قبل موجودیت خود
بصفت وجود وحیات وعلم وارادت وقدرت وسمع وبصر الی غیر ذلک قابل
ولایق موصوف آمده ومعلوم ومراد ومقدور گردیدند کذلک بصفت الاختیار
ومسمی گشتند درهمان درجه متعالیه باسم موجود وحی وعالم ومرید وقادر وسمیع
وبصیر الی غیر ذالک بی آنکه موجود باشند وخارج وکذلک باسم المختار وچون
بعد موجودیت آنچه از ایشان در ایشان بایشان ظاهر وپیدا است جدا از ذوات
وصفات ایشان وجه افعال وآثار ایشان تمامی حکمهای بی زیادتی ونقصان
ظهور همان مرتبه اولی است پس در هر مرتبه نیز مسمی همان اسامی وموصوف
بهمان صفات مخصوصه خود آمده اند بی زیادتی ونقصان واز جمیع مخلوقات
دیگر مختار هم صریح تر پس لازم وواجب بر هر ذی علم وعقل است که بهر نامی وصفتی

که مولای او تعالی شانه قبل موجودیت او را مسمی و موصوف ساخته و مظهر
و متصرف اسماء و صفات خود مقرر کرده و استعداد او در همان مرتبه علم و اراده
و قدرت از قبول آن ابا و انکار نکرده و قابل بقبول آمده چنانچه آیه انا عرضنا
الامانة الی آخر الآیه از مرتبه استعداد به او خبر رسیده و بعد موجودیت خود نیز
در همین مرتبه خود را بهمان نام مسمی و بهمان صفتها موصوف داند و خود را
تابع هوای خود ساخته باشای طبعی و هوا مسمی نماند و معدوم و جاهل
و مجبور قرار بدهد و داند که تخلیق عالم محض برای اظهار حسن کمالات صفات
لطیفه و قهریه هست و هر صفتی باقتضای ازلی قدیمی خویش مقتضی موجودیت
خارجی مظهر مخصوصه خود هست و در عین اقتضای او بمظاهر هر مظهری نامهای
مخصوصه و صفات ذاتیه و افعالیه خود مسمی و موصوف و چون انسان را از همه
مظاهر برای مظهریت کامله لایق تر مقرر و مقدر فرموده اند پس ثمره ظهور حسن
کمال هر اسمی اگر در مظاهر بدانکه و مظهر را در و تمیزی و علمی نباشد مظهریت
کامله در حق او چگونه ثابت و متحقق بشود پس ثمره صفات لطیفه در مظاهر راحت
و صحبت مظاهر هست و ثمره این صفت در ازل مسمی بنام ثواب و ثمره صفات قهریه
درد و رنج و این مسمی بعذاب و وجود این امتیاز علمی در مظاهر بظهور صفت تمیز حقیقی

و علم قدیمی است چون تمیز او تعالی بعلم قدیمی او سبحانه بی صفت اختیار
واجبی نیست لاجرم اختیار کونی وحدوثی را برای ظهور اختیار وجبی
ازلی بحسب مرتبه معلومه مقدوره موجودیت خارجی عطا فرموده اند تا از مظاهر
دیگر شانی علیحده پیدا کند و از ابنای جنس خود بسبب فعل اختیاری اگرچه
کونیست تمیزی جدا حاصل آرد لیمیز الله الخبیث من الطیب برین مدعا دلالت
دارد و چون امتیاز یافتن خبیث از طیب بی ظهور امر و نهی متعذر بود پس
در همان مرتبه معلومیت و مقدوریت بهر امری و نهیی که مامور و منهی بود
در مرتبه موجودیت خارجی همان مامور و منهی است و بسبب ظهور امر و نهی
امتیازی بکمال در میان خودها پیدا کرده تا از درکه جهل بر آید و مظهریت
کامله را لایق آید عزیز من شبه و انکار در مردم که در سد اختیار میکنند نیز
در همان مرتبه معلومه مقدوره باختیار ایشان برای ظهور کمالات اختیار
حقیقی عز شانه معلوم و مقدور است که او تعالی بحکمت بالغه خود مظهریت کمالات
علمی خود که خاصه مظاهر لطیفه است ایشان را شعور و کرم نبخشیده و این نیز
از ناقابلیت حقیقی استعداد ایشان است اگرچه این خواست در حق بعضی
دایمی و در حق بعضی اوقاتی باشد زیرا که چون ایشان امتیاز کمالی در مرتبه

امکان و مرتبه وجوب نسبت نداده و در تحقیق مظاهر و مظهر آگاهی میسر نشده
میگویند که چون در هر فعل و قول و اسم و صفه خود مصروف و تابع اختیار
و قدرت واجبی باشیم چگونه اسم مختار و قادر و صفت اختیار و قدرت
در حق خود مسلم داریم زیرا که در هیچ فعلی و قولی اگر بی تابعیت اختیار واجبی
خود را مستقل و فاعلی یافتیم البته در آن فعل و قول تحقق صفت اختیار
در ما می‌شد و چون چنین نیست پس اختیار هم نیست گوئیم که حق سبحانه
تعالی بمحض ظهور فضل بی نهایه خود اگر در حق ایشان در اراده ازلی ارادات
مخصوصه بتقدیر ساخته در سینه ایشان ریزد تا بدانند که ما و هرچه در ما پیدا
و ظاهر است ممکن است چه از ذات تا وجه از صفات و افعال ما و ممکن از آنکه گویند
که من حیث الذات والصفات والافعال بودن و نابودن او در تحت اختیار
واجب الوجود بود و واجب نیست غیر حق تعالی پس اگر ذات وجود ماست که بآن
مسمی بموجودیم و اگر صفات ما چنانچه سمع و بصر و علم و ارادت که بآن مسمی هستیم
بسمیع و بصیر و علیم و مرید بتمامی محتاج و مفتقر در بودن و نابودن خود الی وجود
و سمع و بصر و علم و ارادت واجب تعالی است کذلک صفت الاختیار ما که در
اخذ و ترک شیئی بحسب این درجه که ما در آن درجه ایم و خود را از جمیع مخلوقات

دیگر منبر میبایم محتاج و مفتقر الی صفت اختیار حقیقی واجبی است و اختیاری که خاصه
جناب قدس احدیت واجبی قدیم ازلی لم یزلی است که از شرکت غیری و تغیری
و تبدیلی منزه است و او تعالی مختار حقیقی است و اختیاری که صفت ما است
ممکن و حادث و فانی و مستهلک و در هر آنی بی خود با خود است و هیچ وجهی بوی
ترکیبی با اختیار واجبی ندارد و چگونه طلب این شرکت نمایم که او تعالی در تخلیق عالم
اظهار حسن و کمال خود خواسته بحکمت بالغه خود انسان را مظهر اسماء و صفات خود
کرده بنده اگر اختیار خود را مستقل باختیار خود جویم این کمال را موافقت بجناب تقدیس
قدس او کردن است و او علی الکمال در حق خود و اقتضای نقصان در کمال او جستن
و این محض نادانیست و اختیار این عقیده این نادان را از البطور رسم مختار او تعالی
منتخبی قدر نیست عزیز من اگر نظر کسی دریابی که مولا ترا فاعل و مختار خواند
چنانچه فرموده اعملوا ما شئتم و مخالفت قول او تعالی خود را غیر مجبور و غیر مختار قرار
میدهی همین مخالفت صریح بر اختیار تو دال است چه اگر مختار نمی بودی البته
الحذر از قول او تعالی در قدرت نیست از زبان تو نفیر صادر میشد بی زیادتی و نقصان
و دانی که انکار از اختیار نیز باختیار است و این انکار تو باختیار مظهر ظهور
همان اختیار حقیقی است برای جلوه گری حسن کمال صفت قدریه که معلوم و مراد

ازلیست اثری جدید و زاید چون مابین بینا شدی از جاه قدریت

و جبریت پیدا شدی و مخصوصیت اهل حق مختص نشدی ربنا اتنا من لدنک

رحمة انک انت الوهاب مکتوب بیست و دوم بتفضیل کمالات دستگاه

حقایق آگاه میان شیخ محمد فاضل جیو در بیان آنکه جمیع علم عادی خود نظر داشته

و خود را از سر علم تحدیث حضور دور داشته در وصف و ثنای

هو الله جل و علی باز نیاید و داشته و در تحریص ترقی از مرتبه بهشتهود

بمرتبه حضور و حضور بوفا بنا سبب ذالک اندراج یافته

الحمد لله الذی علم الانسان الوصف و التوصیف لکی یلیق بذاته اللطیف

واخرجه لجة الوهم الکثیف فعرفه حق عرفانه بتعلیمه و وصفه کما هو موصوف

باوصاف قدیمة و وصف نفسه بعلمه القدیم تحقق بالاحاطة الکاملة

بالتفاوت فوصفه له سبحانه متعلیم و مظهریة علمه بعلم اللدنی الاجلی

القدیمی ایضا لا یخلو اکانه احاطه بالتبع و قوله تعالی لا یحیطون به علما ای

علم العادی المخلوق العاری عن مظهریته خاصته فهی عین الاستغناء

و هذا من اوصافنا بعلم العادی محجوب و منتفی لذاته ان وصفنا

بوصف علمنا من لدنه و حمدناه بالحمد الحقیقی کما وصفناه بالوصف

القديمي اذا تحقق هذا فثبت ان العارف العالم قد ترقى من دركة
الوصف الذي كان يعلم العادي الوهمي الخيالي ووصل مرتبة الوصف
التعليمي القديمي فعجبت من العارف الذي ترك مرتبة العليا الثانية
التي حصلت له بمحض فضله ونزل في مرتبة الاسفل المتروكة فينظر اليه وتحسب
نفسه محروما ومقصرا عن وصف ذاته وهذا عدم تحديث تعليم ربه فيه ومخالفة
صريحة بقوله تعالى واما بنعمة ربك فحدث واعلم ان في عبث ترقيم هذا المكتوب
الهم الي ان هذا العارف كان عارف الرسمي الوهمي واكان نظره تقليد
او وهما الى مرتبة العليا لكن مقامه في المرتبة الاسفل فلا بد له ان يحسب نفسه
مقصرا من وصفه الحقيقي واما العارف الكامل المكمل الذي ذكرت وصفه في
صدر الكلام اذا ترقى من حضيض الجهل الى درجة العلم الحقيقي علم ان المنعم
الحقيقي النعمة نعمة خاصة وعزه بتعليم حقيقة صفاته بمظهرية علمه القديمي المحيط
بالاحاطة الكاملة فوصفه كما هو بتعليم علمه وحمده كما يليق بذاته القديمة
فهو بعد الظاهر الغني وفي عين غنائه محجوبه ومقتضي غناه ان يكون اظهر
وهو الباطن الحقيقي وفي عين بطونه وتنزيه عن الشهود محجوب ومقتضي
شهود كمالاته في مرات اهالي الشهود لتسليتهم ليعلموا انهم الشاهدون

ان الا ...
عن الامانات فانتشر ومن بعد
ان لا يصل الى جنابها اخنه ...
الالتباس من طور التقيد ازوحده
الواحدية وهذا الظهور في المرتبة
المقيدة ... العارف لا يتجاوز
عن المرتبة المقيدة وشهود
العارف لا يتجاوز عن المرتبة
المقيدة وهذا شغله يتسلبه
العدد ولا كذلك لانه جاز ان
يكون العرفان مراده بعلم التحقيقي
حضوري وترقى العارف منه
العرفان الى درجة العلم التحقيقي
الحضوري ويكون بتعليمه الحقيقي
واصلا لذاته الجامع الحقيقي
كما يكون بسببه الاظهر في مرات
هذا العارف كما هو ظهور محبوبه
ويقتضي في الازل فالعارف
الاول من اهالي المرتبة الظلال
هو مقتضي اسم الباطن والعارف
الثاني الكامل المكمل العالم
مصدق مظهرية علم السفلي الاصلي
من اهالي المرتبة الاصلية ومن
اهالي وصول الذات الجامع
القديم بفضله وهو مقتضي اسمه
الظاهر ٥

باسم الباطن ولو شاء الله لجمعهم علی الهدی ولکن یؤخرهم الی اجل مسمّی
واما اطلاق الغایب فمبنی علی الغیب الحقیقی مع عدم تراءوله علی بانفراد
عند المحققین ہل له اثر ونقل ثم انه قد تبین عند الکاملین المکملین
انّ ارتفاع جمیع مراتب الظلال من نظر الطالب حتی العرفان
الشهودی الذی وصوله فی اللطیفه الروحیه الابالخروج عن المعروف
الشهادی الذی ہو النور الاول بحضور السری فالخروج من الحضور دخول
فی غایة القصور وہو سبحانه اعلم مکتوب بیست سوم از حقایق آگاہ میان
عبد الکریم قدس سره لاہادی در تحقیق حقایق ومعارف آگاه ولایت وکمالات دستگاه بنام والا جناب
زبدة المحققین عظمت پناہان میان محمد جان وحاجی الحرمین الشریفین حاجی
شیخ محمد طاہر جیو ہمواره بر مسند ارشاد متمکن بوده فیض بخش خلایق باشند
از جانب کمترین فقرا احقر عبد الکریم بعد از سلام فقیرانه وغریبانه من مقام
وزیر آباد بجناب عالی معروض میدارد که اشتیاق ملاقات گرامی ایشان از حد
زیاده میدارد بر وقت موقوف است که حق سبحانه وتعالی نصیب گرداند
امید که از یاد خود دل یاد وشاد میفرموده باشند احوال خیر مآل بقلم عاطفت
مرقوم میکرده باشند که در ہمین سرِبلندی فقیر است دیگر آنکه بعضی اعزه سوال میکنند

که صفت تکوین از صفات مشروطه و بعضی میگویند از صفات غیر مشروطه داده‌اند
ما برین است که از صفات غیر مشروطه است لیکن ظهور آن بذاته برین نسبت می آید
که اگر صفتی از صفات حقیقیه باری تعالی لو فرضاً سلب نمایند چنانچه اگر صفت قدرت را
مثلاً سلب نمایند عجز لازم می آید همچنین اگر صفت تکوین را سلب نمایند چه نقیض لازم
می آید دیگر آنکه در تجدد امثال حضرت پیر دستگیر حضرت جیو قدس الله سره العزیز
نوشته‌اند تغیر مطلق و عدم متغیر است و نفس مجری ابدی است درینجا سایل سوال
میکند که اگر عالم در یک آن معدوم و موجود میشود در اعراض عالم هیچ سوال نیست
اما در جواهر عالم سوال باقی می ماند اگر مثل او دیگری در همون آن پیدا میکند
جزاء فعل بر غیر فاعل لازم می آید و اگر همون جوهر اول را پیدا میکند تحصیل حاصل
لازم می آید امید که جواب این سوال هر سه مذکوره را العبارتی که قریب الفهم عوام باشد
بنویسند آنکه قوله تعالی کل یوم هو فی شان حق سبحانه و تعالی همیشه در کار است
و تعطیل در صفات جائز نیست هرگاه عالم نبود حق سبحانه در چه کار بود پس
این ظهور کمالات ذاتیه و صفاتیه اگر تعطیل صفات باشد جائز نیست که مستلزم نقص است
تعالی الله عن ذلک سبحانه علوا کبیرا و اگر در کار باشد قدم عالم لازم آید دلائل که
جواب شافی مرحمت فرمایند مکتوب بیست چهارم در جواب عریضهٔ حقائق آگاه عبد الکریم میر آبادی در سلک

الحمد لمن له العظمة والکبریاء وعلم آدم الاسماء کلها والصلوة علی نبیه الکریم

بفضله العلیم العظیم وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد سلام فقیر انه عزیز باز مطالعه غائبانه

دریابند لطیفه شریفه شرف ورود دریافت بعضی اسوله که مندرج بود بمطالعه

در آمد اگرچه این احقر نادان محض است ویارای آن ندارد که درچنین مطالب

بلند مجیب شود اما چون از حضرت بی کیف بتوسط حبیبه اولیاء به تعلیم نماید

دربرای اظهار برادران دین امر فرماید ادای امانت ضروریست جواب تحقیق تا سوال آنکه اول

سیوم آنکه معلومست خلق که خالق راست سبحانه از عالم حدوث وامکان

نیست بلکه از وجوب وقدم است در آن مرتبه چه ذوات علم وچه صور وامثال عالم

آن معلوم به بی کیفی اند واین نسبه از عدم تفرقه بین المعلوم والموجود است

علم حضوری حق تعالی بر علم حصولی خلق قیاس نباید کرد شتان ما بینهما

جواب سوال اول آنکه تکوین از صفات فعلیه حقیقیه است نزد حنفیه بخلاف شیخ

ابوالحسن اشعری ومعتزله گمان برده اند دراین تفرقه که هر صفتی که ذات به ضد آن

موصوف نباشد حقیقیه است وصفتی که ذات به ضد آن موصوف باشد

فعلیه است نیز نزد شیخ ابوالحسن اشعری است والا لازم آید که صفت اراده

وکلام از صفات حقیقیه نباشد چراکه ذات بضد اینها موصوف است

دوم آنکه [illegible]

چنانچه قوله تعالی ان الله یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و ایضا لا یکلمهم الله
ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم و اگر رفع شبهه نشود در عقیده حافظیه معه
حواشی و غیره کتب کلامیه نظر بگمارند مجدد ما صفات همه حقیقة اند و فرق
در میان صفات افعالی و صفات ذاتی با وجود آنکه همه حقیقة باشند چنانچه حضرت
پیر دستگیر بیان میفرمایند اینست که ظهور صفات ذاتیه قدیم است و ظهور
صفات فعلیه حادث و صفات همه ذاتیه و فعلیه بنفسها قدیم هستند
و حدوث ظهور صفات فعلیه بحیثیت خصوصیت خاصه اینها گفته میشود والا
در ظهور تبعی که با صفات ذاتیه تبعاً واقع است قدیم است زیرا که در میان
خود با نسبت لا هو و لا غیره است این از کم کسی شنیده میشود و توقف برای این موقوف
بر وقوف اصطلاح این است جواب سؤال ثانی آنکه تجدد امثال بایمعنی سیوم
است که هر مخلوقی را چه از اعراض و چه جواهر در هر آنی تغیر مطلق واقع است
هم بحسب ظاهر و هم بحسب باطن یعنی ذاتاً و صفاتاً و همین دلیل است علما را در حدوث
عالم اگر چه بتجدد قایل نباشند و قوله تعالی کل شیء هالک الا وجهه مقوی این عبارت است
این سیل هلاکت بر جمیع مخلوقات چه جواهر و چه اعراض در هر آنی واقع
هلکت للزوم ذات الانسان است و اگر در همان آن در عین هلاکت وجود موهوب

معزز و مکرم نشوند بعدم مطلق روند زهی اقتدار او سبحانه تعالی با وجود چنین
هلاکت سریع بعضی را منقطع الظهور ساخت و بعضی را ابدی الظهور ساخته
چنانچه در عقیده شرعیه مقرر است جز فانی نگردد بایمعنی است که حضرت شیخ
قدس سره تغیر مطلق در عدم مقید گفته اند و نفس مخزی ابدی فرموده اند نه بایمعنی
که عالم در زمان واحد بعدم مطلق رود و باز در همان آن مثل آن بوجود آید زیرا که
این خلاف واقع است و قابل اعتراض و اگر در کلام بعضی صوفیه لفظ عدم
هم واقع شده است مراد ایشان همین تغیر مطلق خواهد بود و نیز این قول
مذکور جواب است به صوفیه و اشاعره چون صوفیه بعدم مطلق قایل اند در حق
ایشان جواب بعدم مقید است یعنی عدمیت مقید است باعراض
و تغیر مطلق جواب است به اشاعره که قایل بتجدد اعراض اند غیر جواهر یعنی
تجدد و منحیث تغیر بجواهر و اعراض شمولی دارد زیرا که جواهر و اعراض همه داخل دایره
امکان اند و هر ممکن حادث است و دلیل حدوث او تغیر او است فافهم
جواب سوال چهارم آنکه کل یوم هو فی شان بایمعنی است که صفات ذاتیه او تعالی
بر متعلقات خویش همیشه در کار اند و این تعطیل که در صفات فعلی ملحوظ
می کرده اضطراری نیست بلکه اختیاری است اگر تعمق نظر بر تبعیت صفات

فعلی که در صفات ذاتی درست که بعد چنان از زمان است هرگاه حق سبحانه تعالی را
به تعلیم او تعالی از زمان حال و ماضی و استقبال منزه دانیم پس تعطیل را
که مشعر از زمان استقبال است چرا از میان برنداریم قائل والسلام علی
تبع الهدی مکتوب بیست پنجم در تحقیق عدم وقوع رویت در دار دنیا مگر آن سرور صلعم
جواز رویت او سبحانه بچشم سر در دنیا در بیداری از تقررات و اعتقادات اهالی
هر چهار مذهب اهل سنت و جماعت است شکر الله تعالی سعیهم و معتزله منکر این جواز اند
چه در دنیا و چه در آخرت اما وقوع رویت حق سبحانه تعالی بچشم سر در دنیا به حق
هیچکس از انبیا و اولیا هیچکس از اهل مذاهب اربعه جایز نداشته اند مگر در حق آن
سرور اشرف المرسلین و افضلهم علیه الصلوة و علیهم اجمعین اختلاف صحابه
است رضی الله تعالی عنهم حضرت عائشه رضی الله عنها و بعضی صحابه قایل عدم
وقوع روایت بصری اند در دنیا مطلقا در شب معراج و غیر آن و از بعضی
صحابه در حق آن حضرت یکبار یا دو بار وقوع رویت بصری در دنیا در شب
معراج و غیر آن روایت کرده اند و این اختلاف هر دو طایفه نیز بقیاس
نیست بلکه بقول رسول است صلی الله علیه و سلم و علی آله اجمعین چون حضرت
عائشه صدیقه و بعضی اصحاب رضی الله عنها و عنهم اصحاب بعد تشریف آنحضرت

از معراج پرسیدند هل رأیت ربک یعنی در شب معراج دیدی رب خود را
گفت الله نور انّی فکیف اراه یعنی الله نور است چگونه ببینم او را و نیز فرموده
رأیته بفوادی یعنی دیدم خدا را بدل بعضی دیگر پرسیدند یا رسول الله دیدی تو
خدا را در شب معراج فرموده اند الله نورانی اراه یعنی الله سبحانه و تعالی
نوریست دیدم من او را و این اختلاف در قولین در دیدن یکبار یا دو بار
است اما زیاده ازین اتفاق تمام در منع است اما حضرت امام اعظم رضی الله
عنه فرموده اند لا نخوض هو السکوت یعنی در حق آن سرور در وقوع و عدم وقوع
رویت بچشم سر در شب معراج و غیر آن از دنیا احتیاط آنست که ساکت باشیم
و هیچ نگوییم و علم او الی الله سپاریم ازین تحقیق ثابت شد که هیچ یکی از اصحاب کبار
و مجتهدین عظام در حق خود قایل رویت در دنیا نیست و هیچ یکی را در دنیا
میسر نه با وجود کمال در عایت که اول قدم ایشان نهایت اولیا است عجب از
بعضی جهال این زمانه است آن رویت که در حق آنحضرت صلی الله علیه و سلم
یکبار نیز باتفاق ثابت نشده باشد در حق خود و توابع خود که استنجا با
کردن نمیدانند هر آنی و در هر زمانی بی توقف همان رویت را قایل اند بلکه میگویند
که ایمان بی رویت کامل نمیشود بلکه ناقص است و این قول ایشان سخت تر از قول

فایده
غرض این نابلدان جاهل
دعوی این بزرگان را زید چرا که
در عین دعوی رویت انکار
نمیتوانند و شنیده اند ز اهل سلوک
زور رای وصل و فرقت ملای
بی توقف و بدر رای وحدت
میکردند و بشنیدن رویت
تعالی کرده غرض اند
و اسم خوانده اند چنانچه
در قصیده امالی فرموده
و یمسون النعیم بلا ارتیاده
فیا خسران اهل الاعتزال

ایشان بر رویت است چه از قول ایشان لازم آید که ایمان ایشان عالی
است از ایمان کسی که در حق او خطاب لن ترانی قطعا واقع است و این کفر
محض است ضلوا فاضلوا اولیک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم
الخاسرون و از بعضی اولیا که کلمه رویت سرزده رویت سری است نه رویت
بصری زیرا که این ظن خلاف مذهب سنت و جماعت است و در حق ایشان
بدظنی کردن است در عقیده منظومه میفرمایند «من قال فی الدنیا اراه بعینه
فذلک زندیق طغی و تمردا» «و خالف کتب الله والرسل کلها» «و زاغ عن الشرع
الشریف و ابعدا» «و ذالک ممن قال فیه الهنا» «یری وجهه یوم القیامت اسودا»
در تفسیر بیضاوی در بیان معنی آیه لن نومن لک حتی نری الله جهرة» الی آخره باید دید
که چه میفرمایند پس از این تفسیر متحقق شد که انچه بعضی نادان از عبارت تفسیر
بیضاوی که در سوره فاتحه در معنی ایاک نعبد و ایاک نستعین فرموده اند رویت
بصری می فهمند نادانی محض است و این از نافهمیدگی عبارت تفسیر است
و برای توضیح عقیده در توقف رویت در دنیا چند فصل از کتب احادیث
باسناد معتبره در ذیل این عبارت آورده شده فصل الاول عن جریر
ابن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم انکم سترون ربکم

عياناً وفي روايته قال كنا جلوساً عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر إلى
القمر ليلة البدر فقال إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لا تضامون
في رؤيته فإن استطعتم أن لا تغلبوا على صلوة قبل طلوع الشمس وقبل
غروبها فافعلوا ثم قرأ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها
متفق عليه وعن صهيب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا دخل أهل
الجنة الجنة يقول الله تعالى تريدون شيئاً أزيدكم فيقولون ألم تبيض وجوهنا
ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فيرفع الحجاب فينظرون إلى وجه الله فما
أعطوا شيئاً أحب إليهم من النظر إلى ربهم ثم تلا للذين أحسنوا الحسنى وزيادة

الفصل الثاني

رواه مسلم وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن أدنى أهل
الجنة منزلة لمن ينظر إلى جنانه وأزواجه ونعمه وخدمه وسرره مسيرة ألف
سنة وأكرمهم على الله من ينظر إلى وجهه غدوة وعشية ثم قرأ وجوه يومئذ ناضرة
إلى ربها ناظرة رواه أحمد والترمذي وعن أبي رزين العقيلي قال قلت
يا رسول الله أكلنا يرى ربه مخلياً به يوم القيامة قال بلى قلت وما آية ذلك
في خلقه قال يا أبا رزين أليس كلكم يرى القمر ليلة البدر مخلياً به قال بلى
قال فإنما هو خلق من خلق الله والله أجل وأعظم رواه أبو داود الفصل الثالث

عن ابي ذر قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيت ربك قال نوراني اراه رواه مسلم وعن ابن عباس ما كذب الفؤاد ما رأى افتمارونه على ما يرى ولقد راه نزلة اخرى قال راه بفؤاده مرتين رواه مسلم وفي رواية الترمذي قال رأى محمد ربه قال عكرمة قلت اليس الله يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذاك اذا تجلى بنوره الذي هو نوره وقد رأى ربه مرتين وعن الشعبي قال لقي ابن عباس كعبا بعرفة فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم فقال كعب ان الله قسم رؤيته وكلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين ورآه محمد مرتين فقال مسروق فدخلت على عائشة فقلت هل رأى محمد ربه فقالت لقد تكلمت بشيء قف له شعري قلت رويدا ثم قرأت لقد رأى من آيات ربه الكبرى فقالت اين يذهب بك انما هو جبرائيل ومن اخبرك ان محمدا رأى ربه او كتم شيئا مما امر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالى ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث الاية فقد اعظم الفرية ولكنه رأى جبرائيل لم يره في صورته الا مرتين عند سدرة المنتهى ومرة في اجياد له ستمائة جناح قد سد الافق رواه الترمذي وروى الشيخان مع زيادة واختلاف وفي روايتهما

قال قلت للعائشة فاين قوله ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى
قالت ذاكم جبرئيل عليه السلام كان ياتيه في صورة الرجل وانه اتاه
هذه المرة في صورته التي هي صورته فسد الافق وعن ابن مسعود في قوله
فكان قاب قوسين او ادنى وفي قوله تعالى ما كذب الفؤاد ما رأى وفي قوله
تعالى ولقد رأى من آيات ربه الكبرى قال فيها كلها رأى جبرئيل عليه السلام
له ستمائة جناح متفق عليه وفي رواية الترمذي قال ما كذب الفؤاد ما رأى
قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم جبرئيل في حلة من رفرف قد ملأ
ما بين السماء والارض وللبخاري في قوله تعالى لقد رأى من آيات ربه الكبرى
قال رأى رفرفا اخضر سد افق السماء وسئل مالك ابن انس عن قوله تعالى
الى ربها ناظرة فقيل قوم يقولون الى ثوابه فقال مالك كذبوا فاين هم عن قوله
تعالى كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون قال مالك الناس ينظرون الى الله يوم
القيمة باعينهم وقال لو لم ير المؤمنون ربهم يوم القيمة لم يعير الله الكفار بالحجاب
فقال كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون رواه في شرح السنة وعن جابر عن النبي صلى الله
عليه وسلم بينا اهل الجنة في نعيمهم اذ سطع لهم نور فرفعوا فاذا الرب قد
اشرف عليهم من فوقهم فقال السلام عليكم يا اهل الجنة وذلك قوله تعالى

سلام قولا من رب الرحیم قال فینظر علیهم ینظرون الیه فلا یلتفتون الی شیء
من النعیم ما داموا ینظرون الیه حتی یحجب عنهم و یبقی نوره رواه ابن ماجه
مکتوب بیست و ششم در تحقیق بعضی اقوال مشائخ که از بعضی اعزه صادر شده
چنانچه قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تحریر یافت سبحان الله و بحمده در حق
مقبولان خود چه فضل فرموده که ایشان را متخلق باخلاق خود نموده حتی که چنانچه
در کلام خود عبارات محکمه و متشابهه وارد فرموده در کلام مقبولان خویش
از انبیاء علیهم الصلوة والسلام و اولیاء قدس سرهم نیز بکلمات محکمه و
متشابهه تکلم نموده تا اهل صفا اهل زیغ خفی بمحک آیات متشابهات
تمیز کرده کما قال سبحانه تعالی فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه
منه الآیة سوال از بعضی اولیاء کلمه عینیت و همه اوست و از بعضی دیگر لوائی
فوق لوای محمد و کلمه از کلمات حضرت ایشان که مقام خود فوق مقام حضرت
صدیق رضی الله عنه و تمکین ترا زو یافتم و کلمه حضرت غوث الثقلین قدمی هذه
علی رقبة کل ولی الله و امثال هذا از متشابهات میدانی یا از محکمات جواب
این همه اقوال متشابهات اند که بی تاویل یا تسلیم ره بر بمقصود نمیتوند سوال
اگر کسی بظاهر این اقوال اعتقاد کند بی تاویل چه قبح لازم می آید در دو قول

اول کفر لازم زیرا که در ظاهر قول اول غیر حق را حق گفتن است و در قول
ثانی خود را از نبی خود خاتم الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فوق شناختن
و این هردو کفر است و در دو ثانی قائل این عقیده بحسب ظاهر اینها مبتلا
به بدعت زیرا که در ظاهر قول اول که از حضرت آن غوث قدس سره است فضل بر صدیق اکبر
رضی و در قول ثانی که از حضرت غوث الثقلین است فضل بر مطلق صحابه و فضل
بر امام مهدی است حال آنکه فضل امام مهدی رضی الله عنه بموجب حدیث ثابت و اجماع
جمهور بعد صحابه بر جمیع اولیاء تا قیامت ثابت و متقرر و قول بر خلاف نقرست را
و این بدعت و ضلالت عزیزی حضرت غوث از فضل امام مهدی بر خود
هرگز استنکاف ندارند و چون استنکاف ندارند و چون استنکاف کنند که به
تعلیم علم لدنی عالم بفضل او نیست و هم عالم بورود احادیث بر فضل او
رضی الله عنه و غیر او در فضل خود سوالی اگر تابعی از توابع بزرگان که قائلان
این هر چهار قول اند مبتلا بر ظاهر این عبارت عقیده شدند و این را از فرط
محبت نامیدند در حق ایشان چه حکم بود جواب این از فرط محبت نیست فرط سوء است
و مخالفت با سر صاحب شریعت است و مانند صفای ایشان درین سویدا مشکل
نیست که مثل عیسی علیه السلام بسبب این عقاید توابع متبوعان ایشان معاف نشوند

کما قال سبحانه بعیسی علیه السلام ءانت قلت للناس اتخذونی وامی
الهین من دون الله الی آخر الآیه و متبوعان سر بسجده نجات خود خواهند
و گویند سبحانک ما قلنا لهم الا ما امرتنا به ان اعبدوا الله و
ربنا و ربکم فیلزم علی کل تابعهم ان یسلموا فیهما
بالتسلیم المحض و یؤمنوا فی هذا بما عند متبوعهم
لان متبوعهم علی الحق لا تدخل فیه الباطل او یأولوا
بتأویل یهدیهم الی الصراط المستقیم سوال چون تخلیص تسلیم
[ای شبهه] خالص ناهند نصیب ما در آن نیست بنا و بلا کی درین هر چهار قول موصل بمقصود است
بیان فرمایند جواب آنها قلیل البضاعت را چه یارا که از خود در تاویل این اقوال
متشابهه دم زنم اما عزیزان ما انچه بدین اقوال فرموده الذی بحکم و اما بنعمت
ربک فحدث معروض میدارد دیگوش هوش باید شنید که چون قایل قول عینیت
ذات المنست که وجود غیر بین العدمین کالسطح المتخلل بین الدمین است و قایل نفی
است از جمیع تعلقات داخلیه و خارجیه بحقیقت یعنی کلمه طیبه خلاص یافته
میخواهد که بحقیقت توحید متکلم شود می بیند که وجود علم که بدو نفی غیر تمیز دارد
باقیست التجی بحقیقه کلمه طیبه می آرد تا اثبات عینی علمی نیز رخصت کند و بعد موجود

حقیقی علم هم با عالم دیگر نیستی رود فلم یبق الشاهد من لواحق الشهود
من العلم والتمیز الا المشهود الحقیقی وصفاته فاذ الحقق هذا وینعدم
کل ما سواه بنفخ الصور الحقیقی معنی کلمه لاکما ینعدم ما بقی بنفخ صور اسرافیل واسرافیل
ایضاً فیتکلم الله سبحانه فی منظر الشاهد المنتفی بجمیع لواحق الشهود به کلمه همه اوست
یعنی بتمام بالتی اوست کما یقول سبحانه تعالی یوم ینفخ فی الصور فینعدم الصور
مع صاحب الصور فلم یبق الا الله فیتکلم بکلامه الحقیقی بلا واسطه و بلا منظر و مخاطب
لمن الملک الیوم لله الواحد القهار فاذ التحقق هذا ثبت فی المرتبتین انه
قول الحق و کلامه بلا شرکة غیر الا المنظریه فی الاول و هذ قول لوایی فوق لوای
محمد لوا اینمعنی بشیر و مراد داشته اند بشیر و حضرت در معراج جبرائیل
و بشیر قایل حضرت محمد الرسول الله صلی الله علیه وسلم فلا تشک فی فوقیته
اگر گفته شود که در بشیر روی حضرت همه عالم شریک اند وجه تخصیص این قایل چیست
جواب چون عوام بوسایط ظلال کثیره انحضرت علیه الصلوة والسلام نسبت
بشیر روی دارند و قایل قول بقطع ظلیست بشیر روی با اصل متصف است
فطهر الفرق و قول حضرت الشان که مقام خود فوق مقام حضرت ابابکر صدیق
اگر می یابم بهمعنی که چون در مرتبه عروج از زیر قدم اولیا طریقت بجنب

استعداد خود بهره یافته بزیر قدمی صحابه کرام متصف شدند وختم این زیر قدمی
تا زیر قدمی حضرت صدیق اکبر است وچون ازین زیر قدمی بحسب استعداد خود
نصیبه حاصل نموده اند درین زیر قدمی از کمالات صدیق اکبر بمقامی خاص ممتاز شدند
همین صاحب قدم مستعد ترقی را از زیر قدمی های حضرت علیه السلام سپردند وچون
در هر زیر قدمی بحسب تقویت استعداد به صاحب قدم برای ایشان در زیر قدمی خود
بفضل حق سبحانه مقامی خاص عطا کرده اند حضرت صدیق نیز تقویت ارشاد
بحسب استعداد منظور به ایشان شانی ومقامی خاص در زیر قدمی خود عطا
نموده اند وهمچنین در زیر قدمی حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم بحسب استعداد
خویش مقامی خاص یافته اند پس این همه مقامات در عروج که در هر زیر قدمی با ایشان
عطا نموده بودند تمام ایشان بحال اند وبملکیت آنها متصف وفوقیت وتحتیت
مقامات با ترتیب عروج مثلا که تمام حضرت ایشان بحال اند وبملکیت آنها
~~متصف وفوقیت وتحتیت مقامات با ترتیب عروج مثلا که تمام حضرت ایشان~~
بحال اند بلاشک یکی را بر دیگری ثابت ونیز فوقیت وتحتیت اصحاب اقدام با یکدیگر
فیما بین هم متحقق لیس واضح شد که در قول حضرت ایشان ها بلا تردد خدمت
بعضی منهاف است یعنی مقامی که در زیر قدمی ابابکر صدیق اکبر را عطا نموده اند

تحت مقامیست که زیر قدم حضرت شیخ رکابیات مار امر جست شده
و این ظاهر است لا یخفی علی العبد عزیزمن قول حضرت ایشان ما که من بیش بعد
صدیق اکبر رضی الله عنه مشعر معنی صدر است بلا توهم خلافه و معنی قول حضرت
غوث الثقلین بیان میکنیم و بالله نستعین باد غلط میفتم باید فهمید که حضرت
حماد دباس قدس سره که هم عصر غوث الثقلین بودند و حضرت غوث
دران وقت صغیر بودند فرموده اند که این طفل بر همه اولیاء وقت خود
فضل خواهد یافت و نیز بعد وفات حضرت غوث بعد مدتی از شیخ فرید
از معنی این قول سوال کردند فرمودند که اگر من دران وقت می بودم بر جسم خود
می نهادم آخرین دو قول اکابر معلوم شد که قدم ایشان بر گردن اولیاء
انوقت بوده و بعد آن نه و حضرت پیر دستگیر نوری قدس سره درین
قول ملهم با تخصیص شده اند که قبل ایشان و بعد ایشان هیچ ولی بجمیع منصب
هردو قطبیت و غوثیت منصوب شده لیکن این جمع و ترتیبش فی وقت
واحد خاصه ایشان جایز است که گوییم که اقطاب و غوث که بعد وفات
ایشان باین منصب قطبیت یا غوثیت فرادی فرادی نواخته میشوند
زیر قدم ایشان اند و جایز است که بواسطه عطای این مناصب از جانب حق

سبحانه تعالی بعروج حضرت غوث کرده باشند و این زیر قدمی بایشان
بدیگران تا منصب غوثیت است و هر که از مرتبه غوثیت گذشته بمرتبه امامت
پیوست از این زیر قدمی بیرون است و جایز است که در مرتبه که فوق غوثیت است
برابر ایشان باشد بلکه فوق ایشان سبحان الله چه کوته اندیشی است که حضرت
عروج تا مرتبه غوثیت میکنند و از مرتبه امامت که فوق غوثیت و مرتبه خلافت
که فوق مرتبه امامت است جاهل اند عزیز من ایشان تمام طبقه حضرت غوث اند
نه با امام و خلیفه و حضرت امام مهدی رحمت الله علیه جامع امامت اند
و خلافت کبری فوق غوثیت اند و مرتبه خلافت و امامت هر دو مرتبه است
جلی و خفی و هر ولی که غیر اصحاب کرام و غیر حضرت امام مهدی است و از مرتبه
غوثیت گذشته بکمالات امامت یا خلافت رسیده امامت یا خلافت
خفی دارد و خلافت جلی خاصه حضرات اصحاب کرام و بعد ایشان نصیب
حضرت امام مهدی است پس باید فهمید که هرگاه آن ولی که بخلافت خفی
که بهره مند است از آنکس که بغوثیت منصوب آمده اگرچه جامع دو منصب باشد
یعنی قطبیت و غوثیت اعلی و افوق شد از شان آن خلیفه جلی کم رتبه است
بخلفای راشدین دارد و فضل ات در احادیث مذکور و مرقوم است چه بیان نماید

وکیست که در غور آن کوشند لا تفکروا فیه اصلا غرض من قول حضرت غوث
افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی الافق العلی لا تغرب از کسانیکه
اول ایشان بوده اند خبر میدهند از کسانیکه بعد ایشان آمده اند و خواهند
آمد جایز است بلکه واقع که شموس بعضی آیندگان نیز غروب پذیرد و شمس
آخر از شموس ما قبل برنست خاتم الانبیا خاتم الولایت باشد چون خاتم
الانبیا بر ما قبل خود فضل دارد خاتم الولایت بر جمیع توابع فضل داشته باشد
و ظاهر است که خاتم در جمیع اولیا امام مهدیست فمن تفضل علیه غیره سوی
الصحابة بهم فقد خطا بخطاء صریح فوجب علیه التوبة والعود الی عقیدة السلف
قدس الله سرهم مکتوب بیست هفتم در تحقیق اقسام مومن مومن چهار قسم است منحرف
مقید متوجه سالک رسنده محجوب واصل حاضر منحرف مقید کسی است که بحجاب
غفلت مبتلا بمعصیت شده در قید افتاده علاج او به ندامت و استغفار است
تا آنکه آثار قبول توبه بظهور بیاید از دیگر کلمات نافع بحال او استغفار است
بعد قبول توبه چون فضل خاص رهبری کند متوجه بکار قطع منازل خواهد شد
درینولا آنکس را متوجه سالک خواهند نامید چون حجاب راه اقسام شهوات
و هوا است مثل تعلق باله باطله و تعلق بآن هر دو مانع ظهور انوار وحدت

الٰه حقیقی است علاج او تکرار کلمهٔ طیبه است تا آنکه آثار ارتفاع موانع که هوا
و شهوت است متحقق نشود تکرار کلمهٔ طیبه خصوص برای دل که لا اله الا الله است
در حق او شافی و کافی است بفضل احسن بعد ارتفاع موانع مذکوره رسنده
محجوب خواهد بود بعضی اگرچه قطع منازل کرده اما دربانی مجلس خاص دارد و از
صاحب خانه هنوز آشنائی پیدا نکرده در این ولا بصورت کلمهٔ این کس احتیاج کم دارد
نافع و سبب رفع حجاب در حق او لفظ الله خواهد بود زیراکه این اسم معظم
جامع جمیع اسما و صفات محبوب حقیقی است جل شانه چون جذب جاذب
حقیقی دستگیری خواهد کرد بعد تکرار این لفظ معظم بیاد ذات مسمی این اسم
ترقی داده از مسمی این اسم آشنا خواهد کرد مراتب شهود حضور انّا فانّا بر
صاحب ولایت ظهور خواهد فرمود در این ولا این واصل حاضر را تکلم بکلامی و تلفظ
بلفظی اگرچه لفظ الله باشد در عین حضور مسمی سوء ادب می نماید مگر که مامور گردد در این وقت
مطالعهٔ شهود این خاص را بجای خواهد رسانید که در عین نظر باشیاء متعدده خارجیه
در دیدهٔ منظور و مشهود او بجز وجود واحد حقیقی نخواهد ماند زیراکه موجودات متعدده
ظلیه اشیا چون ثبوتی و قیامی در اصل بجز وجود حقیقی ندارند و هر وجودی که در بود
خود محتاج بسوی غیر است فی الحقیقة اطلاق وجود بروی صوریست نه حقیقی

پس در جمیع مراتب متکثره ظلال اگر وجود هست ظهور همان موجود حقیقی است
اگر ثبوت نفسی هست ظهور همان ثابت نفس الامر است لهذا این عارف
در نیم مرتبه رسیده و بجز وجود واحد درین مظاهر نمی یابد و ازین دید باطنی بلفظ
همه اوست بر باطن او میکشاید و در بعضی اوقات بغلبه ظهور این نسبت
بر باطن بهمین کلمه لذ زبانش می آید و چون ظاهربین از حقیقت ظل واقف نیست
نفی وجود از ظل کفر می انگارد و نمیداند که ظل خود شاهد و گویا در نفی نسبت وجود
حقیقی از خود هست و اگرچه از ظلیت ظل هیچ عاقلی انکار ندارد اما آنچه حقیقت
اصل است نسبت آن بسوی ظل تشریک ظل با اصل می پندارد و قال الله تبارک
الله تعالی و لا یشرک فی حکمه احدا عزیز من ظل نیست مگر آنکه خود تعالی ظهور کمالات
ذاتیه خود بظلیه ظاهر است بی حلول و اتحاد و چون وجود حقیقی را که اصل است
ظهور بظلیه بر دو مرتبه است بظهور افاضه کمالاتی از کمالات علم حقیقی تا بی
آنها صادر آن لهذا ظلی که از افاضه ظهور علمی ندارد و از حقیقت هستی وجود ظل آگاهی
ندارد و نیز وجود صوری را وجود حقیقی انگاشته ظالمین نام یافته و ثانی را چون
بظهور علمی نواخته آمد مشاهده وجود حقیقی در ظل نصیب او ساخته این است وحدت
وجود در کثرت ارباب شهود را و وحدت وجود بر دو مرتبه هست اول آنست که

وحدت در مشاهده کثرت این جماعت وحدت وجود در کثرت می‌توانند صاحب [illegible]

از پایه ظلیت ترقی کرده اگر فی المثل ظل از میان بردارند محجوب گردند و این وصل را

و [illegible] گویند اگر چه از ظاهر بینی گذشته بحقیقت راه یافته اما بی کمال آن

[illegible] را با اصل [illegible] ازینجا هنوز کار با تمام است و حجب ظلیت در میان حائل

و [illegible] فضل الهی [illegible] را بدو گشاده باشد [illegible] معامله اینکس بعلم

[illegible] علم [illegible] نظر [illegible] کثرت از وحدت وجود

بکثرت حقیقی پیدا [illegible] دیگر این [illegible] زیرا که چون [illegible] حقیقی از ظل

[illegible] اما [illegible] وحدت وجود در کثرت [illegible] در [illegible] ظاهر است بعضی ظهور

[illegible] ظهور [illegible] بسبب غلبه ظهور ظل [illegible]

که ظهور اعلی [illegible] حقیقت وجود [illegible] است

و [illegible] وحدت وجود دیگر با [illegible] گرفته ظل حقیقت وجود دیگر را

[illegible] باید [illegible] چون حقیقت وجود من حیث

[illegible] کمالات خود در [illegible] اطلاق ظاهر و پیدا

[illegible] عالم [illegible] غایت ظلیت خواهد بود.

ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء و [illegible] اگر نسبت [illegible]

غایت فضیلت این مسئله است موقوف بر ارتفاع حجب است تاثیر بیشتر
بمدان المدین که در طریقه قادریه است اعوذ بالله من الشیطان الرجیم
دادکر ... بی ... که حرفا دنیفتد ... الرسول ...
... الاحوال ... سعادتمند بسیار الهدین ... السلام ... از مشایخ
... استماع یافته و کان عزیز ... مرتبه سکوت که ...
... از صحابه ... ان از حضرت صلی ...
... علم ... که ...
خواهد بود از روی انکار زیرا که انکار ... عظیم ... است عظیم ...
در تحقیق این ... سکوت ... که مردم ... ادا ...
که در دفع اشتباه عزیز بکار آید باید دانست که ایمان را دو رکن است
تصدیق و اقرار رکن دائمی و اصلی تصدیق است و اقرار رکن اتفاقی
است و فرع تصدیق و اقرار در تمام عمر یکبار کافیست بلکه در بعضی محل
با وجود نطق اگر خوف هلاک باشد عدم اظهار اقرار با وجود صحت تصدیق
منافی ایمان نیست پس باید فهمید که این هر دو رکن را تعلقات و توابع اند
که از ذکر زبانی تکرار و ... حضور و دوام آگاهی و حزن و فکر و خشوع

[illegible] - الامع [illegible] و [illegible]

ربما انقطع تسبیح و تهلیل و نماز و تلاوت قرآن و احادیث و غیر
ذلك فی اوقات العلم الظاهرة الدینیة از متعلقات جوارح است و ربما انجر
مردان از رکون [illegible] که تصدیق است هیچ وقتی جایز نیست بلکه اگر یک آن از دل
نمانده دل خالی ماند تحقق کفر و خلو ایمان روی نماید همچنان از متعلقات لوازم
تصدیق تسبیح زبان کر نیست همین است که آن حضرت صلی الله علیه وسلم
دایم الحزن والفکر [illegible] بوده اند همچنان است [illegible] فرموده اند
لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل [illegible]
[illegible] وللاسلام [illegible] احادیث [illegible] که
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] از [illegible]
[illegible] تحمل آن ندارد [illegible]
[illegible] بر تصدیق چون [illegible] است [illegible]
[illegible] بلکه در بعضی اوقات ادای آن ممنوع است مانند
وقت جنابت و وقت خلا و وقت جماع و وقت استنجا و وقت [illegible] و وقت
تکلم

بکلم گرازمیعلعادت اوراز نوع فرموده اند پس دانا را باید که نظر کند در حقیقت

کار اند ذکری ... ری که از ما ... حدث الاصال بخواهد ذکر است کو ... ا

... بارا این جار منیت ازم ذات ... باید دیدن این عالم

... ان ظاهر ... اند ... ات ... موجودات

ازی ... عا ... ... شرع

... ای ...

ان ... ما ... ... عا ...

الاستار لفلقه ... موسی ... لنا ...

کر قلند ... ند ان ... ما ...

الاز ... رما ... رت بهم در بیان مظهر ... علو ... م ... ۳۰

الحیر الممی ... المحمدی صلی الله علیه وسلم ... تر العلم

ا ... الوحده والوا ... حده ... المحمدی صلی الله

علیه ... الله ... الذاتی را ... ... الدلات الحمد

و دال ... سند شیخ المشایخ ... سید سیح ... ان حقیقه

المحمدی الذات الجامع المنزه عن التنزل پس باید فهمید که اطلاق حقیقت

* جامع الصفات والذات

دو جهت است درینجا مراد از حقیقت محمدی فیض است حقیقتی که مرکب از جنس و نوع نیست تا
تا محل اعتراض گردد چون تحقیق این مجضور طولانی دارد موقوف بر حضور داشتیم
فقیر از ان ایام که میان تکمیل جلال کشانیده آمده تا حال هیچ نشکم است در هر روز
نشست برده دست نشود بعد آمدن شما درینجا مفصل عرض خواهد نشست ابیات
چو بیرنگی اسیر رنگ شد موسی با موسی در جنگ شد چون به بیرنگی رسی کان داشتی
موسی و فرعون دارند آشتی مراد از بیرنگی مرتبه اطلاق که تعین را دران راه نیست
و از رنگ تعدد مظاهر و کثرت تعینات که از اسیر شدن انعکاس آئینهای
متکثره از نور فات وحدت و از جنگ موسی با موسی نسخ شریعت پیغمبری از پیغمبری
دیگر اراده کرده و از رسیدن به بیرنگی رجوع نهایت بسوی بدایت و از آشتی موسی و فرعون
اضمحلال تقابل صوری و تعین شخصی در برچیدن بساط تکلیف از میان برداشتن
آئینهای مختلف الالوان که موجب کثرت اعداد در اشرح میر محمد رضا عفی عنه فقیر
میگوید که آنچه مخدومی میر محمد رضا در شرح ابیات مصدره الصدر فرموده اند بسیار
در مناسبت الا بمعنی مناسب شیخ جامی مینماید زیرا که صاحب فنا را اضمحلال تمام
در مراتب تعینات نیست حتی که علم فنا هم اگر در شخص فانی باقی مانده نیم فنا در حق او
ثابت کرده اند لهذا از رسیدن به بیرنگی مرجوعی در شرح ابیات تقید ما اضمحلال

تعینات از نظر عارف کرده چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف و در معنی
اشکال چند دارند مشهور اول آنکه از شنیدن بیرنگی انعکاس آبگینهای نکره
از نور آفتاب در داشتن ایجاد شبهه است یکی آنکه آنچه در آبگینه منعکس است
حقیقت نور بیان کرده اما حقیقت آبگینه هیچ نگفت که مستقل بنفسه است یا پرتوی
نور آفتاب دوم آنکه معنی رسیدن به بیرنگی را باضمحلال سالک من کل الوجوه بیان
کرده و در انجا استشهاد بموسی علیه السلام با فرعون مقرر فرموده حال آنکه در ینجا نام
و نشان این هر دو ذات متصور نیست زیرا که ثبوت نام و ران مرتبه منافی اضمحلال
است پس آنست که صفات ایشان بآبی نابت داشتن ذات انها متحقق نه
سؤال دوم آنکه از جنگ موسی با موسی تنسیخ شریعتی دیگر را مراد داشته و چون جنگ
مقتضای مخالفت است و هیچ نبی را با نبی دیگر بظهور ناسخ و منسوخ بهیچ وجه مخالفت
نیست بلکه منسوخ در وقت خود محبوب با ناسخ است و کذا الناسخ عند المنسوخ
پس در تحقیق جنگ شبهه باقی است الغرض آنچه معنی این ابیات مقصود و
مناسب شان مصنف باقی است از بیان آن کماحقه اجمال متحقق شد که الله سبحانه
[illegible] رباعی تو [illegible] اصفار [illegible] در معنی [illegible]
[illegible]

دیگر است دهر گز در وقت ظهور ازلی او با و مخالف نیست چنانچه لاهوت را تمیز

شعر اینمعنی است　　حضرت مولوی روم قدس سره در مثنوی فرموده اند

چون که بیرنگی اسیر رنگ شد　موسی با موسی در جنگ شد　چون به بیرنگی رسی کان داشتی

موسی و فرعون دارند آشتی　بعضی عزیزان شرح این ابیات کرده اند و از بیرنگی

مرتبه اطلاق و از رنگ مرتبه تقید و از اسیر شدن ظهور انعکاس در مراتب مختلفه

اراده داشته اند و در تقید آشتی را محال شده است اما در خاطر فقیر ریخته اند که مراد

از بیرنگی عدم انصباغ ایشان بتکالیف شرعیه و عدم اتصاف بمرغوبات

طبیعیه است و آن هردو در مرتبه عالم ارواح اند قبل از تعلق جسدی زیراکه در عالم

ارواح همه را با یکدیگر صلح محض است [illegible] جنگ که تکالیف شرعیه و اتصاف

بمرغوبات طبیعیه در اینجا متصور و متحقق و چون روح هر یک در قید جسدی

اسیر گشت و متصف بمرغوبات [illegible] تکالیف شرعیه شد بعضی

لطیفه در خیر قبول آن آمدند و ظاهر فهریه از قبول آن ردی تافتند

پس هر مظهر برای ادای حق مظهر خود [illegible] یکدیگر جنگ پیش آمد چنانچه

فرعون را با حضرت موسی علیه السلام مثلاً و گاهی حضرت موسی را با خضر علیه السلام

از ارتکاب خضر بر خلاف رضای حق صورت جنگ می دارند اما چون فی الحقیقة

جنگ نمی

اسیر رنگ گفتن همین دلالت کند بر عالم ارواح والا حق سبحانه را اسیر رنگ می توان گفت و روح سیاه و سفید [illegible] نشرح بیت [illegible] الکیف [illegible]

[illegible]

نبود در عین محل جنگ بصلح بدل گشت و موجب علوم کثیره گردید کما
الله سبحانه یبدل سیئاتهم حسنات الغرض چون صاحب صفا را که
صفات لطیفه است عروج روحی و علمی از مراتب جسدی میسر آمد و در
مرتبهٔ روحی رسید و تکالیف شرعیه که بسبب تعلق جسدی بودند در آنجا
دریافت ولی موقع رو بجنگ تکلیف بالایطاق دید پس رو باشتی آورده
از جنگ فضای محض متوجه مطلوب حقیقی گشت و ثمرهٔ آن جنگ که در تعلق
جسدی لوجه الله بوقوع آمده بود حاصل نمود و صاحب ظلمت فرعون مثلا
صفات قهریه است و جنگ او بوجه امکینی بود بمطلوب حقیقی پی نبرد
و در آخر کار در درکات عذاب جای یافت کما قال الله سبحانه و ماویهم النار
و جنگ او چون بسبب عدم اطلاع بر حقیقت احکام شرعیه بود بعد اطلاع بر حقیقت
بر تکالیف بر جنگ سابق ندامت کشیده باشتی پیوست اما چون جنگ او
بوجه ابلیسی بود در عین اختیار صلح در وقت یاس بر ثمرات ظهور قهریه که
عذاب دوزخ و نار است ممتاز گردید و خبیث از طیب در عین تمیزی پیدا آورد
سبحان الذی بکمال هر دو مربی است که چنانچه در عین جنگ مظهر مخصوص هر یک
از مظهر ثانی ممیز بود در عین صلح هر دو مظهر که بمقتضای صلح هر دو مربی فیما بینهما

بوقوع آمده نیز بظهور نتیجه آن هر دو کمال تمیز پیدا آورد لیمیز الله الخبیث من الطیب

عجب کاری بار است بعضی عزیزان مرتبه تقید را برنگ تعبیر کرده آشتی را در آن

محال پنداشته در این تحقیق که بالا ذکر یافت بعین حیثیت تقیدی بعد جنگ

آشتی ظاهر شد مکتوب در بیان معنی آیه یسبح لله ما فی السموات و ما فی الارض

اخوی معنوی حافظ عیسی سلام نقرانه خوانند و سوای تسبیح اصناف مسبحین

که جماد و نبات و حیوان اند و انسان نیز در این تسبیح لازم با نهاشریک است

از جهت شمول این هر مرتبه و این تسبیح لازم ذات هر فردی از نها و

ان نسبت به تسبیح انسانی که خاصه انسان کامل است بهمت کامله صبح و

باشند و در ایشان امر و اجتناب از نواهی این تسبیح را که خاصه انسان کامل

است منحصر دانند و این تسبیح مخصوص را خاصه مومنین بلکه خاصه انسان کامل

فهمند و این تسبیح را مقتضی درجات عالیه و مثبت اعمال حسنه پندارند

تسبیح این طایفه اهل خیر را مظهر انوار صفات لطیفه الله سبحانه جل شانه

نشناسند و کفار که کالانعام بل هم اضل سبیل اند از این تسبیح مجرد

و بسبب تشبیه به انعام با وجود اسم در رسم انسانیت از دایره قواعد انسانیت

کامله جدا و چون تسبیح انبیا بظهور کمالات صفات قهریه عدم انحراف از

آن صفات ست اسم تسبیح بر بهر فردی ازینها مطابق و مناسبت مظهریت
صفات لطیفه من کل الوجوه درینها معدوم لهذا اعمال حسنه ولو صورتاً
بظهور صفات لطیفه کالامانة درینها ظهوری صوری دشت دریفوت
که مناسبت حقیقی خفی بظهور صفات قهریه پیدا آمد صاحب امانت امانت خود را
فرینها بر میگیرد همین سلب امانت بحیط اعمال مسمی میگردد و این طایفه
انسان صوری برزخ است میان انسان حقیقی و سه صفت دیگر یعنی جماد
و حیوان غیر انسان زانجهت که این انقیاد صفات قهریه دردی
اختیاریست در صفت انسان معروف و ازانجهت که با وجود انقیاد
خود که صفت قهریه است از درجات اخروی خالی و بی بهره در اصناف
داخل کمال قال تبارک و تعالی اولیک کالانعام اما چون اصناف ثلثه
از درجات برادت از عذاب هم دارند و این طایفه برزخیه بعذاب
صناف ثلثه نیز فرق سبب نزد و بعید المقام کما قال جل شانه سبحانه
سبیلا دباید دانست که چون کمالات صفات قهریه در عین
تسبیح خاص از مظاهر مخصوصه خود مقتضی سلب اعمال حسنه ازینها
استعداد اینها باین سلب و توجه این مظاهر خود بدرکات منجر اینند

پس قبول استعدادی این طایفه احکام مربی خود را محض تسبیح و متابعت
امداد اند و فهم مکنی که تسبیح هر مسبحی اقتضای اجر جزیل دارد دلایل تخلیق افراد
مخلوقات محض برای اطاعت است بعضی برای اطاعت صفات لطیفه
بعضی دیگر را برای انقیاد صفات قهریه آفریده اند درجات از متفرعات
اطاعت صفات لطیفه اند و درکات از مترتبات صفات قهریه اینها
که همه عوض تسبیح خود طالب اجر جزیل باشند آگاه باش اگر مظاهر قهریه در اطاعت
خود اقتضای درجات پیدا آرند حال آنکه محبوب مربی اینها اقتضای
درکات این جماعت است از دایره تسبیح بیرون آمده و مخالفت
کردند العاقل تکفیه الاشاره بیت من ترا کی ستایم بمن حمد است ها تو بنی ستایم همین
حمد است والسلام ها مکتوب سی یکم در تحقیق معنی مناجات نماز گذار با رب خود در
بسم الله الرحمن الرحیم هو المتکلم بالکلام الحقیقی فی الصلوه
کلام المصلی بعد سلام نیاز مندانه بکرم معروض میدارد که فقیر را بود
که المصلی مناج ربه واقع است چون در قراءت مصلی نظر کردم تنا
و فاتحه را بمعنی مناجات یافتم اما در ضم سوره دیدم که آیاتی که معانی
مناجات دارند مثل ربنا آتنا و غیر ذلک صریح مناجات اند اما

قل هو الله احد و قل یا ایها الکافرون شلا از طرف مصلی در عین حالت
مناجات چه مناسبت بمناجات دارد و سور و آیات که از قصص فرعون
و ابلیس خبر میدهد مناجی را در مناجات چگونه لایق و کثرت قصص تفرقه
انداخته است پس حضور چگونه متحقق شود بفضل الله سبحانه در دفع حدیث مذکور
و تحقیق معنی قراءت بکلام الله از اول تا تمامها آنچه بفقیر ظاهر گردید معروض میدارد
وان الاستصلاح ازان خطاب است المصلی اذا قصد ان یشرع فی اداء
ما امر به من المناجات نظرا الی قوة علم الحصول العادی فوجدها فی غایة
النقصان فعلم ان لا ملجأ من الله الا الیه فکبر و قال الله اکبر ای انت اکبر
من المناجات التی هی بضعتی فسمع الله تعالی حمده بالتکبیر فعلمه المناجات
بکلامه الحقیقی القدیم بفاتحة الکتاب و امر بالالهام الخفی ان یحضر المصلی
بحضور القلب الی المناجات التعلیمی فوجب علی المصلی ان یتوجه الی حفظها
بعد السماع من الله سبحانه و اذا تمت الفاتحة وحفظ المصلی معناها و قصد
المناجات بالفاتحة وجد فیه تکرار الفاتحة و هو ممتنع فتوجه الی المولی الحقیقی
ان یعلمه ما یلیق للمصلی فی هذا المقام فیلهمه بلفظ آمین و معناه المتضمن لحکم هو
معنی الفاتحة التی هی الکلام الحقیقی ثم قرا المصلی آمین بتعلیمه الالهامی والتی

الی حیاته بما هو المقصود سبحانه

فتکلم ثم و حمد الله

یحصله الجوار

وقال

ای کل ورد فی القرآن فی الصراط المستقیم

القلبی واخذ بمقاصد فی

ان یعلم المصلی ان لفظ الـ احات

کلام الله سبحانه

العظیم بیانا الصراط المستقیم

الاتیس کلامه

ولشاهد فی المومنین

بلا حصول

نماز جمعه

المتقین

خود مرقوم فرموده اند که نماز جمعه فرض قطعی است و علمای عصر ایشان آن را ترک نموده

فرموده الی تعالی بعد انتظار تمام من نیز گفتم که بطرفی از طرفین که عند الله تحقیق

صحیح است شده اگر به فضل بی بهانه محقق و ملهم فرمایند بر آن عمل نمایم باز بجهود

این انتظار به تقاضای طرفی از طرفین کار میکردم ناگاه بمحض فضل بی بهانه

او تعالی اظهار آن بر این عالم بگر بسته گردید بی شک و ریب واقع گشت

شفقت نحال فرموده که شک کردن در نماز جمعه از وسوسه شیطانی است

و بعد از آن اجابت از حق سبحانه واقع گشت بعد از آن در خاطر گذشت

که این [illegible] گشت و اما امت ظنی است پس این را به ترازوی شرع

ترکیب [illegible] در مسایل فقهیه عرض نموده شد چند روایتی

از ائمه مجتهدین موافق ملهم خویش یافته شد چنانچه بر علما ظاهر است این

اختلاف پوشیده نیست اگرچه اینها طرف اقلین را مرجوح فهمیده

[illegible] الحمد لله الذی هدانا لهذا پس یاران و مخلصان ما را باید

که نماز جمعه ترک ننمایند و بینک فرض خداوند سبحانه را ادا نمایند انتهی

لا [illegible] حقیقت ملهم آن است برین فقیر بدین طریق واضح شده که نیست

این برگزیدگان [illegible] مجتهدین عظام برای اظهار حق است و بر اهل زمان

در بعضی مسایل [illegible] آن [illegible]

دلیل که [illegible] در اصول [illegible] ارشاد [illegible]

در همه اعمال [illegible]

و معاملات [illegible]

صلی الله علیه وسلم پیدا آید [illegible]

بهره مند [illegible] ایشان [illegible]

که [illegible]

طریق باطنی [illegible] استتار

[illegible] کشف الکمال الاولیا محققین در اسرار [illegible]

الی [illegible] فی [illegible] چون این تحقیق معلوم شد [illegible] اختلاف

نظر [illegible] قول [illegible] آن بر صراط مستقیم [illegible] چنین

ولی کامل مکمل که [illegible] تعلیم [illegible] کاینات و احاطت [illegible]

شده [illegible] مناسبت [illegible]

بقیاس [illegible] ظاهر [illegible] استعداد که قابلیت [illegible] اراده ازلی

او تعالی داشته باشند اگر [illegible] انوار [illegible]

محجوب مانند

محجوب ... و بسبب نور بصیرت ایشان نماید لایق بلکه واجب تر چون

نمی بیند که ستار حقیقی هرگاه بحسب عار مصدر در حین حیات آن قاصد آن

حق نجشند بر حق ستر قول ایشان کرده باشد بعد وفات ایشان کسانیکه

مناسبت استعدادی با شیخ از تابعان مقلدان داشته باشند اگر متابعت

ایشان درین مسئله اختیار نکنند پیش برهان سعادت لائح از کسی

که متابعت قول محقق کشف انچنین نادر العصری تردد بر کرده و قول طرف

ثانی را از اقوال مختلفه فهمید برای ادب ... بیابی تمسک جسته در نماز جمعه

چهار کانی به ... بطور تطوع پس از ... باسی ادا نموده این چهار

کانی در مثل چهار کانی عوام است بلکه عند او شان مستلزم ثواب است

... ایشان با ظنیان تلقی برای استتار قول آن بادب ... دراین

ادب ... که گفتیم برای ... عوام است و الا متابعت قول متحقق کشفی

... انفرادن اهل حق ... و محض ادب حقیقی از آن

... [illegible] فضل الله ... مکتوب ... در رسالت

... فضلی ... باشد احقر عبد النبی سعادت ...

... [illegible] اللهم اجعل الاقرب ... الا ...

لان اشرف الملائکة والفضل الانسان بعد سلام فقیرانه معروض میدارد
که سعادتمند میان غلام رسول حامل لطیفه امنیه آن بلاد و رای آنکه استخاره
نماید داخل طریق حسنیه نموده مشرف از سلسلهٔ ذات آگاه ساخته داخل [illegible]
تسمیه بسر حق تعالی سعادتمندش گردانیدند باید که در صحبت خودش ترتیب کنند
تا لذت این راه یابد انشاء الله تعالی بعد تمام این ماه بمنی و اهل شاید مطلع
میسازند در جمیع یاران احوال پریشان باشند والسلام والاکرام مکتوب سی و چهارم
بشریف ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر
ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن
خلقنا تفضیلا مکرم و مشرف باشند نیازمند عبد النبی اسعد از دعای
بیان و توجه مربیانه بعد سلام فقیرانه معروض دارد چون بمدت چند ماه است
که ملاقات آن عزیز نشده اگر فرصت وقت دست دهد این عاجز را دلی
تسکین الحال [illegible] تعالی
دستها [illegible] حلوا که از خزینه [illegible]
[illegible]
[illegible]

ظهور از ابد ابتصاله دیگر [illegible] را [illegible] از [illegible]

ساربدگان سر در راه ای الله [illegible] بار [illegible]

[illegible] بوده [illegible]

تا بشمار [illegible] امین بوده [illegible] لیلم [illegible]

[illegible] از [illegible]

[illegible] یاران [illegible]

[illegible] الدنیا [illegible]

[illegible] مکتوب سی و پنجم باشرف الاخوان محمد [illegible]

[illegible] زمان [illegible]

[illegible] احسن [illegible]

[illegible] شاه اینج [illegible]

[illegible] رزق [illegible]

[illegible] مرت [illegible]

[illegible] واثق

[illegible] عجب [illegible] رشته کار [illegible]

بی‌پرده محکم شده اما کار بسیار بیشتر است تا زمانی که حیات باقی است امیدوار
ترقی باشند و این ترقی نه از تشبیه بسوی تنزیه است لایق ترقی در تنزیه است
مرد باشند و بسیار آفاقی بیند اشته بجوی نخرند و چون سعادت شعار میان علی محمد
در اینجا هستند و از اسم دار رسیده بردند باید که از ترقی و اثبات تعلیم فرمایند
و از وعظ و نصیحت دار و معنی تواند زیادتی بهره‌مند می‌نموده باشند و حکم کوبات
و حکم گوئی یاران خود را تعلیم نموده باشند و این عاجز را گاهی یاد نموده باشند
و فقر را لازم ذات خود فهمند و از طلب فقر قوابع را تحریر میکرده باشند ما شیر
شما مقبولان این حضرت نیز در سلسله مقبولان محشور گردید و السلام علی من
اتبع الهدی مکتوب سی‌وششم بحضرت اشرف محمد الله تعالی اسلام بدارند
و باشند ... تحقیق بدانند اصلی طلبی در اثبات مرتبه شما ...
اما غایت این همه مراتب مرقومه مقدمه داخل دایره احص است و حقیقه مرتبه ولایت
و نبوت انبیاء علیهم السلام ... بشر ... موقوف ...
که معطا است به بشارات ... اهتمام احتیاط دارند
... واسطه دوم ... واسطه ... یکی از واسطه تعلیم
که ... الحجاب است دوم واسطه حاصل رفع الحجاب است چون در سالک
مشاهده

متابعت آنحضرت علیه السلام بنور تعلیم جسمانی و روحانی اولیا و انبیا
استعداد ذاتی او قوت و وسعت پیدا می کند و قابلیت به تعلیم علم لدنی
او تعالی او دریابد عاجز است که از الله تعالی بواسطه تعلیم جسمانی و روحانی
استفاده دوام نماید اما بدو شرط یکی آنکه جمیع اوقات از تعلیم روحانی فارغ نشود اگرچه
[illegible] هیچ وقتی از اوقات
قطع شده است و هر که اطلاع آن قابل شود علامت عدم قرب و [illegible] است
است بحال الله تعالی [illegible] مطلق کمال [illegible]
معامله بالعکس است قابل شدن [illegible]
والسلام [illegible] السلام علیکم و علی من لدیکم اجمالا و تفصیلا الفا
مکتوب سی و هفتم بمحمد اشرف صوفی [illegible] بسم الله الرحمن الرحیم
ولدی [illegible] فهو لیس لدی السلام
علیکم عن الانام [illegible] تفهیم عبارات که مرقوم بود اگرچه
[illegible] بخشش است اما داخل اسراف است معانی این را اجمالا یا مفصلا
در صفحه [illegible] عمل شبنه [illegible]
مشتاق [illegible] مکتوب سی و هشتم بمیان محمد اشرف [illegible] السلام علیکم و رحمة الله

و برکات سعادت تشرف اند در نصیب اشرف باد و از باد غرور بباد غرور

محفوظ و مسرور اگرچه مسافت درمیان است اما حسب جانان در جهان قرب

و یگانگیست بقید صورت ضرر ندارد در محبت نقصان نیارد در گوش شنید

تا جام محبت بنوشند قطعه تو از نشئه دلی اگر چه کنی جانانه بپرسی گرد

تو نیز برخیز [illegible] که دوستی برخیزد [illegible] دوستی بره روی برخیزد

خوش جانانه محبت بنیاد را از حقیقت صدق که جامع فنا و بقا حقیقی است

بهره‌ور سازد و تعلیق بود مطلوب [illegible] اعزیز را مضمحل و معدوم گرداند

از ننگ ناموس دنیوی خلعت [illegible] نیکی [illegible] بپوشاند [illegible]

بیت از ننگ چه پرسی که مرا نام ز ننگ است [illegible] از نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام

است [illegible] متعلقان ظاهری و باطنی ایشان را بایشان متعلق گرداند

که چون دو دل متفق شوند کوه را بشکست دهند [illegible] نامی را نام

و [illegible] دم از شما جدا اند در حال [illegible] المآل [illegible] اتفاق

ندارند ذات او تعالی حتی که از خودی خود هم بگذرند [illegible] غرضی

مرادی را در میان ندارند در محبت او تا محبت ذاتی متحقق شود و در زمره

خود واقعه او قوم فرموده بودند خوب است الحمد لله شکر خدا بجا آرند

که بزرگان این نسبت رحمت بی شمار حاصل نموده اند درین خاندان
عوض می بایست که اعتقاد راسخ بر سیر و متابعت سنت سنیه
میباید اگرچه از ریاضت و مجاهده کار کمالی رسیده در گذشته اند اما ریاضتی
که به متابعت سنت نبوی بر وقوع آید ایام الریاضات است چه نویسم بخدا سپردم
بخدا سپردم بخدا سپردم امیدوارم که حق سبحانه برکت شما جوانان صادقین
خاطر جمع کار در امور ترت نصیب کنند و سعادتمندی درخورده انتفاع حال
این نسبت گردانند کشش خوب خواه دعا می در نظر می آید لهذا تشنیع هم کامل ترمی
باید والسلام مکتوب بیست نهم بنام میان محمد اشرف قلمی گردید
باکسی حمایه تفویض کار و بار محبان نزدیک و دور بحضرت جل جانب
تفویض مشیت همه ظهور اوست بل مظاهر مفصله خود ظاهر و حاکم اوست بعد
سلام نیز از احقر دعاگویان عبدالنبی اشرف محبان مطالعه فرمایند
چون مدت گذشته از خبر العزیز سمع جسدی و روحی بهره سعادت حاصل
نکرده بنا بران در عین وقت کتابت چشم پرآبی و قلب پر درد و خرابی بود
حق تعالی این عاجز را از لقای آنعزیزان پرنور ترقی خاص عطا فرماید
توقع آنکه در ترددات کسب چنان باید نشوند که خط عبدیت ز رخت بربندند

بیت ایما لمب یاران احرذی باشند کہ بمصلحتی اختیار نمند

انتشار خود را اربع دارند دار الاسلام و علی موہند یکم انقا مکتوب معلم

بمیان محمد اشرف اشرف القوم اتقیہم اخوی مشفقی بعد سلام مطالعہ فرمایند

میان یکمل با برادر خورد خود بموذ ہند اگر چہ ابیات بر وقت ایام

تشریف خواہند فرمود اوقات را بتضرع برند و غرلشیہ نجد مسنجا حیب

میان برادر فاضل خود در جواب خط نوشتہ بشد کہ در ہند و فاتحہ خیر خوانا بند

انقا مکتوب جیل یکم بمیان محمد اشرف ذدہ الصدق آمین الآدب

دنین دان بیال و سبع الف الہ ... اہل ادصاد و دور

ادیرچہ این عاجز الغرض قطعہ و اہم زنو تو د دنیا تسی با حق باشیم

زخود تر اشی ہر کردہ زان طریق است ہست کہ را زد مرفرا

است عزیز رانجا آماده دست اما مرکہ اکوی نایاب در انجا اکر بقیمت

ہم در در سلام در ال لا علیکم منی ... اہل غیر حقیقت در

بین سنت با خنہ کہ ہنہ ... ناد لقا است بودی انی تشکر

از خود ... ہور شد ... انی از ... و حویلہ غیبہ و لتعا ددود

و بصیرت بی نکاہ بی تادل دیگر خیری دیگر مشہود نماند و داد الت انیم ترتبہ را

ایمان او

ایشان او امر را اجتناب از نواهی است بلکه ارتکاب امور مباحه هم دینی است
نزد این طائفه حسنات الابرار سیئات المقربین مشهور است بارکت باشند
تا بیست روز از جا بجنبند بعد از آن اختیار دارند مکتوب چهل و دوم بمیان محمد اشرف
صدور یافته بمشابعت اشرف العرب افضل العجم نواخته باشند
تمام ... از مطالعه نمایند چون مدت مدید از ملاقات مهجوری دیده
... راه یابند حقوق دینیه بخدمت متعلقان یابند اگر قوت اخلاص را
رهبر نمایند قلیل و کثیر بصحبت شریف مشرف سازند زهی سعادت اگر نصیبی ازلی
... مکتوب چهل و سوم بمیان محمد اشرف صدور یافت
... تا دیگر اوقات را در صحبت اهل هوا که نشود
برباد ندهند هر از ذکر معبود نینهمند اگرچه ذکر متلبس باشند جمیع اوقات
... درین عمل نمایند ... آگاه باشند تا فرصت هیچ فعلی بر مرکز سرا بنا بند
اگرچه ... عرفان با ... باشند مگر تنبهم اگرچه اظهار نعمت حد اللعطیه
... غریزه ... ارشود ... فرصت دیگر است که لا تفرح
ان الله لا یحب ... فرموده و حمد دیگر است زیرا که قل الحمد لله
فرموده باید که درین ارتکاب امری از امور باطن از حقیقت خنوع که آن حقیقت

فنا هست غافل نشوند ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء برکم از خصوصیت

طریقه احسنیه برای جدای نفس از قلب است اگر این نیست نفس از

جدا نیست در هر فعل بهره خواهد گرفت بهدیکم ربکم الله الیکم مکتوب چهل چهارم

بیان محمد اشرف الاخوان بجوع بعضی دعریان حسدی و والا کید را

بود در سیری و بیشتر بخشی و آب دهی توابع من

رقعه مشفقانه در باب برخوردار کمل که امیر تسلیت

بروم بود که این دانه و اگاه طور ... تمام

یاد کرد گویا بیشتر و سیری محبوب آن خلاص است

والتسلیم الیکم تا بیان ... کمل ... خانم

برخوردار احضرت پیغمبر ما صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم چون

از ... درج ... بر همه پیغمبران علیهم الصلوات والتسلیمات اند

... این ... مراتب باشند و چون توابع ... کار ... باشد

باشد یا فعلی جوع بسوی ... می باید خواه رجوع جهالی که

اختیاری دارد و خواه رجوع ... که تعلق بفعل اضطراری دارد

ادراج را اگر چه مرتبه تکلیف شرعی ... برای ...

سر آن آل علیه الصلوة والسلام ... اعز ... بکم ... بعدیکم ... بکم ... الیکم ... و ...

ورود ... سید المرسلین علیه الصلوة والسلام

حضرت روح که رویست این مرتبه متبوع زان معلم اند محتاج بعلم نباید
اینمعنی چون پس است خبر دهنده و معلم خبر دهنده نبی بمعنی است
مقدمه بود فرموده که ظهور نبی هر اجسام عالم در آمد درست ارواح عالم در
فراغت صرف است انسان حقیقة کل تعلیم ست و منشا است ... ان ... ظهور
دو جمع پس میآیند بلیات فصل درین ... در ...
تکمیل و محمد میان سوال ششم ... تمهیدی ... والسلام آمد ... در یک ...
افعال ... تعلیم بماند ... بر ... فیض باب ...
فیه کرده عو ایفاء تعلیم انکه مما ... افعال از ...
ملامت نفس تعلیم آمده وقوع بو جز از عاجز که ... امور بعض ...
حفظ تعلیم ابد از ملامت از دو گردد منتقش دل ... لوح بر ...
ادای ذلک مع است مشایخ اکابر قول الحال حفظ بعض ... اوقات
کلام و طعام قلت تعلیم الله ... الدین ... خدمت ... حقوق واجب
ترتیب و فارج در انها ... نتایج بر ترغیب و آید ... نوع ... و
تفرقه اگر و کند صرف چگونه جمعیت را اوقات تعلیم انها بر افزونی
است غرابت بهتر راه متوسط و مبتدی تعلیم چگونه جلس ... علا ... واقع ... زان

یا بآنکه گاهی جلوت هم تعلیم اصحاب بی قدرت به مناسبه
یا نه نکتو جمیل منقسم سبان نکند غرض من بدوام آگاهی از حسابات معبود
و فنا نفس که هیچ از دل بدو تعلق دارد نیست فنا کلی
کی حریم وصل را محرم نبوی الاعزمیت آنکه وقت و مجف
گیرد کما قال الله سبحانه رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله
خطره ظهوری یا ظهورات مطلع نموده در دفع آن
خواهد اگر مبتدی و متوسط را خلوت سپردانند
احتساب بزبان یا به عار دخول از دل هرگاه
یابی درود شود نسبت که نبود
چیست شاید خطوات و قد رخصت
الی الله سبحانه بالله تنزه عن التعلق
صلی الله علیه وسلم قال انه لیغان علی قلبی فاستغفر الله
مرة علی اختلاف الروایة سوال الله
رضا به مخدوم را کاسته برای خدای که حضرت
مظهر کمالات ذاتی و صفاتی آفریده

اندازند اگر از ازل محروم است چاره ندارد و هر چه رضا جزاکم الله فی

الدارین خیرا جواب محروم مستند معمور آید اما چون کل شیء عنده بمقدار

عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال قول سبحانه است بر قدر او سبحانه

تعالی در هر زمانی ظهوری دارد شاکر و صابر باید بود یعنی در وقت آنچه

مقدار رسیده بران شاکر گردد و آنچه بر اوقات آینده موقوف است ظهور آن را

صابر باید بود و شک از خواطر [illegible] بیت عافاکم الله سبحانه [illegible]

یافته بخاطر جمع بکار کمال و تکمیل مشغول باشند و جنس [illegible] کنند

والسلام مکتوب چهل و هشتم در [illegible] طالب [illegible] محمد [illegible]

آنان که خاک را بنظر کیمیا کنند قطعه آیا بود که گوشه چشمی بما کنند [illegible]

و اگر [illegible] را [illegible] سنگ [illegible] نظم [illegible]

خاک [illegible] کل [illegible]

[illegible] برخرابی [illegible]

بقا [illegible] شاید عزیز من خاک [illegible] و گر خاک [illegible]

[illegible] کیمیا [illegible] حقیقت [illegible] اما فضیلت [illegible]

و از خاک [illegible] بلکه [illegible] و اصلی لطیف است

که در مرتبهٔ نور اول از همه قابلیات لانهایات اخلص و اشبع آن مرتبه است

و خاصه خلاصهٔ البشر و جمیع تابعان از صفت ایشان است و مظهر جامع

و اجمع صفت الوجود واجبی است و مراد از خاک شدن باصل پیوستن

است و ادنی برهان پیوستگی باصل قطع نسبت و اضافات از خود

دانستن و انتساب همه بتفضل کمالات صفاتیه ذاتیه او تعالی جل و علا در پردهٔ محبوبی

است چون چنین شد فنا اتم حاصل آید بسبب تشنگی که داشتنا از برای

جاودستی همه از دست عزیز من اگرچه در صورت این دو بیت بحسب ظاهر

کمال مینماید اما بنا فرقانی بنگر که معامله بکی نیست و کار برای این است

استعاره ضروری حق سبحانه حقیقت کمالی میسر آرد تا حسد تا از یکه

پیشانی مشعر از انست هر روز تا چند نویسم کاغذ کوتاه و وای

قلم بی انتها والسلام والاکرام دیگر بهتر آنست که اگر توانند نماز جمعه در شهر

میسر آید والا در مسجد قصبه بشما کنجایش ثانی داشته باشد باذن قاضی

برای شرط مصریت کافیست مکتوب چهل و نهم بمیان الهداد که میرامن

دعوای ... نوشته بودند و کماله برای خادمان حضرت شیخ سلمه ربه ارسال نموده اند

الله سبحانه و تعالی تقوی شعار خدا داد میان الهداد را از همه

کسنه که تقوی

... یاست و تجرید صوری که در عالم دنی ضد ولایتست
... جذبه نورانی که عبارت از حقیقت تجرید و تفرید است
... مختص اند بنام اخواص و اخص الخواص را ازان نصیب است
و ... ازینها ... یزدی تجرید و جاذبه عصمت غیلا نموده
... اشعار ... حقیقت کلمه بایی نفس برکت
... ده ... از جنس کثرت بنور وحدت متصف ساخته
... محبوب و معشوق اند نزد ... گردانند و از لفظ و معنی
... بر ظلوم حقیقت ... کیفیت دورای جهات ... بنمره
... همه وقت بالاوقات با ستیعات کامل باطن نفر نزر را توجه تام
... و هر ذره را از ذرات کاینات بنظر دلی غیر ظهورات
... ذاتیه سبحانه نشکرانا دمانستر تیت اصلی بکلی مرتفع شود
... تنای هم حاصل آید نه از تو نامی ماند نه نشانی هر چه بیانند از آنجناب
و هر چه دانند از آنحضرت ... توجه ماند و توجه و متوجه در رنگ
... بیچون ماند بلکه از برتر ترقی در ترقی دست دهد و حدا اصلی و تخلیص
... در ... از آنچه ماند ... سالک وصول مقام شود

همه کمال که مرد عزیز من از صحبت اهل الله [illegible] بدست [illegible] خصوصاً مشکلات

[illegible] را [illegible] شمار [illegible] در صورت [illegible] و [illegible] انداز

[illegible] قابل [illegible] آخره که قبله [illegible] جمعیت [illegible]

ملکه [illegible] شود [illegible] از آن [illegible]

و از مرض [illegible] خستند [illegible] جمعیت [illegible] که [illegible]

[illegible] عزیز من [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نبود خود می گذارد

[illegible] ذکر [illegible] لقمه [illegible]

بجا [illegible] حضرت [illegible] دیده شود و در [illegible] ساعت و روز و ماه و سال در نظر بیاید

... است بلکه همت عالی باید گماشت و تمام عمر را یکساعت در جنب مقصود

... ها انگاشته در مراقبه و مجاهده باید کوشید اگر بعد از عمر هزار ساله جمعیت منزل

... دست دهد غنیمت است از عنایات و گویا در ساعتی به کعبهٔ مقصود رسیده شد

بر احوال و حکایات اولیاء الله نظر کنند که حصول کمالات بایشان بعد قرنها

در ایام ... نسبت ... چند از خطرات در بعض زیاده و هجوم نماید مگر همت زیاده باید

و ترک نباید کرد به فضل خدا در حق ساعتی ضرر ندارند بلکه سود مند اند توجه بر نقش

معظم اسم ذاتی بکمال همت باید گماشت و نفی و اثبات اگر زیادات

باید کوشید تا خس و خاشاک خواطر سوخته گردد اولیا را طاقت داده اند که در دماغ

از کعبهٔ مقصود منقطع سازند و به مقصود اصلی رسانند اما چون سنة الله تعالی

در حق حبیب بعض مخلوقات که انبیا اند علیهم السلام نیز بتدریج واقع است

ازین طایفه که توابع اند نیز مشقت و محنت زیاده میخواهند و این مشقت که در دفع

دشمن روی نماید فی الحقیقة بعاشقان راحت و لذت است علیکم بما امرتم والسلام

علی من لدیکم و درود حضرت جیو اگر جمعیت دهد بهتر است که بعد نماز تهجد

میخوانند بالحاح و بنده بی اگر گاهی آنوقت میسر نیاید بعد اشراق و غیر ذلک میخوانده باشند

مکتوب پنجاه یکم بمیان محمد صادق صدور یافت

اللهم اعطنی ایمانا صادقا و یقینا لیس بعده الکفر حق سبحانه تعالی با یمانی و یقینی
مشرف کرده اند که بعد از کفر نباشد بس که یقینی که متیقن در قید اوست بکمال نرسیده
و بعد آن تتمه کفر است باید از آن طالب ترقی بود و عروج نمود یقینی که بان تلقین
نموده ایم یقین نهایت است که رسول خدا در حدیث از آن خبر رسیده صلی الله علیه و سلم
الغرض که هر مرتبه را که مقید به یقین می یابید در قید یقین است در نفی آن دریغ
نفرمایند و از قطع آن در غم نباشند حتی که یقین یابند بر متیقن غیر معید و غیر
امتیاز مدرک الغرض چون حسین امتیاز را تمام عطا فرموده اند حمد او تعالی ادا نموده
و امیدوار ترقیات باشند و حقیقت حمد این که آنچه لایق نیست در نفی
آن مجاهده و تبلیغ فرمایند که مرتبه جامع حق و ذهب اهل طریق است والسلام والاکرام
مکتوب نود و دوم بمیان محمد قایم ساکن ... بصوب ... لو الهوس کرا ... عنقت ... در
... که ... بنت ... دیگر است ... کار ... شنیده اند
که ... هم قدس ... چه کمالی ... و درات ... موس
چه مصفا ... و موس ... و منمایند قطع علایق را میل ... جو ...
خواهند بلکه در عین گرفتاری ها سوای حق وصول در جایی که موقوف ... ترک
ماسوا هستند می جویند آری محبتی که از سر وهم است قوت وهمی دارد و قوت وهمی
غالب است

غالبست بر تعلقات نفسانی میسر نیست   عزیز من این بیچاره هیچمدان ظالم
جاهل قابل مدحی که در رقیمهٔ ایشان مرقوم است نیست بل واسد هیچ نیست
هیچ نیست با وجود هیچمدانی خویش متوسلی و متصرفی نمیخواهد اگر صادق که طلب
حق داشته باشد وجود را فانی فانی در راه حق یافته قبض را از فنا قابلیت استعداد
خود داند و بسط را از نور توجه مرشد کامل محجوب مرئی در ریاضت و مجاهده که محکم
بسته باشد که اگر نصیب او در حین حیات مرشد میسر گردد فبها و الا آخر چون
مراتب است در زمرهٔ طالبان و مجاهدان محشور گردم و اگر طالبی باین همت بالغه
یافته شود درین چه بهتر که زمین باطن او بآب شفقت و مرحمت تازه و سیراب داشته شود
و امانتی که از عزیزان بخود رسیده باو رسانیده آید عزیز من تکلیف این امر بسیار کن داده
اما چون استعداد اکثر ناقص یافته را تافته السلام علیکم و علی کل من لدیکم مکتوب
پنجاه سیوم باخوی حافظ عیسی کیتهوی میان حافظ عیسی از عرفان حقیقی بهره‌ور باشند
مرقوم بود که در حدیث قدسی واقع است کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق لاعرف ازین حدیث معلوم میشود که مقصود از خلقت عالم معرفت
حق سبحانه است لیکن این معنی در حق کسی که معرفت نصیب او نیست نیز درست است در حق غیر او چگونه
باشد سعادت اطوار معرفت بر دو مرتبه است معرفت اختیاری و معرفت اضطراری

بهر فردی از مخلوقات در عین بدو خلقت او حاصل است چنانچه آیه کریمه
یسبح لله ما فی السموات و ما فی الارض مشعر این معنی است و معرفت اختیاری
بر دو مرتبه است معرفت عام و معرفت خاص و در معرفت عام جمیع انسانات
ذو عقل مشترک اند و درین معرفت عام کفره نیز داخل اند اگرچه بسبب آنکه به انبیا
علیهم السلام منکر دیده اند بهره از قبول ندارند چنانچه در آیه کریمه واقع است
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اما مقصود
از خلقت چون معرفت الله سبحانه است قبول باشد یا نباشد سوال
وارد نشد و معرفت خاص بر دو مرتبه است خاص و اخص معرفت خاص آنکه
بعد معرفت توحید ذات و صفات قبول جمیع احکام شرعیه بلا تفاوت
و بلا ریب باشد اتیان اوامر و اجتناب نواهی باشد یا نباشد این معرفت
نصیب مومنین عام است و معرفت اخص نصیب کسانی است که با وجود تقید جمیع احکام
شرعیه اتیان و اجتناب باد عطا فرموده اند این جماعه مخصوص است باسامی
انبیا علیهم السلام و اولیا قدس اسرارهم ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء
والله ذو الفضل العظیم مکتوب نجابه بنام عزیزی صداقت نسبت سعادت شعار آنچه مرقوم
بود که هرگاه روح بهمه جسد محیط باشد پس نسبت افعال که بسوی جسد مینمایند

دو حال

وجه آن چیست جواب هر فعلی که در صورت بوقوع می آید خواه حرکت
و سکون خواه مشی خواه قیام چون در ظاهر صریح بجسد تعلق دارد معامله
روح اگرچه غالبست اما مخفی است لهذا صورت حال را از نسبت افعال
بسوی جسد چاره نیست لیکن نسبت قیام جمیع افعال جاری بسوی روح
است پس بعد سلوک چون از جسم غبی کشوده میشود این نسبت را بسوی
روح می یابد ملک چون از ترقی می آید این نسبت افعال از روح برخود بسته
بطرف فاعل حقیقی الله سبحانه متحقق میشود در روح بیچون نیست ملک
بیچون نماست مجهول الکیف است پس فی الحقیقة کیفیت چون دارد
لهذا درمیان بیچون حقیقی که معدوم الکیف است و درمیان بیچون نما که مجهول
الکیف است فرق هویداست که هر که چون دارد اگرچه مجهول است در مرتبه
تقید است در مرتبه تقید حادث و محتاج است بالذات لهذا رب الارباب
در آیه کریمه والذین کفروا اولیاءهم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات
نسبت اخراج کفار بسوی ظلمات بطاغوت کرده است فعل بسوی سبب
چون طاغوت سبب ظلمات کفار شده اند لهذا نسبت فعل بطرف طاغوت
فرموده اند فی الحقیقة نسبت اخراج کفار از نور بصفت قهریه الله سبحانه است

که طاغوت بسبب آن شده اند و چون معرفت عام که بکفار نصیب ست از ظهور
صفت قهریه است بس لاجرم کفار از ولایت حق محروم اند زیرا که ولایت
حق نصیب اهل معرفت خاص ست که مظهر صفات لطیفه ست مظاهر قهریه
با ولایت حق چه کار ظهور صفات قهریه اقتضا ظهور تسخط بر مظهر دارد نه اقتدار
ولایت حق و ولایت حق از ظهور صفات لطیفه ست فلا نصیب الکفار
من الولایة الحقیقة نبوی ولایت طاغوت کما ورد فی آیة الکریمة
والسلام مکتوب نجاه و پنجم بعزیزی رسیده در بیان صدد و نهایت بسم الله الرحمن الرحیم
بعد سلام فقیر از مطالعه فرمایند بدایت کار سالک از لذت یافتن از ذکر
الله سبحانه ست و نهایت کار او مشاهده مذکور و این مرتبه در نهایت مصطفی
صوفیه وجودیه است اما بدایت کار در ولایت اخص که ولایت علمای ست
طلب نایافت مطلوب و مذکور ست و نهایت آن حصول نایافت و اگر از این
هم سالک ترقی کند بدایت بعلم حضوری ست و نهایت او حضور در حضور حضور
علمی وسط این مرتبه هست و این ترتیب مراتب جزء در ولایت خاص الخواص
دست میدهد معینیت بدایت و وسط و نهایت ذلک فضل الله یؤتیه من
این تحقیق مراتب سه ولایت که در ینجا مذکور شده است مراتب تحقیق

و اصطلاح حضرت پیر دستگیر نوری است قدس الله سرهم و این مجمل را تفصیلی
است که شرح طویل می طلبد و فرق در ولایت خاصه و اخص و خاص الخواص
اینست که در خاصه نسبت تذکر مطلوب موجود و در اخص یافت مفقود
و غیر معدوم و در خاص الخواص حقیقت نایافت موجود و نفس یافت
معدوم و حق نهایت این مرتبه متحقق و ظاهر است پس نسبت مرتبه ولایت
خاصه که معبر بعلم است حجاب اکبر است که در ربط لذت شهود سالک
محتجب از حقیقت مطلوب است و بعد ترقی ازین مرتبه حجاب مسلوب
اما از نظر کی نایافت مطلوب که در مرتبه اخص مطلوب است نیز علمی است
که حجاب است مرتبه حقیقت نایافت را که سالک بلذت نایافت محتجب
از وقتیست چون درین هر دو مرتبه علم حصولیست لاچار حجاب است مرتبه علم
حضوری را و بعد ازین دو مرتبه مرتبه خاص الخواص چونکه اهل آن بهره مند
از علم حضوری است لاچار از حجاب منزه و دور است پس درین مرتبه
اخیر چون حقیقت ایمان بالغیب رسیده و هر مومن علم مومن به ایمان بالغیب
درو شده است پس گویا در عین انتها باین مناسبت رجوع به بدایت نموده
[illegible] بالغیب همچو مومن عام ظاهر شده و نیز رجوع الی البدایت بمعنی

اگر چنانچه در ابتدا از تعلق تعلقات متشتتی بود و در وسط تعلق را قطع نموده
بنسیان ما سوی الله پرداخته بعد النهایه ترمیم از متعلقات مذکوره تعلقی پیدا
کرده که بیان این تعلق در مرتبه ثالث است ولیکن اگر مراد از معرفت و توحید
توحید و معرفت متصوفه است که خاصه ولایت خاصه است دامن معرفت
انبیا علیهم الصلوات و السلام از غبار این معرفت دور و بعید است
زیرا که آن معرفت و توحید صوفیه خیال و وهم است در مرتبه ولایت
این جماعه عالیشان علیهم الصلوات و التسلیمات این کمالات [illegible]
وهم و خیال است که ناظر مغلوب الحال اشیا را با آن معدوم می پندارد
و نیست می جود [illegible] با قدرت الله [illegible] معدوم شده
آن هم موجود [illegible] وجود کمال که حضرت انبیا را در مرتبه حضور
در حضور نیست چون [illegible] الله سبحانه [illegible] و مراد از ترقی
[illegible] ترقیات [illegible] چنانچه مرده است
که حضرت رسول برحق صلی الله علیه و سلم [illegible]
و این ترقی [illegible] شهود و حضور را از تشبیه منزه [illegible] که خطبه
بیان [illegible] است [illegible]

چه خواندن پس ظلوماً جهولاً که از ولایت خاصه است دیگر است و در مرتبهٔ اخص
و خاص الخواص دیگر هر یکی به نسبت ما تحت خود مدح و به نسبت فوق خود
مذمت است این تیر اشارت است به نسبت سالکی که عدم بیان آن ابی سالک راه
آن مراتب که بیان کردیم خواه حصول تعلیم و تربیت معانی باشد یا جسمانی
اگر برای تمام شدن مراتب تعلیم مرشد مکمل در کار است بعد وفات او
روحانی باشد یا در حال حیات و تعلیم جسمانی است و مع ذلک الله سبحانه قادر
اگر بالعکس ظاهر کند اما سنت غالب همین طور است که ذکر رفت پس باید فهمید
که طلب در ابتدا در دست بنده و در وسط عشق و در انتها این ابتدا حقیقی
خیالی نمی‌شود زیرا که از انتها حقیقی است عشق قاصر معامله اینجا و ورای عشق نیاید
و فاخر هم پس چنانچه از کتب ایشان عشق آن مرتبه حقیقی برتر است نیز از این اصطلاح
که طالب فانی گردد یا مطلوب پس رفیع الشان است که مرتبهٔ حقیقی مرتبه
است که در اینجا حقیقت نفس الامری جلوه گر شده ناظر را در این مرتبه
اختیاری نماند که در نفی و ثبوت آن مختار باشد آری اختیار تا آن ثبوت
که مثبت به نسبت وهم و خیال باشد و این مرتبه متعالیست که حقیقت جلوه
که خفته را در اینجا قدم گاهی نمانده است و عهد ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء

هر که را خواهد باین نوازد فایده هر نوری که در حیطه خیال آید مخلوقست قابل
نفی است یعنی نفی هر نور محسوس و متمثلات در دایره مخلوق باید کرد بس
هر لطیفه خواه در عالم خیال متمثل شده بسرخی یا زردی یا سفیدی نماید خواه بغیر رنگ
محسوس و مشهود گردد علامت صفا و تزکیه آن لطیفه است اگر سالک
بآن رنگ نایج و آن را شهود خود داند خود باشد من سلک نفس سالک نظر بطریقه
احمدیه مبتدی خواه متوسط آن باشد که بجز ذات بی کیف حقیقی [illegible]
شود غیر را جای نباشد هرچه محسوس شود قابل نفی باید فهمید خواه محسوس
خیالی باشد خواه محسوس ظاهر چنانچه بصر و سمع از نجاست که غیر
بمضمون یقین ذات بیکیف باشد و مضمون [illegible] از [illegible]
بیکیف باید فهمید همچنین اگر نور لطایف متمثل شود وسیله ترقی باید فهمید
نه که عین مقصود باید دانست و ذلک الله سبحانه [illegible]

سوال اگر ده اند عبارت [illegible] نوشته آمد اول عبارت
[illegible] بعد جواب نویسم [illegible] لطایف [illegible]
[illegible] باید که در ابتدای کار غالب بر ظلمات جسدی باشند حال آنکه
مغلوب و مخفی اند در ظلمات عنصری غالب می باشند بعد سلوک و مشقت غلبه و انجلا
پیدا میکنند

پیدا میکنند و به این جهت شراب هر مرتبه مطبوع جان ارواح وجه لقاب
چون بعضی عفو نشید شود بالفعل حکم جنت میگردد و از خصوصیت نورانی
خفا پیدا می کنند و درین حکمت الهی هست ایشان بعد تمام مراتب سلوک را
نهایت سیر خود نمیشمرده اند بر ترتیب سلوک بطور جذبه غیبی مرکب را
ازین لطافت منغمسه وارثیه ظلمانیت بر آورده بخصوصیت اصلی که نورانیت و صفات است
رحمانیت بهره ور مینموده بخشند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء فایده سالک
قبل از تحصیل اسم … میشود تمام وجود او با خطره است در عین خطره محفوظ
با خطره می بود بعد تعمیر اسم ذات باعث نقصان گردد که غیر این اسم دیگر در دل نمیماند حالانکه
سابق هجوم خطره ها گرفته اند در نماز چون محبت اسم ذات داخل خانه
دل شد که در حقیقت دل خانه اسم ذات است خطره ها که بیگانه از خانه دل
گرفته بودند در جستجو اند اگر جذبه بر غلبه نمود خطره ها خارج میشود غلبه گرده
یکبارگی خطره از خانه دل بدر میشود و سالک بقوت جذبه از زحمت خطره
فارغ میشود و اگر جذبه غلبه نکرد کار سالک سلوک افتاد و خطره ها از آمدن
در خانه صحبت خود را منع میکنند سالک را درین وقت مجاهده باید کرد و خطرات را
باید که بقوت محبت اسم ذات از گردن خطرات مضطرب شود و صد

باشد کرده جانب دل که اسم ذات سبحانه را جا کرد و مزاحمت خواطر باز مانی
کرده در مجاهده و محنت کوشد معنی سلوک همین است اگر عسر سالک را
بلکه در دفع خواطر مردانه طور باید کوشید فایده رنگ تلبس در عالم مثال که گاهی
اگر نمایند شرح میشود اما در اول مرتبه سبز از دیگر طور رنگ شرح غالباً منظور نظر
داشته باشد و اگر ذکر غافل کرد و او از پیدا کرد ... رنگ شرح از پیش وقت
موقوف دارد فایده این اسم ذات اگر چه از بحر دقت هست حروف
مخلوق هست اما ذات حقیقی بیتمری را بی ترکیب لفظی انحروف دشوار است
لهذا در عین تکلم این لفظ حادث ... نظر ... و مدلول این اسم دارد
لا اله الا الله محمد الرسول الله را از ماد ... ناگزیر شد از اینجا
لا اله را بر بازوی راست باید آورد و از اینجا کلمه الا الله را کشیده بر قلب ضرب
باید کرد و باید ... تا ... و ... ذکر هم باید رسید است هر چه ازین زیاده وازین بیشتر ... در شروع این ... کرده ... در ...
شود در جا است فایده در عالم مثال آنچه رنگ ... یا شرح یا غیر ازین مقصود است
حصول ... که از رنگ خارج بیرون است از انوار قرار باید داد خیال
اگر ... از ... را هم عبادت است و اگر ذره خیال باشد از قبیل خیالات
... در نوافل خیال ... است و نوری که بجناب الله سبحانه مخصوص و قدیم
است

امور آن بزرگ ... الله ... بنت حیحوره و در رت تا ر نا از ان

لو ... بهره بالی است بار ده ارا ... سید افهم فایده مرکه محو سد

معل ... عذر در نبوغت داخل است بانه ... اسوران محویت وفنا

... ساکم دلان مرتد امور بار حنه شود ... ربه ... اصال دارد

فایده لوکر در شروع ... سیت ... و علم محبت را ... فایده جاز

امور منسیه ... اران احتراز باید کرد که ملامت ... در دل ... ارد ...

... ایه و آیه کرمه ... سو کم العدم ... الذین ...

فایده ... که ... اد ... ا ... ح او ... الر ...

... هم ... در احد ... دالمن ... مکرات الف ... کانت

... ربط یعنی ... گردد ... یعنی ... و عم ماند دیکار ... ا

ما بدله در السان ... مسمه مبحار شده ... حضرت رب الارباب بی لطف

حقیقی برد و مرتبه است ذکر لیست بلباس ... که ... لباس ذکر بلباس

حالت مبتدی و متوسط ... ماد کر بلباس لباس ... نقطه

... ام الدل ... لبا ... حی ... ذکر ... شسته است

مبتدی را ... متوسط والحظ خدا ... سبحانه ... اسم الهادی

[illegible]

نماسش راه را وسط و بعد از صاحب لباس ... در یاد ... دار ... اله ...

باطن بقصاب لیکن ... بن تنزیه بحضور الکاملی از لیکن ... اسما ...

... بشناسد صاحب تنزیه است اگرچه معاینه ... را ... سلسله حاصل

نیافته اما دعا و ... بعید است میان او و اقرانی او را اثر اتسعا

از صاحب لباس ... اری و ... است و مالی از لا الله ... شارع و لی

از اینجا باید فهمید کمال استعداد حضرت نقشبندیه قدس الله سره ... که قبل

از فراغ از ابتدا و توسط در عین اختیار بلیغ ... و ... از ...

عار است صاحب هوشیاری است فطرالله ... الا ... آ ...

اگرچه وصول ضمنی دارد ماکو با ... امر از ... او ... ار دا

این نسبت ترتیب ... اسم الدلیل است و صاحب ... مربی اوست اسم الها

است ... امین را سوء مربی خود که اسم هادی است ... واجد ... دا ...

خوف و اخل است ... فایده آری این خوف ... دارم ... که آ ... الاخوف

علیهم در آخرت ... باید ... واجب ... انکه چون ... ذاتی هر علوم کم

اینکه ... کل شیء هالک الا وجهه متحقق بشد این هالک را عین شیء قدیم کلام ازلی

و لا را است ... بند و اگر گفته شود که امر هالک را اگر ... عدم است ... خیمه

علی ... ۲۰۶

عین می گوید گوییم که نسبت عینیت بی ملاحظه طرفین متحقق نمی شود پس فوقیت
که طرف ثانی در مرتبه عدم نسبت یافت با عینیت او با موجود متحقق گشت پس از وحدت
واحد حقیقی که عین ترکیب باو در عینیت ندارد بعده چه نسبت خاک را با عالم پاک
و خالی نیست غیر حق را می یابد یا نه اگر می یابد پس عینیت هالک با عالم زوال
کذب محض و اگر نمی یابد نسبت عینیت این وقت خلاف قواعد عقل است
فافهم والسلام والاکرام سوال در حدیث قدسی مضغه را اول ذکر کرده اند
و قلب را که لطیفه نور است بعد آن وجه چیست جواب اگر از مرتبه ادنی با علی
سیر نمایند اول ذکر مرتبه ادنی ضرور است و اگر بیان از مرتبه اعلی با دنی اید ذکر
اعلی مقدم الوقوع است سوال هرگاه کیفیت اصل لطیفه معلوم نباشد
و بهره یابی از ظهور معانی و تجلیات آن لطیفه نشد ناظر مضغه و منظور
انوار قلبی که در بعضی مکاتبت نوشته چه طور بود جواب ناظر بود و مرتبه ات
گردد اینها تجانس نظر است چون تجانس در میان نیست وصول این خطرات منظور
ذاتی می گردد و اگر بود سلسله با متشل مشهود است این وصول از وصل اصلی
متصور نمایند سوال حضرت پیر دستگیر فرموده اند النفس یتولد من الروح و الجسد
تحقیق این قول مفصل بیان فرمایند جواب الله سبحانه جسد را از اربع عناصر

مخلوق فرموده و روح را از نور محض خالص بی سایه جدا عز پدید آورده
بحکمت بالغه و بعد نفخ روح در جسد جسد را بحکمت بالغه عالم دنیا
وسیع گردانیده اما تن جسد از روح ممیّز بنهایت لاسیما اقتضای
عنصر خاص ظلمت و کدورت که منشاء کفر و معاصیست و مناسب مرتبه
روح نور و صفا که باعث ایمان و طاعت یکی از این دو مرتبه مجبول شده
خاصه خودست و غرض از تخلیق این هر دو به ترکیب وجود و فعل اختیاری است
و آن موقوف بر هیئت مجموعه اتحاد به ظلمت و نور لهذا بقدرت کامله از جهت
جسد ظلمات عنصری را علو داده از لطافت روح ... نورانی را هم
بخشیده و در مرتبه برزخیت آن هر دو جمع ساخته هیئت مجموعه تحوره از این
آورده و جامع متعلقات ایمان و طاعت و کفر و معاصی گردانیده و از
جمیله مجبوریه برآورده بصفت اختیار موصوف ساخته نفس نام نهاده از ینجا
است که حمل امانت را که در آیه کریمه واقع است قبول کرده امانت آورده
و مظهر کمالات صفات جمالیه و جلالیه گردیده تفعل الله ما یشاء و یختار
چون این تحقیق تفصیل زیاده منجوست بر ضروری اکتفا نموده آمد
جای دیگر انشاء الله تعالی تتمه آن بحسب فهم رکیک بیان نموده خواهد شد

والسلام

والسلام مکتوب بیست و یکم ... بسم الله سبحانه بدانکه ذکر پنج لطیفه
که در عالم امر است واقع است و لطیفه قلب را بهره تمام ولایتی است
از ولایت یعنی ولایت عامه و خاصه و اخص و خاص الخواص و اخص
الخواص لطیفه قلبی در ابتدا و وسط خود بهره یابد از ولایت عامه اولیا
اولیا است که از ولایت خاصه نامند و در نهایت لطیفه قلبی و ابتدای
وسط لطیفه روحی بهره از ولایت خاصه است که از ولایت خاصه انبیا نامند
و در نهایت لطیفه قلبی و ابتدای روحی و ابتدا و وسط لطیفه سری
بهره از کمالات ... است که از ولایت اخص و ... اکابر اولیا
عالم ... و در نهایت لطیفه سری و در ابتدا و وسط لطیفه خفی
بهره از کمالات ولایت انبیا است که از ... عرفان دارند
که ... نامند و در نهایت لطیفه خفی و ابتدا و وسط لطیفه اخفی
بهره از کمالات نبوت است ... حسب استعداد الاولیا و در
نهایت لطیفه اخفی وصول حاصل نشود و این منصب انبیا است
ما را با منصب نبوت ... حسب مراتبهم علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات
مکتوب ... بعزیز چونکه ... شده ... در حیات ...

چون به بیرنگی رنگ کاملی هستی یکی دفعه‌ی دارند آتش دی مراد از بیرنگی ...
اطلاق کنند تعبیر را در آن راه نیست داز زنگ تعدد مظاهر و کثرت تعینات
داز استشدن انعکاس آبگینه‌های متکثره از نور آفتاب وحدت را احد
سو یا موسی کی پیغ تعبیت معیاری مر جامه‌ی دیگر او از زنگ بیرنگ
بر بیرنگی رجوع نهایت بسوی بدایت و گشتنی موسی در فرعون از جدا
تقابل صوری و تعین شخصی بر چیدن نسبت تکلیف از میان بر داشتن
آبگینه‌های مختلف الالوان که موجب نسبت اکثرت اعداد و از شرح میر محمد رضا عفی
عنه فقیر میگوید که انچه مخدومی میر محمد رضا در شرح ابیات مقصود فرموده المصدر
بسیار پاکیزه و زیبا است اما ایمعنی مناسب تشخص فانی مینماید زیراکه
صاحب شمار را اضمحلال ظاهر و مراتب تقید است حتی که علم نشاهم اگر در تشخص
فانی باقی بحال خود شاد حق از ثابت نکرده اند لهذا رسیدن به بیرنگی را
میر مرحومی در شرح ابیات مقید با ضمحلال تعینات از نظر عارف کرده
چه تعین عارف و چه تعین غیر عارف در بمعنی اسو اخفی داد داشتند اول
انکه از استشدن بیرنگی انعکاس آبگینه‌های متکثره از نور آفتاب مراد در ره
اتحاد و نسبت بیرنگی آنکه انچه در آبگینه منعکس است حقیقتش بیان کرده
اما حقیقت

احد [illegible] اگر هیچ ملکف [illegible] گشته [illegible]

[illegible] را [illegible] سد [illegible] ملکی [illegible]

[illegible] تهوی [illegible] [illegible] در [illegible]

وانشان [illegible] سرد [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] سس [illegible] [illegible]

ذات [illegible] سوال [illegible] [illegible]

دیگر [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] اسم [illegible] [illegible] [illegible]

خود [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] انسان [illegible] [illegible]

ازلی و باقی [illegible] [illegible] جمال [illegible]

[illegible] عظمی با وجود [illegible] [illegible] صدف [illegible] و نفس منفصل

[illegible] [illegible] [illegible] ظهور ازلی او با مخالفت چنانچه

لاهو و لاغیره متعالی است و همچنین ظهور ظاهر بر طبق [illegible] وقت

الامر د ط الامر [illegible]

ا [illegible] الا د [illegible] او

[illegible] ا

بنظر عارفان [illegible] بر طرز علم حقیقی بجهت مظهریت کاملهٔ هیچ ظهوری را

با مظاهر دیگر [illegible] ایجاد اشیا [illegible] باقی بهوالکفار راه نیافته

از جهت سریکی بهره در گشته [illegible] رنگ [illegible] داد [illegible] داد

[illegible] بصیرت مان نمی برد این انحصار آن مرتبه [illegible] او با

قصد اسیری [illegible] اقدس و بیرنگیست و این [illegible] در زمست آن [illegible]

هوادار مرتبهٔ اول بیان کرده که فرموده بیت چون که بیرنگی [illegible] رنگیست

رنگ [illegible] الامری اسیر شدن مرتبه [illegible] رنگ [illegible] فرموده

تعالی الله عن ذلک علوا کبیرا کان الله ولم یکن معه شیء الان کما کان

[illegible] که مطلق در [illegible] شود [illegible] سعدات

مجاز او [illegible] اسیری بی تحقیق مخاطب [illegible] معنی ابیات مقصوده

[illegible] باقی می شود که چون [illegible] محجوب [illegible] علم [illegible]

علم مطلق حقیقی مرتبه [illegible] مقیده [illegible] محجوب [illegible]

[illegible] جعفر

[illegible] را ما حضرت [illegible] بلکہ [illegible] [illegible]

[illegible] تنوع [illegible] [illegible] کرداده

[illegible] ترقی [illegible]

[illegible] وجودی باید کہ [illegible] مراتب صفات [illegible]

[illegible]

[illegible]

دیگری است با وجود ظہورات متعدد [illegible] ہیچ ادوی محال [illegible]

تنوع [illegible] رازنہا [illegible]

ثابت [illegible] دیگر [illegible] [illegible] [illegible]

در اینجا [illegible] چون [illegible] لاشریک الحنا

[illegible]

فائدہ باید دانست تجلی بر چہار مرتبہ است آثاری و فعلی

و صفاتی و ذاتی در تجلی آثاری فعل اللہ اگر [illegible] آثار فعل حق مشتمل

آثار فعل خود را آثار فعل حق می یابد و چنین در تجلی فعلی افعال خود را [illegible]

یافتہ افعال خود عین افعال حق می یابد کذلک فی الصفات صفات

خود را صفات حق می یابد و چون بتجلی ذاتی بهره ور شود خود را
دارد در مرات حق یابد بلکه عین ذات حق می یابد و این تفصیل تجلیات بطور منتهی
بمرتبه است در تحقیق منتهیان درین تجلیات بطوری دیگر است کمال الخفی
علی الاطلاق فایده هر تجلی که هست تجلی کمالی از کمالات ذات سبحانه است
اما اگر تجلی برای وجود او صفا است آن تجلی ظهور کمالی از کمالات اسم
نافع و فایض و معطی است و اگر تجلی برای وجود قبض است آن تجلی ظهور
کمالی از کمالات اسم قابض و مانع باشد همچنین بعد ظهور اول از لوازم آن تجلی
وجد و ثنا است و از لوازم ظهور ثانی استغفار و تضرع باید دانست قبض
دلها را بسط لازم است و بسط دلها را قبض لقوت است لیس الکرد بعد
جلوه استغفار و تضرع در و ده مقدمه بسط و صفا است ذلک فضل الله
یوتیه من یشاء و هو [illegible] واجب الوجود ممکن
الوجود واجب الوجود آنکه او بذاته باشد محتاج دیگری نباشد و ممکن الوجود
آنکه وجود و عدم او بذاته نباشد بلکه بغیره باشد و این فرق فایده عینیه است
باید دانست که اطلاق وجود بر واجب تعالی بمعنی ثابت بذاته ازلا و ابدا
از وجود واجب تعالی حقیقی است اضافی و اعتباری که بنسبت و اعتبار

امر دیگر باشد

اما دیگر آنکه مقصود اطلاق وجود بر ممکن بمعنی ثبوت که مسبوق بالعدم است
و معنی مصدریه نیست و در فیض وجودی از وجود حقیقی موجود گشته و باعتبار
نسبت فیض وجودی از وجود حقیقی نسبت وجود باو میکنند پس وجود
ممکن حقیقی نیست یعنی وجود بذاته نیست پس اعتباری اضافی است الغرض
اطلاق حقیقت وجود در اصطلاح عرفا بر کسیست که مستقل بذاته است
و اطلاق وجود اضافی و اعتباری بر کسی که بفیض دیگری اعتبار وجود یافته
باشد ما هم ولا یمکن من القاصرین اگر شبهه باقی باشد دیگر رد در خواهد است این
یقینا فایده در سالک که در نفی خاصه بمقصود حقیقی میگویند علامت تاثیر
این نفی رفع عناد حسد و غیر ذلک من الصفات الذمیمه از سالک است
الا زوال از سالک صفات ذمیمه تحمل گشتند عناد و حسد عوام با ذات
سالک نقصان در نفی سالک پیدا می کند و چه عناد عوام با ذات سالک
جمار از شریف سالک است که عوام خوردن و خفتن و نوشیدن سالک
را خوردن و خفتن خود قیاس کرده مخالفت پیدا میکنند کما قالوا
مال هذا الرسول یأکل الطعام و یمشی فی الاسواق باید که تمام صفات ذمیمه را
تبدیل بحمیده نماید از حاجت تفصیل نیست که در مراقبه کلمات انی انا الله

دالست بر حکم ظاهر شود ظهور کلام حق سبحانه و دلی در مظهریت لطایف
باید یقین نیست که وجود را بجز مظهریت نیست کلام بحر حق سبحانه نماند فهمید
اولا ظهور این کلمات مقدسه بر اخفی دار اخفی بر خفی دار خفی بر سر در روح می آید
بعده بر قلب پس واصل بر لطیفه بقدر حوصله در [illegible] می باید پس
داخفی می باید که در تحت آن بحسب در عالم بهره [illegible] تحقیق
هو الله سبحانه حقیقت معنی وجود اعتباری آنست که وجود دیگر است
و موجود دیگر که هر دو مسمی بنفس الامری اند [illegible] وجود اعتباری [illegible] او موجود شد
نسبت [illegible] وجود اعتباری که موجود امکانی اطلاق کنند
متعلق بلفظ [illegible] بود [illegible] عبارت [illegible] باشد وجود معنی
مصدریه چون ظاهر است که لفظ شدن در میان وجود و موجود لفظ
اعتبار نسبت به حقیقی و نفس الامری [illegible] از عبارت موجود شدن
وجود اعتباری معتبر بود که بی اعتبار آن اعتبار آن اسمی است یعنی
و لفظی است که در ثبوت [illegible] خود [illegible] است [illegible] جبری
که در ثبوت همین هم محتاج باشد باعتبار که فقط آن ثبوت اسمی بر قایم
با اعتبار بوده به حقیقت [illegible] که هیچ بوئی از نفس الامری داشته باشد بجمع وجوه

[illegible]

از اجزاء ما ساقط است چون غیر اسم حقیقی که حرکات ایشان

مرتبه است تمام در احتیاج مستغرق اند و بی مدد اصل از چیزی نیابند

لاجرم این احتیاج ذاتی ایشان را بنیاد عدم تعبیر کرده ایشان را عدم نامی

گفته شود زیرا که هرچه از خود هیچ ندارد فی الحقیقت معدوم و فانی است

هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم تحقیق معنی این آیه

کریمه در حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم قال النبی صلی الله علیه وسلم اللهم انت

الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاهر فلیس

فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء فایده هو الله سبحانه خیالات

دو عالم را از لوح دل جنان بشستم مصرعه که نقد بر تخته زمین زیک نقطه در خط بدا

فایده در اصطلاح اهل تصوف مرتبه تنزل حدیث مجرده را نقطه تعبیر میکنند

و نیز در اصطلاح ایشان احدیت مرتبه وجوب و مرتبه امکان که از احدیت

ثبت است مرتبه امتیاز چنان بیان نقطه میکنند و از نسبت نقطه وجود خط به سبب

ظهور احدیت است در احدیت مرتبه وجوب و مرتبه در مرتبه امکان الف را تعبیر

مینماید وجود مرتبه وجوب را بخط اول و مرتبه امکان را بخط ثانی بیان

میفرمایند چون این مقرر شد پس سالک مراتب متنزله را قبلی که از تعدد

ذکر خالی کردید دید ما سوا از دیده بصیرت او [illegible] دیده چه در مرتبه وجو
وچه در مرتبه امکان بجز ظهور احدیت مجرده در دید او نمیماند میسر اند کراو رست
که خود را بامراتب جلوه گر فرموده از ازل فی مرتبة الوجوب وحدة ثانی
مرتبة الامکان [illegible] ازل تا کثرت بود و غافل از حقیقت در مقولات مطلع
بر حقیقت باوجود کثرت وکثرت را سبب مراتب مخفیه وظهور اسرار عقید
آدمی یابد فایده این تحقیق آنکه اسایست که از مرتبه ذات سقوط اضافات
مینمایند چه اضافت اجمالی که اثر الوحدت بیان میفرمایند به یقین
اول میگویند وچه اضافت تفصیلی که از ایقین ثانی به واحدیت تقریر
میکنند وظهور انیم اثبات را در مرتبه علم میدانند محققین کمالات ولایت
حضرات انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوات والتسلیمات ذات
جامع الصفات را وحدت صرف حقیقة میفرمایند به هر دو مرتبه را
متجانی تعدد و تکثر و بلی تقدم و تاخر بوحدت صرف در خارج ظاهر میفهمند
بتعلیم الازلی الاصلی وکمالات صفات ذاتیه را که مقتضیات صفات اند ماند
مرتبه غیب الغیب وخفای محض نیست در مرتبه علم ظهور نمیشد وانظهور را
در مرتبه علم دارات رقومات باسم معلوم و مراد و متعدد از لی
می دانند

می‌ماندند ظاهر را ظهور [illegible] علی علم منا [illegible] ظهور
ابد است کما قال کنت کنزا مخفیا [illegible] [illegible]
ظهور [illegible] علوم ظهور [illegible] وجود [illegible] خارجی محبوب [illegible]
جانب [illegible] آن [illegible] فخلقت الخلق [illegible] جمال [illegible]
را دارد [illegible] خارجیه [illegible] الوجود [illegible] آن
عالم [illegible] عالم اول نام [illegible] است [illegible]
[illegible] العبد [illegible] حقیقی ازلی است و مرتبه [illegible]
[illegible] را که مقتضی [illegible] اجمال است [illegible]
[illegible] تعینات [illegible] الغیب [illegible]
[illegible] عالم امر عالم خلق [illegible]
[illegible] عروج [illegible] ظهور [illegible]
[illegible] بود ترقی می‌نماید [illegible]
[illegible] هر دو عالم را
[illegible] ظهور معلومات [illegible] ازلی [illegible]
[illegible] الست [illegible]

احصل

شنو سوال معلوم میشود چون بفضل غیبی توفیق از مرتبه معلومات مرتبه

معلومات که مقدمه علم حضوری است بمرتبه علم میآید که حضور علمی در اینجا متحقق در مرتبه

علم فوق مرتبه معلوم است این مسئله که در مرتبه علم حضوری علمی است و حصول

علم را از معلوم هیچ نه و چون علم را بدیه عالم نسبت است پس ذات جامع کمالات

بذات حاضر این است بیان حضور مع حضور که حضرت پیر دستگیر حضرت

بنوری نور الله مرقده بر صفات خود از آن خبر داده ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا

او اخطانا بموجب فهم ناقص خود چیزی گفته شد فایده ما همه سبحانه

هرچه از ذات و صفات شیء متصور میگردد منسوب بصفات

لطیفه خیال است خیال معیار لطیفه نفس است اگر شیء متصور بطور

قالب شرع شریف نیست و اگر قالب شرع شریف است در [illegible]

خیال از صفات لطیفه قلب بهره یاب است [illegible]

ثمره اسلام دست نیست [illegible] الباقیه فایده هر گاه

وجود گردد نسبت آن [illegible] دانی بیقین که محض خیر است [illegible] خالص

سوی این نسبت نیست که هر موجودی از موجودات که موافقت یا [illegible]

دارد چون موافقت امر وجود نیست بر وجود آن موجود خیر محض نیست و

و هر موجودی

چون شر از عدم بود عدم [illegible]
پس شر محض مقتضای عدم است [illegible]

[illegible] و [illegible] [illegible] اندارد چون عدم [illegible] است عدم

است [illegible] تحقق [illegible] سر [illegible] نشد تحقق [illegible] است پس متحقق بود

که [illegible] [illegible] است [illegible] مقتضای امر ذاتی است و [illegible]

بیند [illegible] الله بجا [illegible] است بیت برگ درختان سبز در نظر هوشیار

[illegible] هر ورقی دفتریست معرفت کردگار از [illegible] [illegible] ورق برود

است [illegible] است یا [illegible] پس هر گاه [illegible] [illegible]

هیچ [illegible] در [illegible] است و اینکه [illegible] [illegible] را در [illegible] مخصوص

[illegible] عبادت [illegible] اشیا [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] عبادت [illegible] [illegible] [illegible]

قایده [illegible] [illegible] [illegible] العقیده [illegible] و [illegible] باید بود

[illegible] ضرور [illegible] ضرور [illegible]

[illegible] فایده [illegible] [illegible] که [illegible] در

[illegible] [illegible] [illegible] که [illegible]

اول آنکه [illegible] خرید [illegible] زرعی باید [illegible] اجمالی [illegible] آنکه

[illegible] است و [illegible] که مراد از غیر حق است مرتبه [illegible]

شتی یکی را بر شئ ادنی خرج کردن کار نادانانست لا یتحقق انکه گفته شود در سخن میلیحد بحث و شبهه هست چرا که غیر مذکور عدم گنجایش بکون کرده کلام او مذکور نیست پس میگوید یا عدم گنجایش بکون غیر مذکور اول ظاهر است که گنجایش در کلام دارد دوم اینکه غیر مذکور است [illegible] نفی بر نفی ذکر او در ذکر ربانی باشد یا ذکر در نیست دارد و اگر گفته شود که مراد از کون شئ کریم که هر گاه لفظ کون مراد میباشد که آن حقیقت حقیقی هست و مراد نیز همین ظاهر است که بیان لفظ حصول اطلاع بر معنی آن کماینبغی احاطه بر حقیقت نه ذکر لفظ پس جواب با صواب حاصل است که کریم که مراد عزیز ترغیب بطرف نسبت حضور حقیقی هست که وصل عیانی و وصل یابی است تا ترقی از وصل میسر نموده با آن مرتبه علم وصول پیدا کند و لقید لباس عمر از دست ندهد بدانا الله سبحانه اعلم بالحقیقی فایده موجود بر دو قسم است یکی واجب الوجود دوم ممکن منقسم است بدو قسم قسم اول آنکه جوهر دان منحصر است در پنج قسم جسم و هیولی و صورت و عقل و نفس قسم دوم عرض و آن منحصر است در نه قسم کم و کیف و این و متی و وضع و اضافه و ان یفعل و ان ینفعل

حیث

شرح و بسط ازین شعر است فایده طرق اثبات وجود صانع

منحصر در دو قسم است یکی بعقل دوم بریاضت و اثبات او بعقل از دو طایفه

فایده است آنانکه اثبات بدلایل عقلی میکنند با متابعت نقل و موافقت

انبیا علیهم السلام ایشان را متکلمین میگویند و آنانکه بمحض دلایل عقلی

بی متابعت آنها را حکما و مشائین میخوانند و آنانکه بریاضت

میکنند با متابعت انبیا ایشان را صوفیه میگویند و آنانکه بمحض

ریاضت در ره بی متابعت ایشان را اشراقین حکما نامند ترجمه

فایده حاشیه بلاکه بر شرح مواقف است فایده گمان بر چهار قسم است

قسم اول مأموریه و آن حسن ظن است بخدا سبحانه و در خبر

آمده حسن الظن من الایمان دوم گمان حرام است و آن گمان

بد است بخدا و گمان بد بمؤمنان سوم مندوب الیه و آن تحری است با

قبله در نماز و بنا نهادن بغلبه ظن در امور اجتهادیه چهارم مباح

و آن ظن است در امور دنیا و مهمات معاش و درین صورت بدگمانی

بسبب الاحتیاط است و انتظام مهام است و از فضیله حزم شمرده

اند رباعی آنکس که از عهد او خسته است آوازش رباعی

مردان را خدا است خصلتها و انکس را عیب خلق برخنده بود

که عیب خویش نشناخته است ها بد نفس مدانش بد کمال باش دا

مگر در آن باشد فایده امر بر دو مرتبه است امر ایجابی امر ایجادی امر

انکه واجب کرده شود بر بندگان که فلان کار شما کنید لیکن در امر ایجابی

اگر از مامور حاصل نشود ممکن است و امر ایجادی اثبات شیء را که موجود

شدن و آن حاجت ضرور ممکن و این را حکم تکوینی گویند فایده بدانکه

رضا و محبت امر و ارادت و قضا و حکم خدا تعالی است و بعضی از حکم

و ارادت و قضا است نه از رضا و [illegible] و این [illegible] رضا

و متعدی است نه لازمی فایده بدانکه اسم الله چهار حرف است از حرف

الف وصول بحضرت محمد رسول الله است و از [illegible] لام اول [illegible] الخلیل الرحمن

است و از لام ثانی وصول بحضرت موسی است و از ادا چشمه ها وصول

بحضرت داود است و از چشمه دوم بحضرت عیسی علی نبینا و علیهم

الصلوات والسلام فایده حیرت بر دو مرتبه است حیرت مقبول

و حیرت مردود و حیرت [illegible] ان است که [illegible] باطنی خود را از [illegible]

محمد ادراک مطلوب حیلی [illegible] و جمع [illegible] تصوری

یافت

تحقیق مرتبه [illegible] قدس سره

یافت هرچند تو میگوید که بیابد که بیابد اما هیچ نیابد و باز نیابد آنچه
حقیقت و نقصی که فهمید در عین نایافت حقیقت قرب و معیت حاصل
دارد در حیرت مرده است آنست که خلوت اسرار باطن مضطرب و پریشان بود
از قرب محبوب بعید افتد از معیت او خود را محروم یابد فایده در شرح
اما آنکه گفته است بعضی گمراهان میگویند که خدا تعالی در عالم همچو هم در گیاه آمده حیرت
باین یقین کافر شود زیرا که خدای تعالی را اندرون عالم توان گفت نه بیرون
از عالم هر دو لفظ کفر است زیرا که جای را بخدای تعالی نسبت کردن کفر است
مگر اینقدر باید گفت که چون هیچ نبود از عرش و کرسی و آسمانها و زمینها داری
و بیرون خدای عز و جل بود و حالا است و هیچ نبود و به هیچ نبود الحال نیز همچنان
بی مکانی بی جا است دوری نیست انتهی کلامه سوال آنکه اندرون عالم
توان گفت نه بیرون عالم از دو حال خالی نه یا اینکه اندرون هم هست و بیرون هم هست
لازم انقسام تعالی الله عن ذلک اما در مرتبه ثالث بیان کنیم در او
اندرون و بیرون با وجود این نیز سخن اول است یعنی وقتی که در او گفتیم این
نیز قسمی از اقسام بیرون است دیگر آنکه وقتی که مصنف خود نیست از این
منه باید خدا را تعالی بیرون از جمیع مخلوقات و الحال که نیز مخلوقات آفریده

همچنان است که بود این قول مشعر از بیرونی او تعالی از عالم است فوق التناقض
بین القولین جواب این عقیده صحت و جماعت است برحق که او تعالی اندرون
عالم است نه بیرون و تحقیق این بر دو وجه است اول آنکه هرچه را اندرون
و بیرون گویم در این نام خوانیم از جمله عالم است پس اگر او تعالی را در عالم گویم معتقد
بعالم میشود و محاط او و اگر بیرون عالم گویم اگرچه این بیرون را بیرون عالم
فهم چون بیرون از عالم نیست کما ذکرنا پس باین قول نیز گفته باشیم که او تعالی
در عالم است تعالی الله عن ذلک پس درست افتاد که او سبحانه را موجود دانا است
گویم و اعتقاد کنیم اما بیرون و اندرون نگویم زیرا که این هر دو لوازم محدثات است
است دوم آنکه بیرونی مطلق لائق جناب او نیست و بیرونی بر دو مرتبه است
یکی آنکه تجاوز از حدی بحدی دیگر دوم آنکه غیریت و امتیاز مرتبه از مرتبه دیگر اگر
بمعنی اول او تعالی را اطلاق بیرون کنیم کفر است نه برآنکه حد و در جناب او گنجائی نیست
و اگر بمعنی ثانی گویم درست چرا که مرتبه وجوب ورا از مرتبه امکانست و این خود ایمان
محض است و ضد این کفر پس از دو نصف یعنی بیرونی او است مرتبه ثانی زیرا که
ثانی را خود قایل است جائی که گفته خدا بود عالم نبود فایده ولیس الاسم
غیر المسمی لدی اهل البصیرة خیال باید فهمید که اسم را سه مرتبه است

مرتبه لفظی

مرتبه لفظی و مرتبه وصفی و مرتبه ذاتی و انرا مرتبه علمی نیز گویند پس اسم من
حیث مرتبه لفظی غیر مسمی است و من حیث مرتبه وصفی نه عین مسمی نه غیر او
چنانکه در تحقیق نسبت صفات با ذات در مکتوب ما قبل گذشته و من حیث مرتبه
ذاتی و علمی اسم عین مسمی است و ما مقتول لنا مقطوع اجل فایده سوی
عند اصحاب الضلال یعنی هر که کشته شود از دست کسی اجل او بریده نشود
یعنی از مهلتی که الله تعالی مقدر کرده است کم نخواهد آمد بلکه اجل او همان ساعت
باشد و چون اجل شخصی برسد مقدار انکه مورچه قدم بردارد و بنهد از ان
بیش و پس نرود است بلکه دران ساعت البته خواهد مرد اما گمراهان میگویند
که اگر کشته از دست کسی نشدی چند مدت دیگر زیستی این سخن ایشان
کفر است سوال چون اجل بریده نشود کشنده چرا لایق عذاب گردد جواب
چون اجل کسی بنهایت برسد حق تعالی او را البته خواهد میراند ولیکن بر بنده واجب
است که چون اجل او رسید او را نکشد زیرا که ملک خدا است و تصرف نیز خدا را
است در ملک خود است چون بنده فاعل مختار است باختیار خویش چون ناحق
کرده که ناکردن بر او واجب بود پس لایق عذاب میگردد والله اعلم انتهی
کلام الشارح سوال هرگاه آجال تمامی مخلوقات بارادت الله تعالی

وتقدیر بلاشک وشبهه از وقت خود تجاوز نمیکند همچنین حرکات وسکنات فاعل
اختیاری وغیر اختیاری نیز مراد ومقدور اند واز حد تجاوز نمی توانند کرد پس
منع فاعل اختیاری وغیر اختیاری نیز مراد ومقدور اند واز حد از حرکات
وسکنات مقدوره ومراد ازلی گویا رضا بر توقف ظهور ارادت وتقدیر
خداوندیست واین ممتنع است پس چون چنین نباید عذاب چگونه بر قاتل
مترتب گردد که حرکت او اگر اختیاریست اما بارادت وقضا است چنانچه اجل
مقتول جواب این بر دو وجه است وجه اول بحسب ربت افعال ووجهی دیگر
بموجب حقیقت انها بحسب صورت انکه هرچه هست بارادت وقضاء خداوندی
است اما فاعل بر دو مرتبه است یا وقت فعل بنظر زد امر ونهی دارد وموافق
ان فعل بجای آرد یا انکه منظور او نیست اگر هست در ارادت وتقدیر درحق او
مع تقدیر فعلی تقدیر ثواب بر وی مقرر فرموده اند واگر نیست تقدیر عذاب وظهور
امر ونهی برای جواز توقف در ظهور قضا وقدر نیست بلکه برای تمیز خبیث از
طیب است تا خبیث از طیب جدا شود در مرتبه تفصیل وبموجب حقیقت انکه
تخلیق عالم یا بظهور صفات جمالیه است یا بظهور صفات جلالیه هر که تخلیق
او بظهور صفات جمالیه است چنانچه افعال او بحسب امر ورضا مقدر فرموده اند
بی تجاوز

بی بجا و همچنین انچه از ثواب و درجات باشد نیز از ظهور صفات جمالیه در حق

او عطا فرموده اند و هر که تخلیق او بظهور صفات جلالیه است چنانچه ظهور

افعال او برای ظهور صفت نار رضا در او داخل نموده اند همچنین انچه از عذاب

و درکات باشد نیز از ظهور صفات جلالیه است در غضب او و قطع نموده

پس چون سایل دانست که انچه از حرکت و غیر ذلک از تقدیر خداوند نیست

باید که عذاب و ثواب را نیز از مقرر است ازلی فهمد و سرشتار نقص دون

نقص ننماید فایده رزری فلک هر آینه بر ما جفا کند ۴۴ وز دوستان

همدم ما را جدا کند اشان کنی از برکت خدا یا هر انکسی کین نسخه من بخواند

ما را دعا کند نسبت آثار بسوی افلاک و نجوم بردن مرتبه ایست اگر در عین نسبت

اعتقاد بندد که اینها موثر حقیقی اند کفر است و اگر اعتقاد کند که موثر حقیقی الله تعالی

است و اینها وسایط بروی ظهور احکام اسماء او تعالی هیچ از اقتضای اسماء

و صفات تجاوز نمی‌توانند کرد این محض ایمانست پس مراد مصنف رباعی در نسبت

افعال بسوی فلک مرتبه ثانی است نه اول و چون در اینچنین اطلاقات

توهم معانی غیر مشروعه نیز پیدا میشود ازینجاست که اولیاء اهالی احتیاط اینچنین

اطلاقات را که خوف توهم مذکوره دارند ترک کرده و منع فرموده اند فایده

قال الله تعالى ان یشاء یذهبکم ایها الناس و یأت بآخرین سوال ازین
آیه مفهوم میشود که اگر این مخلوقات را بردارند بجای ایشان مخلوقات
دیگر آفرینند جایز است و حال آنکه مقدور قدرت و مراد ارادت و معلوم
خداوند نیست که همین اصناف که موجوداند بر بعضی ازینها ثواب و عذاب ابدی
مرتب است و از زوال مرتبه ابدیت که در حق ایشان ثابت است محفوظ
و مصون است اگر بموجب آیه کریمه فوقانی ایشانرا بردارند و بجای ایشان
مخلوقات دیگر موجود کنند و معامله ثواب و عذاب ابدی بر ایشان مرتب
سازند نقصان در مقدور و مراد و معلوم قدرت و ارادت و علم پیدا
میشود و این لایق عقیده نیست جواب مرتبه قدرت خداوندی موصوف بصفت
قدرت و ارادت است و ظاهر است که قدرت مصحح فعلین و ارادت مخصص
فعل واحد است اگر با وجود تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است تخصیص فعل
واحد باتفاق قدرت کامله کرده شود و بظهورات صفات افعالیه که خاصیت
و غیرها است همون فعل مخصص را بوجود آورده شود و معامله ابدی بر ایشان
مرتب شده باشد در تصحیح فعلین که قدرت را ثابت است چه نقصان لازم
آید و بعد این تخصیص مصدوره که بصفت ارادت خاص گشته اگر به این قدرت

کامله

کامله که از تصحیح فعلین است تمام چه حد رسیدا شود بلکه کمال خداوند است
که با وجود تخصص طرف واحد زوال در معامله قدرت است نفیند و چنانچه
ثبوت معامله ابدی برین اشخاص مراد ارادت و معلوم علم حق سبحانه است
نیز ثبوت خصوصیت قدرت کامله در شان خود که تصحیح فعلین است مراد
ارادت و معلوم علم اوست سبحانه بی نقصان گر زوال آن کجا فافهم بیت
تا که زوال پس مانده ذرات وهیم) او در دو عالم آفتابی فی تیم اما و بعضی ابیات
که حق تعالی را با آفتاب تشبیه داده اند و مخلوقات را به ذرات و حال آنکه
آفتاب در مرتبه تقید و احتیاج و تمامی ذرات بخود مستقل محل سوال است
اول آنکه مقید چگونه مشبه به مطلق شود دوم آنکه ذرات که مستقل بذاته استند
بمخلوقات که معدوم الاستقلال اند چه نسبت دارند که مشبه بانها شوند
فایده در مثال جهت تقید و استقلال منظور نیست بلکه جهت نورانیت آفتاب
بذات خود و اختفای ذرات بی ظهور آن نور منظور است پس فیض وجودی
نور مطلق که بر ظلمت اعدام پرتو انداخته و از کتم عدم بانها برآورده شبیه
نور آفتاب است که ذرات را از مرتبه خفا که حکم عدم دارد از عدم ظهور بظهور
آورد و این اشاره برای کوته بینان است که معامله آفتاب در نظر اینها اظهر

وظهور پذیری ذرات بنور آفتاب متیقن و معامله ظاهر حقیقی از نظر انسان
محقق و احتیاج فیض یابی وجود بخشی بمخلوقات از بصیرت اینها دور تر
هذا البتی مخلوقات اظهر عندهم شیء مخفی منهم را تحقیق میکنند و با آن
تسلی میخواهند فایده سوال دوم در حدیث که لبیک از الله سبحانه بعید می آید چه معنی
دارد جواب معنی لبیک ایستاده ام بخدمت تو و لازم اینمعنی رضا متکلم
از متکلم به و طلب رضا از متکلم به پس معنی این لفظ فیمابین مخلوقات متصور
و لازم اینمعنی بنسبت الله سبحانه معقول فایده آیة التسمیه جامع است مرتبه
ذات و صفات و کمالات را سوال التسمیه مرکب است از حروف تهجی و محدود است
بحدود و حادث است و ذات او تعالی با جمیع مراتب قدیم و منزه از حدود
پس آیة التسمیه این مرتبه عالیه و قدیمه را چگونه جامع باشد جواب بدانکه التسمیه را دو مرتبه
است مرتبه تلفظ و مرتبه حقیقت و ذات و صفات و کمالات که ما میگوییم
نیز مرتبه تلفظ حقیقت دارند پس چون چنین دانسته شد بدانکه مرتبه تلفظ که التسمیه را
ثابت است جامع حیثیت تلفظی مرتبه ذات و صفات و کمالات را است
و مرتبه حقیقت که مر التسمیه را متحقق است همچنین مشتمل است حقیقت ذات
و صفات و کمالات را فایده هر جا که وجود است ظهور لطیف خداوند است
در هر جا

و هرجا که سلب هست ظهور قهر خداوندیست فایده عقیده شرعی است
که خدای تعالی را شئ و ذات گویم اما منزه از جهت ششگانه سوال
این عقیده و قبول این عقیده هر مومن را بلا تردد لازم و واجب
است تحقیق تفصیلی دانند یا ندانند اما خواص را از تفصیل چاره نیست
پس باید بیان کردم که هرگاه او تعالی شئ وجودیست پس نفی جهات
از امر وجودی لازم دو شق خالی نیست یا انکه آن وجود بحسبی دست
دارد که سلسله عرض و طول او منتهی نمیشود یا انکه منتهی میشود بر هر دو
اعتراض باقیست بر اول انکه اگرچه منتهی نشود اما تحقق جهات در عین
مرتبه وجودی او متحقق است زیرا که حیثیت وسعت در عین مرتبه خود
مقتضی این حیثیات است و لا کذلک فی الله تعالی جواب تحقیق مرتبه
وجوب بوجه تعقل است یا بوجه معقول و معنی طریق تعقل انکه تحقیق طلبیدن
بغور کردن و تفکر ورزیدن در عین مرتبه وجوب پس چون تعقل
مقتضی تصور شئ و ادراک است و مرتبه ذات الله و صفاته منزه
ازین هر دو چنانچه لا تفکروا فی ذاته قول رسول الله صلی الله علیه وسلم
است محقق باین تحقیق محروم از حقیقت مرتبه وجوب بل بعید البعد

چنانکه حکما فلسفی پس چون سوال سائل از مرتبه تعقل است تحقیق مرتبه تنزل او تعالی از جهات شش گانه باین تحقیق و تفصیل غیر موجود و غیر معقول الکه تحقیق مرتبه وجوب نعوذ کردن در عین مراتب جهات بیان چون تصور و ادراک در نفوس جهات جایز است چنانکه تفکر دانی الآئه قول رسول است صلی الله علیه وسلم باید فهمید که مقرر اهل ایمان و عقل مسلم است که الله تعالی ذات و صفات حق و قدیم و ازلیست و موجود است ماحوای خود را و ماسوای او تعالی مخلوق و حادث است و هر مخلوق بت شک و شبهه مسبوق بالعدم پس جهات سته را عین حق گویم یا غیر او عین حق گفتن صریح ممتنع است پس لاجار غیر حق گویم و چون در صدد تحقیق کردیم که الچه غیر حق است مخلوق و حادث است و هر مخلوق مسبوق بالعدم پس البته بی شبه جهات سته نیز مسبوق بالعدم باشند پس هر چه مسبوق بالعدم است او را در مرتبه قدیم ثابت کردن غیر معقول باین تحقیق واضح شد که او تعالی قدیم و ازلیست و بیجا از جهة و مکان و غیر ذلک است مسبوق بالعدم پس الان کما کان متحقق شد الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد

جاءت رسل ربنا بالحق مکتوب بنجا بهم اندر ترغیب فنا فی الشیخ صدور یافت
له العظمة الکبریاء مولا جل شانه حضرت مولوی را بعبدیت خاص
بل اخص بنوازد تا ترکت در مولائی با مولا غر اسمه پیدا نشود چون لفظ
مولا دو معنی دارد کما لا یخفی از روی مولائی یعنی عبدیت غیبت است در
مولوی روم قدس سره بیت مولوی هرگز نشد مولای روم تا غلام
شمس تبریزی نشد الخ یعنی بندگی خاص بل اخص رب حقیقی مرعبد را
موقوف بر فنا فی الشیخ است مستعد نادر است که در استعداد
او این جوهر نهاده الله والا اکثر آن را اندک استعدادی در اطاعت
شیخ که مسمی بفنا است حصول اما مست و دریاست عوام است و هذا
شرک خفی الطریق عافانا الله سبحانه من هذا بورود نوازشنامه عالی
خاطر فقیر بجمعیت بدل گشت و یاد آوری از انجناب این عاصی را
موجب حمد گردید عزیز من نیستی مطلوب داند و در اطاعت شیخ خود
مقصود همین نیداند که بالا مذکور شد نیستی زعمی دگر است و فنا
حقیقی دیگر شان ما بینهما از من دعا و از حق قبول دداوقات مخصوصه
بدعا یاد آرند داز یاد ظاهری که رابطه فیما بین است نیز یاد آور باشند

والسلام والاکرام مکتوب شصتم بفضیلت مآب مشیخت پناه شیخ محمد اکرم جیو

یفعل ما یشاء بقوته لانه قوی عزیز و یدبر ما یلیق بحکمته لانه حکیم خبیر فلا یسئل

عما یفعل لانه یحکم فی ملکه و یصنع کل شیء بحکمه فلا مسؤل علی المالک الحقیقی

والحکیم القدیم مع ذلک قلوب محبان در مهاجرت محبوبان در زلزله

فراق متزلزل و حیران مع التسلیم فی جمیع ما خلق الله سبحانه من الوصل

والهجران محب صادق خلوص طویت عارف حقایق الغامضة المقتبسة

من علوم صاحب طریقة الاحسنیة والفاضل بعلوم الله بعث من

صاحب الشریعة المصطفویة علی صاحبها الصلوة والتحیة اخوی

مکرمی المتحلی بحلیة معالی الکریمه ان اکرمکم عند الله اتقیکم اللهم اجعله

متحلیا بکمال التقوی الذی یتجلی به صاحب الطریقة الاحسنیة المقتبس

من نور المصطفویة صلوات الله وسلامه علیه بافضل صلوة و احسن سلام

بعد سلام فقیرانه مطالعه فرمایند بورود رقیمه مملو در معانی اخلاص و گوهر

اختصاص معه خیریت حال خاطر مهجوران فرحت یافت گویا نیمه ملاقات را

دریافت اما عجب که چندین سال حصول فواید معاصله زیارت حرمین

شریفین نمودند اما شمه بیان حقایق اصلیه که دران مقام شریف ورود نموده

بانامه د

هیچ در قلم نیاورند اگرچه قلم از تصویر حقایق عاجز اما با وجود علو شان
خود اطلاقاً درین عبارت بیانی ظهوری دارد و بر اهل آن خفایی
بمطالعه تصویر قلمی بلاقید تصویر کتنوفی پیدا می کند هرگاه کلام مطلق
حقیقی حق سبحانه با وجود اطلاق حقیقی بعین اطلاق محفوظ حافظ
ما دمقرر و قرابت ما و مکتوب کتابت بالی حلول و تقید باشد و محقق
بعین اطلاق محض بهره ازان گیرد حقایق معلومه محققه از کلام بیانی او چون
معلوم و متحقق بمکتوب البته بگردند بس بالضرور حقایق غامضه مکنونه رای مکتوب
میفرموده باشند تا بحکم المومن مرات المومن تحقیق طرفین در مرات هر طرفی
وضوع پیدا آرد و تحقیق هر طرفی قابل شکر و اصلاح گردد عزیز با تمیز فضیلت
و کمالات دستگاه سیادت مرتبت شیخ نعمت الله الملقب بسلیمان
از چند ماه بعد حصول فضیلت کتب جزویه در طریقه حسنیه خصوصیتی پیدا
آورده بارادهٔ زیارت حرمین شریفین شرفیاب شده بمجرد ملاقات العزیز
و مطالعه عریضه حق اخلاص بجا آورده بجلوه کرمانه پیش آمدند و بعد صحبت برخی
از ضروریات طریقه حاجت در میان آورد از توضیح آن دریغ نداشتند و بطرق
خلق ازانقدر بالی انجذاب نمایند تا شکر صحبت ادا نماید بمکتوب نعمت یکم

عرضداشت بجناب حضرت سرور کائنات بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا لمن ظہر

سرہ بحقیقۃ الانسان ومصلیا علی من نور اللہ ومن نورہ خلق الاکوان

یا ایہا الناس صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللہم صل وسلم وزد وانعم وبارک

علی اسعد العرب والعجم امام طیبۃ والحرم منبع العلم والحکم معدن الخلق والجود

والاحسان والکرم مظہر العرش واللوح والقلم ترجمان کلام القدم

سیدنا ومولانا وماوینا وشفیعنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم الصلوٰۃ

والسلام علیک یا احمد حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حمید دلیل اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حامد صفی اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمود

خلیل اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد الرسول اللہ یا اکرم الخلق مالی

من الوذ بہ سواک عند حلول الحادث العمم والحوادث الواقعۃ علی اظہر علیک

یا علام سبحانہ بداء الامک العاصی عبد النبی المستغرق فی لجۃ المعاصی الی

الی الان من حصول زیارۃ القدوم الشریف والروضۃ اللطیف و مواجہ بین الجاب

واعصی العاصین یلتمس احوالہ فی عین العصیان لان حلمک اوسع وخلقک ارط

ثم اخی دینا نعمت اللہ الملقب بسلیمان بالحب الکمال قصد زیارت الحرمین

الشریفین فاذا یحصل وشرف زیارت الحرم الشریف یرجو من کمال کرمک

ونظر لطفک حتی بوسیلتهما یکون مقیما فی جوار الحرم الکریم وتحصیل
بعده ثمرات الاستقامة فالزیادة علی هذا من سوء الادب مکتوب
شصت ودوم بجناب مجاور روضه سرور کائنات علیه السلام بسم الله الرحمن الرحیم الفقیر الحقیر
العاصی عبد النبی بعد ارسال تحیه السلیمات الزاکیات الی جناب افضل
الفضلاء الممتاز ببرکات الحرم الشریف والفیض من هذا البرکات علی الشرف
والضعیف النحیف الحاضر بحضور القلب وآداب الحرم والمتطهر بطهور الالطاف
ذو الکرم سید با شرف الشرفاء یلتمس احواله بان هذا الفقیر لیسکن فی بلد
الهند وبسبب عوارض المتعلقات الکثیرة مقصر عن حصول اشرف الزیارات
العالیه بظاهر الجسد بالکد والجد الی الآن ویرجو ان یحصل له هذا الشرف
بالجسد الظاهر فیلتمس الی جنابک الشریف الدعاء فی حقی ان اصل الی
المقصود المعروض ثم اخی نعمت الله الملقب بسلیمان یحب الکمال قصد
زیارت الحرمین الشریفین فاذا اتصل بها المقصود وحصل له شرف الزیارة
بفضل الله سبحانه یرجو من جنابک الحلم والکرم لیقیم فی جوار الکریم ویستفید
١٢ ببرکتهما کما قال احد من اهل الکمال شعر ولا التمست غنی الدارین من یده الا
کیلد الا تمسکت الهدی من خیر مستلم فاذا سبب التکمیل تطویل الکلام فتختم

بالصلوة والسلام علی حبیب العلام مکتوب شصت و سوم بجناب حضرت پیر

دستگیر که بالهم لطریقه بعد بسم الله الرحمن الرحیم بجناب عالی متعالی الهم لطریقة

الاحسنیه الواصل الی درجات المحبة والمحبوبیة اللهم کیف ادار شاره ساداتنا

خاطبه تخیطات قطب الاقطاب فی الدهر قطع القطاع فی هم بعد عرض

تحیه سلام فقیر حقیر عاصی بعصیان الکاملة عبد النبی معروض میدارد که بسبب

معاصی جلیه وخفیه از حصول شرف زیارت حضرت پیر دستگیر الی الان محروم

امید آن دارم که بتوجه کریمانه در حق این عاصی متوجه شوند تا مدد روحانی

توجه بصورت باین عاصی میسر آید و از ظاهر اثم و باطن آن بتمامه الی ختم الحیوة

از توجه آنجناب خلاصی و سمت دهد تا متوجه مستقیم محبت قوه مستعداد در سیاسی

دوشنبه شرف یاب زیارت کرده داخوی دینی نعمت الله الملقب بسلیمان

بعقاید صحیحه شرعیه خود را آراسته بقصد زیارت حرمین شریفین رخصت شده

امید که بحرمت موجهت در دفعه مبارک بولایت حقیقی شرف لا کرد و حسب

زعمی از میان رخصت برسید و چون برکت اذن مسلسل از ین عاصی در طریقه

احسنیه داخل و متوجه نسبت تعلیمی است امید که در خواص خدام شریف جا

یابد و خصوصیتی خاص حاصل آرد مکتوب بعد جلیل بجناب شیخ موسی ساکن ... شده بود

فصلت

فضیلت یافت شیخ موسی چیوا فقیر عبد النبی بعد سلام مطالعه فرمایند
تفاوت در مرتبه قرابت الفاظ حضرت قران و حدیث قدسی آنچه در کتب
نقیبه نوشته اند از انجا طلب نمایند اما آنچه فقیر از اعزه خود قدسی اسرارهم تحقیق
یافته است اول آنکه حدیث قدسی ظهور کمالات کلام مطلق است معنا و لفظا
اما معنا بر سر جبرئیل یا حضرت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات
القاء و لفظا از انجا آن معانی ملبس الفاظ تصوری مطابقا بهذا
المعنی بر قلوب این جماعه اکابر الهاما و از انجا ملبس الفاظ لسانی بر غیر
ایشان از ایشان ظهور پذیرفته یعنی از ملک برانبیا و از انبیا علیهم السلام
بر امت در بیان آمده پس ظاهر شد که حدیث قدسی بواسطه غیری القاء
بر اسرار اخص الخواص معنا ظاهر در قلوب والسنه شریفه ایشان علی نبینا و علیهم
الصلوة والسلام ملبس صنعتی قلبا و لسانا از ایشان حضرت هویدا
قران مجید که جامع کتب سماویه و احادیث قدسیه بحکم لا رطب و لا یابس
الا فی کتاب مبین است بجامعیت کلام نفسی ذاتا و صفاتا و کمالاتا
معنا و لفظا خارج از مرابر والسنه بحکمت بالغه و بصنعت صانع حقیقی
بلا شرکت صنعتنا و بلا تصرف خیالات انسان بر منصه بیان ملبس الفاظ نور

آئینه ظهور فرموده و نخاد و نحمار از تحاجب المطلوب بجرائیل مسموع گردند کما
یسال آن جبرائیل سمع صوتاً والا علی کلام الله و علی ما اراد الله الی آخره بهما
الفاظ نورانیه مظهریت بیانیه جبرئیل علیه السلام بلباس الفاظ جرمانیه
بر نبی ما صلی الله علیه وسلم منزل شده بی تصرف جبرائیل بوجه ما الا المظهریه
فقط و نبینا علیه الصلوة والسلام همان را بعینه بلا تصرف و صنعه بیان
لسانی جسمانی بر است قرائت نموده فوضح الفرق بین کلتی مرتبتی بصاحب البصره
المنوره بنور الله سبحانه و چون استعداد نبینا علیه الصلوة والسلام در مرتبه
حقیقیه قابل استماع کلام مطلق نفسی جامع جمیع مراتبه بلا لباس کل لباس
لباس نفس المدعا و غیرها متحقق و در اینجا لباس جسد دنیوی بحسب شان
هذا المرتبه استماع آن بی لباس متعذر کما دل علیه القرآن و ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب الی آخر الآیه لسر باز چون این استماع
رتبه تحتانیه خلاصه بر آن حضرت متوجه جناب جل شانه بودند فضل او سبحانه
بمرتبه جسد حقیقی یعنی اصلی خود که فوق عرش است عروج فرمایند و از بجا حقیقه
الحقایق خود که امرتبه نور محمدیت عروج فرموده بمرتبه رسند که لا مکان بل
کل مکان و جهت ظهورات کمالاتیه فی المرتبه الثانیه و بعد آن استعداد حقیقی

اولی

اولی به فضل محض ظهور فرماید و از کلام مطلق جامع نفسی ذاتی سبحانه

لباس فیض یابد اگر بدلیس [illegible] البرکات رب الارباب بنده قابل سماع

کلام [illegible] را از پس لباس عنصری عروج بخشید و بآن مرتبه عالیه که بدر حالت

عالمیان عوالم امت رسانید و چون این مرتبه کلام مطلق غیر ذات منفک

از ذات نیست بار احمد اصلی الله علیه و سلم ذاته بلا کیفیه وجهته و کلمة الله

سبحانه بلا لفظ و صوت نذا ایمان من رتبه التی لا ایمان احد

سوال الهدین حضرت قطعه ای فخر بشر کرد رها ما ندی ها

داد خلق [illegible] رنگ دیدی ها در چاه ضلالتم پریشان حالم ها فرما درسا

جد سیدی سیدی ها اگر چه این احقر قابلیت ذره ندارد اما باریانه کارها

دشوار نیست در جواب چون در صحبت فقرا رسیده اید خود را تسلیم کنید

و بذکر تسبیح مشغول باشید و آنچه نصیب است در وقت جلوه خواهد نمود

و کار همین است که خود را از میان بردارید الحمد لله مکتوب ۶۶ ما الهدین صدر [illegible] وقت

والله الحمد الواحد الصمد اخوی میان الهدین در استکمال دین کمر محکم

بندد و از کدر تلخی که در قبض است در است بسبب توقف ظهور بسط که موت

حمد [illegible] و اد ام محبوب بشناس محبت یار ام و لذت کار ندارد و اکرام و لذت

هم می آید برای صد طرب هر دو نیعت سالک را آن تسلی می دهد
تا قبض محمود که جلوه جلال است که آن سراپرده هاست و واصل را از جمیع آرام
و جمعیت که از بهر تسلی سالک ظهور جمال است آخر الامر در جلوه محض می آرد
و در حیرت و بیجمعیتی می اندازد چنانچه بزرگی فرموده بیت بدر یقین برد ما
خیال ما نماند سراپرده الاجلال ما رد شدن ترکنیم قبض محمود ظهور حقیقت
نایافت منتهی و بسط مبتدی از نقد به نهایت موسط به عبید بین تفاوت
ره از کجاست تا بکجا ما النهایت الرجوع الی البدایت باینمعنی است
تا زمانیکه لذت و جمعیت سالک ست بفنا کار ندارد اگر فنا ست فنا
رعمی ست زیرا که تتمه بشریت که در بغل دارد و در فنا حقیقی اضمحلال بشریت
موجود که بسطوات جلال بنعدم شده سبحان الله زین تحقیق ظاهر شد
که جمعیت حقیقی محبت را در بیجمعیتی ست و آن حیرت و سرگردانی ست من لم
یذق لم یدر فایده سعادت شعار انچه برای تحقیق طریق نفی
و اثبات نوشته بودند ازین عبارت فهمیده بعمل آورده نسبت تا بجا رود
لا نه ربی را همراه نرسی و بسوی الا الله ما بلفظ لا از مقام نفس که زیر ناف است
گرد و غبار خواطر که الله باطله اند کشیده از جنب در است خمنا الخ لا تنبیر
خبائث

جنابت نفس دخل یافته و دل ارواح را محکوم خود ساخته تبع کرده
همه را براه مقام سر که سینه است بحضور سر که منبوع مراتب است
حاضر آورده از انجا باهر دو مقام خفی و اخفی که پیشانی و دماغ است
مجموعه را که در تحت جاروب لا از اله باطله جمع شده برده بطرف راستی
رد آورده به پس پشت انداخته دست بدست با الف توحید محکم کرده سر
الف اثبات را بر قلب بضم شدت به الا پیوند داده ضرب حاصل باید
نمود چون بجاروب یکبارگی بی تکرار گرد دستش او کار نخته در راه صاف
نشود جسم را که عناصر ذات آله متعدده در مطن جاروب لا است
ضبط نموده مکرر به تکرار این در شواهت باید بست تا انکه کار انجام گیرد یا جان
برآید و شهادت رسیاید عزیز من جاروب چوبی محض گرد و غبار عارضی را
برمی دارد اما غبار اصلی را که ذات زمین است اگر برداشتن خواهد عمرها از
باید و این جاروب چوبی در اندک ساعت بکلی شکست می آید پس ازین
معلوم شد تا زمانیکه وجود موهوب بسالک عطائی فرمایند از الم غبار
بشریت اصلی رد نمی نماید ازینجاست که زوال بشریت اصلی بعد اعطاء وجود
موهوب بست دادن در مرتبه ولایت انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة

والتسلیما فضل باید ما دروازه کمال کشاید عجب زمانه آمده سلوک نفی
واثبات که متقدمین تا پانزده سال بلکه بیست سال کرده درین زمانه در یک ماه
دماغ بعضی در خلل و بعضی دیگر را همت درد دل می افتد و نفی واثبات را
از اید فهمیده بعلق باآن دشوار میدانند حال آنکه ایمان مبتدی و متوسط
و منتهی بر نفی واثبات حاصل است لا یکلف الله نفسا الا وسعها و امیدوار
فضل بی بهانه باید بود و بحسب طاقت باید کوشید فضیلت با تسبیح تنزیه و اذکار
و تکمیل بایقین بجماعه فقرا و فقرزاده ها ازین ناکس سلام خوانند و دعا کنند
تا از ناکسی بکسی آید مکتوب شصت و هفتم بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین
بعد الحمد والصلوات و تبلیغ التسلیما بعرض جامع علوم مهربان حاجی
صاحب می رساند مکتوب شریف بورود خود مشرف بخشید و بر معانی غامضه مطلع
گردانید در تحقیق بعضی معنا مکتوب حضرت مجدد قدس سرهم استفسار رفته بود
از وصول نظری و قدمی قربی مسئول بود ما قاصر فهمان را چه قدرت که فرق
درمیان اینها کنیم جز آنکه تسلیم و مقصودی بیان آنکه نتوانیم اما بالضرورت
بحسب فهم رکیک مرقوم میشود چون واضح که مراد از سلوک صوفیه حرکت علمیه است
نه قطع مسافت ارضیه یا سماویه لان الله معنا اینما کنا و مراد از حرکت علمیه

خروج علم از بعض مراتب ظلال است که در علم باساحت خود رامی نمودند و وصول
باصل اگر در توسط آن اصل زعمی باشد اما این قاطع مراتب ظلال امور
علمی دو مرتبه است یکی آنکه این کس اصل آن مرتبه است که در آنجا اقامت دارد
دوم آنکه صاحب استعداد عالی را بی آنکه هنوز قوت خروج از این مرتبه عطا
فرمایند جلوه از مرتبه فوق بر اینکس می نماید و باز بعد چندان یا بعد چند زمان
باز در مرتبه اولی این می گردانند و از آن محجوب سازند یا آگاهی قدری یاد ازان
میدارند تا همین آگاهی او را کشیده بفوق میرساند پس وصول مقامی که اینکس اصل
آن است و در آن اقامت دارد وصول قدمی است و وصول مقامی که بجلوه آن
ناظر شده وصول نظری است پس باید دانست که در مراتب عروج چون
قطع ظلال بالکلیه میسر آید و باصل الاصول بلا شایبه ظلیه رسیده است در نزول
از وصول نظری که در وقت عروج میسر می آمد فارغ شد مستعد وصول
نظری که در مراتب نزول رو مینماید میگردد نظری اول در سیر الی الله فی الله
است و نظری ثانی از سیر من الله بالله بالتفی الاشیاء ظهور فرموده ما را
اصحاب عروج چنانچه در میان خود ها تفاوتها دارند همچنین باصحاب نزول
بینهما تفاوتها پیدا میکنند کما لا یخفی علی اهالیها پس نظری اول نسبت خواه نا

صاحب خود را از دور جلوه میدهد پس صاحب ورام اهل حق الیقین است اگر به
نسبت با شد و صاحب نظر اهل عین الیقین با اهل علم الیقین و حصول حق الیقین
حقیقی صاحب عروج را بعد فنا ظلال بالکلیه [illegible] و حصول حق الیقین صاحب
نزول را بعد رفع جبل کل که در تفصیل حقایق اشیا دست دهد پس اول در کمال
اکمل ولایت انبیا و ثانی در کمال اکمل نبوت انبیا ذلک فضل الله یوتیه
من یشاء مکتوب شصت و هشتم در تحقیق ملهمه حضرت پیر دستگیر در تحقیق ملهمه حضرت
پیر دستگیر نوری که قصه بو ناز نور کمالات ایشان با نور رسیده است و از انجا اطراف
عالم انشاء الله تعالی تا قیام قیامت منور و پر سرور است و این پر سروری به نصیب
مراهل عزم رسید بالکشف نیست حوری قتوسیه النفس متولد من الروح الجید
یعنی روح انسانی در عالم امر با کمال لطافت نوری بود و آنچه تقتضای ذات الملیت
نورانیه او بود بسبب کمال لطافت مستوره عناصر اربعه مجمله غیر مفصله تحت العرش
بید استضمن حیثیات ظلمانیه مفصله ظهور کمالات مخفیه خویش در تخلیق این
هر دو مرتبه یعنی روح و عنصر مجمل بحکمت بالغه برای ظهور و جلوه گری تفصیل
مراتب خود سبحانه و تعالی دست بکرم کامله عنصر مجمل را اولا تحت سماء دنیا
مفصل کرد انید و چون خاصه هر روح را از ان عناصر اربعه تن کرد انید

برزخ مذکور را اخذ او تمام بود فنفخ اومنفوخ در بدن فرمود بعد اجتماع
این دو در برزخیت کبرویه قابلیات اندماجیه نورانیه روح وحیثیات
ظلمانیه جسد را در عرصه برزخیت ظهور بخشید چون مجعض مبناء بر عدائے
این هر مرتبه بخصوصیت خاصه خویش ظهوری داشتند یکی را با دیگر کار نبود
ظهور مقتضیات حکمت بالغه در تخلیق این دو مرتبه که برای مظهریت ظاهریت
کامله بود بی ترکیب امتزاجی این هر دو ظهور موقوف پس از ین هر دو ظهور
مذکوره یعنی ظهور قابلیات روحانیه و جسدیه بحیثیت فرجیت وحدانیه
در عین برزخیت مرتبتین یعنی مرتبه روح و مرتبه جسد امری ثالث موجود
کرد و نفس نام نهاد یعنی مظهر کامل نفس ذات مقدس جامع قابلیات
جمالیه که مقتضی موجودیت مخلوقات نورانیه اند جلالیه که مظهر حیثیات
ظلمانیه بود هند پس چون روح را در حجره جسمانیه کمال خفا است درین مرتبه
نیز ظهورات قابلیات او را استتار و حیثیات جسمانیه بر کمال
غلبه استکبار تا زمانیکه رفع استکبار موقوف است این مرتبه نفس
بکفر و انکار موصوف و چون بفضل عام او تعالی نوری از انوار تجلی
یعنی صفات لطیفه ظهور میفرماید سیوم حصه مثلا از انانیت و استکبار

درمعرض وتل می آید ونورا ... بیکبارگی اید واین مرتبه

نفس را لوامگی می ستانند و بعد از ظهور عام چون کرم او ... ظهور

خاص بحقیقت انسانی خلعه بپوشانند وآنچه منتهی است دی داشد

در و ثلث الانثیت او می زدند از ان نفس را ملهمه گویند وانیمرتبه

تا ولایت الاولیاست می تواند بود چون اولیاء است را در تبع بنی خویش

بهره مندی از کمالات ولایت معصومه بنی او واقع است اگر چه بعد

بهره کالمعصوم خواهد بود نه معصوم فضل اخص او ... بطفیل کمال

متابعت سنت ذره ذره اورا بنور نور منور و مملو میسازد این زمان

این سعید از ان را مطمئنه می نامند چنانچه میفرماید یا ایتها النفس المطمئنة

ارجعی الی ربک راضیة مرضیة غزیر من انوقت این نا درزمانه بقول

النفس لطیفه موصله موصوف و ممدوح خواهد بود زیراکه چنانچه در وقت

جاهلیت جمیع لطایف روحانیه را دلیله جهت عنصریه موصل ذات

بمظهریت اسماء قهریه بود در عین این وصول بعد و بعد می گشود

همچنان انوقت بعد اطمینان کمال موصل ذات مقدس مظهریت اسماء

اسماء لطیفه که مقصود از خلقت او است خواهد بود و دروازه قرب

وا بود کنو

خواهد شد و این معنی حدیث باید فهمید خیارکم فی الجاهلیة خیار
کم فی الاسلام اذا فقهوا المکتوب [illegible] بنهم بحاجی الحرمین حاجی محمد امین
بعرض عالی حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمد امین بعد تحیه سلام معروض باد
در مکتوب مرسول سابق کلمه صاحب نظر حق الیقین نسبت بکمل صاحب قدم اهل
حق الیقین و صاحب نظر اهل عین الیقین با اهل علم الیقین نوشته ام
و چون صاحب نظر را تتمه سلوک باقیست و عین الیقین و علم الیقین هر دو در
راه اند لاچار یکی ازین هر دو خواهد بود فلا حاجة الی بیان غیر هذا والحه مکتوب
حضرت مخدوم قدس سره الله سره هم سیر از حق بحق نوشته اند کلیه اهل
تحقیق است که هرچند اکابر الفاضل در عروج بیش می آید و از طلال که گذشته
باصل می رسد در ینجا حق بحق ترقی میسر باید اگرچه در ابتداء شروع از سلوک
یا جذبه می باشد اما چون بعد قطع سلوک و جذبه بحق میرسد و تتمه ترقی
هنوز باقی است اگرچه از اصل در اصل باشد سلوک و جذبه را موقوف داشته
ابتدای از حق میسر باید حالانکه سلوک و جذبه را قطع کرده تا اینجا رسیده اند
قبشت ان الجذبة والسلوک متحقق دارد مرسوله مع هدیه موسومه بشرف
ورود بخشید نفائح [illegible] الحمد بجا آوردم توقع که همین طور از تحقیق تعالی

وعبارات بزرگان بهره بخش بوده باشند از فقیرزاده ها و شیخ موسی جیو
عرض سلام مطالعه نمایند مکتوبات بفقیر در تحقیق کلام الله سبحانه
قوله علیه الصلوة والسلام انزل القرآن علی سبعة احرف یعنی نازل
گردانیده شد قرآن بر هفت قراءة چنانچه این معنی بحسب قراء متحقق است
و بر هفت معنی چنانچه این تحقیق بحسب علماء ظواهر راسخ است و نیز موافق
یک تحقیق از دو تحقیق اهل باطن ظاهر و هفت بطن و این تحقیق دومی از آن
دو تحقیق اهالی باطن واقع و تفصیل این تحقیق دومین نزد حضرت
پیر بنوری قدس سره بدین نهج است که کلام او تعالی مرتبه در درجه وجوب
ظاهر است ازلا و قدما و آن هر سه مرتبه مسمی بوجود و نور ظهور کلام است
بر متکلم با جمیع قابلیات ظاهر اند با جمیع موجود غیری و آن هر سه مرتبه بمظهریت
چهار مرتبه دیگر مخلوقه محدثه ظاهر اند در عالم اصل الاصول و انوار و اجرام و اجسام
گردو از آن مخلوق اند بواسطه مخلوق و اسباب یکی نفس عام است که بی لباس
حرف و صوت چه نورانی و چه ظلمانی بمظهریت نور اول او بمظهریت اولی آن
هر سه مرتبه وجوب را قابل آمده به یکجایی محض چنانچه العارف السری اهل صفا
بران شاهد است دوم حرف و صوت نورانی که در عالم امر مظهر ثانی است

جامعیت

قرآن بر هفت ... کلام حضرت ... وحی و چهار ... مرتبت ... هفت ... مراتب ... امکانی ... وظهور سلام ... کلام نور ... امکانی ... چهار مرتبت ... حرف و صوت ... اول انفس کلی ... نورانی ... حرف و صوت ... از آن بجبرئیل ... نورانی که بهره ... علیه السلام شد ... جبرئیل سمع ... الی آخره ... این دو مرتبه اگرچه مخلوق اند ... هیچ مخلوق ... سوم مرتبه ... حرف و صوت ... بیان حضرت جبرائیل علیه السلام ... کلام ملکی که غیر نبی صلی الله علیه ... اطلاع ... چهارم ... حرف و صوت ... چنانچه بیان حضرت علیه السلام ... کرام باضافه عالم

جامعیت این مراتب وجوب را که مسموع جبرئیل علیه السلام گشته چنانچه عقیده است
آن جبرئیل سمع صوتا دالا علی کلام الله وعلی ما اراد الله مثل الهام قلبی اهل
صفا بود و دیگر از این هر چهار مظاهر کلام مطلق بواسطه مخلوق مخلوق یکی
از آن حرف و صوت جرمانی جبرئیل علیه السلام که کلام نفسی حق سبحانه بمظهریت
آن بر ظاهر حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم ظهور فرموده اگرچه بر سر آن
حضرت ظهور کلام مطلق بواسطه غیری بنفس خود عیان است چنانچه بالا نوشته شده
در حدیث کنت نبیا وآدم بین الماء والطین شاهد این معنی است و دوم
مرتبه حرف و صوت جسمانی آن حضرت با جمیع مراتب فوقانی آن کلام الهی
بر جمیع مخلوقات تا قیام قیامت ظهوری دارد پس آنچه مقرو محفوظ
است بمظهریت مظاهر مفصله مذکوره همان کلام مطلق است عین غیری و در
مقرو محفوظ بودن منزه از احاطه قرات قاری است چنانچه او تعالی معلوم
ماست بی احاطه ما همچنان صفات او تعالی را بی کم و کاست باید فهمید فافهم
مکتوب و هشتادم در مقدمه تجرد فی ذاته سبحانه عن تجرد فی ذات سواه یعنی پاکی است
کسی را که متحیر است در ذات او غیر او یعنی در عین حضور ایمانی بجناب سبحانه
نایافت مشرف است تحیر یعنی نایافت است پس قبل از نایافت که تعلیم

مشهود بشما بود آن حضور ظلی بود که یافت منضم بود چون یافت بمعنی
ادراک است و ادراک را بجناب قدس راه نیست اگرچه ادراک خفی باشد تعلیم
نایافت بعد آن برای نفی یافت محتمل ادراک است نه برای نفی حضور چون
سالک بعد تعلیم نفی یافت هر دو مشغول به نایافت شد حتی که حضور را
نیز کم کرده لهذا در منولا ما از حضور تعلیم رفته که در عین نایافت حضور نیز
که خلاصه وصول بشری است و داخل دایره اصالت است با نایافت
منضم شود چنانچه بعد وصول رویت بصری در آخرت نایافت ثابت آری
آنجا که یافت است تعلق به تجلی است نه بذات پاک چون تعلق بذات
پاک عطا نمودند نایافت را ظاهر فرمودند بایدش که در عین نایافت شهود
نور ایمان از حضور مولی که منزه از یافت حصولی است بهره ور بوده
از غفلت محجور نباشند تتمه شبهه را بالمشافه بعد ملاقات دفع نموده
خواهد شد انشاء الله سبحانه الغرض بی توجه بحضور محض بنا یافت
صرف اوقات نمایند بحدی که توجه بغیر مطلوب گردد و حضور بحق غالب
مکتوب نود و دوم بمیان عبد الهادی صدور یافت بود در رقیمه محبت افزا از محبی دریافت
کرد در احسن اوقات رسید مضمونش معلوم گردید بواسطه طور دیا مرقوم بود

وحفظ فرزندان مطلوب شفقتا از قدر هیچ چیزی غنی نمیکرداند و موت
هریکی را یکبار بهر طریق که بقدر است شدنی است رفع آن طریق
ممکن نیست آری اگر برای تسلی کوته اندیشان تعویز یا علاج میکنند
نه علاج موت است بلکه تسلی نامه فی الحال حال او است که تا ظهور امر
خفی در غم پریشان نشوند اما چون دانست پس برای یا رب یاره
دارد و تعویز نه طلب داری و وقع بعضی وردها را مطلق به دار کرده اند
در موت مطلق مع هیچ چیزی مفید نیست یکباره است تکرار ندارد شما را در فرزندان
شما را بخالق موت سپردیم شما را صبر و شکر عطا نماید برای چند سایل
مرقوم بود مشفقانه فرائض که فرض عین اند از کسی عوض فرض از کسی
نمی رسد اما نوافل بهر که خواهد چه خویش و چه بیگانه تمام یا نصف یا ثلث
بموجب نیت بخشند میرسد و ثواب آن مترتب میگردد نکاح موقت
در مذهب ما باطل است و در بعضی روایات بعد دفن از راه گشته باز
رفتن چیزی بمیت مدد کردن جایز داشته اند اما معمول اگر نیست
چراغ بر سر گورها افروختن بدعت است مگر ضرورتی لاحق شود چون
زنی را عادت یکبار یا دو بار یا پنج روز یا هفت روز شد و در آینده

تجاوز از عادت کرده باید دید اگر در اکثر مدت حیض یا کمتر پاک شده در این صورت عادت اول برگشته واو را اعتبار نماند و اگر از اکثر مدت حیض تجاوز کرد عادت اول معتبر است بموجب عادت ایام حیض کرده نمازها را نماز قضا باید کرد مثلا عادت پنج روز بود و در آینده تجاوز کرد مثلا هفت یا هشت یا ده روز پاک شده در اینجا عادت گشت این همه ایام حیض اند و اگر از ده گذشت بعد یازده روز یا زیاده پاک شد همون پنج روز عادت سابق وضع حیض باید کرد باقی ایام استحاضه نام مرده کاغذ نوشته داشتن منع است مگر که با انگشت خشک بر پیشانی یا سینه مرده تسمیه را باید نوشت تبرکست اجنازه داور یا درست میت عبارة الناس من التهنية بليلة الهلال او يوم العيد وعيد الفصاة بعد المكتوبة او صلوة الجمعة هذا كلها ممنوعة بمنع عنه الناس في شرح كافي في باب المكروهات ايضا مكتوب بنام سید میان عبد الهادی اخوی میان عبد الهادی سلام خوانند رقیمه رسید تقاضا نوشته داده شد الخیه از مسئله عنین استفسار رفته بود عنین آنست که قادر بر مباشرت نباشد یا بر ثیبه قادر باشد بر بکر قادر نبود اگر عنین بعد خلوت صحیحه زن را طلاق داد مهر تمام لازم آید و حدت داجب شد

واجب شود اگر بعد خلوت صحیحه زن منکر از وطی است اگر بکر است
بزنان دیگر باید نمود اگر بکارت زایل شده وطی ثابت شد والا نه و اگر زن
بکر نباشد قول شوهر با سوگند معتبر بود خلوت صحیحه آنست که زن صحیحه از امراض
و از حیض در غیر رمضان با شوهر در خانه خالی از دخول بیگانه داخل شود این
خلوت حکم وطی دارد لیکن عدت لازم شود مکتوب بیست و چهارم در تحقیق مرتبه
ذات و صفات حق سبحانه و تعالی مرتبه ذات و صفات الله سبحانه و تعالی با کمالات ذاتیه و صفاتیه
ازلی و ابدی است و اسرار کمالات شیونات ذاتیه و صفاتیه در عین خفا
و غیب معلوم ذات عالیت و هیچ از انها مخفی بر ذات نبود و در معلومیت
این مراتب اجمالا و تفصیلا ذات تعالی را هیچ احتیاج بظهور خارجی نیست
و مقتضای حسن هر صفتی از صفات و هر شانی از شیونات را عالم و بصیر است
اما چون حسن هر صفتی باوجود ظاهریت اینها مقتضی بظهور خارجی معلوم
ذات الله سبحانه بود و این اقتضا حسن هر صفتی را مقتضی بظهور اظهری است
لیکن باوجود کمال استغنای خود مرتبه خارجی حدوثی را موجب اقتضا شیونات
ذاتیه و صفاتیه در منصه شهود موجود کرد امید باید و اقعت که صفات الله
سبحانه هر دو مرتبه است لطیفه و قهریه بموجب اقتضای حسن صفات لطیفه

مظهور درد ابر منقصه نبود موجود نمود لیس هیچ در دنیا از ایمان و طاعت
بموافقت اوامر و اجتناب از نواهی موجود میشود همه ظهور حسن صفات لطیفه
اوست و جزای این ظهور در آخرت خلود جنت با جمیع نعمای او
و افضل و اعلی از همه نعمای آن مرتبه رویت الله سبحانه و همچنین بحسب
اقتضای حسن صفات قهریه مظهر او را عرصه اظهار رسید از موجود لیس هیچ
از کفر و معاصی و ناموافقت معالی در دنیا مخلوق میشود تمامی ظهور حسن صفات
قهریه اوست و مرتبه جزای این ظهور در آخرت بر مظهر خلود جهنم از نوع
عذاب در آن مرتبه هست و اشد از جمیع انواع عذاب محرومی از رویت
الله سبحانه است ای عاقل هوشیار اگر طرح کمالات صفات لطیفه
هستی این معرفت را بنظر عرفان خواهی دید و قدم خود در استقیم تر شریعت
خواهی یافت والا در عین معرفت بی استقامت بر صراط مستقیم بظهور
قهریه در لجه الحاد خواهی ماند الغرض بلحد ظهور صفات قهریه و عارف ظهور
صفات لطیفه هیچ یکی را از تربیت مربی خود چاره نیست و از تربیت ثمرات
ما فیه سیه خلاصی و ذات و صفات او تعالی با وجود این فیض بخشی
و عدم فیض بر مظاهر بکمال قرب و معیت از اتحاد و حلول در مظهر منزه

و مبراست

و معتبر است فانهم خابره قال علیه السلام و علی آله الصلوة والسلام
من عرف الله الخفی علیه شیء ای ما یحتاج الیه من المعرفة الصفا
مقصود ملکها ... تا که ... آنکه قلمها در کفها دهها معنی
آنست کرامای نوشتن و فرشته هست کراما کاتبین دو دو بر دو شانه بالای
است و زبان از دل راه ... هر دو فرشته بهشت و انیس تو ...
هر دو لیس بحکمت بالغه باز باز ... تو اعمال حسنه ...
می نویسند هیچ بیم تر است آنچنین با وجود ... جلال خود کرده
و دانسته ... شنیده باشی لقدرت الله سبحانه در اینچنین مقام
تنگ که دو دندان تواند سکونت دارند و هرگز هیچ محسوس نیست لیکن عجب
از آن کسانی که از مفهوم معنی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط و در سم خیاط
ابلاج جمل نیز از قدرت حق سبحانه محال دانند و محال عقلی را محال الهی پندارند
دانا و آگاه باش ای مومن سنی که معامله قبر و عذاب و حساب با بنده با این
نازکی و خفاکه هیچ اطوار حساب و عذاب در نظر بندگان محسوس نیست
و زندگی هر دو در معامله حساب قبر همچو زندگی و بیداری حیات دنیوی است
مجرد که اگر بگور مرده جانوری می نشینند میدانند که زیست با ماده وای

برکسانی که معامله فرا چون معامله محسوس نمی باشد لاچار از جهل

وطرفی خود سهو معامله خوانند در خیال اعتنا میکنند و باین اعتقاد در نفس هست

سی و می افتند و میفتند هر که میفتد نعوذ بالله من هذا الجهل المرکب

من یضلل الله فلا هادی له مسئله حمل کنیزک تا نشده یا اصلا تا زمانی که جان

نیفتاده و دور کردن جائز است و چون جان در بدن حمل در آید کردند

و دور کردن منع است اما درین زمانه بعضی علماء گفته اند که این زمانه فساد است

اگر اولاد بدکار شود اگر بعد داخل شدن روح نیز حمل را دور کنند جائز است

اما عمل بر درایت اول باید کرد یعنی داخل شدن روح دور نباید کرد اگر کنیزک

دیگری را نکاح کرده است قطع حمل هرگز جائز نیست اگرچه بی جان است

مسئله بدله … اما علی که در وزن برابر باشند در بدله است دست بدست

اما وعده کردن که بعد دو ماه عوض این هر سه علی خواهم داد منع است در ربوا

الغرض در یک جنس ربا … ی و وعده از یک طرفی هر دو منع است اینجا اگرچه

در وزن برابر اند اما یکی الحال گرفته دوم عوض را وعده کرده و این در یک

جنس منع است و در غیر جنس زیادتی از یک طرف جائز است الا شرط

… وقتی که هر دو وزنی یا کیلی باشند و اگر هر دو غیر جنس یکی کیلی است

دوم

دوم درکی زیادتی و کشیدن پرده جائز است مسئله اگر حضرت قرآن
مجید بطرف پای خفته باشند اگر بلند است مقدار قد خفته جائز است
واگر کم از آن نی مسئله اگر مومنی خفته است و وقت نماز درآید پس او را جائز است
بیدار کردن او اگر مرضی او را ندانند الا جائز نیست اگر مرضی رضا دهی
پرده عیب معلوم نبود ناگاه وقت باخبر کند در بر اگر دین بعد از آن بیدار
مسئله اگر غسل خانه با سقف باشد برهنه شدن آن به غسل کردن جائز است را
واگر بی سقف باشد با احتیاط در آید بکرده پوشیده سحر پرده و جهد نوع
است مسئله اگر در وقت سجده انگشتان پای را متوجه قبله نگرفته
نکرد اند نماز فاسد نمیگردد بر روایتی مسئله اگر شخصی بسبب غروری ذات خفا
دیگوید چه فلان جولاهه و موچی است کافر گردد قال النبی صلی الله تعالی علیه
و علی آله وسلم اما من مات الا وقد تمنی ان یموت قبل ما مات فان کان
برا لیکون الی بره اعجل وان کان فاجرا لیقل فجوره مکتوب نقاب ثم نویز بر صد دریافت
در جواب این بیت سه چشم چشمانه تواند بوده بتهای نور چشمال آدم
خنده نست باهمو چه با تبسم لائق این وصف پاکیها جسم جران واملحا
سواکسی ها کرا این برداشتی از زیر پای خود نهادی بر سر کشیدک علاء بعد سلام

بلور اندرون حال محبت شمادار رسید ارادت نشان صحیفه گرامی گویا رسیده

این بیت شریف دو عالم را از طرف فضل تعالی و عالم معنی ببین حضرت

دهلوی خود نوشته‌اند اما حرف تمام مصراع ثانی قبول میکنند و الا معنی بسیار خوب

بود در ذهن ناقص این می‌آید که مصرع اول استفهام بمعنی انکار است یعنی چون

عاشق از حسن جسم محبوبی خود را محروم یافت الحال بتسلی خود بخیال گرد آن

بهم در زده شوق که معنی یار شاد در این است مدرکند یعنی این است

که اگر چه جسم دست نمی‌دهد اما مساعدت را عبارت از آنکه ثمره آن عوض در حالت

بخیال همام اند و بی محروم تمام چنانچه عزیزی گفته است از هر چه در خیال

تو خوشتر است ها و هر چه در وصال و صالی تو خوشتر است ها و الله اعلم

مکتوب بست و ششم بصاحبزاده میان عبد الحمید زاد جودت که بیکار از خدا باشد و الهدای

یک تن بیکار کاشتنها باشد که هر خود دارای در بر زمین را به همی بود

وحاله الحیان تنها بود و وساده حق از رحمت جاهر ارکه جائی فقیر باشان نیز

جان کنده باشند کدام کم داده آن ماهر را دیگران در زم قطع دعوی

آرزو دارند از اندازه چاره نیست هیچ شخص روز از زمانی بود

کنند الصاحبزاده شرط الصلوة ام کرامت ایام فقیر خانه را القدم منت کنم

مشرف سازند [illegible] از طرف یک [illegible] بار [illegible] کمال [illegible] امر [illegible]

و ادارات بجا آورده [illegible] که [illegible] ایشان [illegible] با کسی

[illegible] نشده انشاء الله تعالی بعد [illegible] ایام [illegible] اسم [illegible]

و [illegible] اگر [illegible] بود [illegible] است بعد از شیخ

عبد الغنی [illegible] جمیع [illegible] اسلام [illegible] محمد فاروق

در [illegible] حلال [illegible] نموده

ظهور [illegible] جلال است [illegible] نواهی [illegible]

[illegible] جلال [illegible] دم [illegible]

اگر [illegible] است [illegible] ظهور [illegible] جلال

[illegible] اگر [illegible] را از دست [illegible]

[illegible] آمد [illegible] در حق ایشان این [illegible] چنانچه فرعون [illegible]

[illegible] معجزات [illegible] موسی علی نبینا و علیه السلام این بود که [illegible] ایشان

[illegible] بواسطه [illegible]

[illegible] ظلمانیه [illegible] ایشان [illegible]

[illegible] سازد [illegible] باجمیع [illegible]

دردل پردازد و آب وضو و غسل مذکور را در آوند گرفته در انجا که قطرات خون یافته

بود آب مذکوره را بنفشاند و درود حضرت پیر دستگیر قدس سره الاقدس را

بعد مغرب در اندرون خانه بخواند با خشوع و در وضو سه روز این کار میکرده باشد انشاء الله تعالی

ببرکت صدق توبه همه نجاسات از ذات ایشان و صدقه از مال حلال بی شبهه

اگر میسر آید بهتر چه توفیق باشد ورنه اصرف نماید اگر کسی ازاله بواسیر حقی

داشته باشد در رضامند بسازد مطالبه نیست کاتب رقیمه میان محمد فاروق

اوقات خود را از سعی توجه ذکر الله سبحانه فوقانی سلطان از دست ندهد طول

امل پیش نگیرد هر چه از ذکر او تعالی درین حال میسر آید بسبب دلی جمعیت و ملیه

جمعیت حال و استقبال فقط بسیار کسان در مطالعه بیمار از [illegible] بسیار

بر دم ماندند از [illegible] شود که مثل اینها نه بر دیگران برود و بسیر [illegible] از [illegible]

باشند تا شکر معطی ادا شود [illegible] و [illegible] حصول کیفیت کرده [illegible]

[illegible] مسائل [illegible] آید الحال داشته مکتوب اعتقاد تم [illegible] و [illegible] بعد مطالعه رقیمه [illegible]

[illegible] باقیم و چون هم از مسائل دیگر [illegible] تحقیق ایجاد حق تعالی بود [illegible]

تحقیق آن پرداختم باید دانست که [illegible] ایجاد کاد [illegible]

[illegible] تعالی موقوف [illegible] [illegible] [illegible] فرمود

علیه السلام اللهم ارنا حقایق الاشیاء کما هی بسیار مذاهب بسبب عدم

اطلاع از حقایق اشیاء در تحقیق ارادت و قضا از راه رفته اند و از ایمان

گسسته بکفر پیوسته اند این عقل ناقص منما که بر ترجیح و ماکاد کار درست

در بیولا از ایمان گسسته بکفر پیوسته ازین لود نکنند و تجدید ایمان آورند و اعتقاد

دارند که تحقیق این در دو نوع مجمل و مفصل مجمل انکه بدانند که او تعالی حکیم مطلق

است و کار حکیم مطلق بحکمت بالغه است و از هر جهت منزه است

ترجیح و نفی از دو او نه تابع اختیار و حاکمه او ست نه اختیار او تابع

طرف رجح یعنی طرفی از دو طرف ترجیح باختیار او و ارادت او

یافته نه انکه قبل از اختیار او تعالی طرفی مرجح بود و اختیار تابع او شود

ها کفر محض و جهل ظاهر و این که بعضی دقایق عقل ناقص می یابد از

ناقصی عقل است نه نقصان در ایجاد و حکمت او تعالی و آن عدم

اطلاع عقل علی الحکمت لا لوجیب العث عجب بی عقل است که خود

قایل بنقصان عقل خود باشد و از عدم دریافت او بسبب نقصان

که دارد تجویز نقصان در ایجاد شده از نقصان نماید پس هر نوس برا

لازم است که برین مجمل باشد که هر چه او تعالی کرده همچنین می بایست

دخواه سفر و را از سهام شیاطین بفهمد و در دفع آن کوشد تا از
راه تردد و مفصل آنکه خدا تعالی با ذات و صفات و شیونات خود
ازلی و قدیم است و نیز اراده او تعالی برای ظهور حسن کمالات صفات
جمالیه و جلالیه شهادت در مرتبه ثانی با وجود ظهور او و غیبا در مرتبه
اول یعنی در مرتبه صفات و با وجود استغناء او تعالی از ظهور ثانی
ازلی بود چنانچه فرمود کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق
لاعرف پس اراده حق تعالی از المحض و برج وجود ظهور حسن کمالات صفات
لطیفه قهریه آمد و طرف عدم را مرجوح و معدوم گردید و چون حسن صفات
جلال مقتضی سلب حسن از مظهر است و حسن صفات جمال مفیض حسن
مظهر لاجرم بحسب اقتضاء صفتین کاملین که متخالف اند آن همگی بهیت کافر
مظهر صفت جلال است و چون وجود او برای ظهور حسن اقتضا است
از که مراد ازلی بود احسن ایمان ساکر و بجمال کفر مغلوب و معیوب است
و اگر چنین نباشد حسن غیب الالی ظهور نپذیرد و این غیر معقول است که
وجود کافر برای ظهور حسن جلال بحسب اقتضای ازلی مراد ازلی باشد
لازم حتما آنکه عدم ظهور او را تجویز نماید نکته مختصر شود که اگر شقاوت

[illegible] عقل [illegible] اکرم وجود

صفات [illegible] ظهور [illegible] فاهم [illegible] کاغذ

[illegible] ال [illegible] این مشکلات [illegible]

[illegible] نبوت [illegible] فضیلت [illegible] اکرم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] علوم [illegible]

[illegible] اگر مردم [illegible]

[illegible] توقع که خلاف دشمن و دوست [illegible]

[illegible]

[illegible] و مکتوب [illegible] فضیلت محمد اکرم

[illegible] اکرم عند الله [illegible] معانی [illegible] ظهور وجود [illegible]

[illegible] آثار سعادت ازلی که [illegible] حقیقت [illegible]

کمالات نبوت مصطفوی [illegible] اللهم [illegible] للمتقد

واحد الهم اهالی در جهه حق الیقین عزیزمن الحیه برقوم بود از علو نسبت

اینهمه مرة نسبت سابقه هست هرچند نسبت سابقه روشن تر و کامل تر درجه

آینه و لطیف تر و عالیتر اما چون بدونی سعدان سرت سابقه بست اتا

بمجرد آگاهی برمرتبه حال انقطاع کلی در درجه تفصیل در سطحیت منحو الیعید

و اینمرتبه تجلیس متضمن وجدان مرکز مقام تفصیل است و سطحیت حقیقی

بی باطل در ان حال سیر وجود را جنید خلوت که طلوع یافته و در ای سعادت

بخشیده باکلد یاد ندارد بوده یا نه مانند که این نسبت عالیه متضمن معانی

سابقه نسبت و متمیز او نموا جمع جامع قابلیات ایمهای خویش

هایی تعدد و تجربی چنانچه به سابقه مشعر از وصول صفات که نسبت معدوم

الکیفی بحقیقت ذات بی زیادتی و غیره دارد اما چون اطلاع بر بعض

حقایق مرتبه حلو موقوف به ملاقات است الی الله فی حصول صحبت

از رفقای آن بهره مند خواهند گشت باید که خود را بهمین حقیقت اجمالی

که مرتبه حلو است سپرده چنان استیعاب اوقات نمایند که وقتی

از اوقات اینکس بی این دعا خالی نرود و ترقی در ترقی رو نماید

و در آراستگی اعمال و نهایت اخلاق احتیاط تمام دکمال بجا آرند دلم

توکل

توکل محکم گشته فقره او را اعداء اهل طریق دانسته ظاهری و باطنی
من کل الوجوه از اهل دنیا پاک خالی گشته حیثیت همت صمدیت ایشان
اهل دو اصل اصل که چون در مظهریت و وصول صفاتی در درجه تفصیلی
او را احجاب باشد و بعد از او در تلی بذریعه و از جمله حجابات است عزیزی
کمالیت اهل بنا اقتضاء از استکی اعمال ظاهره و تهذیب اخلاق
دارد و از است که ظاهر شعر از آن اگرچه بسیار از استکی ظاهر که بی کمال
باطن باشند تا به آن می نمایند تا آن از جهای دیگر است و آن از جای
دیگر و تجدید منت و الا از کوا خود سلام این عاجز رسانند که زحمت میع
اعزه را اگر اتفاق افتد نیز سلام رسانند میان پیر محمد را از یاد داشت
اسمی واقف کرده ام اگر به قلبیت صحبت شبیه باشد تا به تکرار تمام
واقف کرده اند و صحبت ... دارد در تبع ندارند اوقات را زیاده
به سکوت و خلوت و مراقبه ... و قلیل بل اقل قلیل بعض تکلم ضرور
از مسائل و غیره و اگر با طهارت باشند چون طاهریت ظاهری با طهارت
باطنی متفق مشهود بود علی ... اوراد ... السلام و الاکرام مکتوب بیست و نهم بنام محمد
فاروق صدر دنیا حوی محمد فاروق فارق حق از باطل باشند مضمون کلمات

جدا از نفوس بشر که حضرت ایشان با کمال بسی و بی دعا علی این است
رقوم فرموده بودند برای تحقیق معانی آن با این احقر مسموع شده بود
سعادت حاصل گشت اگرچه این کمینه را چه یارا که در این مبحث کلمات ایشان
و اغمض خود را دخل دهد اما چون سائل را از خیبت ناکامی نتوان داشت
نبود بالضرورة بحسب فهم قاصر اخذ از اصطلاح ایشان بهره در رقم بیان معا
کلمه علیا مرقوم میدارم باید دانست که آنچه مسموع شده بود نوشته میشود از انکه
حضرت ایشان قدس سره فرموده که حق سبحانه تعالی از عطیه ای که بکار من وارد
میخواهد که در تربیت من علوم دینی واسطه باشد ازین عبارت نفی واسطه حضرت
سرور انبیا علیه و علیهم من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها مفهوم
میشود و این ممنوع است چه نفی واسطه در فهم است نسبت احباب و در تفهیم
الحاد است نسبت الحاد و سر ائمه ایشان ابهم در حق ممنوع است در حضرت
پیغمبران واسطه شرعیت جامع است چون تابعی ازینا لعان حضرت سرور
کاینات علیه و علی آله الصلوة و السلام واسطه کمال تربیت استعداد تا
پیدا نمیکند قابل آن نمیگردد که بتوسط التعلیم الانسانی و در بجانب حضرت
صلی الله علیه و سلم از الله سبحانه به تعلیم علم لدنی اطلاع و تربیت یابد

الله سبحانه

الله سبحانه اینچنین تابعه مستعد را خود تربیت میفرماید و این تربیت
درباره این تابع بواسطه متبوعیت متبوع او است و اظهار معجزه نبی او است
که مظهریت این تابع ظهور پذیرفته و اگرچه در صورت واسطه منتفی است الّا فی الحقیقة
واسطه حقیقی هست که واسطه متبوعیت متبوع او ست پس چون ذات
شریف حضرت ایشان مالسبب کمال متابعت که بفضل الله سبحانه ان
میسر آمده ان استعداد که در صدر مذکور است پیدا کرده و حضرت سرور کاینات
علیه و علی آله الصلوة والسلام او را بحکمت بالغه برای تعلیم بحضرت رب العالمین
تفویض نموده بغیرت خداوندی ظهور پذیرفت و بتعلیم علم لدنی اصالی تعلیم
فرموده تا این تابع کاملا محجوب محبوب او معطل نماند و فضل متبوع اظهار پذیرد
کرد سبحان الله چه متبوع عظیم الشان و محبوب عظیم البرهان است
که تعلیم خود تابع را قابل حریم کبریا نموده و تعلیم او را بحضرت غیرت تفویض
نموده و غیرت خداوندی برای اتفاق تفویض محبوب او تابع او را بالغیری نگذاشته
این فضل در حقیقت در حق متبوع است تابع عدوم البضاعه را چه یارا
که قابل این بارگاه باشد در حقیقت فیض متبوع است که او را باین
دار رسانیده سبحان الله این خادم تابع به فیض بخشی متبوع و تفویض

امنر لی ل [illegible] جسانکه بودی

قدس سره فرموده اند [illegible] ما را علم [illegible]

ونیز درین [illegible] نقصان [illegible]

خیر و کمال [illegible] عدم [illegible]

مخصوص حضرت محمد است علیه و علی آله الصلوات [illegible] لهذا ذوق التحیات

المکلمانه شرکت در تعلیم علم [illegible] که از [illegible] ایجاد عوام

با خاص ترکی [illegible] محض [illegible] شرکت

ندارد در شرکت اول برابری [illegible] بخلاف شرکت ثانی سبحان الله

شیخ عبد الحق دهلوی عفا الله خطاه بر حقیقت قول حضرت ایشان

که از شرکت ناطق است عدم مناسبت باین جماعه اطلاع نیافته

ازینجاست که درین کلمه مبارک ایشان اعتراض کرده و گفته الخ گفته و چون [illegible]

حلت حقیقی و حصول اول را امر نعت ممکنه که آن بعضی حضرت خاتم الانبیا

است علیه و علیهم الصلوات التسلیمات و [illegible] دایره محبت ابتدا

کان بالاصالة بر حضرت خلیل الرحمن است علیه السلام و بحضرت

ایشان با وجود زیر قدمی حضرت خاتم الانبیاء زیر قدمی حضرت خلیل

الرحمن

الامور داشتند علیهم الصلوات والتسلیمات بمناسبت نزدیکی آنها
بمدارج این دایره وصول پیدا کردند وحضرت سرور کاینات علیه وعلی اله
افضل الصلوات والتسلیمات بعلو مرتبه که واصل مرکز اند وهم تفاصیل انها جا در مرکز
دریافته اند در تحصیل تفاصیل دایره متوجه نیستند پس حصول حضرت
ایشان به حیثیت تفصیلی که عبارت از دایره است بحکم من سن سنة
حسنة فله اجرها واجر من عمل بها با وجود کمال اجمالی مرکز که حضرت خاتم
الانبیا از انبیاست بجناب حضرت عاید گشت و امانت ضمنی اصحاب
امانت رسید و نیز تحقیق قول حضرت ایشان قدس الله سره العزیز که حضرت
صلی الله تعالی علیه وعلی اله وسلم مرتبه محبوبیت تفصیلی بواسطه من کمرین
امت انبیا حاصل شده از تحقیق مرتبه خلت بوضوح انجامید فلا اشکال
و [illegible] مرتبه [illegible] ظلی [illegible] شهود [illegible] شهود [illegible] که [illegible]
وصل [illegible] از [illegible] شهود [illegible]
حقیقی بوصل یا نسبت مرتبه لهذا ارباب شهود را وسط مرتبی برزخ را
داشته اند وچون حضرت ایشان ما از مرتبه شهود گذشته بمرتبه غیب
بجانب تمام حقیقی به تعلیم علم لدنی اصلی که ما لا نو گو رسند تشریف وصول ارزانی فرمودند

لاجرم رغبت در حق اصحاب بهشت بود امید در آخرت است ایشان در نصیب حاصل

بلکه از نصیب بهشت بود آن محبت ایشان از ظاهر حقیقی است لاجرم از دولت

حقیقت

اینمعنی در حق واصلان غیب است که محض است تا فهم دیگر نوشته اند که

کعبه افضل است از حقیقت محمدی علیه السلام باید فهمید که حضرت کعبه را

در حقیقت است حقیقتی است در مرتبه مخلوقه که آن قابلیتی است از قابلیات

نور اول که نور محمدی است علیه السلام و حقیقتی است در مرتبه وجوب که معبودیت

مسجودله است که همان حقیقت مقتضی مسجود الیه بودن نیز است و حضرت را

صلی الله تعالی علیه وسلم و علی آله وسلم نیز دو حقیقت است مقتضی در مرتبه

که ذات نور اول است جامع جمیع قابلیات است و حقیقت اول که قابلیتی است

ازین قابلیات و حقیقتی است در مرتبه وجوب که آن قابلیت صفت است

مر اعتبار علمی را متعلق شود با جمیع شیونات و صفات ربانی اجمالا

قابلیت قابلیتی است از قابلیات مسجودله لیس در قول حضرت ایشان

فضیلت کعبه به اعتبار حقیقت ثانی است اول نا فهم ... نوشته اند که

حقیقت ... از بقیه ... حضرت ... علیه السلام باید ... را

علی نبینا و علیه السلام در اول مرتبه حاصل است ... ۱۵

که مقتضی

که [illegible] ابع حال [illegible] حقیقت انسانی [illegible]

[illegible] را [illegible] الخامس [illegible]

[illegible] انسان [illegible] باطن

علام [illegible] در رسالة الالهامیه [illegible] آدم

بر مطابقت انسانیه است و انچه مرقوم بود که نوشته اند که بعض از اهل [illegible]

[illegible]

[illegible] کل اولیا [illegible] این تحقیق [illegible] است [illegible]

[illegible] علیه السلام [illegible] نوشته اند که [illegible]

[illegible] رضی الله تعالی علیهم رسیدم و از ان در گذشتیم [illegible] نبوی

[illegible] نام

[illegible]

[illegible] فراغ از [illegible] کرام [illegible]

[illegible]

[illegible] را [illegible]

[illegible] دو [illegible]

ارا اسما ... زدن از لوده اینست اعزا ... سالی بخواهد که سهت ...

اشارت ... دیگرا معاد ... به سمت ... خود ... سم که باد ...

حصول رانست کتر ... صحم سوت ... برقی ... کلور باز ... ربانیم سعید

چنانچه آیه قل رب زدنی علما ... ابعی ... است ... بحار ... الله

حکم منصم بشارة معنوی بیان کردند که اگر اشارت ... باطن ... ظاهر با

اشارت نیز ... سید بود ... مدان ... بدرعه الکسم ... خود ... کار ... رسانی ... است

مکتوب بیست و دوم بعزیزی صدور یافت الحمد لله ... و سلام ... الذین

... و ... من ... ... الله سبحانه ... شوما ... ا

مرت لغیر مخصوص والتعسار ... تفاوت ... ہم

... فی عا ... ال ... ا ... با

مر ... یه با او وسایط کن ... دعوه ... بلبوان با

... اسلام و ... ا ... الذین با

... ہو ... اکاه ... و ... ال الی ...

ا ... لا ... ه ... ا ... ا ... الدرجا ... بعضهم

... ما ... ا ... الا ... ہم الوسیاة ...

بایدانست

باید دانست که حالی وسائط کثیره را ابتدا از سلوک و نهایت
از ناجریست و فیما بینهم التفاوت بعضهم فی ابتدائها
وبعضهم فی اوسط وبعضهم نهایتها فاما الذین فی ابتداء
الجذبة فهم فی ظل ولایة الخاصة المسمی بولایة
الاولیاء وعند البعض بولایة الصغری عند البعض
محققین واصحاب ابتدائها لا امثال له یکونون مقتضین
بالعبادة المستمرة ویرتکبون البدعات فی عین ما
یشاهدونه یبالون وهذه المرتبة اشد فیها من الت
العقود و نادری ازین مرتبه اخلاص یافته بمعاودت بسوی طاعت بکمالات
نفس ولایت خاصه بهره ور میگردد و در ابتدا اگرچه از ارتکاب طاعات
وترک الصلوة محفوظ اند بود اما توحید وجودی معلوم و ابدالت
و بغلبه سکر گاهی از فرایض پنج گانه مقصر خواهد باشد زیرا که محفوظ صورت
وچون بفضل خاص بهانه ازین حالی دست داده مرتبه منتهیانه نموده
فرود محب توحید شهودی خواهد شد باهلیه فهم الالب ناشر
خواهد نهایت وصول سالک درین سیر دو مرتبه ظاهر کمالات مطلق یعنی

نظهور معلومات ازلیه بتفاوت درجات ظهور خواهد بود در مراتب عرفانیه
و تعلق وصول او بمعلوم مجهول الکیفیة در وسط او مجهول الکیفیت در نهایت
در انتهای این ولایت خواهد بود درینولا علم او بعلم ازلی ظلی که معتبر بعرفان
است نسبت خواهد بود و علم حضوری و علم لدنی اصلی در مراتب عرفانی او ظهور
نمود و چون فضل ازین ظهور خواهد فرمود بتفصیل معلومات غیبیه الله
بظهور علم حضوری اصلی وصول پیدا خواهد کرد اگرچه در مرتبه از معلوم حصولی
و مجهول الکیفی ترقی نموده بمعلوم معدوم الکیف که تفسیر معاملات است
وصول نصیب یافته در مرتبه از مراتب اصالت رسیده اما هنوز معلوم یافت نشست
پس درینولا ابتدای علم حضوری مشرف شده و این ابتدای ولایت انبیا است
در همین مرتبه بهره وصول بکمالات علم ذاتی میسر آمده اما هنوز حقیقت این حضور
بتفسیر است و چون فضل الهی سبحانه دستگیری خواهد کرد وصول نسبت
علم پیدا خواهد کرد و این حضور را حضور ذات بعلم و تعالی خواهد یافت درینولا
علم محض نیست و معلوم هیچ نیست این مرتبه را حضور علمی باشد و این مرتبه
بوسط ولایت انبیا تعلق دارد و چون طائفه کردند که ذات بذاته علیم است
و علم و عالمیت ذاتیه است نه امر زاید بر ذات درینولا ... از کمالات
نبوت

ہ ۔ ا ۔ لی ا ۔ اہم ، ا ۔ ز ۔ ز ۔

ر ۔ د ۔ حوا ۔ راسود ۔ ا ۔ ۔ ال ۔ الہ ۔ اسا

93 بہ شیخ محمد اکرم

الہ را رسید ذاک بفضل اللہ و بتوفیقہ تا مکتوب نود و سیوم بہ شیخ محمد اکرم

در ۔ کہ در ۔ دریکہ اللہم اجعلنی ۔ ۔ الالاں اکرسا ۔

الاعما ۔ الح ۔ سعادت ابدیہ ۔ ۔ النعلی الم ۔

علا ۔ رہ ۔ اسم ۔ وہو الکعبۃ العظمی ۔ ۔ مونہ ۔

ا ۔ ا ۔ با ۔ کون والہ و ۔ فی ذلک ۔ ۔ الاوا

ر ۔ ا ۔ او ۔ الاسد ۔ ۔ کمال ۔ علی ہذا العہد

الشیخ الاعظم الاکرم اللہم ثبتنا علی الصراط المستقیم وجعلنا تابعیہ فی ہذا الامر

لی ۔ الی ۔ ۔ المعروف ۔ ۔ اثم ثقۃ علیک ۔ ۔ لام ۔

لصوم ۔ الملح لا ۔ ۔ ۔ طلبت ۔ اللہ عند ۔ المنا ۔

۔ فی المواقف الشریفۃ ۔ حجبنا اللہ سبحانہ من ظلمات الشہوات

والمعاصی ۔ ۔ معافی عمر طویل الایمان ۔ ۔ من اللہ سبحانہ

ال ۔ اکرا ۔ ۔ ۔ ۔ فی ۔ التر ۔ الحلو

عن السول ۔ علی ار ۔ اللہم اجعلنا من ۔ ۔ ۔ عم الا ۔

[illegible]

[illegible] گرامی [illegible]

[illegible] فایده [illegible]

[illegible] نسبت یعنی [illegible]

که معدوم است چون فضل الهی کرد [illegible] یعنی [illegible] حقی [illegible]

یافت [illegible] تو [illegible] نسبت [illegible]

[illegible] ولایت [illegible] حقی را [illegible]

چون [illegible]

حصول کار ناتمام است و در ولایت انبیا علم [illegible] دلی [illegible] کل الوجوه [illegible]

[illegible]

[illegible] بیان [illegible]

[illegible] این نسبت [illegible]

[illegible] فرموده اند که [illegible]

[illegible] مکتوب هشتاد و چهارم حقایق آثار شیخ عبد الغنی

که یکی از مخلصان حاجی الحرمین [illegible] در [illegible]

[illegible]

والسلام علی حبیبه الذی لا یعلم شئی قدره الا الله وعلی آله واصحابه

الذین خیر الامم الذین وجدوا الحق بکشف الغطاء اخوی مشفقی شیخ عبدالغنی

بعد تحیه سلام مطالعه فرمایند در تحقیق حدیث سرور کاینات علی الله

علیه وسلم مسالت نموده بودند که آن حضرت فرموده انا احمد بلا میم و در

شرح آن بعضی از پیران فرموده اند که چون از لفظ احمد میم را جدا نموده

شود واحد باند و حلقهٔ میم منحصر در حلقهٔ عبدیت است و عبدیت ثابت و چون

ذات شریف حضرت در وصول الی الله از اضافات و عبدیت فارغ شده عبدیت

از میان برخاسته احد گشته آن عبدیت لیس حضرت را ثابت فضل بر اهالی

عبدیت که اولیا ساخته اند میتوان گفت برخورد و کان طریقه علیه قدس سره الله

لسر هم معنی این حدیث تحریر شده مرقوم فرمایند عزیز من با دلیل التصابت را

چرا که در انجیل عبارت متضمن بر اشارات حل یا بدا با آنچه از انکار تشنیع

استماع نمایند گردیده بیان نماید و باید دانست که شان حضرات انبیا علیهم

الصلوة والسلام ارفع و اعلیٰ است در عبدیت رسیده از انحصر است

و عبدیت را التجاست ... دارد که معنی این حدیث بر حسب شان حضرت خاص

آنست که اما ... تلکم ... الی ... بان تسیم ... اسره بر تلفادت ثبت

که بفضل خود تیسیر حق سبحانه علم لدنی عیسی این بی میکند بی تعلیم محض و علم
لدنی احمد بلا میم و میم ز از منزل است یعنی حمد گفتند بترم لا اشتغل و با تر کب
فی حمده بلکه هر که حمد میگوید ظهور کمالی از کمالات حمد است اما سید ولد
آدم فی الحمد مکتوب همت داخیم بفضیلت مآب شیخ عبد الغنی در جواب بعضی اسوله
الحمد لله اولا و آخرا والسلام علی من اتبع الهدی بورود رقیمتین متواترین
متضمن کشایش بعضی امور و حصول جمعیت از آن عقیدت منش سعادت
پیوند باعث افتخار که با افتقار است گردید الله سبحانه روز بروز در ترقی افزاید
نقصان اول در عروج ثانی زدوده گردد و آنچه از جمله ظلمات منظور بود
حقیقت آن کشاده گردانند و از آن ترقی دهند و در واقعه اول که ظاهر نموده
اند و معاصی را از آن محو کرده دیده اند بهره از آیه کریمه لیغفر لک الله ما تقدم
من ذنبک داده اند و از تتمه آیه که وما تاخر است امیدوار باشند و آنچه دست
و آنچه میت را بالخصوص شما شکم پاره کرده اند مناسبت شما بحضرت اسمعیل علی
نبینا و علیه الصلوة والسلام می نماید شده اید و محن که بر وجود شما امر شده بود
گویا بفدیه ذبح اکتفا نمودند بس خوش بشارتی است اما با وجود آن انعام
ضیعت و محنت را لازم بندگی دانسته حیثیت بار کشی باید [illegible] این عقده

خادم معتقدانه

حاشیه
انا احمد بلا میم یعنی از ازل هست
خود فارغ شده [illegible] بیم
نحو شد رسید در نتیجه الحمد کریم
موجب معدود حق گویم از وجود
خیالیه یا الله و از غیب
می یعنی الله و لقاء الله یقینین
معنی دارد

لیغفر لک الله ما تقدم
من ذنبک وما تاخر

یافته است اند که بر عالی ... بود ابر این سلسله را است
کرده آره راسطر فقیر ر عقیده ما عالما نه همه واردات مثنوی کتاب
اکابر داده اند این عالی را در میان نه آمده و سلک اللہ افسار همین طور از
احوال غریبه و واردات عجیبه بردم مذکور کرده باشند باعث از دیاد رابطه
گردد مکتوب بیست و ششم بمیان البدین حنوکر فرموده است ... قیم الخدمت
خدمت ... سال الدین بیوارد عبدالله ... الحمد لله قبل
رسیدا ما ... واقع شده لهذا بولا ... ارادات را جمع
شد بعد از ... الله تعالی احمد ربی رسیده خواهد ... رسید
بزرگان ... ملاقات نموده باشند فائده گرفته باشند ... مطرف
شوید فقیر همه مجالس ملاقات خواهد که مکتوب بیست ... در تحقیق کل شیء قلب
و قلب القرآن الحمد لله والا و آخراخوی میان الدین بردین ... باشند
در ... بیدیری ... باشند که در صحبت اذکار ... نگر
که از انجمن ... عزیزان ... راضی هستند ... ما
... متضمن ... را در
... که رجوع تام ... درد

برای ترقی خود ها باید احوال علما [illegible] ایمان

آریم ولی تعلیم تعلق به بیان آن زبان که [illegible] انسان دیگر

حیوانات خود را صلاحیت [illegible] حیوانات [illegible] آواز [illegible]

تعلیم یابیم معلم داده دور زیادات [illegible] الست [illegible]

که خلاصه دارد که بر آن زیادت فرموده [illegible] اجزای [illegible]

چون خلاصه را تعلیم فرموده اند [illegible] ایمان آریم [illegible] رسید [illegible] دانستیم

که خلاصه تمام حضرت قرآن سوره یس است [illegible] قرآن بودن [illegible]

وجه در حدیث یافته [illegible] ایمان آریم که سوره یس قلب قرآن است [illegible]

وجه آن بخیال خود نکنیم [illegible] کلام [illegible] کلام [illegible]

کمالات آن کلام مطلق را نسبت کمالات [illegible] کلام نسبت [illegible] ۵۶

دانیم با وجود آن کمالات را تابع کلام مطلق [illegible] ایمان آریم [illegible]

کمالات یا کردن حیثیت [illegible] غیر [illegible] لا غیر دانیم [illegible]

ظهور بعض کمالات در بعضی [illegible] ظهور بعض را بر بعض دیگر افضلیت

وخیریت دانیم کما قال سبحانه ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها

این تفاوت در ظهور آیات است [illegible] خواهر [illegible] عدد [illegible]

در تعین ثانی بصورت ظهور کمالات اول ثانی بهتر از ظهور کمالات ثانی
بهتر از ظهور کمالات اول است کمالات اول در بهتر بودن کمال بر ظهور خود باجمال
ثانی تعلق ندارد پس تفضیلات آیات میان محمد فاضل جیو کی و زیادتی در تفضیلت
و تفضیلیت در ظهور آیات معدود باشند نه در حقیقت آیات زیرا که در نفس
حقیقت آیات نسبت لاسوی ولا غیره هست فافهم از جانب فقیرزاده و فقیر
سلام خوانند مکتوب هشتاد و هشتم بصلاح آثار صوفی بلند که یکی از مخلصان حاجی صاحب
محمد فرید را ست سعادت شعار صوفی بلند همت ارجمند باشند چون فقیر بکمال فقر
میرسد از خود نیست غیر حق و مراتب میرود او استهلاک و مغلوبیت بکمال غنی
حقیقی پیدا میکند در نوقت استعداد او در قابل مظهریت قول کن فیکون
میگردانند اما این نعمت در دیگر محتاج ظهور امر کن حقیقی سبحانه که مطلق
هست میباشد هر که هر وقت و هر آن ما کم این امر باشد لا بل این خاصه
حضرت حقیقی سبحانه است باینمعنی زبوده الفقر الذی اذا قال للشیء کن فیکون
این وقتی دست میدهد که از خود خالی شود و خالی شدن از خود بر دو مرتبه یکی
در مرتبه ولایت خاصه که بنسیان ما سوا غلبه سکر محبت میشود در نوقت
این مظهریت امر کن در صفت غنا او را در تصرفات امور کونیه می باشد اما در فقر

تحقیق علمی مراتب واجبی سبحانه مناسبت نزاره ما بجز توجه مراتب علوم
تحقق واجبی واضح گردد وار لباس الدین قطع نماید چرا که مسطور است کن
با بیمعنی مودت بر انتحال حقیقی در [illegible] اند در رتبه الاست باصه
حال تجلیه صوریست و عرفان است علم است و مراتب سری ازاله قا
خیال خالی نیست لیس درست آمد قول حضرت پیر دستگیر قدس سره که خلو تحلیه
ضروری است یعنی تحقیق حصول [illegible] نتائج [illegible] بر خلو تحلیه
حقیقی نیست و آن در مرتبه ثابته حضرات انبیاء علیهم السلام است و در مرتبه والا
خاصه در توجه سالک یافت تحقق و عرفان [illegible]
بنا یافت باقی و در مرتبه خاص الخواص است نفس توجه [illegible] بود است
که در خلو تحلیه که در ولایت خاص الخواص بجای توجه بعلم دوام ازلی حاضر
در نیوقت این [illegible] را غالبا [illegible] اصالی است لیکن صاحب
حظ علم است لهذا العلم حجاب اکبر [illegible] کمالات و خلافت در ذات
سری او است و این مرتبه بظهور کمالات خلافت مرتبه نفس الامر است که نو
از نفس مرتبه خلافت ابدا ابد داست و چون از این مرتبه ترقی خواهد نمود
نفس الاخص الخواص [illegible] را یافت خلو تحلیه را مناسبتی اعلی دارد در نیوقت

بجای علم

بجای علم اندامان باللہ باد است و همه صفت خلاف ذات از علم
تعلیم مطلقه رسیده و ساحت وجود در حضور گردید اینکه عنقای معرفت
نامند از کلیت فقر بهره یاب گردیده و بخر دارد جامع صفات کمالات
رده الهیه نامند در بیچاره رسید آن حقیقت قول الفقراء هم سود الله
الرحیه در ولایت خاصه داخل خواص الخواص است آن مرتبه تمام
فقر دارد اما تبیین ملکیت در همه احوال آن خرده الحیه در کار
الاسرار روده است معلوم نیست بنا علی تعالی یعنی در دلو سید مراد
... تصوری و مثالی نیست محض حال تصرف جمال است
و انجا علوم تصوری ... لم است ... ذات علوم
امثال عبارت ... شهودی ... مرتبه ... کشف
... مرتبه ... از ... علوم ... واما ان حصر است
قاعده که آنکه یعنی در از مصرعه ... خود ... را این است مکتوب
هشتاد و هشتم اخلاص آثار حافظ عیسی بعد حمد و صلوات اخوی ... حافظ ...
الالطاف الهی ... رسوم علم ... از خط ...
... والحال ... اصحاب ثابت الله

مکتوب هشتاد و هشتم ...

وشفقتی عطاء الله [illegible] هوا در [illegible] [illegible] اگر

مرسوله [illegible] از همه ابواب اینجا احمد [illegible] [illegible]

نوشته شده مطالعه نماید [illegible] [illegible]

توجه لطیفه قلبی اگر چه لطیفه روحی [illegible] علم [illegible] [illegible]

مشاهده [illegible] [illegible] برکت [illegible] [illegible] ذکر [illegible]

است تصوف اگر نباشد [illegible] [illegible] [illegible]

باید دید اگر چه [illegible] است اگر چه [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] اگر [illegible] [illegible] متکلم

بکلام ازلی بواسطه الهام [illegible] کلام [illegible] السبع

مبتدی را [illegible] [illegible] اگر [illegible] بتوسط [illegible]

تعلیه محبت شیخ حال [illegible] [illegible] شیخ [illegible]

حتی که خود را بصورت شیخ [illegible] [illegible] علم [illegible]

سر محقق گردد [illegible] [illegible] کلام [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

بعد [illegible]

ببعضی وجه فساد کرده باشد همه آن جمع شده اختیار از دست ...

ترک ادای نباید و جهت آن هیچ واجبی بعد ادای حالی از نوافل ببعضی

اوقات که بحث منتفر میشود مقتضای آن استعداد است اما از آنجهت که آن استعداد

در محنت تخیلی پیدا گرده وقتی که تخیلی پیدا کند امید قوی است خوف نکند

محکم باید بود اگر منکوحه منخصی ارتکاب ببعضی معاصی میکند بهتر آنست که در ارشاد کی

و تعلیم او کوشند همین بهتر است مگر آنکه مرتکب کلمات کفر باشند و بار نماید از آن

ترک بهتر جواب سوالات باقی نوشته شد خوب خوب مطالعه نماید مکتوب

دوم در مقدمه قبض و بسط سالک سبحان الذی جعل السالکین قبضا بعد البسط

وبسطا بعد القبض الاول اما ان یکون بسبب التقصیر او سیما الترقی واذا لم

یعلم السالک اولا سببیه لهذ بعد کل منهما وجب الاستغفار لاحتمال

وقوع التقصیر یعنی یظهر البسط الی ما شاء الله والثانی اما ان یکون یمکن

بعده القبض او لا والذی یمکن بعده فهو فی قید الظلال والبسط الذی

لا یمکن بعده القبض فهو خرج من قیدها والذی فی قید الظلال یسمی فی

حق وقت نسیان الما سوی الله العدم فیمکن عوده الی البشریت لان له بقیة التمه

والذی ترقی من قید الظلال یسمی فی حق وقت استغفار آنست من تقصیر

وانتسابهما الی الاصل الفنا فلا یمکن عوده الی البشریت کما قالوا الفانی
لایرد وما رجع من رجع الا من الطریق والمراد ههنا من البشریت البشریت
الاصلیه مکتوب نود و یکم بحقایق آگاه میر محمد بعد الحمد والصلوة وتبلیغ التسلیمات
بعد عرض محبت صادق دانا و آگاه میر صاحب میر محمد رسانند مکتوب شریف
در جواب عریضه پرتوه ورود افکند و از مطالعه شریف آن مرقومات مقصد
اطلاع یافت خلاصه آن یافته شد که فقیر را سبب آنکه در مکتوب سابق منع
از غیبت کرده بودم که نهی غیبت مانع امر بالمعروف ظن برده اند و آیة
که در صفت مومنان یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر است دلیل
آورده اند و نفهمیده که منع از منکر نوشته ام که آن غیبت و سوء الظن بجماعه
مومنین وتجسس احوال ایشان است که خود نوشته اید وینهون عن المنکر و در خاطر
نه آورده که نهی از منکر در معنی امر بالمعروف است و آن عبارت آن مهربان که در
مکتوب شریف بود بعینه درج میکنم تا فرق در معروف و منکر پیدا کنند و آن اینست
الخلائق الذی یحبون عندکم اکثرهم طالب الدنیا واکثرهم یعبد الله مرادات الدنیا
ولا یزال رد کلم الا لهذا المطلب حال اکثرهم بضعف الاسلام بحال المنافقین
الذین قال الله تعالی فی خصهم قل لا تومنوا ولکن قولوا اسلمنا الی آخر العبارت

الدالة

الدال علی الغیبة کالعامل بها و باید دانست که غیبت چیست یعنی ذکر اخ
مومن یا عاصی او در غیبت او و اگر معاصی بدارد ذکر او بمعاصی اگر نسبت میکنند
از این عبارت نمی شمارد در حال خالی نیست یا آنکه گناهکان نزد فقرا عصیان
دارند یا ندارند اگر دارند در غیبت ایشان یاد بمعاصی داخل غیبت است بل
از غیبت بتر چرا که ابتدا الفقراء بتسمیه بمنافقان کردید و بهذا النطق اشد من الغیبة
فاعتبروا یا اولی الابصار و اگر آنکه گناهکان عصیان ندارند کذب صریح است مالک
تسمیه بمنافقان خوف کفر انظر الی ما قلت و لا تنظر الی من قال آگاه باشید
که حضرت بی بی عائشه رضی الله عنها نزد حضرت صلی الله علیه وسلم در آن ایام
که ابتدا آیات نازل شده بود نشسته بود شخصی براه میرفت چون از نظر غائب شد
حضرت بیبی گفتند یا رسول الله چه دراز قد بود حضرت فرمود یا عائشه غیبت
مسلمان کردی گویا گوشت مردار خوردی حضرت بیبی عرض کرد که یا رسول الله
صلی الله علیه وسلم من راست گفته ام که دراز را دراز گفتم حضرت فرمود که یا عائشه
غیبت همین است که غیبت شنیده غائبانه او بیان کردن بطریق حقارت
و اگر در وی عیب نیست ذکر او بغیبت کذب است   دیگر آنکه حضرت ابوهریره را
وقتی در غیبت او بعضی صحابه بنوم قدم گفته بودند چون بعد آن نزد حضرت صلی الله علیه وسلم

آمدند حضرت فرمود که از دهن شما بوی گوشت مردار می آید انها غیبت [illegible]
گفتند که یا حضرت ما مردار نخورده ایم فرمود که غیبت مومن کرده اید بنا بر آن
آعوذ بالله من الشیطان الرجیم یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم
اخیه میتا فکرهتموه و نیز من الکبائر [illegible] نهی است این گراخ عبیده [illegible]
داخل منهیات فرموده داخل امر و نواهی است فانهم وارجع من الظن الذی ظهرت
فی حقی وحق الجماعة التی یحصل عندی فانه لا یخلو عن الغیبة والکذب ولکن من
الشاکرین لان الاطلاع علی خطائک بعد ذلک علی العبد واجب ولا یمکن
من الحاضرین [illegible] الکاتب که [illegible] اند الکامکتوب نود و دوم بمیر محمد
باسمه سبحانه بعد الاستعانة منه سبحانه اعلم اخطار فی جواب ما سئلتم منی اولا
ایاک نعبد وایاک نستعین یا رب ثم اقول اعلم ان العبادة علی نوعین
الاول عبادة من جهة الروح والثانی من جهة الجسد فالعبادة التی من جهة
الروح وجب علینا فی مرتبة الولایة لانه کانت وعبادة الجسد والروح
جمیعا وجب علی الانبیاء علی نبینا وعلیهم الصلوة والتسلیم کما قال المثنوی
در الذی ما بیت ای انبیا آورده است کعبه [illegible] با جان است

جفت

جفت. بيان سبل الولاية لانهم اكثر الاوقات في غاية السكر متوقفون
منها الاثري ان نبينا محمد صلى الله عليه وسلم اقام ستة اشهر في الغار المسمى
بغار الحرا قبل ظهور النبوة وما وجب عليه عبادة الجسد لعدم ظهور الاحكام
عليه ويستغرق في لجة الوحدة باطنا فاذا علمت هذا استحكم في القلب
ثم اعلم وان كان الاستتار الانبياء متحققا في القلب الحقيقي لكن توقفهم بلسان
موجب العتاب وهذا التوقف من جملة الزلات لم يكن الكبيرة لانهم معصومون
منها وسر التوقف اربعين يوما بنوعين الاول منها على جبلة شفقته وكرمه للفقير
من الاداب بعده والثاني انه لم يكن في التقدير لازم ظهور الدعوة اياما معدودة
كما علمت في عدم ظهور النبي بعد النبي ستين في ايام الجاهلية لتقرره في القدر
وهذا مقتضاه ظهور سر الجلال حاصا على المدعوين بقدر هذا وليس العجب في حزنه
وعليه السلام لان الحزن والالم لعدم اطلاعه عليه السلام على سبب تعطيل في الوحي
والحزن على التعطيل يحتمل الوجهين الاول مضى الاوقات خاليا عن دعوة الخلق
وهو مقتضى الحزن لانه ثبت ان الحزن على ما فات في الماضي والثاني
لاستغنا حضرت الذات ان لا ينعكس معاملة النبوة كما قال الله تعالى
ان الله لغني عن العالمين وان كان الانبياء قطعا مختومين على النبوة وايضا

في حزنه عليه السلام

قال سبحانه فی السورة الاسراء ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر

ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا

الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک

کبیرا واذا جرت فی السوال الذین کنتم فی تحقیق سر الاستثنار بحسب ماظہر

علی استعدادہ الضعیف فکتبت فی بیان ما لا تبینہم حال الحلائق وقصر

فیہ ونستعین باللہ سبحانہ من الخطا فی بیانہ اعلم یا اہل الفہم ان الخلائق کلہا

جملۃ واحدۃ مظاہر لصفتین ذی الحسنین اعنی صفت الجمال صفت الجلال

وخصوصیت ظہور کل صفت خاصۃ بہا فظہور صفت الجمال بحکم سبقت رحمتی

غضبی ابتدای وسبب الوجود وثبوت کل مظہر یظہر فی المظاہر الخاصۃ اطلاقا

وتقیید اطلاقا بذاتہ کما کان قبل وجود المظاہر وتقیدا من حیث المقتضیات المحقیات

فی حسنہ فظہور صفت الجمال اطلاق وتقیید اخیر محض فیقصد الناظر ای ناظر

کان اہل ولایۃ العامۃ والخاصۃ اوالاخص والخاص لان فی مظاہر الجمال فی

عین احاطۃ المظہر للمظہر اطلاقا یحصل بعد ظہور التقیید العانا واکراما بحسب

قدرہ واستعدادہ لا یخلو عنہ العوام ایضا کما لا یخفی وظہور صفت الجلال خیر محض

من حیث الظہور الاطلاقی فی المظہر کما قیل ما صنع اللہ فہو خیر من حیث الظہور الا

طلاقى المنسوب الى نعاله الحسنى غير محض فى خلقه كماله من حيث الظهور التقيدى

اذ هى من نفس المقيد المخلوق له سبحانه تنزه محض الا انهم معذبون و تردمون

من نام وانعام بل تزيد عليهم فى كل ان صفات التفاصيل كما قال سبحانه كلما نضجت

جلودهم بدلناهم جلودا غيرها ليذوقوا العذاب فكما يقتضى حسن الجلال فى حقه الخلود من الكفار

وترتب العذاب عليه اناً فاناً كذلك نسبة وجود اثار الشر لاقتضاء الكمالات

حسنة فاذا اقترنت فى الظهورين المذكورين المتصلين وتعكرت بنية وحدت

ان لا نالى التقرب واجب ان ينظروا الى الظهور الاطلاقى فى كل وقت

ولا ينظروا الى جنبه التقيدى التى تسمى بالشر لاذ تركت تعديهم مع صادق

حق المقصد فى مرتبة الاداء وقع ضرورة الشرعى وامروبه دالوقوع الحدود

ونحو ذلك فى حق الشرير فى هذا الوقت ايضا وجب على العرفاء الاعارفى

حقه فى عين الحدود والخوف على نفس خوف الابتلاء به فاذا علمت هذا

وجب على السكوت قلبا ولسانا من ان يخطر معاصيه فى قلبى او يتكلم

عساله تدل الضرورة المذكورة فى القدر فاذا علمتم بارتت فوجب عليكم السكوت

قبل الضرورة وما العبث فى عملكم من ذكر الجاسين عند الفقراء ان اكثرهم

غافلون عن حدها الا ضرورة فانه زلة فى اصطلاح الاولياء من رتبة القرب والاصل

ان الله كمان [illegible]

انه لما وجب التوبة على ما مضى والترك في الآتي الا بقدم فقد الله ... الا
على يا مولانا نحن ان نحصل المحاورة في الكلام العربي ونقصد ان نكتب بالعادة
ستية فاذا اخذت القلم تترشح كلمات العربي متوالية من لوح المحفوظ كانتشار نسخ
قطرات المطر على الارض اليابس ويزداد ها حسنا ونعمة جزاكم الله خيرا فهما
سئلتم من هذا الاي والحمد لله كنت مستمنيا بظهور هذه العلوم لينتفع بها المرشدين
ومزيت الجزاد على السائل المجيب مكتوب نود سوم در بيان عام وخاص تحرير قيت
سبحان الذي يفيض على العالمين بفيضه يابس فيض العام وفيض الخاص
فاما فيض العام الذي هو ظهور الجمال والجلال مشتركة ظهور حضرة سبحانه في
وقت بعد وقت وانكار امظاهر انوار جماله بثبوتهم ووجودهم لكن لما كانوا
قابلين ان يرفع عنهم حجاب البشرية ويعطى لهم الوجود الموهوب حتى يتوجهوا الى
مقام القرب بقطع حجب الظلماني والنوراني التي وقعت بينهم وبين الله تعالى
بحكمة بالغة مقتضاء صفات الجلال فلا يصلون لسطوات الجلال وسبحات
وجه الذات تتفق عليهم كما قال النبي صلى الله عليه وسلم ان لله سبعين الف حجاب
من نور وظلمة الى آخر الحديث وهذا لان اهالى فيض العام متلذذون لوجود التسمية
مقاوات الجلال بانه لهم عن العروج لانهم لا يحسبون حتى يتلبسوا بوجود الموهوب

ويتخلقوا باخلاق الله تعالى بظهور الفيض الخاص الذي هو ظهور الجمال الخاص
فاذا علمت هذا فانظر الى الانبياء والاولياء واهالي الجنة لانهم متولدون
مرة ثانية كما قيل لن يلج ملكوت السموات حتى يولد مرتين ويكونوا خالياً
من كل الوجود عن وجود البشرية وكمالاته حتى لا يبقى فيهم منها عين ولا اثر
ويتخلقون باخلاق الله سبحانه فانهم الان ليسوا محل ارجاع الضمير الذي في كلمة
اليه فعنت في الحديث الى كلمة ما الذي يشعر الاثنينية لانهم يتخلقون الان باخلاق
الله وليس في النبي واخلاق النبي الاثنينية كي يحترق بسطوات النبي فاذا تحقق هذا
يتحقق ان العالم كله موجود بفيض انوار الجمال ومحفوظ عن الاحراق لان الاحراق
من خصوصية انوار الجلال وظهورها بعد رفع الحجب ولا يرتفع الحجب الا عن الذين هم في
مرتبة العام مظاهر لانوار الجمال والجلال مشتركاً لتفويض تربيتهم في هذه المرتبة
بصفة الجمال فلا ينقطع تربية الجمال عنهم حتى لا يكونون قابلين لتحمل انوار
الجلال فلا يكونون متولدين بالوجود الموهوب ولا يتخلقون باخلاقه سبحانه لئلا
يدخلن الاجنبي في حضرة القرب ولا يتلاشى بسطوات جلاله شفقة عليه وتاد
بالجناب الالهي جل شانه كما قال سبحانه ان الله لغني عن العالمين اي عن الذين
لا يخرجون من وجود البشرية ولا يتصفون بصفاته واذا اتصفوا قال سبحانه

فی حقهم کنت سمعه و بصره و یده و در حلقه فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی
یمشی مجید لهذا الرجل الکامل مرتبتان مرتبة المظهریة من جهة الوجود البشریة
و مرتبة المظهریة من جهة تخلقه باخلاقه فمن حیث مرتبة البشریة قال علیه السلام انا
بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی و من حیث مرتبة القافه
بصفاته تعالی قال علیه السلام انا احمد بلا میم و لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب
و لا نبی مرسل فسبحان من لا شریک له و لا یصل احد من الانبیاء و الاولیاء بجناب
قدسه الا بوجود الموهوب و اتصاف بصفاته تعالی فلیس للعبد مجال حتی یحرق
سبحات وجهه العزیز فافهم مدعا بس کنم خود بزرگان را این نسبت است الحمد لله سلام
مطالعه فرمایند فقیر در مانده را چه یارا که در تحقیق حقیقة الاحادیث جرئه نمایم اما سوال
را از جواب چاره نبود لهذا بابت چند معانی گشود اگر شبهه ماند مکرر متقرر قوم فرمایند
تا شرف یابند سوم مکتوب نود چهارم در تحقیق قول حضرت خواجه بزرگ قدس سره روح الله سره
یگانگی دانست اما یگانگی نشناخت زیرا که شناخت از شهود خیزد و وجود شناخت فی
شهود است مراد حضرت خواجه قدس سره از وجود بشریت اصلی است اما بشریت عارضی
لازم بشریت است از حضرات انبیا علیهم الصلوة و السلام هم برخیزد الغرض علم یعنی
دانستن نسبت بطریق اجمال در روح و ابتدای خلقت قبل از تعلق جسد حق را

سبحانه میداند نسبت

سبحانه بیانست که تالی است با حقیقت ذات و صفات خود را بطریق
مظهریت تجلیات صفات واجبی جل سلطانها بر طریق تفصیل میدانست
و تفصیل اطلاع بر حقیقت مظهریت و مظهریت بشریت عالی که وجود دانا است
متحقق است این را دانستن نفسی میگویند بر طریق اجمال و چون اطلاع بر حقیقت
مظهریت خود و مظهریت اسماء و صفات واجبی بخشیدند و در هر مرتبه خود چه اسم
و چه صفت مشاهده اسماء و صفات واجبی نموده دانا را که از راه بشریت
منسوب باو بود مظهر آثار مطلق جل شانه یافت وجود بشریت منتفی گشت این را
شناختن میگویند پس روح را نسبت شهود بعد تعلق جسدی عطا میفرمایند
اگر باشد قبل از تعلق دانستن است و شناختن نیست زیرا که این موقوف
بر شهود است مکتوب نود و پنجم بخواجه فیض الله تحریر یافت سعادت شعارا شکر بجا آرند
که دریافت جمعیت دست داده و ترک دنیا منظور نظر گردیده بفضل حق دهند صحبت
اهل دنیا و دنیا مبتدی و متوسط را زهر قاتل است و صاحب کمال منتهی در عین
صحبت از اهل دنیا و در عین جمع مال از اهل دنیا و مال جدا است منتهی نایب
خواهش برای تربیت غافلان و تربیت بی صحبت میسر نیاید حق تعالی
خبر داده که بندگان با بعضی چنان هستند که خرید و فروخت با مردم از ذکر مالک ایشان را

بازدارد نظر در دفع تعلق دل خود از دنیا باید بست در صورت با اهل دنیا
اگر باشند و دل قطع از محبت ایشان کو یا جدا هستند بدیگری نظر نباید
کرد مکر بحسن ظن و در خود هر چند کوشید سعادت است واقعه دوم آنکه خود را
بصورت یابد فند برهان کمال عقیده است و در شیخ کم شدن را بفنای الشیخ
تعبیر میکنند تره ذکر است که مرید در پیر فانی شود و خود را کم باید دیدن آفتاب
برهان نور اینست قلب است چون کار بوز بر ترقی لهذا قدری کم هم یابند
بسیار کرست و هر چه بیشتر نوشته آید همه علامت ترقی است سعی باید تا خود را
کم کنند بحر هستی حق در رضای حق مرشد منظور نماید والسلام مکتوب نود و ششم
در جواب عزیزی که دریافت ذکر هست صدر سیوم آنکه دل چون بذکر پر میشود در جوش می آید و سعی
پیدا میکند بعد از آن گویا پختگی پیدا میکند جوش فرو می نشیند دیگی که تا زمانیکه
که خام است در جوش است چون پخته شد جوش فرو می نشیند الغرض خود را بحضور
بحضور بسیار بدیهی که رو بطرف این مقامات نشاند هر چند مقام عالی باشند نزد
مرتبه حضور مقامات مقیده را مثل قطره بحضور دریا والسلام تعبیر واقعه اول
آنکه لطائف سته این شخص چنانچه قلب در درج تجلیات در واقعه می نگرند
گاهی بصورت ستاره و گاهی بصورت ماه و گاهی بصورت آفتاب و اینهمه علامت صفای قلب

است خوش شود هست در واقعه دوم بشارت از ثمره آن تصفیه و بمردم دادن
کلمات زیست از نفعه از آنچه از حق ثمره حاصل شده و تعبیر واقعه سیوم آنکه هر دو لطایف
روح و قلب بصورت دو شمع می باشد و دیدن صورت ما بشارت از حضور ما
از برای محافظت حال شما است تا شیطان دخل نکنند همه بشارات را سعادت
دانسته بکار مراقبه کمر محکم ببندند تا انوار سفلیه به انوار لطیفه چون نما ظاهر آیند
حتی که کیفیت بر خود مکتوب بود هفتم در تعبیر واقعات بخواجه فیض الله تحریر یافته است
است که خدا بجا آرند و آنکه بر دار میکشند مراد ازین مجاهده و ریاضت طریق
و شما که نمی ترسید بلندی استعداد است که مجاهده را به محبت اختیار میکنند
و آنکه در انوار گم میشوید و با خدا جل شانه سخن میگویید تجلیات کلام حق است
که بصورت نور ظاهر میشود و آنکه مراد خود را گم میکنند فنا تام سالک از آنست
که همه را گم میکنند این قدر بس که گوشی است و آمدن نامها نوشته حق است
که بر شما می آید و بمردم قسمت کردن بشارت آنست که اما بنعمة ربک فحدث الخ آمد
بدیگری از آن ارشاد باید کرد و اینهمه بشارات اند که بر سالکان می آیند حمد
بجا آورده متوجه حضور دلی باشند مکتوب نود و هشتم در جواب سائل مسطور
مستفسار اسلام خواهند یک اندیشه است نورانی که نیت کنند و همه معامله مرقومه

باو تعلق دارد از و اطلاع نیافتند آوندی که ظلمانی و هم نورانی است از و
بیان طلب داشتند از تنگی وقت و بیست او نرسیدند بیان طرف ثانی ظاهر است
باید که از طرف اول نورانی محض مطلع شوید اگر مسند باشید تفصیل بنویسند تا از طرف
ثانی ازین طرف در بیان آورده مرسول داشته شود مکتوب نوزدهم سائل در راستند علی
جواب شبهات شفقا چون جواب موافق سوال ننوشتید و از آن
آوند که هرگز نسبت کنند بیان نگردید همون بیان سابق کردید معذور داشته باشید
ضرور جواب مینویسم عزیز من اولا از شهود اول و ثانی و ثالث و غیر ذلک مطلع شوید
باید دانست که شهود مقابل غیب است مرتبه غیب مرتبه ذات و صفات قدیمی ازلی بی
کیف الله سبحانه است و شهود اول آن مرتبه نور اول که نور محمدی است صلی الله علیه و سلم حقیقی
و این مرتبه اگرچه حادث است اما مخفی البدایت است و مخفی الکیف لهذا این مرتبه
شهود اول را غیب نسبی و قدیم نسبی و ازلی نسبی و مجهول الکیف گویند و شهود
ثانی از آن شهود اول روح اعظم حضرت است علیه السلام شهود ثالث جسد
مبارک حضرت علیه السلام که فوق عرش است که عنصر اصل جمیع اصول مفصل
و عنصر مجمل است و از آن جسد مبارک که نور محض است تمام مراتب کرهای مجمل
و عناصر مفصل شهود پذیرفته سالک که در و نقشامی آرد احاطه عناصر که مهر در

ازمراتب اجسام مخلوقات احاطه دارد به لطافت محض سالک طالب حق را
بحر [illegible] میسازد و سالک تمام مراتب داخلی و خارجی خود را از دمی یابد و از
جمیع مراتب [illegible] و مستوار گردد این تعلق بظرف شهودی برای یکن
[illegible] سالک ازین شهود ترقی می یابد آنچه از دمی یافت از دائش
سابق در وهم سنگست می یابد و ظرف شهود فوق او جامع و مرجع حقیقی آنجا
[illegible] این [illegible] الا مراتب الرقیات جابجا یافته از اول
[illegible] تشارست [illegible] کرده ترقی می یابد الی آخر جمیع مراتب
[illegible] الشهود الاول [illegible] مرتبة الشهود الاول از لیس فوقه شهود یبقی
علی اصحاب الشهود و [illegible] هست که ازین شهود ترقی نماید بغیب عنقی
[illegible] بکار [illegible] ان الکفا نمود قدر می ماند باید دانست
که [illegible] تجرد [illegible] دانسته [illegible] که آن ولایت را
[illegible] بعض [illegible] همه فرموده اند این شهود لوی از اصالت
دار [illegible] که ازین برتر [illegible] مستقا آنچه
نوشته آمد سلوک الکان [illegible] نوشته آید مطلعیت [illegible]
که انطرف [illegible] آن در نقش

غیر اطراف است و دردی پوشاکان دستهٔ قان باعتبار استحقاق همه کس را
می پوشانند وانطرف می شکنند از اغور فرموده و در جواب سائل بر دم
نمایند مکتوب صدم در جواب سائل مستفسار پنج مرتبه چه جذب و چه سلوک آنچه نوشته بودم
از دفتر خارج نیست چنانچه در تحقیق خود نوشته اند همه کس را می پوشانند وانطر
می شکنند کشیدن جذب نیست عجب آنکه تحقیق مرا لیس انداخته سخن بر لباس
اشکال نزد خود فهمیده می نویسند و این خلاف حدیث است که افیل کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یسّر الاشعرا و نیز معلوم شد که سخن اندکی را
که در لباس متعلق می گویند این امتحان است و بزرگان گفته اند المتحن مجروم این همه
همه کس نزد شما کسی که نزد بزرگی رفته بودند و کسی نیست امتحان داشت
بی نصیب آمدند دیگر عزیز می نیست [illegible] ادریست مقبول شده کاه کلیه جامعه جمیع
مراتب سلوک و جذب و انابت و اجتهاد و اصطفا نوشتم و نه در یافتند حکیم
اولا نفهمیدند که سلوک چیست و جذبه چه و در کدام مقام می آید و انابت چه
و اجابت چه اهالی آن کدام اند و اصطفا و خاصه کدام مقام اگر می نویسید بهتر والا
بنویسید که من دانم از مانت تفصیل این پنج اتب [illegible] لدارم مکر آنچه می نویسید
یکطرف چنین است در راه سلوک و مراتب قرب احدیت تمام مقامات مر [illegible] اند

که از جهت ولد فهم سالک مرتبه لطیف را بصورت تقیل چنانچه ظرف و غیره می‌نمایند
مکتوب صد و یکم بمیان محمد کاظم در جواب استفسار صدای هو بینهم سبحانه ما کان لبشر ان یکلمه الله
الا وحیا او من وراء حجاب الی آخره ازین آیه کریمه متحقق میشد که هر چه بلباس
صوت ظاهر است صوت نورانی باشد یا جرمانی و جسمانی همه لباس حادث اند بلکه
در او مرتبه صوت و حرف که نفس مرعا است و اول لباس کلام مطلق نیز داخل مرتبه
تقید و حدوث اما متکلم قدیم است یا حادث اگر قدیم است ذاتا و صفاتا بجامعیت
ذاتیه و صفاتیه بلا تعدد و تکثر و بلا زمان و بلا مکان بلباسها خود را ظاهر کرده
و این ظهور نیز دو مرتبه دارد ظهور اطلاقی است یا تقیدی اگر اطلاقی است
ظهور حقیقت ذات جامع حقیقی است اطلاقاً بمظهریه ظهور کمالات مخفیه صفات
خود کما قال کنت کنزا مخفیا الی آخره الحدیث و اگر ظهور تقیدی است ظهور
کمالات مخفیه نیست لمظهریة المظهور الاول الاطلاقی هذا بیان المتکلم الذی
علی مرتبتین و اگر متکلم حادث است لا حاجة الی قسمته لانه حادث من کل الوجوه
و داخل فی ظهور کمالات المخفیه و یسمی المرتبة الاول المتکلم بقسمین بظهور المتقسم
نفس الکلام الواجبی و لا غلط فی هذا المسامع لانه من تعلیم العلم اللدنی
الاصلی وراء الاطلاق و الحجاب و هذا مرتبة الوحی علی جبرئیل و مرتبة الالف ؛

علی الانبیاء علیهم السلام و فی تبعهم لبعض الکاملین من الاولیاء و هم

الذین یترقون من الولایات الثلاثة الثمانیة و یصلون الی مرتبه و الائمة

الاسماء المسمی بمرتبه الثانیة الحادثة بکلام النفسی الذی المندرج فی شو الاول

الذی یسمی بنور المحمدی علیه الصلوة و السلام عزیز من درین بیان من بعضی

اجمل و بداهة هم نیست که سابق نوشته هم مرقعه لم کنم خود ز مکاتیب الشیخ السرهندی است

مکتوب صد دوم بعزیزی صدرالدین قدس سره سبحانه الحمد لله الذی یدل الیه الذاتیة

والصفاتیة بالتجلیات والذین یرقون ترتیب الصفات اکثر معاملتهم

بالتجلیات الصفاتیة و لو تشرفون نادرا بالتجلی الذاتی لیس هذا التجلی التجلی

البرقی فی حقهم و لو یشعر بالفرق بین التجلی الذاتی و الصفاتی اول

اولی التجلی یلبس صفة من الصفات یظهر بصورة المعنی

الذی هو الله المعنی موصل تصف صفة المعنی المحرر و فی وقت

مان بالمعنی التالی یکون الی اسماء الله الذی هو السیر بالسیر فی الصفات

فاذا حصل لهذا السیر استعداده فهو علی لو عین الاول ان یقیم السایر

فی هذا المقام و یکون الی المعانی الخاصة بعده الی الموت و الثانی

و احصل له السیر استعداده غلب علیه الذوق الی ذات المتجلی و یتغیر باطنه

من الکثرة

من الكثرة الى الوحدة هذا على نوعين فبعضهم من يتمكن في هذا المقام

الدنيا بين من الى ما شاء الله وبعضهم يترقى في الآن بلا توقف

من مرتبة التفصيل وهي مراتب تجليات الصفات الى مرتبة الاجمال وهي

مرتبة تجلي الذات وفي هذا المقام الاجمال يتجلى الحقيقة الجامعة الواحدة

بلا كثرة المعاني كما هو شأن تجليات الصفات فاذا فهمت هذا فافهم

ان واصل الاول المقيد هو في مرتبة كمالات ولاية خاصة التي تسمى بولاية

الاولياء عند البعض وبولاية الصغرى عند البعض الآخر والثاني اهل نفس

ولاية المذكورة باسماء الثلثة عند اهل هذه الولاية على شرط الطريقة المستقيم

فكل من هو في هذا المقام فهو اهل تجليات الصفاتية وبسبب تقيده في هذا المقام

عدم خلوه عن الاعراض ولو محققة وهو اهل الفناء المقيد ولا دخل له في فناء

الفناء فكل ما ذكرت في المرتبتين هم اهالي مراتب الظلال بفرق كثرة

الظلال وقلتها لان كلهم معلوب بالتجليات ومبتلا فيها الا نعلم

ان التجلي ظهور التي صفة او ذاتا في الحجاب قلة او كثرة لا اهالي التجليات

فاذا فهمت هذا فافهم مكتوب صد وسوم نعوذي بالسم سبحانه الحمد لمن هو الحامد والمحمود

في المرتبتين مرتبة الاطلاق القديمي الازلي والحدوثي التقيدي الشهودي

فی الاول بلا توسط الغیر و فی الثانی بواسطة المظاهر الحدوثی سبحان من احتجب
عن الخلق بنوره وخفی علیهم لشدة ظهوره فهو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن
الذی لا ابطن منه فهو الواحد الذی ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره الحمد لله
که لطیفه شقعانه را بعلوم و معانی آیات و سینه را منشرح کرداند جزاک الله
مکتوب صد و چهارم در بیان تعبیر واقعات عزیزی فرموده نظم خاک شو خاک تا بروید گل که بجز خاک
نیست مظهر گلها استعداد خاکسیست زیادتی بعد التشرف کلها است
خوب است مراد از طفل نفس است چون بوقت پیدا میکند دار کشتی
باز می آید امیدواری کثرت علوم و معانی میکرد مراد از شیر کثرت علوم است
هرکه در خواب بیند که شیری نوشتم در ره بیت نوشته که بشارت - اگر ثبت
علم بینند و سبحانه ابو بشارت را که مقدمه فنا است بر منصه ظهور آرد حدیث
آیت اللهم اجعل فی قلبی نورا و تحتی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و اجعل لی نورا
همه بشارات نور علی نور دانند در حق سالکان طریقت مراد از دریا اینجا دریا
وحدت و معانی است و ظاهر است که دریا معانی اسرار حق لا نهایت است
لهذا رسول علیه السلام در قرآن تعریف فرموده قل رب زدنی علما و کشتی
وسیله حضرت پیر بوده است که سلسله این وسیله بوسیله سنی خود میرسانند

دا نجات

و انجیاث دائمی آب دریا [illegible] ای است و آنکه گمان ظلمت [illegible] شد

المنت عنایت الانوار لطیفه اخفی است که در انتهای سالک پاکان نور سیر سید

دستمار او را سبب اظهور آن متمثلا در عالم مثال بشارت از استعداد قوی است

امور ادعات و جواب اینها که نوشته شد در کاغذ علیحده درج کرده داشته

باشند و عاینه است برات [illegible] از مراتب علاحصار داده اند به کم مایا برا است

که بعضی امور مانعها کرده [illegible] از احوال [illegible] مراتب نسبت قلبی است

در و نقد قوت ایمانی است [illegible] ربای نور وحدت است که قرب تر می آید

مالا ما کدر [illegible] که از نفع نمی نماید جذب غیبی است

که در و اختیار مشیت و خوف که گمان می آید مقتضای جسد عنصری است

که حکم روح مکرر [illegible] در کجروه [illegible] خود را نمی نماید سبز در عالم که [illegible] نور

می [illegible] دریای [illegible] لی تمامیت ولو رد رو آنیز [illegible] از مراتب ظلال است

که ظهور [illegible] بلباس ظلال پیدا [illegible] هو معالم نور [illegible] بسبستر است

بیت نو [illegible] اصلا کمال ذات [illegible] کم شد [illegible] کرد و صفات است

[illegible] ها [illegible] او [illegible] مراتب [illegible] الی [illegible] الهصله

و کرسه جواب واقعه [illegible] انوار لطایف روحی اند که [illegible] تجلیات نمایید

و علامت تصفیه رذائل بشریت از رنگ عناصر [illegible]

ترتیب از مراتب قرب و علم علامات ایشان بر مرید است که پیش رود در رهبر

مرید است تا بغلطی سوی دیگر نرود و مرد غرق شونده دو نوع معنی دارد یکی

اگر شخصی تابعه شریعت و تابع سنت را اینچنین [illegible] ترقیات کلی اوست و اگر

گاه گاه نمود ارسیده معامله وسط اوست دوم اینکه اگر شخص مبتدع و خلاف

شرع را اینچنین غرق شونده دیده شود علامت گمراهی و محرومی کل اوست از پیروی

متابعت خلاصه اگر قبل و بعد این واقعات تفرغ و جمعیت و نفی خواطر

غیر خویش است این ظهورات رحمانی هستند و هر گاه قبل یا بعد این بی باکی و تفرقه

اکثرت خواطر است از این اندازه خود را باید که [illegible] باید خواند که از ظهور

غیر رحمانی [illegible] رسیده و الهی [illegible] در حق این طایفه تا نه فرموده

[illegible] از این تحقیق معلوم شد که هر چه نور ظلمت [illegible] رسد آن را [illegible] تا

شرع ماند سبحنه [illegible] الذاکر من الغافلین [illegible] واقعات نورانی و غیر آن

خواند [illegible] قبل از ظهور واقعه [illegible] صور [illegible] واقعه

[illegible] مکتوب [illegible] جواب واقعات خواب واقعه

اول که این آب رحمت الهی است که بر دل [illegible] آدمی ذاکر حق [illegible] علا

[illegible]

آب رحمت این که از طرف راست می آید این آب بر زمین نمی افتد
تمام در بدن میرود جواب واقعه دوم آنکه این خلعت نورانیست که تو سالک
را [illegible] عطا میشود بر سر می بندند و آن نور سفید نور لطیفه روحی است
که ظهور آن در حضور شهود خوش شوند و دانه دانه ریختن بر بدن مثل جواهر نثار آن
در تمام بدن اسرار دارند جواب واقعه سیوم آنکه کبوتر نفس است که کبوتر
کبوتر تجلی [illegible] ره [illegible] او نفس کند چون [illegible] آنجا شامل الحال شماست
حقیقت بصورت [illegible] تعلیم [illegible] جهاد [illegible] باید
[illegible] نفس شود جواب واقعه چهارم آنکه بالا شدن بر کوه [illegible] عروج
و ترقی [illegible] و [illegible] آن [illegible] عروج [illegible] و کر [illegible]
طهر [illegible] که [illegible] و [illegible] دفع بعض ظهور [illegible] دکر است
و بر آن [illegible] سنگ بر [illegible] دفع موانع [illegible] والله یعلم وانتم لا تعلمون
جواب واقعه پنجم [illegible] جهه رعایت نماز [illegible] تا زمانی که احساس است
و الا کار باختیار [illegible] حقیقی [illegible] اگر از رکوع و سجود در بیخودی [illegible]
آن نماز [illegible] جواب [illegible] آنکه در [illegible] فرمودند
که عاشق را [illegible] ظاهر [illegible] و قبول آن [illegible] تصدیق بر مرتبه عشق [illegible]

جمله او حقیقه جواب واقعه سوم بسیار خوب مخبر از متابعت شرع و جماعت نفی

شما در راه امر معروف و رسول سعی مشکور و حفظ ظلم از نفس و شیطان در رجوع

بجناب حضرت رسالت پناه و یاد داشت عقیده پیر دستگیر در درون سنگ

نمونه از تصرف اولیاء است جواب واقعه دیگر حقیقت تضرع و نیاز بصورت آب

مبدل بجواهر شده از چشم می ریزد چون آب بر زمین می افتد ضایع نمی شود

و همین می گردد لهذا این آب چشم عشاق در جسم غرق شده بهر عضوی می رود

نورانی می فرماید و کسل و غفلت باقیه را بدر می اندازد ذلک فضل الله و رحمته

بر بسیار جواب واقعه دیگر نور علی نور از لطیفه قلبی ظهور می فرماید و کشتی

مدد غیبی است که طی مسافت دریا ازان توان کرد از هر طرف روا لحضور بولی

جمل شاه از انوار هرچه غیر حق باشد تا [illegible] ازان [illegible] ما زاغ البصر و ما طغی

شامل حال شما باشد جواب از کثرت انوار و ارادات غیبی این واقعه خبر می دهد

امیدوار ترقی باشند تو مباش اصلا کمال اینست و بس در کم شدن گم کن

وصال اینست دل بشوی همچنین می باید خلاف شرع نظر [illegible] نسبت حق

همین نسبت که انچه نفس و کیفیت با غذای را در وی آن باید داشت بدفعی

آن باید کوشید آنچه سابق نوشته شد و الحال هم بر طریقه اهل یقین و شفقت است

وغش است جواب چون معامله سابق بر طبق متابعت این هم بشارت

عروج و ترقی است الحال امید رابد فهمید که هر واقعه که تاویل آن نتوانند فهمید

بشکل شهود آمده نوشته حضوری در زیاده اوقات بر مراقبه صرف نمایند

واقعه که درو فهم نباید حاجت نوشتن نیست جواب واقعه بشارت است

طالب را بسیار کرده داد [illegible] که بشارت است تو را ببرکت رحمت ظاهر گرداند

همه را امداد حضور قلب را یاد [illegible] ازینجا است که تفرقه خواطر را دست نیاید

نور را بشارت [illegible] بسیار گریاد جواب واقعه خوب است حاصل جمع داشته

بکا خود [illegible] جواب واقعه دل [illegible] الحمد لله و توبه [illegible] نشاء داده

ذو الفضل العظیم صحبت این بشارتهای [illegible] استعداد تمامست حضور

[illegible] رکعات [illegible] الا الله [illegible] دیگران [illegible] در نشاء اول [illegible] آرد و خود را

من کل الوجوه بحضور سپارند که عالم تمام در حضور پرتو حیات مخفی گردد چنانچه

ستارها در حضور آفتاب در حضور خود را محو سازند که حضور هستی خود از میان

برخیزد جواب دوم آنکه دل عاشقان در عین خواب بیدار است جواب آنکه

از مسجد خانه قریب [illegible] مدت [illegible] سالک با [illegible] خودی برد

[illegible] امانت [illegible] خود نیکو است و مهربانی [illegible] ثمره آن [illegible]

است و چون براه ... گشتی سوی بست انوقت بیحجاب میشود غایت
محبت اینکه سر در الحاح حضور محض است بلی عبارت و محو شدن مراد از مصنع بر نکته
آن است کلمه دو دقه که در راه دیدند در ابا ره اند که سند راه
... کان میشود چون بکاره بان راه عبور کرد بکاتبی ... دو کس پیدا کرد کشیدن
ازیا البطور بکاتبی دانند چرا که بحجبان نفسی ... آن دو کس را ... بوصیت خود
بیان کردند که گفتند ... و گفتند که بهر یکی دو رانی هایم دادند
کردند تا بدلیری قطع آن راه نمایند ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و
جواب واقع باید الست که شمشیر را بر قطع قطاع الطریق و کفار پیدا کرده
اند و چون قطاع الطریق در راه سلوک طریقت شیطان و هوای نفس است
که شمشیر برای قطع ایشان ... الا کسیست که به هیچ قریب نفس
و شیطان از ترقی بند میشود نه شمشیر همت همه قریبهای نفس و شیطان قاطع
میباید چنانچه عزیزی گفته در مدح مجاهدان طریق قطاع القطاع فی هم دایم
بشارت بدین است که صاحب این داقو را همت در استعداد او نهاده اند
ای ... هوا ... لاکن برهنه بود مراد از همت اضطراری است و چون در رتبه
... فی میشود همت اختیاری عطا و میشود مراد از علاف علاف اختیار

سالک ...

سالک درین مرتبه تا اتمام بیمرست راجاری کند و بجا خرج نکند والسلام بیت

رونق عهد شباب است دگر بستان را ها ها میرسد مژده گل بلبل خوش الحان را ها ها

متوای بلبل اسیر بود از باد خزان ها ها که بیابد فرح از زرد نوی گل مرد از ها ها

کما قال سبحانه لنبیه صلی الله علیه وسلم لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین مکتوب

بیست و ششم از ظرف فیض الهی بلک الله موی و تبغیر الناس بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله بعنایات واجب الوجود و بیمن برکات حضرت از هر طرف دلجمعی

جمع آمد امیدواری از فضل و کرم حضرت چنین است که توجه ظاهری

و باطنی در ترقیات ایجابت فرمایند بعده مخفی نماند که اکثر در مراقبه واقعات

دیده میشود یکروز در مراقبه بودم که بالا سر آمده فقیر را گریه دوخته جواب این نویسند

دیگر آنکه اکثر در مراقبه قبله خود گم کرده ام تعبیر این چه باشد یکروز دیگر در مراقبه چنید

الدستی در پیش فقیر آمده استاده است بسیار خوب صورت چند بچه ها دارد یک

جانور یکی از بچه های او برد طاوس پریده بر هوا رفت و بچه خود از پای جانور گرفته

آمده را نوفت برد فقیر آمد طاوس با این جلدی پریده از پای جانور بچه خود را

گرفته آمد در واقعه با آن طاوس تعجب کردم اکنون که می بینم منتشن یافت باشد

و چند بچه ها دارد جواب این نویسید دیگر آنکه بجناب رسالت پناهی متوجه بودم آن ادائی

بکوشش دل رسید که می‌آیند حضور زیاده شد و از طرف پیام شد که البته بیایند

در آن وقت یک قطعه غنچه‌های نورانی در نظر آمد در میان ایشان رسالت پناه

صلی الله علیه وسلم می‌آید با من ملاقات نمود واقعه روز دیگر در [illegible] بودم در سمت

یک نشان بلند سبز سر درش با آسمان رسیده فقیر کسی را پرسید که چه کسی

در آن نشان ایستاده است آن شخص گفت که در آن نشان [illegible] که می‌گوید

در آن نشان جمع بسیار داده است در آن ایشان [illegible] جماعتی باید که از را

[illegible] تنها قوم فرمایند مکتوب در تعبیر واقعات بفضل الهی یک حد [illegible]

محبت الفقرا میرزا فیض الله سلام خوانند رقعه مضمون خیریت و بعضی

اوقات رسید شفا [illegible] واقعات [illegible] ترقیات است

[illegible] کردن [illegible] اوقات تفرع واقعات در دل عاجز [illegible] فرح رو نمود

دو واقعه اول [illegible] امام [illegible] است [illegible] اعطای نعمای

[illegible] بمقدار قناعت است که فرد [illegible]

[illegible] که خوشنما [illegible] التجلیات

[illegible] بخصوصیت خاصه

خود دیده که همراه طالب [illegible] های ایشان [illegible] دیگر می است

در تجلیات زیرا که تجلیات بعضی بر صفات جماد که نبود در آن تصور نمی
و منحصر بهمین رتبه و بعضی بر صفت نبات که مقتضی نمو و ترقی بر آن است
و بعضی بر سیر فصل بردن بچه که نمو برسد ترقی است کار ابلیس است اما چون
بر استعداد اصل این تجلی اقتضای ترقی است فعلی که سبب سد است از من صاحب
و ادراک ظهوری آید لهذا اقصر الملک کجا است ثمانیات تعبیر داده چهارم که مقدمات
ظهور حضرت سرور کائنات شعر بر کمال صدق بر آنحضرت است صلی الله علیه و سلم
لعل ارحمه ربک باشک علی حسب التصدیق و یکون موصلا الی اللقا
شد مع الرسن ... شعر بر ترقی از مرتبه ظلمت که تجلی است و نمی وصول
بر اینکه ... از طرف ... بام باوجود ... این فقرا ... سلسله
... آسرار ... شعر بر ... علم ولایت محمدی است
صلی الله علیه و سلم ... علم
نورانی ... حضرت است این جوهر ... آن ... العرض
... حق سبحانه
... آورد حمد بجا آورده ... ایشان مشغول نباید
مناجات و مرحمت و لذت ... که از علم ...

اند جست و تفرع را باید پیش داشت ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء المکتوب
تمام فیض الله بیک در تعلیم مراتب مبتدی یا منتهی بود در کردن دوری از خود که همین عبارت
رقیمه سعادت متضمن چند واقعات عجیبه طلب تاویل از ایشان بر خواجه نیکو شد
تشریف داروند بخشیدند قابلیت استعداد شما در این واقعات که متضمن کمالات اند
معلوم گردید حق سبحانه از واقعه معاینه آرد برسان کاغذ جیب هم رنگیک بر رقیمه
تاویلی و تحقیقی نوشته ارسال کرده شد مطالعه خواهد آمد بر محض واقعات اکتفا
نباید کرد چند بسیار تیز باید آورد تا روی محبوب مثلا بو بسیطه مراقبت عام
در مرتبه عیان وصول بحث عزیزان دیگر را خصوص برادر خود را که داخل طریقه است
سلام رسانند و از یاران صحبت نیز سلام خوانند مراقبه است شش بندند چشم
بند و کشاده با مراقبه باشند مراقبه دو مرتبه دارد مراقبه سالک و مراقبه منتهی
مراقبه سالک برای دفع مزاحمت دخل اغیار است و مراقبه منتهی که از ساحت سینه
و دل او ظلمت دخل اغیار زدوده شده هم امانت اغیار برای حضور مطلوب
حقیقی است تا جمیع حواس ظاهری و باطنی بر حضور متفق شوند مصرعه
ما ندمرا برده الله جلال الا چنانچه بزرگی فرموده بیت چندان برو این ره که دوی برخیزد
در هست دوئی به رهروی برخیزد تو او نشوی ولی اگر جهد کنی جایی برسی کز تو توئی برخیزد

تم الکلام

خیر الکلام ما قل و دل که تو به درمیان خطرات نفسانی و شیطانی وغیره موجب تحقیق حضرت
از تحریر پیر دستگیر قدس سره معلوم شد که خطره کار ابلیس است یا کار نفس تا زمانی
که قلب غالب نیست نور قلب بعد ورود خطره بر دل تمیز میکند که این خطره از خارج
آمده یا از نفس ناشی شده از آنکه ره می پندارد و بیرون می اندازد تا زمانیکه
غالب شده نفس و ابلیس در کار خود مجاهده در میان است اگرچه نسبت کثرت
خطرات جمعیت کم است اما چون نور دل تمیز نیست که از ابلیس یا نفس است
و مکروه پنداشته همه دنبال آن بسوی آن هر دو هست و باین شخص منسوب نیست
و نیز معلوم شد که بسبب عدم تعدیل اربعه عناصر آن هر دو عدو دخل میکنند و چون
تعدیل هر چهار عناصر موقوف بر کمال است اما نور قلب بعد ورود مطلع بر حقیقت
آن میشود مکروه باید دانست و بنور قلب خود در آن تعلق مزاحم کاره و بیزار
باید بود از تحریر حضرت معلوم شد که قبل کمال و بعد آن نیز خطره می آید اما بعد
کمال و چون تعدیل اربعه عناصر هست قدم پیش بردن نمیتواند و ناقص مقبول چون
بنور دل تمیز خطره عدو دارد و مکروه پندانند و اگرچه بند کردن نمی توانند
اما تابع او نخواهند شد چون دانسته شد پس از غم این که مثل کاملان نیستم
که خطره دخل هرگز نیاید خود را پریشان نباید کرد مجاهده در داد و بار ای

ماشاء الله الامور مربوطة با وقلبت باین تسلی باید کرد اکثر مردم بخطرات مغلوب اند که خود خطره شده اند و محجوب می بماند زیرا که نور دل که تمیز کرده نکرده داند ظهور نکرده شکر باید کرد که بنور دل تمیزی بیدا است خطره را خطره میداند مقصود مکتوب الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات بکمال قدرته الی النور فارجوا من کمال قدرته ان یعطی العروج من النور الی النور و حصول هذا العمل متوقف علی التوجه الکامل اعنی شیخ المشایخ عبدالقادر النقشبندیة وجزاه الله سبحانه علی هذا المدد والتقویة والسلام علی من لدیه متضمن لبیدالا استدعار مکتوب بعزیزی تحریر قیست باسمه سبحانه تحیه سلام ازین قلیل البضاعت بعرض جامع علوم مولائی و مقتدائی اماده بحکمت الدینیه بمنة الله علی قواعد الحکمة معروض باد استدعا را انکه بضاعت قلیل این قلیل از مرتبه تقلید و دلیل بمرتبه تحقیق وصول متوجه آن مظهر عجیب راه باید و از انجا از فلک بلی علت خروج فرماید و ما ذلک علی الله العزیز والسلام علی من لدیهم متضمن باستدعار مذکور ارجو من الصالحین الذین عندکم دعا الخیر فایده هو الله الذی لا اله الا هو مربه اهل ابصار پوشیده نیست که در اصطلاح اهل ظواهر که بولایت عامه ترقیات الله در آیته نفی اله باطله فاقی است

که نفار

بسیار از ظاهر شریعت مثل اصنام و شمس و قمر و نجوم را مستحق عبادت دانسته
با داب بوتیه اختیار نموده اند و قطع تعلق ازینها با دلی تامل در عدم استطاعت
ایمه بنصوص نصارا هم دست میدهد چندان مجاهده و ریاضت در ترک آثار
ولایت خاصه توجه بوجود کثرت بلکه ثبوت کثرت داخل اله باطله است پس
درین ولایت آیه کریمه نفی تعلق از کثرت میفرماید حتی که نسیان ذات و صفات
صاحب این ولایت مع نسیان علم بنسیان ضروریست مگر در مراتب کثرت
عین وحدت را می یابد بلکه کثرت را عین وحدت می بیند بتعلیه صور تعیش
خاص و در هر مرتبه چون کثرت در نظر این کس بتعلیه حسب برنگ وحدت نمودار شده
و از دایره رفته بر آمده در حکم اله باطله شده و چون کثرت در نظر سالک
حکم وحدت بتعلیه حسب اینکس پیدا کرده و نور وحدت بهر فرد کثرت احاطه نموده
قطع تعلق ازین باستگی بمجاهدات اصلیه نیست بلکه بتفضل اخص تعلق دارد
تا حسب این عارف را فرط در تبه اعتدال آرد و داغ زینه که بسبب قلت بصارت
محجوب بود طوری به اکند و غبار غلبه حبی که بر بصر دل نشسته بود بتفضل اخص زدوده
گردد الآن هذا العبد کان عبدا خالصا لله سبحانه و کان ممیزا بین العبد
والمعبود و یکون اهلا بولایة الاخص کما کان الذی اهلا بولایة

الخاص و یکون مومنا بالغیب و یترقی عن مرتبة الشهادة و ان الشهود و الکثرت
لا یکون حجابا لهذا المتحقق اما چون هنوز وصول او بسته توجه است اگرچه توجه
مجهول الکیف باشد تعلق اینکس با توجه در حکم تعلق به اظلال است و چون
توجه اینکس هم بیرنگ بیکیفی نمیاید قطع این توجه که تعلق و تفصل خاص
الخواص دارد مجاهده اصل الاصول برای قطع این توجه در کار است وقتی
که توجه معدوم باشد و اثری از و نماند کان هذا العبد واصلا بولایت خاص الخواص
و هی ولایة الانبیاء علی نبینا و علیهم الصلوة و السلام و در ینوقت اینکس
از جمیع مراتب شرک الحقیقی و النهی خلاص یافت و کان مومنا بالایمان
الغیبی الحقیقی کما کان الشالث مومنا بالایمان الغیبی النسبی و کان من جماعة
الذین یقال فی حقهم العلماء ورثة الانبیاء فتامل فی الفرق الذی بین ولایات
الاربعه و چون اصل مرتبه اخیره اگرچه از جمیع مراتب ظلیه برآمده و در اصل
صفات حقیقیه که مرتبه اصل است گشته اما هنوز بیایرس صفات وصول ذات
جامع بالاصالت موقوف است پس در ینولا تعلق او بالاصالت با صفات
است و چون صفات که قایم بذات اند دو جهته دارند جهت وجوب من حیث الذات
و جهت امکان من جهت الغیر باعتبار تعلق این عارف غائبانه با نفس انبیا

داع

واقع وسبب غلبه تعلق بصفات ثمره بقیه هوا است و هوا اگرچه قلیل است
آنرا در اله باطله شمرده اند کما قال سبحانه افرایت من اتخذ الهه هواه پس قطع
تعلق ازین هوا و ترقی الی جناب الذات الجامع والبته افضل اخص
الخواص است مجاهده درین دخل ندارد و اذا حصل انه بمحض فضله کان و اهلا
بکمالات النبوت نور مشابعتهم و اهل هذه المرتبه الخامسه اگرچه بهره از کمالات
نبوت یافته اما اینکس را نبی نمیتوان گفت اذ التحقق ببیان هذه المرتبه الاخیره
المقتبسه من انوار النبوت العامه النبیین بفضل الله سبحانه اثبت التفرق بین نبوت
نبینا و نبوت الانبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات فاعلم ان
جمیع الانبیاء وان کانوا واصلین للذات الجامع بالنسبه الی جمیع غیرهم
وهم الاولیاء ولکن بالنسبه الی نبینا علیه الصلوة والسلام مع وصول
الذات ثمره المیلان الی الصفات متحقق فیهم فثمره المیلان الیها ناشی
عن ثمره الهوا وان کان هذا الهوا فیهم فی مرتبه الاباحه والعزیمه تقتضی قطعه
و شان هذه العزیمه مختصه لنبینا محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم کما هو محقق
بحدیث اسلم شیطانی اللهم یسر بابرکت متابعه نبینا صلی الله علیه وسلم
ثمره من خصوصیته علیه السلام مکتوب در جواب سوال میان الهدیه

ظهور فیض صفات حق سبحانه عام است و خاص در ظهور عام اضافت آن بسوی
مظاهر است چنانچه صفات بشر مثل سمع و بصر و کلام و غیر ذلک را فیض صفات
حق گوییم اما صفات حق نگوییم صفات بشر گوییم و در ظهور خاص اضافت آن
بسوی حق نماییم صفت بشر نمی توان گفت چنانچه صفت کلام حق که در
مظاهر کثیره متعدده ظهور نموده و بلباس حرف و صوت ظاهر شده این همه را
کلام حق گوییم حقیقت اینچنین است که از فیض صفات دیگر آنچه به بشر رسیده
این ظهور فیض صفت بشر گردیده مثل کلام بشر و بصر و علم بشر و غیر ذلک و ظهور
این صفات دیگر را همین یک جهت است بخلاف صفت کلام که این صفت را
دو مرتبه ظهور است یکی عام و دیگر خاص از ظهور عام صفت کلام در بشر موجود
میگردد و به آن تکلم می نماید درین ظهور این صفت و این تکلم بسوی بشر منسوب است
کلام بشر را که ظهور کلام حق است کلام حق نگوییم زیرا که تکلم بصفت بشری بکسب بشری
تعلق دارد زیرا که حرف و صوت بی را بینجا بکسب و سعی بشر پیدا می آید و از ظهور
خاص کتب سماویه بر انبیا علیه السلام نازل شده حق متکلم است بکلام نفسی
بلباس حرف و صوت و درین لباس کلام هر که بلباس معنا یا حرف و صوت
نورانی است کسب مخلوق را دخل نیست بلکه حق سبحانه کلام مطلق را بواسطه

غیر با ملابس

غیری بلباس حروف و صوت ظاهر ساخته و بخود منسوب نموده چنانچه میفرماید
نحن نقص علیک احسن القصص در سوره یوسف و شبهه اول هم گرچه
بتوسط مخلوق است اما این مرتبه جامعه مشهوده را هرگز ذات و صفات
خود نفرموده بلکه مخلوق فرموده که مخلوق است و هرچه درین مخلوق اول
از ذات و صفات موجود است از ذات و صفات حق نگویم بلکه از
فیض ذات و صفات گویم کما قال النبی علیه السلام العالم من نوری و انا
من نور الله گفته که خود را از ذات الله یا نور الله گفته و همچنین عالم را از نور خود
گفته بنسبت هر فردی را از افراد عالم ذات حضرت یا نور حضرت نگویم بلکه از
فیض نور میگویم سوای کلام مطلق که آن را صفت بطور خاص که بالا ذکر یافت
با وجود لباس حروف و صوت مخلوقه کلام ذات حق گویم و این نسبت محض
خاص صفت کلام است که هم بفیض عام مثل فیض صفات دیگر فایض و هم
بفیض خاص ممتاز از فیض صفات دیگر که محض بکلام نفسی ظاهر و هیچ صفتی را درین
خصوصیت شریک نیست واضح تر بگویم که از فیض عام هر صفتی ایجاد صفتی است و صفات
بشر در آن صفت خود بشر بینا و عالم و متکلم است این صفت بشر بسبب تکلم گشته
و بسوی کلام البشر تکلم مضاف است و در فیض خاص حق سبحانه خود بخود متکلم بلباس

نفسی معنا مظهر نسبت خاص حضرت علیهم الصلوة والسلام و بکلمات
حرف و صوت نورانی مظهر نسبت جبرئیل درین تکلم صفت کلام غیر است
و نیز بی تکلم است خود متکلم بکلام نفسی است فظهر الفرق در شهود اول وحدت
جامع صفات کامله خداوندی حقیقی خلاصه آن حقایق انسانیت انسان
کامل جامع را مرتبه حقایق حقیقت انسانیه آنحضرت صلی الله علیه وسلم از جمیع
حقایق انسانیان که در شهود اول مندرج در حقیقت انسانیه حضرت صلی الله
علیه وسلم است در شهود ثانی جمیع حقایق انسانیان که هر یک جامع حقیقت
روحی و جسدی هر فرد انسان است در خارج منفصل ظهور نموده بخصوصیه
جامعه هر یک از آنها همان مرتبه روحی و جسدی را در اوقات موقوته در مرتبه
نازله نشأه روح و جسد همان حقیقت هر یک انسان موجود نمود و اسرار
مندرجه مرتبه جامع اول روحی و جسدی در هر مرتبه بخصوصیت خاص در اوقات
موقوته بظهور می آید تا ابدالآباد انما لظهور اسرار توسط این جامعیت
نازله واقع لاهل الجنة فی الجنة و لاهل الجحیم فی الجحیم بعد شهود ثانی نیز
مندرج شهود خاصه هر یک در ظهور بود خواهند شد انبیه ظهورات ...
باعتبار واجبی ظهور متغیر باشد با وجود امتیاز هر حقیقت حقیقی دیگر

اما او

اما بواسطه فیضی که خاصه جامعیت حضرت است علیه الصلوة والسلام
بحکمت بالغه فیضیات اند هیچ یکی را از آن واسطه چاره نیست مکتوب عزیزی
صدور یافته بود ورقیمه مشفقانه متضمن معانی و اسرار مسوره دیگر متضمن
اسوله چند مفتخر گردید بمطالعه آن شرح صدر حاصل شد اما چون بعضی
عبارت در مکتوب باصطلاح حضرت پیر دستگیر صاحب طریقه احسنیه
مطابقت نداشت در تحقیق آن معروض میدارد که در تحقیق حقیق این
قدس سره اسم عالم را وجود موهوم گفتن منع است زیرا که موجودیت عالم
برای اظهار صفت نفس الامری است نه صفت نفس موهومی و انکه عدم
استقلال عالم را مشاهده نموده موهوم میگویند و در هر آنی موجود و معدوم
بر غیبت انفصالیه دیده این اطلاق مینمایند نمی بینند که درین هر دو جهت
موجود شدن و بعدم رفتن هیچ جهتی ازین هر دو موهوم نیست بلکه جهت
وجود در وقت خود وجود نفس الامری است همچنین جهت عدم در وقت
خود عدم نفس الامری است و مراد از وجود عالم جهت وجود است نه جهت
عدم شستن ما بینهما بجهت وجود را که عالم است نفس الامری دانیم
اما غیر مستقل و در هر آنی متبدل و متغیر دانیم این تغیر و تبدیل نفس الامری

است و وهمی نیست هرگاه تغیر و تبدل وهمی نباشد فالذی هما وقعا
علیه کیف یکون وهمیا عجب ازین تحقیق که مبدا نشد که این شهود غیب مطلق است
در مرتبهٔ ثانی با ظهور صفت حقیقی نفس الامری (درین شهود شهود گردد پس
شهود که مظهر حقیقت نفس الامری است چون وهمی باشد و برای آنکه استقلال
لازم نیاید اگر وهمی گویند ضرر نیست چرا که تغیر و تبدل او صریح مشعر بر عدم
استقلال اوست پس عالم را نفس الامری گوییم در عین تغیر و تبدل تا مترتبات
بر وی نیز وهمی نباشد در کتب نکات و خلاصه غور نمایند تا از اصطلاح ایشان
مطلع شوند دیگر آنچه در آیهٔ کریمه واتبع ملة ابراهیم حنیفا شبهه دارید غرض من
اگرچه حضرت افضل مخلوقات و متبوع جمیع انبیا اند و در اصل خلقت شهود
اول الشان علوم و معانی نصف الشان مندرج ساخته اند اما اطلاع بر آن
موقوف بر اوقات داشته اند چون حضرت ابراهیم علی نبینا علیه الصلوة
والسلام بر طریق خلافت به طلبیت جامعه ذاته المعانی و علوم مندرجه که نصیب
سرور کاینات علیه الصلوة والسلام اند و در شهود اول الشان در مرتبه
خصوصه خود ظهور دیده اند و مقدمه جامعیت مذکوره را به ملت ابراهیمی مسمی فرموده اند
و انبیا دیگر را حاده طلبیت بین حضرت بعض کمالات و معانی داشتند

بملتی منفرد ده اند پیدا آمده اند و اطلاع بر این معنی جامعیت و انفراد موقوف بر تعلیم
علیم حکیم است کما قال سبحانه و علمک ما لم تکن تعلم و نیز فرموده اند وحده
جامع را اعنی چون وقت ظهور حضرت پیغمبر رسید پیدا آمدند بمقتضای نسبت
اقتضا کمال آن بود که ملت حضرت عیسی را اختیار کنند و تبدیل مقدمه
جامعیت ابتدائی ملت ابراهیمی بود مامور شدند بتبعیت آن تا بر آن مقدمه تمام تر این
جامعیت را وضع کنند و در مقدمه تفصیل جلوه دهند و لفظ واتبع برای صورت
اتبعیت مقدمه است بر مرتبه تفصیل جامعیت و الا فی الحقیقة مقدمه تابع تفصیل
جامعیت است والمقصود من المقدمة هو التفصیل اذ انه اراد افهام ان
الصلوة علی ابراهیم علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات تحتها المیتر
و علی نبینا تحت شان التفصیل الجامعیة التی هی اصل المقدمة المقدرة الظهور
الا بالنسبة ههنا اذ کان نبوت الابراهیمی دائم انتهاء و نبوت نبینا الی یوم
القیامة اثمة ذکر الا کالسید ده علیه الی یوم القیامة ... فیدم علی
الامة ان رعایتها حق نبیه علیه الصلوة الی یوم القیامة لعظم شانه
و ههنا سر آخر هو انه علیه الصلوة والسلام مکتوب عزیزی صدور یافت
کان الله ولم یکن معه شیء الله ذات مستجمع الصفات الکمال الطاهره

وكل [illegible] يقتضي ان [illegible] الخصوص الازلي [illegible]

من الظاهر [illegible] تصحيح [illegible] في القدرة [illegible]

وجود المظاهر في غيب الغيب لا من شيء [illegible] ادوات [illegible]

كما شاء فتعلق العلم بها كما كان متعلقا بافتقار كل [illegible] في المرتبة

غيب الغيب وذكر المعنى وحقيقة العالم بهذه [illegible] مراد ومعلوم

في مرتبة التقدير بوجود العلمي التقديري والموجود الخارج [illegible] الا اذا اريد

ان كون وجودا [illegible] تعلق بمرتبة الغيب [illegible]

العالم الذي كان [illegible] التي هي باب الظهور

[illegible] المعلوم

الا ان بوجود [illegible] شيء [illegible] المرتبة [illegible]

مقدور [illegible] العالم بها ومخلوق [illegible]

[illegible] التحقيق [illegible] العالم [illegible]

[illegible] الله كان [illegible]

[illegible] للظهور الخارج الكوني [illegible]

النور المحمدي مذكور في النكات وهذا مقتبس من مشكوة تحقيق سيدي مولانا

صاحب الربوبية الاحدية قدس الله اسرارهم لان عندهم صفات
الله ظاهرة كالذات الواجبي فظاهرية الظاهر تكرار التحصيل حاصل بل مقتضيات
المخفية في غيب الغيب تقتضي ظهورها في الخارج الكوني لتتعلق بها الثواب
والعقاب لاتشبيه وتاويل وعند الصوفية العلية التي اهالي النفس ولانية
الجامعة الصفات عين الذات والذات مجرد عن الاضافات لاتميز
للصفات من الذات الا في مرتبة العلم الواجبي والتجلي عندهم على نوعين اجمالي
وتفصيلي ويسمى الاول الوحدة ويسمى الثاني الواحدية ويقولون الاول انعكاس
اجمالي والثاني انعكاس تفصيلي ويسمون الثاني بالاعيان الثابتة وبعضهم
بصور العلمية ويسمى بهذه المرتبة الثانية حقيقة العالم والعالم انعكاس
هذه المرتبة الثانية في مرات ظاهر الوجود وبهذا التحقيق الثواب والعذاب
تشكل الابتلاءات بعيده كما هو شان اهالي السكر ويقولون في الخارج
ليس العالم في العلم وما دفع عليهم من الشبهات مذكور في تقابل الصفات
في مكاتيب الابرار وعند مجدد الالف الثاني قدس سره العزيز حقيقة عالم
...ال ... عدم والعالم اعطا فيض وجودي ... الف
ظلال واعدام ... وجود اوصفنا در مرتبه وهم در همه مرتبه وهمه ميرعي الضعيف

اتفاق یافته که برفع وهم مرتفع شود دربنجا هم ترتب عذاب و ثواب

بتاویلات گفته میشود و الفرق بین هذه النکات و التحقیقات لکل

مکتوب بصوفی بلند

واحد عند اهل البصیرة ظاهر بسم الله الرحمن الرحیم بعد الحمد و الصلوه و تبلیغ

التسلیمات بعرض محب صادق طالب حق بلند همت وفقه الله سبحانه میرساند

رقیمه شریفه متضمن استفسار عبارت حضرت نکات مفتخر گردانید بنا بر قلیل

البضاعت راجه یارا که در کلامی که از مرتبه خلافت یا شتم در بیان آن دم زنیم

و نبوت

و از حقیقت حلو متخیله نویسم چنانچه فرموده اند که رسیدن بولایت

انبیا علیهم الصلوة والسلام اسان ندانند اما آنچه از بزرگان شنیده ام

و از ان در فهم ضعیف آمده بیان باید نمود بدانند که در ولایت خاصه وصول

بعلم حصولی و حاصل از ان معلوم الکیف است و در ولایت اخص وصول

بعلم حضوری است اما شمه از علم حصولی باقیست و حاصل دران مجهول الکیف

است لهذا در اول توجه معلوم و در ثانی توجه مقصود و در کمالات ولایة انبیا

علیهم الصلوة والتسلیمات وصول بعلم حضوری بوئی از حصول باقی نیست

لهذا در ینمرتبه یافت مطلوب بی یافت محتمل ادراک است بخلاف مرتبه

اخص که بسبب توجه خفی نیز معلوم در ان مرتبه یافت محتمل ادراک مطلوب است

کما هو شأن التوجه الخفی پس این راه از راه العلم ربانی است که در
ادراک علم سبحانه در همه مرتبه چنانچه تو معدوم است عرفا هم عین زیرا که عرفان
تعلق بعلم حصولی دارد و نیز در همه مرتبه نفی غیر محتمله ادراک مخصوص علم
ازلی حاضر است علم را از معلوم ضروری پس حق معلوم است لعلم اما
مثل غیره یعنی نه مثل اهل والایه که در اینجا او مرتبط به حال او در نه
مثل اهل ولایة اخص که در اینجا معلوم بهو الکیف بود در انبیا علی
نبینا و علیهم الصلوة والتسلیمات اگرچه معلوم است اما مجهول الکیف
نیست بلکه معلوم عدم الکیف پس آنچه حضرت فرموده اند که معلوم هیچ نیست
نه محصول و مجهول نیز معنی آن است و ثبت معلوم معدوم الکیف است
دانسته نه حضور علم حاضر است اگرچه و اصل اصل است اما
در صفات است حصول ذات ضمن صفات حاصل دارد و آنچه فرموده اند معلوم
هیچ نیست نه محصول نه مجهول مثل غیره تعالی ای تعالی الله عما الصدون ان
مجهول الکیف اما معلوم است الکیف ثابت بهر درجه
از کمالات نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات والتسلیمات تا
حاضر است که ذات بذاته حاضر و اعلیم است و علم و اتبلیه ذات او است پس در مرتبه

ولایت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوات و التسلیمات بعلم حاضر است
و بعلم حاضر بودن بصفت علم ذی علم لا بدیة می آید و سر لا بدیة سر تعرف
معلوم است و ذات بذاته حاضر بودن علم قابلیه ذاتیه متحقق ولوی رزاند
نه چون بذات حاضر و تعلق معلوم به حاضر بودن بعلم است نسبت معلوم
هیچ نیست چنانچه بحضور علمی بود در مرتبه ولایت که بعلم حاضر است و تعلق
بیکیفی موجود و در مرتبه نبوت که ذات بذاته حاضر است معلومیت غیر
متحقق هر معلومیتی که از اقسام ثلثه باشد در مرتبه خرافت این نزول
متحقق و کمال حلول موجود چه از حق و چه از غیر حق حلول از غیر حق ظاهر است و از حق
یعنی در مرتبه خاصه و اخص انچه وصول بحق فهمیده بودند حال آنکه حق نبود
باید گذاشت و به حق حقیقی باید پیوست و گذشتن از مرتبه عرفان ذاریات
محمد ادراک مطلوب در ولایت انبیا دست می دهد بفضل الله سبحانه در
خلافت بطریق اولی میسر و انچه حضرت میان محمد شریف قدس الله سره
فرموده اند که بدین نسبت که این نفی معلومیة در وصول حضرت ذات از راه
ظهور علم است نه از راه وجود علم یعنی انچه در حضور و ظهور علمی معلوم بود
در حضور ذات بذاته اطلاق نتوان کرد اما صفت وجود علم را قایل باید

عزیز من همه اسوله را جواب درین عبارت درج شده بدقت فهم دریابند
وهمچنین طور یاد سیفر نموده باشند به اندک اکتفا نموده مکتوب در جواب فضائل پناه
شیخ ... غیره تحریر یافت. الحمدلله اولاً و آخراً ذات بابرکات اکابر نموده
بر صراط مستقیم باشند از مطالعه استفتا درایات و نیز از مطالعه
نسخه تصنیف در بیان کمال قدرت واجب تعالی و مع ذلک استفتاء بعض
از تحت قدرت حقیقت بوضوح انجامید و نیز زبانی یارانی که استفتا
آورده بودند طلب شده معلوم شد تا خود در ارسانند حقیقت نیست که در فهم
فقیر این مناسب می نماید که در آنچه که تحت قدرت دادن آن نقصان در کمال
قادر مطلق شود از تحت قدرت دادن خطاست چنانچه ذات و صفات
باری تعالی و عدم ممتنع الوجود که شریک باری است تعالی شانه و در غیر آن
آنچه بذات و صفات از آن نقصان نه آید در بعضی قبول محض چنانچه ممکنات
و در بعضی سکوت چنانچه محال عقلی و علم آن بعلام الغیوب باید زیاده
نمیتوانم گفت اگر باین دانش قابل مجلس باشیم بر آ سمعوا الاسماء خود دانا شید
حاجت دیگری نیست الا مکتوب در تفصیل مذکوره صدور یافت
الحمدلله و سلام علی عباده الذین اصطفی نورد نوازشنامه کشف

ظلی نیز بردن واعلی است هر یک بسندی وتوسطا از کمال آن درباره نهایه
اینقدر وا مینماید که نهایت ولایت عالیه بعلم کسبی تا بایه اجتهاد است
جمعیت باطن برای کمال این ولایه شرط نیست اگر جمعیت هم هست
مناسب همین مرتبه است و نهایت ظل ولایه خاصه تا زوال انوار وجا نیست
وظهور کمالات وجا وارام او در تجلیات صوری و معنوی و نوریست وصول
او درین منحصر اگر از ظهور تجلیات توقف واقع شود همانوقت بی آرام است
وخود را بعید می فهمد و نهایت وصول اصل ولایه خاصه تا کشف نفس
انوار است و وصول مراتب ارواح چنانچه حضرت شیخ شیوخ فرموده
که سالکی روح را بخدای پرستیدم اگر فضل حق سبحانه دستگیری نمیکرد
خلاص ازین مهلکه محال بود و اکابر ایشان مشهود مطلوب است
واکثر بلکه جمیع معارف ایشان تنزلات حضرت معروف بی شهود
بی آرام اند و بی حصول و دور و بعید اکثر قول ایشان این است بیت
دمی بیحق زدن محض این گناه است ها بخود مشغول بودن کفر است ها ها
ثبوت غیریت در مرتبه شهود نزد ایشان کفر و زندقه است و نهایت
ایشان در مرتبه یافت مطلوب و وصل ایشان بوصل متلبس موصوف

یعنی کبری

که این فقیر [illegible] نبوده و [illegible] انداخته نهایت [illegible] الله آن ولا
لااعلی [illegible] مراتب انوار و حالی است معرفت او از اطلاق
[illegible] بالا رفته و مرکز اطلاق که زاید از لسان شرع شریف
[illegible] که اگرچه در این مرتبه عرفان مفقود است
[illegible] و اهل این مرتبه مسمی باهل جهل است الا نه جاهل
عن حقیقة المطلوب و اکثر باین ترانه مترنم است بیت عنقا شکار کس
نشود دام باز چین کانجا همیشه باد بدست است دام را الا و وصل این
[illegible] معروف زیرا که باطن اینکس از همه حیثیات ظلالی
گشته و نوری [illegible] شهودی معرا گشته و دایما یافت مطلوب مطلوب
دارد اگر بوی در باطن [illegible] اینکس از کشف شهودی ظاهر شود و انکار در آن فقدان
از آن در حدیث انه لیغان علی قلبی الی آخره را در همین موطن حمل نماید
و نهایت حصول اهل کمالات ولایت انبیا ورای از این بابهای
ظلال و مبرا از جهل بلکه عرفان ظلی مفقود و علم اصلی موجود بنحو باخود
است و لی اختیار مدح اینکس از حیطهٔ عقل و کشف ظلی دور و حصول
بحقایق اشیا خاصهٔ این نادر العصر است و وصل این عزیز بوصل

باسن موجود و حقیقت نایافت در وصل این سعید میسر نیست وصف
ترا چنانچه تو یی چون کنم بیان ها ها کز هر چه در خیال من آید زیاده ها ها
واز اهلبیت اهل کمالات نبوت چه بیان نماید وانچه بیان نماید کم
کیسی است که بفهمد والله ولی الرشاد بلهم بسم الله الرحمن الرحیم
لا یلیق بالمتقین ان یستبحروا و یستغفروا للذین یکسبون کبائر الاثم
مثل المیسر والمسکرات جتاد یاکلون اموال الناس عدا و ظلما حتی
یتولوا و یصلحوا فان الله من بعد یسهل الشدائد الامور ایضا کیف
یظلمون وانت فیهم

بسم الله الرحمن الرحیم

دیگر باید دانست که هزار اسم اسرار اسرار اسم الرحیم نیز از ظهور کمالات

[illegible] درجه الف و لام او را اند [illegible] ظاهر
حقایق لام و الف اند و مراتب اسم الرحیم ظهور حقایق لام و [illegible]
و رجوع تمام اسماء بحقیقت الف است غالبا که مظهر اسم اعظم
است این مجمل را [illegible]
تعلیم حضور نسبت [illegible] هر قدر [illegible]
منتظم است دیگر آنکه در ابیات [illegible] از الف
لام میم هر سه مرتبه ذات و صفات و کمالات اند از الف لام
مرتبه ذات و از لام مرتبه صفات و میم مرتبه کمالات مع ذالک
که در بیت اول بسم الله الرحمن الرحیم نقطه تدویر الف لام میم
[illegible] ذات است و [illegible] دایره و محیط دایره [illegible] است
[illegible] عینیت ذات را که [illegible] تدویر
الف لام میم فرموده [illegible] مع محیط است رمز یعنی
مرتبه ذات جمیع مراتب صفات و کمالات را مشتمل [illegible]
و [illegible] مرتبه [illegible] محض اند [illegible]
و مقدم است [illegible] حقیقت بر وجود دایره [illegible]

... بسم ... ال ذات ... است ... مظهریت

... ذات ... که ... ۳ ... و ... برای مطالعه

انتهاکه ... نسبت در این ... بسم الله الرحمن الرحیم

نقطه محیط الف و لام میم چون اگرچه نسبت ذات صفات ... مرتبه

نقطه ... کمالات ... نقطه ... چون کمالات ... اخفا

محض ... ذات و صفات ... نقطه ... نیز ...

یاد فرموده و محیط اشاره ... کمالات ... مرتبت ثالث

بسم الله الرحمن الرحیم دایره نقطه الف لام میم اشارت بکمالات ...

چون کمالات ... صفات مندرج اند دایره نیز ... نقطه و محیط

مندرج ... کمالات ... نموده ... چون ... درمیان ذات

و صفات و کمالات ... مرتبت الف لام

میم ... با وجود ... مرتبت ... الا ...

... حضرت ... محمد

... جمع ... جامع

... الله ...

ابرار ...

اندراج اسماء سه هزار نوشته اند و بهر یک حرف و اسم خطوط مخصوصه کشیده
ام کلا حصه انکه نتواند در فهم نه اید مفصلا در عبارت می ارم یعنی در تسمیه اسم الله
جامع هزار اسم تسبیحی چهار انبیا است علی نبینا علیهم الصلوة والسلام حضرت
سرور کائنات و حضرت موسی و حضرت داود و حضرت عیسی علی نبینا
و علیهم الصلوة والسلام نموده نام که جامع تمام اسماء قرانی است در الف ولام
مندرج اما غالبا در لام اول و سیصد اسماء تسبیحی که بحضرت موسی تعلیم شده
و در توریت مذکور اند کمالات حقیقت لام ثانی اند و سیصد اسماء که حضرت
داود به تسبیح ان مامور اند و در زبور بیان فرموده اند کمالات حقیقه چشمه
اول هاء اسم الهه که بطرف للام است هستند و سیصد نام که حضرت عیسی
بان مسبح اند در انجیل مذکور اند در چشمه ثانی حرف هاء که بطرف الرحمن است
مندرج اند کمالات حقیقت چشمه ثانی حرف هاء هستند در اسم اعظم در الف
ولام اول مندرج است اما غالبا در الف اسم الهه اندراج هزار اسم که در
اسم الهه که مندرج اند در بیان آمد هزار اسم که بدیگر انبیا سوای چهار
مذکور برای تسبیح امر شده اسرار اسم الرحمن اند و در کتب ایشان
مکتوب اند و هزار اسم که بطوریکه بان مسبح اند کمالات اسم الرحیم اند

ومراتب بسم الرحمن مظاهر حقایق لام والف اند ومراتب بسم الرحیم مظاهر حقایق
لام وها و رجوع تمام اسما که لا تعد ولا تحصی اند بالف الله که عالم است مظهر اسم
اعظم است پس ازین تحقیق معلوم شد که هر که تسمیه را میخواند گویا تمام اسما را
میخواند اما این هر دو نوع است اضطراری وجبلی فمنها علیم ومنها جهلی
بفرق المراتب کواحد منهما [illegible] طالب الا العلم الدقائق [illegible] جهلا واما اختیاری
علامبر دو مرتبه است به تعلیم المرشد ملاحظه الخ الی علما العلم العادی الا کمالی
وهذا ایضا تقلیدا والکامل الفرق بین هذا [illegible] لغرض [illegible] الانس
[illegible] السری [illegible] بالله [illegible] وهذا العارف تکلم [illegible]
تحصیل العلم وتحصیل التسمیه [illegible] الاسماء الی [illegible] القدوس
فقره [illegible] رقیمه بربانه [illegible] واو الخ تفهم [illegible] اقتباس
از کلام حضرت پیر قدس سره نموده عرض داشته از دور و نزدیک یاران بعمت
تحقیق یاد آورشند ابدک الله بنصره مکتوب العزیزی صدور یافت سالک چون
سیر لطایف همه را جمع کرده باشد و به یکیفی رسیده [illegible] چون
خواهد که بر طور این طریقه باز نزول نموده بقیه اکند تا حضور خصوصیت این طریقه
داخل شود و بشر کار بیحرو زیر لطیفه کند اما شرطی که مبتلا بلاد نشود در علمن

تکلم

تکرار اسم ذات بزبان دل متوجه بسمت بیکیفی کرده اند نموده بعضی صفات
بوده باشد بعد از آن چون بیادداشت اسمی رسد چنان [illegible] ره شده عروج کند
کار نظر بر آن نماند منظور او حق [illegible] پیش ها رو در تکرار نظر بر اسم داشته یعنی را
ظهور دارد [illegible] در یادداشت اسمی نظر از اسم مسمی رود و در شب یادداشت شد
[illegible] که روح چون نظر بر کافی بحکم [illegible] نظر از لطایف بر داشته اولی لطا
[illegible] نماند [illegible] نظر [illegible] بر آن [illegible] نظر [illegible] قلبی بود که بذاته
راه حید است و چون یادداشت متوجه شد این نظر در می است و این مرتبه
[illegible] اصل وصل متلبس است و این مرتبه را منسوب باهل نفس
ولایت خاصه میکنند و این فضل خاص است [illegible] باین میکذارند
اکر مرشد [illegible] اصل است. ازین مرتبه تا نهایت دوری را توجه و اکثری را
بتعلیم می ارد [illegible] تعلیم سالک اکاه میشود [illegible] که وصل [illegible] در مرتبه
تلبس است و هرچه مشهود و معلوم است اگرچه [illegible] است ظل است و بعد
مطلوب متعلق [illegible] از فیض حق بواسطه خفی مرشد یا بتعلیم عملی مرشد به نفی
مشهود و معلوم که ظل است بکوشند چه در [illegible] نفی آنست تحقیقت لا
در تحقیق نفی می ارد اگرچه نفی مشهود میشود اما آخر منتهی بلباس بیکیفی

و معلوم از کسی بنوشته نزد کسب این نیکه نمائی دامن او گذارد تا
زمانیکه این سالک در رهست ظلال مسدلا است و نفی ان متوجه است
طالب نایافت است و چون از مزاحمت اکثر ظلال فارغ شد لا اظل الکل
گران توجه بنور است طلوع ست از ان احتجاب نایافت مسکه کر
صاحب ولایت اخص است در فضل اخص در اول مرتبه شهود طور
ثانی منتهی اخص این مرتبه برزخ است بین الولایة الخاصة و ولایت خاص
الخواص در این مرتبه نایافت نیست اما حقیقت نایافت عبارت از محض
واصل صفات سلبیه است بلکه نقصان کار او نیست اگرچه از اثبات
مقصود حقیقی دم میزند اما هنوز بمرتبه فضل خاص الخواص ایراکه از ثبوت
مراد او به اثبات حقیقی رسانیدن در ولایت خاصه حصول حلی بود اینجا حصول
خفی که لباس حضور پوشیده این سالک بتجلی مستعد است که این حضور
لباس را نیز در نفی نیارد اما [illegible] مطلع سورت [illegible] قلم انجا رسید
برگشت چون دیگر در تحدید امثال کرده جهات برای لوامع
عزار نوشتند چو ارشدت اما وجود این نوع مات نفی حضرت
مجدد لعدمیة نفی دارد مما ایده الله المتحدد بالعدمیة غیر المتجدد الاول و هذا البیان

وهذا البیان موقوف علی البیان الثانی و چون مسئله تجدد امثال مشکل است
و نازک در دست صاحب حصول بآن نمی رسد اگرچه مشاهده تجدد باشد پس
با وجود مشاهده تجدد و علم کیفیت اثر الحق و به اعالی علم حضوری حقیقی
باید سپرد الغرض اعتقاد تجدد باید و لیس عذاب و ثواب اخروی قایل
باید شد و علم کیفیت آن را که مشتمل عذاب و ثواب اخروی باشد
بحق سبحانه باید سپرد تا قول صوفیه قدس اسرارهم و قول علماء ظواهر هردو
درست افتند والسلام مکتوب بعزیزی صدور یافت حامدگله

[illegible] الم معروض آنکه رقیمه مشفقانه شرف ورود
بخشید و از عنایات حق سبحانه در حق خود یاد آن صحبت عزیز داد عزیز
را با هیچ کاری این فقیر ناقص که نام فقر را از ننگ دعاست را
اول باید دانست که همه انبیاء و اصل ذات جامع صفات اند اما تبع
حضرت صلی الله علیه و سلم همچنین در اسم الله الف متبوع است
و در سه حروف دیگر تابع پس متبوع را وصول از حرف الف آمد و
توابع را از حروف دیگر پس باید دانست که الله اسم ذاتی است
والرحمن والرحیم اسم صفاتی است پس با وجود وصول جمیع انبیاء

علی نبینا و علیهم الصلوة و تابع بودن بهمه رسد وصول حضرت را از بعضی که
وصول ذاتی غالب است انها را غالباً بهره از حروف اسم ذات است
اگر چه بهره از اسم صفاتی هم داشته اند و این نسبت در حضرت ابراهیم
و حضرت موسی و حضرت عیسی حضرت دارد و غالب است لهذا از اسرار
هر حروف اسم ذات بهره شده است و چون دیگران را به نسبت الیتان
وصول صفاتی غالب است لاجار بهره از اسم الرحمن و اسم الرحیم غالب
داوند و اسماء کتب ایشان اسرار اسمین متبرکین آمده همچنین چون
متبوع از اسم الله حقیقت است و حروف دیگر تابع و ذات متبوع
و صفات تابع لاجار بهره وصول از نفس ذات جامع صفات نصیب
حضرت آمد و به نسبت ایشان چون دیگران را بهره از صفات که تابع اند
مر ذات را غالب لاجار به نسبت حضرت صلی الله علیه وسلم بصفات
منسوب شدند اگر چه وصول ذاتی هم دارند و تفصیل اسماء سه هزار
معلوم حق سبحانه است تا حضرت پیغمبر هم بوده باشد بتعلیم علام الغیوب مکتوب
بمیر محمد صدر رفیع یافت ولدود نوازشنامه سراپا لطف عاصی مستفید
گردید و مطالعه ان در تعجب آورد که اینچنین متقی بی موقع به عیوب مردم اغنیا
مطلق سخن گوید

چو اگر کلام خواجه را حمل به آن کنند که واردات [illegible] از الوهیت
عده احاطه شمول صاحب است اما چون اسرار بسیار است غیب نیز بسیار [illegible] ام
وعده مستقیم است که عده ضروری گوید نماید ایمان با خدا باد ما بود
دو قسم است وعده الهامی بخصوص و وعده لوحی که عام است به یک
[illegible] الهامی نیز [illegible] است [illegible] تعارف تخصیص [illegible] [illegible] الهامی
و الغیب انسان [illegible] فرموده بچه خطاب بهر یک است که عام است وعده لوحی و وعده [illegible]
بعض الحکم [illegible] [illegible] محمل [illegible] است محکم باید بود بزرگان فرموده
اند به زبان [illegible] [illegible] خطره اید عیب است علمی [illegible] [illegible] ستان خود
داخل غیب است فکیف [illegible] در زبان [illegible] بس که خود [illegible] [illegible]
بس است مکتوب میر محمد [illegible] [illegible] است که در مکتوبی از مکتوبات حضرت
ایشان کلان قدس سره انچه در تحقیق قلب نوشته اند مجمل آن بیان
کرده اند بعون الله سبحانه در تعبیر آن واضح میکنم اینچنین فرموده اند که قلب
ایشان برتر [illegible] است که در [illegible] دایره فوانی چهار قلب دیگر اند دایره بعد
دایره [illegible] [illegible] اول [illegible] [illegible] لطیفه [illegible] یعنی لطیفه نفس
و لطیفه قالب خود است و روح و سر و خفی و اخفی همچنان بر قلب مذکور

متضمن لطائف مذکوره است اما در قلبی که بعد قلب اول است بسبب تنگی
و اباء آن قلب دو لطیفه نفس و اخفی دیا نیست و در سوم قلب لطیفه خفی
نیز ظاهر نه و در قلب چهارم لطیفه سری نیز ظاهر نه و در قلب پنجم لطیفه روح
نیز غیر پیدا و این قلب آخر که پنجم در میان آمد بحر قلب که کانه ظرف جمیع
قلوب است آن نمی نماید و آنچه در جمیع قلوب از اسرار و ابانات پیدا بود همین
قلب پنجم بر عارف ظاهر میشود و این مرتبه را النهایت پس مراتب میفرمایند
و لایق مظهریت تمام و مناسبت بکمال بصانعه بیچون مری دیگر یافته میشود
و الغایت بکمال بیان فرموده اند هرچه فرموده اند اما بموجب تحقیق حضرت
پیر دستگیر بنوری غایت این بیان که با لطیفه قلب پنجم فرموده اند نام ولایت
ملاء اعلی که تحت نبوت اوست حضرت پیر بنوری قدس الله سره (که در اصطلاح)
بولایت اخص مسمی است خبر میدهند از بیان درایت کمالات انبیاء
نبوت الشان علی نبینا علیهم الصلوة و التسلیمات مساکت اند و الله
اعلم بنوری در عدم بیان آن تواند بود بموجب اصطلاح حضرت بنوری
قدس سره هشت قلب است قلب اول حقیقت انسانی است که اصل
جمیع قلوب تحتانی و پنج قلوب دیگر ظلال قلب اول اند سر ولایت

عالم تعلق اظلال

عامه تعلق بظاهر ظاهر قلب اول تحتانی دارد که طرف ان قلب اول تحتانی
مخصوص است و ظل ولایت خاصه بظاهر ان قلب اول متعلق است و اهل
اهالی کمالات نفس ولایت خاصه بقلب ثانی که قلب اول ان طرف اوست
وصول دارند و اهالی نفس ولایت خاصه به قلب ثالث که قلب دوم طرف است
میرسند و اهالی کمالات ظاهر ولایت اخص به قلب رابعه که طرف او قلب
ثالث است میرسند و دران سیر میکنند و اهالی نفس ولایت اخص که بولایت
ملا اعلی مشهور است اصحاب قلب پنجم اند که قلب چهارم طرف اوست
و صاحب قلب پنجم جمیع مراتب ظلال تحتانیه را طی کرده صاحب مرتبه کمال اصل
شده و در مراتب تحتانیه قلوب تحتانیه اربعه فنایت یافت در اصل ظلی بود و این
کامل مکمل از ظلال تحتانیه خلاص یافته از وصل بوصل رسیده و از فنایت
بفنا یافت و صاحب کمالات عالیه شده گویا که صد مرتبه از مراتب تحتانیه خود بالاست
دریافت حصول ورودی بوی نمانده اما با وجود نایافت بوی از توجه
باقی است زیراکه قطع مطلق توجه بعد ظهور علم حضوری واجبی است و این
عالی منزلت اصل نفس ولایت اخص دران خاصه ولایت انبیاء است
علیهم الصلوة والسلام کالبرزخ است در مرتبه علم حصولی و علم حضوری لهذا

حضرت پیر دستگیر بنوری قدس سره در حق این مرتبه فرموده که بسبب خفالتی توجه
متوجه در رنگ متوجه الیه انعکس نیز عالی همت را بچون بنماید پس مرتبه اهل قلب
شامل اصلی که حقیقت انسانی است و اصل جمیع قلوب پنجگانه تحتانیه است خاصه
کملی کمالات ولایت انبیا و کمالات نبوت انبیا است علی نبینا و علیهم الصلوة
والتسلیمات چون این هر دو مرتبه در همه ولایت تحتانیه اصالت صرف دارند لهذا
وصول اهل هر دو مرتبه قلب کلی باشد و به این اصالت تحقق ذات به ایالت
رسیده از علم حصولی تا مرکز گذشته بعلم حضوری و حضور علم و حضور در حضور
میرسند و بالکل تمام قلوب تحتانیه شد جمیع قلوب را برنگ قلب اخیره اصل نفس
می سازند و دران قلوب بوی از علم حصولی نگذارند الا ما ظهر بیت بعلم الحضوری
فقط و ما لک حقایق وحانی اهر بیش لطیفه کرد ند لیکن دران قلوب پنجگانه اطلاع
بر حقایق این مراتب بعلم حصولی بود و تو فی انیر محل لنا ابراز خفیت و اهل
این صاحب قلب اخیره را اطلاع بر جمیع حقایق تحتانیه و فوقانیه بعلم حضوری است
شتان ما بینهما ببین تفاوت ره از کجا است تا بکجا و انکه خفا لطایف
خمسه غیر قلب در مقامات مختلف فرموده تحقیق آن انسب مکتوب بعزیزی
صدر رفیعت اللهم ات محمدن الوسیلة والفضیلة والدرجة
الرفیعة وابعثه مقاما

الرفیعة والعثه مقاماً محموداً الذی وعدته وارزقنا شفاعته یوم القیامة
انک لا تخلف المیعاد باید دانست که مقام محمود مقام شفاعت کبری است یکی آنکه
در دنیا بحضرت عطا شده و در حین حیات دان سرور مرتبه کمال مقام
نصیب ایشان بود کمال مرتبه بصرت بصری حضرت را ادایما عطا فرمودند که این بصرت در
جمیع انبیا خاص بحضرت است دوم مرتبه رویت بصری که در معراج میسر آمد بان
سرفراز فرمودند چنانچه در همین دو شان بصری و بصری یعنی بصرت و رویت
فرموده صلی الله علیه وسلم لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی
مرسل و آنکه دایمی مقام محمود عوام است در حق حضرت دراین دعا صدور بعد وفات
[illegible] است [illegible] آخرت وقت حساب روز حشر است که
از [illegible] هیچ یکی جرات شفاعت نتواند کرد اولیا و انبیا نفسی نفسی گویند
و حضرت است صلی الله علیه وسلم که امتی امتی بحضور ذات پاک سبحانه
[illegible] بجان الله [illegible] عالی آنکه بعضی فقرا ممکن شدند که مقامی
دو عرش اند این قول ضعیف است مرکان حضرت لامکان در حرا[illegible]
[illegible]سعده باشد [illegible] بحضرت عروق [illegible] الهم با اهل [illegible] مکتوب
[illegible] بر صد و [illegible] سلمکم الله سبحانه در تحقیق مراقبه فقرا [illegible] نموده

بدانکه مراد از چهار قسم این مراقبات نسبت وصفی و حقیقت است

و حقیقت الحقائق است مراقبه سر فرود آوردن برای حصول آن ذکر قلبی و معنی

مراقبه انتظار است و آن بر دو مرتبه است در ولایت خاصه انتظار یافت واردات

الهامات است و در ولایت احمدی انتظار حقیقت یافت الهامات [illegible]

مراد [illegible] علم [illegible] حضوری بحضور علم که آن در ولایت انبیا است و حقیقة

الحقائق آن در مرتبه حضور در حضور که در کمالات نبوت انبیا است علی نبینا

و علیهم الصلوة والتسلیمات ابتدا است که معنی انتظار در توسط است و ظلال

و حقیقت حقیقة الحقائق ذاتی حقیقی است و در مرتبه اصل الاصل عزیزان

که معنی مراقبه را منحصر بر انتظار دیدار افزوده [illegible] اند و [illegible]

دار مراقبه ولایت انبیا و کمالات [illegible] رسالت آن علی نبینا و علیهم الصلوة والتسلیمات

هیچ نگفته زیرا که چون اکثر سلوک آن در ولایت [illegible] است [illegible] آن را ذکر

در ولایت [illegible] کالنادر کالمعدوم [illegible] آن موقوف

داشته شد والله اعلم بالصواب مکتوب بعالی قدر حضرت بیگم صاحبه

صدور یافت لله الحمد والمنة [illegible] علی [illegible] عالی قدر

حضرت بیگم صاحبه [illegible] درود بخشند از خوبی حضرت [illegible]

مبارک و برخوردار عالیقدر خواجه محمد یوسف جیو و بیگمهای خورد مطلع ساخت
سینه را منشرح گردانید خصوص بیان شوق بیاد حق زینت بخش خریت توابع
گردنید باید که اسم الله را جل جلاله بر دل خود نقش سازند و سر بکون زبان را
بکام چسپانده کلمهٔ خود را بر دل یقین فرموده بذکر الله مشغول باشند وقت
فجر بعد ادای نماز تا بر آمدن آفتاب یک نیزه بدین متوجه باشند و برای تقویت
ذکر در دل کلمهٔ طیبه لا اله الا الله اندرون بعد از نماز اشراق میگفته باشند
باین طریق که چشم بسته نظر خیالی بر ناف انداخته لفظ لا را از ناف میبالا
کشیده دم خود را بند کرده مد لا را براه سینه تا پیشانی برده اشاره اله
بطرف راست خیال کرده و معنی در لا اله نفی غیر حق تصور نموده لفظ الا الله
از بازو راست کشیده بر قلب که زیر پستان چپ است بخیال ضرب داده
معنی این که مقصود من الله است حاضر کرده دم را براه بینی گذاشته متوجه
بقلب باسم الله مشغول شده باشند و بعد از آن باز نظر بر ناف انداخته
بحبس دم لا را بالا کشیده بطریق سابق معنی حاضر کرده ضرب الا الله بر
دل میکرده باشند بهمین طریق بیست یک دم پی در پی بعد از نماز اشراق
کشیده دعا خوانید و وظیفهٔ زبانی بعد از آن هر قدر که توانید بخوانید موافق

شوق اگر درست دهد بهمین طریق [illegible] یت کرده ام . [illegible] دل را از همه خالی

دارند زیاده دعا است مکتوب صوفی [illegible] ساکن جلال آباد صدور یافت

شوق مهربان صوفی صاحب بعد سلام از فقیر مطالعه فرمایند حضرت پیر دستگیر میان

محمد شریف جیو قدس سره درین عبارت الحیه بیان فرموده صریح و واضح است

حاجت شرح [illegible] ت والحیة العزیز شرح آن نوشته اند این [illegible] این

بیان به نسبت عارف و لطائف [illegible] ذات [illegible]

سکوت محض است چنانچه حضرت پیر دستگیر می فرمایند حق هستی مطلق است

بالذات [illegible] ادراک و حملگی مفهومات ها

[illegible] و غیریت مفهوم الکیف ها [illegible] اسرار تحقیق این اطلاقات

[illegible] محبت این رباعی حضرت میان محمد شریف جیو که در اثبات صفات

لله هو والا غیره فرموده اند درست آمد اما ظهور ذاتی نور [illegible] وجود

که [illegible] فرمودند خلاف عبارت رباعی [illegible]

[illegible]

[illegible] صفات محبت [illegible]

از اطلاق مفهوم الکیف چه عین و چه غیر منزه است جای سخن نیست

دیگر آنچه بلا [illegible] زیرا [illegible] نمودند نسبت بنظر عارف است والا در شأن حقیقت

ذات و صفات باطلاق محض علیم و عالم حقیقی است چنانکه قال سبحانه

کان الله ولم یکن معه شیء ای کان علیما و عالما بالاطلاق المحض والآن

کما کان ای کما کان علیما عالما بلا اراده و حکمت و [illegible] ان النظر

الا [illegible] الی الاصلی [illegible] الاول الی الذات

والصفات بالحضور وفی الحضور بحلو المحض من تعلق العالم التالی

الی الصفات [illegible] الکمالات [illegible] بها تتعلق العلوم الاکملیت

[illegible] حضوری العلم و [illegible] و [illegible] لا علم الحضوری

[illegible] العرفا [illegible] فان [illegible] و

فرمودند که ظهور [illegible] نظر [illegible] است

[illegible] الی [illegible] حقیقت الذات و هو محض [illegible]

[illegible] ظاهر و اظهر است [illegible] عارف [illegible] اظهر و

ظاهر [illegible] و الظاهر [illegible] ترتیب المراتب [illegible] فی [illegible]

الحقیقی الواحد العرف [illegible] که ذات نور محض است [illegible] صفات نور محض

[illegible] نور اول [illegible] ذات [illegible] نور ثانی که نفس صفات است نسبت الیه

لاغر تحقیق در راوا ر الزامت محجه ست آ بطرد ست ل

همیوان گفت مریرا له از تو اکیف است لیس چنانچه نفی ہر دو عین و غیراز

نسبت صفات با ذات لازم تخیان ست عین رد بر دحات ذات

ازجهت کید ست ممنوع آرد آللہ لازم برای فرست سوا احوا

همون خط نوشته ست رر کہ تفهمند مکتوب میان محمد نافع صدور یافته

نافع اا لمعن مطلقات آ ہم اتباع تحقیق المطابق حل ساز از مطالعه

تسمیہ علما زیاده ادار از انقاع کرده رہاں آورده اند تتبع یار

وجوه بحار ا ہ رہ و حروف مقطعات الم مطلع کما اشرنا

کا الرحم ہم سور بحد الو ر حے ھات وکما الدر ے اند و تسمیہ نظیر لفظه

منصفین ایج کاو م بر ران اگر ما بحث ا نا دوا معنی کہ ان حرف قالو

اگاه در معنی ثالث کہ از ان تسمیہ را ار ـ علیہ الرحمۃ دائرہ نقطه

اں لازم سیم فرسود ر بادلی د شہد ار ان اا اہم بیان شده حاوی

شرد ر ـ اراکہ در تضمن شی بین شی ارائہ لطف شی زیاد شی

کا ـ براکہ ر شه ر و تبین ر کہ بر ای ثبت الاا ر ت ود

ر ت تبیہ بحقیقت الا ا رو ہا اا ن اماقدم اا رف وسع والکرا

مصنف علیہ الرحمۃ

[illegible] مراد از ذکر ا[illegible] این [illegible] دم سودا از حروف

[illegible] اشارات [illegible] لی [illegible] ذات و صفات و کمالات علیحده علیحده

مفهوم [illegible] ذاتی [illegible] دیگر در صورت جرسده

[illegible] تسمیه شریفه [illegible] موافق یا [illegible] معنی دیگر

[illegible] الا هو عبره [illegible] متضمن نسبتین است [illegible] لا الله تحقیق [illegible]

فقط محض است حقایق ذاتیه را و حقایق دایره و محیط دایره الکه

از دایره و محیط دایره مرتبه کمالات و صفات است مظاهر الکیفی محض بلا زیادی

کما یقولون اهل الکلام در عینیت کما قال الصوفیه الوجودیه فی الکثرة و سموکه

تسمیه منجر شده تبرضاشیه لفظ است محیط الف لام میم را یعنی کمالات را که

دایره [illegible] اند از آن عبارت است و میم رمز بر آن است چون میم در حروف ثلثیه

داخل است در ذکر حروف ثلثه منظور مصنف علیه الرحمته در اینجا حرف میم است و میمون

تسمیه [illegible] است کمالات صفاتیه دایره است در ظهور تفاصیل صفات الکلیس تسمیه

شریف حقایق الف لام میم را معیت لی کیفی محض مشتمل است ظهور حقایق

ذات را بالاطلاق [illegible] لی عینیه و غیریه [illegible] مع ذاک تفصیل هر سه مرتبه

عالیه است ذات و صفات و کمالات تا این ذکر مراد حضرت مصنف علیه الرحمة مجملا از

بیانات ثلثه وحروف الف لام میم نوشته شد درحاشیه علمهٔ این ابیات ثلثه
[illegible] مفصلا بتحقیق دقیق نوشته [illegible] شاید از ملا عمران خط یابند
[illegible] اید ثبت [illegible] برای ان ترقیم یافته سوال و جواب قریب سطر
[illegible] نافع الحمد لله علی نعمایه والصلوة علی رسوله سید الکونین
وسیلة المتحیرین اما [illegible] استعداد عالی مظهر انعامات متعالی انفعه الله سبحانه
بالنفع الکثیر از فقیر حقیر [illegible] المسمی بعبد مجید [illegible] سلام مطالعه فرمایند رقیمه مشفقانه مع فرد
علمهٔ که متضمن رسولات بود مشرف [illegible] سلوک هر لطیفه با ولد ذات
ان مرقوم بود [illegible] بر خوبی استعداد بشارت شکر آرید که باستعمال هر لطیفه به پنج روز
عجائبات [illegible] مدار کرد [illegible] سخنین متعلق [illegible] اسمی ترقی
نمی [illegible] ولذت می [illegible] اسمی آمدن نمی [illegible]
مشفقانه همه سلوک که لطائف [illegible] برای [illegible] اسمی است [illegible]
مسمی بحقیقت [illegible] عطا [illegible] است
ولا محض [illegible] حقیقی [illegible] ولد [illegible]
باید بود کما قال شیخ المشائخ سید عبد القادر جیلی قدس الله سره السامی من
اراد العبادت بعد الوصول فقد اشترک بالله العظیم سبحانه [illegible] لطیفه

[illegible] محانی

زمان د[illegible] جسح [illegible] س

[illegible] ا [illegible] بد [illegible] و

b ـ او عادة [illegible] کبید انکه چون بوه [illegible] اکر ما ت [illegible] لکو

اندا [illegible] شمرده [illegible] بسی جر اوقات حتی [illegible] ان باید [illegible] بتفصیل

کوشید با زشته بود سمی ترقی نموده بغیب حقیقی که فی الحقیقة سمی او ستة

بنفی توجه به بی توجهی باید پیوست در عین بی توجهی طرفه باید

کرد تا توجه حقیقی رخت بربندد و از نایافت بحقیقت نایافت بنوازد

و ثمره بی توجهی علم حضوری [illegible] نماید از این علم حضوری حقیقی را

از حضور علم واجبی بنمایند اگرچه این [illegible] در علم از علم حضوری الله ست

چنانچه فرمود فرد علم حضوری کجا و حضور علم کجا [illegible] بین تفاوت

ره از کجاست تا بکجا اما هنوز واسطه علم واجبی که داخل و صول صفات ست

ماهیت دیوی از زایدیت بیلاست اگرچه درینجا این بوی زایدیت از

زایدیت علماء ظواهر فرق عظیم دارد و واصل ائمه بنفس ولایت

انبیا تبعا بهره مند است پس اگر منوازند بتفضل اخص الخواص رهبری

نمایند بنظر بصیرت بی توجه بیابد که ذات منزه از علیم است و علیم قابلیت

ذاتیه اوست و ذات بذاته بصیرست و بصر قابلیت ذاتیه اوست قس
علی هذا فی جمیع الصفات در نبوة انبیا بهره منتهی بالاصالت از مرتبه
نبوت انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة خواهد بود بعد از آن اکمل محمدی
المشرب است در بهره متبدی کمالات مرتبه نبوت از بهر متبدی مرتبه
نبوت نبی خویش علیه الصلوة والسلام بتدریج یا بالتعجیل یا خواهند بود
ذالک فضل الله بار دیگر مرتبه یاد داشت مسمی تاکید نمائیم که چون یاد داشت
یاد داشت مسمی بی کیفی پیدا آید بقصد رو بجانب نباید آورد و اگر
احیاناً بلا قصد آید بیالا باید گشته و مسمی باید شد مت غیریر یکسان
دوسی نخواهد و این نیکو نیست از خود درستن است دیگر اگر فرد علحده
متضمن اسوله بست خاص اخبار آن بجواب در هر مقام تحقیق ارقام
ناقصانه مقلدانه تحقیق محققانه بعینه مرسول داشته ما فوق
عریضه بنظر خواهد آمد اگر احیاناً چیزی سوال باقی ماند مطلع سازند
مکتوب بمیان محمد الهدین صدور یافت آگاه باشد که صورت متخیل محض
تراشیده خیال است باید دانست که صورت در رنگ و شکل هر چه در
دانش و بینش آید لائق نفی است از دید دانش سالک الغیب

مکتوب ... میان ... در بیان صدور ...

از نمود

از صورت متمثل تحقق اقربیت و معیت و احاطه خود حسب تراشنده
صورت را از هیچ علاقه بیکیفی نسبتی معلوم خود میشود احاطه و معیت بجهتی یعنی
برتراشنده صورت صریح ظاهر است که تراشیدن صورت بلی اقربیت و احاطه
دیگر ذالک محال است چراکه تراشنده صورت اگر از صورت دور باشد چگونه تصرف
کند و صورت پیدا آرد و باوجود معیت و احاطه بیکیفی بجهتی یعنی تراشنده صورت
باوجود این همه خود به اقربیت کمال صورت را تراشیده اما خود در مراتب صورت
جمیع متمثل خود نمی باید پس کمثله است چون اندر اش حقیقت معیت
و احاطه بی کیف تراشنده را ثابت شد پس تحقیق یافت که چون
تمام ماسوی حق نزد حق با حق مماثلت و مجانست ندارد حیالخیه تراشنده
را با جمیع صور تراشیده شده مماثلت نیست پس این تحقیق بدست
آور و صورت و تراشنده صورت را از ذهن دور کرده به بیکیفی محض
در ذات و صفات حق تعالی عارف بوده به بی توجهی محض شاغل
ذکر ذات و صفات الله سبحانه باید بود اگر در فهم این عبارت
ابهام و الا بالمشافه ذکر خواهد شد نکته بیان کل محمد صد درقیت
الحمد المحمود حقیقی که درین تعلقات پراگنده و حرص اکبر نه ذکر و فکر خود

ان محب صادق را لذتی و شوقی بخشیده واز گلشن راز ریا معطر
بابار عطا فرموده حمد بر حمد افزائید در هر دم از انچه نباید باز ائید و واقعات
حسن اگر در بیداری ثمره ارزند ورای را از نا فانا از قید تعلقات مذمومه
برارند واز عیوب انفس را اگاه دارند نعمتی است عظمی اگر همین رویا را
رائی را سعود در سازند واز امور ما لا یعنی دور نه اندازند بلای است
بر بلا شکر این نعمت انکه در بیداری در اطاعت مولی و متابعت
حبیب الله بر لهٰ نه کمر محکم بندید وازین وان نه اندیشید اللهم
وفق المحبی علی ما امرته الحرمت من هو
وسیلة بظهور الاوامر والنواهی تصور لفظ
در ذکر تا زبانی است که ذکر از قلب جاری نیست چون ذکر جاری شد
بجای تصور با مسمانی ذکر ضرور شد و تعلق با ذکر تا زبانی است که مذکور ظهور نموده
چون ظهور فرموده تصور ذکر در حضور مذکور تحمل میکرد بلکه در هنجار ذبذکر عین
شرک اگرچه شرک لطیف است اما طالب را هرچه از پیر رسیده در پی درش
ان کوشد پیش ولیس نه بیند زیرا که همون دانه اول که در زمین دل مرید تخم
نهاده پیر است رسته شده همه شجره در ما می اردا اگر باغبان سر درش دانه

نیاید تخم از کجا

نماید شجره از کجا آید سعادت شعار احوالهای شما هم نور بخش امیدوارم ثبات باشد

گر بخشند در استغراق کنند خود را با بسیار نصیبت از دردن شوند شمار دارند

بیگانه دستش ها ها انجمن زیبا ز دستش کم بود اندر جهان ها ها برای دفع خطره خوف

آیه کریمه ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون و بعد وصول رقعه کرامت آیت

نمیه وصول مسوده نوشته باشند نکته بیان عمل محمد للفقرا الحمد لله اولا و آخرا رقیمه سعادت

پیوند عقیدت منش گل محمد فرحت بخشیدند حقیقة واقعات نور بخش است و صحت واقعات

از لذت یابش ذکر اذکار اعمال صالح در بیداری است امید دلیست نادر واقعات برای آیت

بیداری ظهور کرده باشد وار خودی را یاست بر آورده بهشتی دم مرادی آرند خود

همه این ثمره ذکر و نفی با سوی است پس لازم که سعی بلیغ در اندرفت لشکر نفسانیت

بران دارند که پاس انفاس ذکر عالی متحقق شود همه تعلق مذکر شده باشند به بالغه

صبر استغنا کرده باشند صرف اوقات بر ادای اوامر غنیمت دانند برای سلامتی

حواس باید دانسته شد امید و لاتحف باشند بعد و سوار نمه آن خوشنودی کوشیده باشند

نسبت تربیت باغ مانند خیریت برادر عزیز شیخ اسعد یادگار مرحوم باشد از فقیر نماید

و جماعه فقرا خصوص محمد فاضل و محمد عیسی سلام خوانند القائمیان گل محمد

نور در رقیمه مخلص گل صفت فرحت افزود دست دعا بجناب ایشان بر داشته آمد

بکاریکه حصول رضا باشد مشغول شوند اخوی گل محمد بوی محبت محمدی چون نفس دماغ
مکتوب تعبیری صدور یافته مستفتا انچه اصطلاح بعضی پیران که خودرا طایفه احـ
مینامند نوشته بودند که در اینجا عالم مثال ما برکه چند مهاسد از آنکه عالم
مثال میگویند بر درستی حق تعالی سبحانه عالم حیات تفصیل می انکارند این قول ایشان
ازکتابیه احمدیه طایفه نسبت خود برا اثبات میکنند حضرت باقی طایفه احمدیه قدس سره العزیز
در تفسیر فاتحه در شرح کلمه رب العالمین عوالم را از قیاس بیرون فرموده اند و فرموده اند
معراج حضرت فوق سموات چون تشریف بردند قطار شتران روان دیدند از اول
رسیدند تا به اول این قطار اینها نتوانستند دیدن جبرائیل عرض کرد که از آن
روز که من پیدا شده ام این قطار را همچنین طور روان دیدم بار حضرت سرور صلی الله علیه وسلم
از کلام رب العالمین عرض کردند که خداوندا میخواهم که آنچه برشتر بار است از حقیقت
این مطلع شوم حکم شد که یک شتر را نشانید چون نشانیدند دیدند
که بر هر شتر دو صندوق نور بار است چون باز بولی چار شار یک صندوق را
پرده دور کرده اندرون نظر کردند چه بینند که مثل این عالم در صندوق عالمی است
در صندوق دیگر عالم ظهور است در کاینات بعثت صلی الله علیه وسلم و هر عالم را
ختم رسالت فرموده اند پس از این قول معلوم شد که علم تفصیل عوالم خاصه

بحق

حق سبحانه است از حد بیان بیرون است و نیز صاحب الطریقه احسنیه در لکات
الاسرار حق سبحانه را عالم کلیات و جزئیات فرموده و منکر را که عالم جزئیات
نداند ملحد و مبتدع فرموده در خلقت سموات آیات ناطق اند چنانچه
خلق السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام فرموده در عالم خلق
داخل ساخته نه در عالم مثال پس باید فهمید که قایل این قول میتواند که از
طریقه احسنیه چیزی سند کرده اما کما هو مطلع نشده چنانچه خواهد بود اما این اصطلاح
که الطریقه احسنیه منسوب میسازد بسبب نارسیدگی است و آنچه در حالت
وحدت وجودی و وحدت شهودی بعضی عزیزان سخن میگویند در هر دو
حالت را معا قایل اند متفقا اگرچه عزیزان منع جمع هر دو نسبت در آن
احد سفر بایند درست است که پی عروج از اول ظهور نسبت ثانی در تحقیق
آن متحقق را اگر سفر بایند که هر شخص که به نسبت وحدت وجودی معلوم شد
از بهر بهر کرنسبت شهودی روی نمی نماید و همچنین بالعکس این قید
ممتنع است لیسا البته که نسبت شهودی اید و وجودی نماید و بالعکس
دل است که بر شخص وار داول النسبت وجودی ظهور نماید بعد از آن
عروج میسر اید و نسبت شهودی جلوه کند اما هر که به نسبت شهودی اول

وصول پیدا کند به نسبت وجودی هرگز نزدل نخواهد نمود مگر نادر والنادر کالمعدوم
از آنکه نسبت توحید وجودی از لطیفه قلبی خیزد که مقدم است بر جمیع لطائف و نسبت
توحید شهودی از لطیفه روحی ظهور می‌نماید که فوق از لطیفه قلبی است توحید وجودی
بسبب انصباغ عنصری است که قلب را وسعت دری ملاحظه کثرت توحید راه نمی‌یابد
لهذا موجودات متکثره را وجود واحد می‌یابد اینجا تجلی حق بر سالک است و تجلی اسم
الرحیم است که بحکمت بالغه خود او را در کثرت می‌دارد رخنه نقص استعداد السالک
و چون سالک ترقی از این نمود به لطیفه روحی رسید لطیفه روحی که از انصباغ عناصر
مطهر است در عین تعلق بدن از عناصر بهره گشته و غلبه عناصر که سوی کثرت
می‌کشید فرو نشسته بی امتزاج عناصر بوحدت او خواهد آورد و کثرت از نظر خواهد
برداشت صاحب وحدت شهودی خواهد بود و شهود وحدت قطع نظر از کثرت
ظهور خواهد فرمود اینجا تجلی حق بر حق خواهد نمود و این تجلی اسم الرحمن است بعد
آن سالک چنانچه در لطیفه روحی از تعلق کثرت خلاص یافته بود اینجا نیز از ذات در
نسوی فوقانیه از شهود خلاص خواهد یافت زیرا که صاحب شهود اگر چه از کثرت کثره
خلاص یافته اما از حجاب آخر سابقه گرفتار است که در شهود مشهود است خلاص از نقص
استعداد و قلت بصیرت و چون بیان لطائف دیگر طولانی می‌خواهد قلم را اینجا کشیده

از ما خذ فیه

... آنچه مرقوم بود اگرچه انابت ... فاستم ...

... که انابت عام نخواهد ... در انابت عام ... این

هرکه ... حقیقی ... مرشدان ادنی از سه قسم

... داده بود ... است ... شده

... انابت ... مرشدان ... کردن ...

... اعتبار ساقط بود هرکه ... انابت ...

... انابت ... از کمالات اصطلاحیه ...

استعداد سالک ... انابت حقیقی دارد ... آن

را ... الله تعالی ... سلوک فی الحقیقة انابت

... اگرچه فی الحال بصورت سلوک ... فافهم و دیگر آنچه

مرقوم بود ... استعداد ... آن ... بعد ... فقا

این ... العبد ... حلق الله ... کرامات ازجمله عالم

کونهم ... فی الله سبحانه ... اکر

سبحان الله سبحانه ... لظهور کمالاته للعالمین الا انه ورع

الحذار ... رفع ... علی الحسب

بعدات الخلایق وانچه مرقوم بود کہ در ولایت خاصہ اولیا ... امت
مثل حضرت جنید و غیرہ بودند چگونہ توان گفت کہ ایشانرا
علم حضوری و حضور علم اصلی نباشد تحقیق انیہ را بیان باید
نہ اسامی حضرت جنید را کالاینبغی ہر کہ در ولایت خاصہ مصطلحہ حضرت
پیر دستگیر حضرت بنوری ایست قدس سرہ وتحت للاینہ اخص واخاص
الخواص ایست البتہ در علم حضوری وحضور علم کلی ایست حضرت جنید
قدس سرہ از ولایۃ ظلی ترقی کردہ شہید چرا ایشان را الولایۃ خاصہ مصطلحہ
حضرت پیر قدس سرہ نامرتیم کلیہ باید فہمید والا کن من القاصرین وانچہ
مکرر تحقیق کمالات ... لوشتہ ... تحقیق فرق در تحقیق
حضرت ... حضرت پیر قدس سرہ نوشتہ ام از انجا غور کردہ بفہمند
باز مجدد ... ہر کاہ ... واعیان ثانیہ مصطلحہ صرفیہ قدس سرہم کہ اظلالی
دایرہ خاصہ اند در مرتبہ ثانیہ کہ از محمدی ایست باشد و کمالات معلومات
ازلیہ مصطلحہ حضرت پیر ... در مرتبہ اولی ... تفاوت صریح
ظاہر است مقابلہ اعیان ثانیہ مصطلحہ صوفیہ قدس سرہم با کمالات ... ذات
مصطلحہ حضرت پیر قدس سرہ ... دن از زیرکی دوران از مرتبہ ظل ... وامین

در مرتبه اصل شستان با ثبتها کانه در بین الارض ا در مرتبه اول غیب

محض کونیه و امکانیه معدوم و در مرتبه ثانیه متحققه و درا این نسبت لحاظ امکانیه

در نسبت با تحت حضرت وجود ذات منفصل اند کما بعض لیس در تحقیق حضرت

پیر قدس سره ثابت است که بین انفاق محض فی ثبوت امکانیه تقدیری

در تحقیق صوفیه که در مرتبه ثانیه است امکانیه تقدیری اگر چه شهادت را نیز غیب

فهمند و مقید را مطلق دانند لضعف البصر کما هو شان هذا المرتبة بخاصیة لیس

حضرت مجدد چون حقیقت عالم را عدم محض فرمودند بایمعنی لا ثبوت در

حضرت صوفیه چون حقیقت عالم را با عیان ثابته و صور علمیه نامیدند ثبوت

امکانیه المقدرة تحت ثبوت الکونیة المطلقة متحقق شد نزد حضرت پیر قدس

سره قول حقیقة العالم کونیة المحض المطلق الثابتة المتحقق عند

عیناً بدله

فیها و القدرت الازلیة التی لا دخل ولا شرکة للعدم فیها الا کما قال المجدد

الف الثانی قدس سره تشریک العدم مع الارادت فی حقیقة العالم التحقیق است مع ثبوت

کونی ثبوت در امکانیه ارد فالمرتبة الامکانیه بشهودها وظهورها فی المرتبة

الثابتة التی یزعمه الصوفیة قدس سرهم عیناً لا من تحقیق تحقق شد که حقیقة

العالم فی الغیب اذ ثبوتی ما العلم و القدرت بلا شرکت العدم و اعیان

الثابتة المذکورة فی تحقیق الصوفیة ظهور الاولی فی مرتبة الرمحمدی فمظهر
الفرق بین ثلث المذاهب فرقا ظاهر از برانکه تحقیق صوفیه در مندرجات نور
محمدیت و بیان حضرت مجدد قدس سره در برزخیت لعله بترقی منه قدس سره
و تحقیق حضرت پیر قدس سره از اصل مرتبه کمالات صفات جل شانه
عزیز من با وجود وضوح تمام چون مطالب عالی است بی جلوه تجلی بیت
بصیرت ظلی باین رسیدن نمیتوانند ذالک فضل الله دیگر اینکه بعضی
عزیزان که در کلام حق سبحانه سخن درمیان آمد و فیما بین تنقیح شده از فقیر
استفسار نموده بودند متفقا بموجب پیر دستگیر بنوری نور الله مرقده
تحقیق سبعة احرف چنین است فی سبعة احرف ای فی سبعة درجة
در مرتبه وجوب سه درجه مقرر فرموده اند نفس کلام نفسی و نور کلام ظهور
آن کلام بر متکلم این هر سه مرتبه کلام ازلی است و بلا تعدد و تکثر و بلا
حروف و اصوات بلا کیفیة و این کلام را ظهور ثانی در مرتبه شهود اول
بنفس مدعا محض اینجا نیز حروف و اصوات نیست واما کیفیت مجهوله
متحقق اینجا ظهور اطلاقی است و تقیدی ظهور نفس کلام که ظاهر
محض است اطلاقا و ظهور کمالات مخفیه کلام که بذاته در خفاء محض اند

و این مرتبه ظاهر تقلیداً و ایقاناً تقلیده کیفیة مجهوله و این مرتبه بجز شهود اول
معلوم دیگری نیست و لو کان ملکاً مقرباً حق سبحانه بمحض فضل خود
این نفس مدعا را چون ثابت بلا لباس حرف و صوت نورانی محض
بر مهتر جبرئیل ظاهر ساخت کما قال ان جبرئیل سمع صوتاً و الا علی کلام الله
علی ما اراد الله این هر دو مرتبه یعنی نفس مدعا و حرف و صوت نورانی
بیواسطه مخلوق غیر مخلوق اند تصرف هیچ مخلوق درین مرتبه نیست و این مرتبه
حرف و صوت نورانی را نیز بی سمع جبرئیل در مرتبه ملکی و روحی هیچ یکی
مسموع کردن نمی تواند لعلو درجته و چون برای ابلاغ این وحی بحضرت
جبرئیل حکم میشد بلباس حرف و صوت جرمانی خود بر حضرت ابو الانبیا
صلی الله علیه و سلم بر اوقات مخصوصه و محال محدوده بر امت تعلیماً بحرف
و صوت جسمانی خود بیان میفرمودند درین حرف و صوت جرمانی و
جسمانی تصرف ملک در اول و تصرف حضرات انبیا در ثانی واقع
حضرت جیو قدس سره بیان تفصیل سبعه احرف چنین فرموده اند اگر
خواهد که بعینه عبارت حضرت پیر قدس سره ببیند در خلاصة المعارف
تصنیف الشان نظر خواهد کرد و مکتوب بمیان عبد القادر در علم وقوع رویت

از دنیا تحریر یافت باید دانست چون سالک بتحقیق علم در مرتبهٔ علم
حضوری است داخل هر سه مرتبه است اما جبلاً و چون بحضور علم رسید
دانست که این حضور بعلم او سبحانه است و مرا مظهریت علم او تعالی
نواخته اند درینوقت مظهریت علم بلکه جمیع صفات بمعان علیه کمند
که بغلبهٔ مظهریت بصری گمان می برد که حق را می بینیم درین دید معلوب
میشود و حال آنکه نمی بیند چنانچه در مرتبهٔ علم حضوری علم حضور را علم
خود میدانست حالا درینوقت در حضور علم مطلع شد که بعلم واجب
تعالی می دانم جهل سابق که بعلم خود میدانست برخاست اما اینکه بغلبه
مظهریت میداند که می بینیم هنوز جهل بر بصری بصره باقی است چنانچه
در علم حضوری جهل بر علم بود و چون بحضور در حضور مشرف شد
دانست که ذات بذاته علیم و ذات بذاته بصیر است مر اخبر یقین اینکه بذات
بلاته بصیر است بهره دیگر نیست و خصوصیت بصر ما که برویت او تعالی ترقیات
گردد موقوف بر آخرت در بهشت داشته اند درین حکمتی بالغه است درینولا
به تعین صاف از مظهریت ترقی نموده در یقین رسیده و بحر یقین صاف
که خود بخود بصیر است حق سبحانه مر اخبر یقین صاف هیچ نیست ظهور مظهریت
بصری مر اخبر آخرت

بصری را برابر آخرت داشته اند در ینوقت زعم رویت از راه مظهریت
بصری که بر خورد داشت بر حالت بر هر دو گسترده این مرتبه از اخص الخواص گشتست
این عارف محقق در ینوقت اگر بدات بحرت جامع صفات علیه وارد مظهریته
را اندراجا داند ما جا در وصول ذاتی دارد بخلوت خاص مشرف گشته مع
جلوت اما باین که مظهریت است در دقت مظهریت وصول یقینی
خلوت خاص اندراجا دارد اما بارتفاع جهل که زعم رویت بود این تشخص
او در هر آن دو عید بمیراث است اصالت و اندراجا هم در مرتبه یقین خاص
هم در مرتبه او بمظاهر و لبس وانکه رسیدن بمرتبه اخص الخواص حقیقی را
بیان اگر آنچه زعم رویت بصری پیدا شده بود و از حقیقت
رویت گمان برده بود پرده بر خیزد و یقین پیدا شود که در حق مومنان
رویت بصری در بهشت منحصر است و ظهور خصوصیت مظهریت بصر در
بهشت است و اگر کسی داند که می بینم داند که تتمه شهود خفی در دید
او باقی است که می باید چنانچه توجه در ولایة اخص باقی بود اما نی
فهمت یا همچنان در مرتبه حضور علم تتمه شهود با نسبت که بر رویت قایل
است و نمی فهمد لقلت البصیرة مثل زن مستحاضه است که از ایام طهر

وحیض مطلع نسبت استحاضه را که با حیض فی الجمله مناسبت است بسبب جهل
حیض می انگارد چون علم پیدا کند و در ایام طهر و حیض تفاوتی صریح یابد استحاضه را
استحاضه داند حیض را در ایام مخصوصه خود بیقین بیند ذلک فضل الله یؤتیه
من یشاء مکتوب بفضیلت مآب شیخ محمد اکرم الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا
لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق مخلص دانا با تمیز فضیلت
مآب شیخ محمد اکرم خلص من قول الزاید اهل الشرع و علی تحقیق اهالی التحقیق
رساله در بیان اصطلاح حضرت سید آدم بنوری قدس الله سره ارسال کرده
فواید علمی اکثر در بیان آورده چون اگرچه اکثر مراتب خلاف اصطلاح حضرت
پیر بوده اند در خلافیات اصطلاح بیان منحصر نیستند اما چند مرتبه که صریح البطلان
ذکر نموده اند در تحقیق آنها فرق در حق ما الا بفضل الله تعالی و ببرکت حضرات
انبیاء علی نبینا و علیهم الصلوة والتسلیمات و حضرت پیر و مرشد ما قدس الله سره بحسب فهم
رکیک خود چند کلمه بیاران اهالی امتیاز نوشته شد اللهم ایاک نعبد
وایاک نستعین یگانگان و بیگانگان را لازم که از راه راستی پیش
ولیس نه زند و حظ عبرت برین چند کلمات بوده از آن ... نفس الامری
آگاه شوند اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بر هیچ مدرکه ظاهری و باطنی

تمنای فردا باقی نماند منت دار این تحقیق و ماخذ این بیان ظاهر است که
حضرت پیر ما قدسنا الله بسره الاقدس در خلاصة المعارف در فصل
سیوم از باب دویم از قسم ثانی در بیان حقیقت علم حضوری فرموده اند
که چون وجود از ذات و صفات از غیر حق از خود و از غیر خود بدرجات محض
بحضرت واجب تعالی بالتحقیق بیقین صادق بی تردد قرار گرفت اما
یقینی که محض کشفی باطنی نباشد بلکه در ان یقین حواس ظاهری و باطنی
بیانات عقلی و نقلی و علمی همه یک حکم گرفته باشند انتهی و ظاهر است که
مراد از ظاهری در ینجا خیالی عقلی و وجدانی قلبی است نه دید بصری چه
مراد انست که ایقان و اطمینان مرتبه علم حضوری از محض تخلیص سری
میسر نمی شود تا که خلو متخیله ها دری جمع نگردد و متخیله حکم تسرید انکند چنانچه
بکلام الحق خلاصه برین مدعا روشن برهان است و آن اینست که چنانچه در
یقین دایمان سماعی تقلیدی همه ابرار بی شک بودند اکنون درین
یقین دایمان وجدانی موهبی بی کسبی هم برابر بی شک و بی شبه و بی
تردد باشند الی قوله هر چند در مونس خود غور رسی میکنم که آیا هیچ معلوم
میشود غیر از وصول یقینی هیچ بهره از ان نصیب خود درنمی یابد و اینست علم الیقین

اہل کمالات مرتبہ ولایت انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیمات الا قولہ پس این علم حضوری

باشد وچون تحقیق کردہ دریافت کہ بارا ہیچ از ادراک ذات وصفات تعالی

دادہ بس معلوم نیست پس ذات کہ فی الحقیقۃ این حضور بان مرتبہ منزہ نفس

علم را کہ از صفات واجبی است سبحانہ الی قولہ ای عزیز پس این باشد

عین الیقین اہل کمالات مرتبہ الاصالت انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کہ بحضور

نفس صفت العلم مطلق تعلق دارد انتہی پس بہ معرفت آنکہ دریافت حقایق

حضور در حضور چنان است کہ ہرگاہ تحقیق نمود کہ علم غیر ذات نیست لہ بحضور

ذات داخل شد کہ ذات بذات علیم است بوصف زائدہ غیر ذات

الی قولہ پس دارای کمالات خود بخود حاضر است بہ صفتی غیر ذات نشد

حاضر دانستہ است حضور در حضور واست حق الیقین اہل کمالات مرتبہ

ولایت انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیمات والتحیات کہ حضور صرف است

انتہی وپیدا است کہ ایشان کہ درین بار ہیچ ... از ... ثلثہ

... بہ ثبوت ... ہیچ ...

... ہرگاہ از ... این ... این

انوار قدس سرہ ہیچ ایمائی واشارتی ... واقع ... شدہ

درحق ان منع

[illegible] آن امام [illegible] نموده باشند و بعد از آن حضرت [illegible] از قرن [illegible]
سر در [illegible] بعد [illegible] زبده شهید انتخاب المعارف که کرده شود
دار الجا کفته شود دیگر آنکه ظهور وصول الحقیقت که [illegible] دین که تمنای فردا
باقی نماند خالی از دو وجه نیست یا لازم است [illegible] مطلق رتبه علم حضوری یا
حضور علم را [illegible] حاصل است [illegible] صاحب این دو مرتبه را از اینجا سیاق عبارت
[illegible] ذوال [illegible] حضرات ائمه علیهم الصلوة والسلام باین کشف بصری
در وقوع تحت خارجی در دنیا الحق آمدند و بدولت این کشف غطا و عدم
خفای [illegible] از آن [illegible] شدند و حال آنکه [illegible] باین تمنا رفتند
[illegible] حضرت امام موسی علی [illegible] علیه الصلوة والسلام [illegible] تمنا در
دنیا [illegible] لکن [illegible] کشته [illegible] علی [illegible] علیه
الصلوة والسلام [illegible] دار زوی [illegible] دیدار دیده [illegible] حضرت [illegible] دنیا
و اما آنکه فائده [illegible] آنکه مامور شدند و [illegible] آنحضرت [illegible] محمدی
علیه الصلوة والسلام [illegible] را [illegible] موده [illegible] خود [illegible] اصل
لیس [illegible] را [illegible] اثبات [illegible]
علیه الصلوة والسلام [illegible] است نه در [illegible] علم [illegible]

وحضور علم که زین متحقق [illegible] بهار است حال انکه این عارف کامل [illegible] اررد

همین دو ملک [illegible] در اول محض ثابت نمی‌نماید برانکه میگوید که وصول [illegible] علم

حضوری [illegible] کامل است چنانچه از روی فرد اباقی نماند و [illegible] ظاهر است

که بی حصول [illegible] بصری [illegible] دانایی است [illegible] برین تقدیر اردو

مرتبه یاقین [illegible] استغنا [illegible] احلف [illegible] باید دانست که حضرت سیدنا

قدس الله سره الاقدس چنانچه در عبارات [illegible] اراد انقطاع حجب خارجی

[illegible] علیه السلام اشارات [illegible] ده اند بجهان

در عبارات [illegible] تحاشی نموده اند حضرت نبی اکرم [illegible] صلی الله تعالی

علیه وسلم [illegible] واختصوص داشته اند در فصل اول از باب ثانی

[illegible] خلاصة المعارف [illegible] ده اند که قطع حجب خارجی هیچکس را

میسر نیست بجز رسول صلی الله علیه وسلم بجسد و روح اما بجسد و روح

[illegible] دیگر انبیا را هم علیهم الصلوة والسلام [illegible] دنیا و بعض

اولیا [illegible] علیه الصلوة والسلام هم حاصل است علیهم الرضوان

اگرچه قلیله [illegible] هم ازینجا است العلماء ورثة الانبیاء و علماء امتی که

[illegible] ثانی

از قسم دوم

از قسم دوم فرموده اند که بعد از بسیار سلوک چند اذکار و افکار و تصورات
بعد از بدنی نیز در تجلیات صوری و نوری و معنوی واقع شود الی قوله خیالی الکبری
از انهائی بر آید الا بعضی از اینجا است که بیگویند خدا را بچشم دیدن دار الحشیم
سر سودان ندیدیم پس هر چه منظور محسوس است بیکیف نیست هر چند بیکیف
دانند انتهی و در فصل قسم ارباب ثانی اورده اند که چون بوصول قدمی
الحالت و صوری بنهایت ظاهری و باطنی تشخص معراج خاص بود است پس
بوصول نیز در حالهٔ اداء نماز من حیث کمال حضر حضرت اقدس الی اخره
مخفی نیست این عبارات که رویت و در دنیا خاصه حضرت حبیب الله است صلی الله
علیه وسلم و غیر او را اصلا روا نیست در ثبوت مظهریت صفات را معنی اینست
که هر گاه که صفت علم خود را با غیر خود از نا ظهر باشد علم حق را سبحانه با وی ظاهر
باید این را ظهور وی و هر گاه هر غیر مخلوق نظر کار و لغیر حق الحق سبحانه ظاهر
حاضر باید لا خود را ظهور وی بواسطه مرتبه کمال الدستور علی هذا المقیاس قوله
ذاتیت ذات تعینی است باید بر داشت گویم اگر تعین ادراکی مراد است الی
خود از مرتبه علم حضوری و اپس مانده است در همه مرتبه گنجایش دارد که احتراز
از ان لازم کرده و اگر هویت غیر مفهومی مراد بود درست نیست که در مرتبه

بین ذات را صفات وکمالات بخصوصیتها بلا کیف دارد لازم است
دیگر عجب از دانایی قایل رویت آنکه خود را مظهر اتم ذات و صفات و کمالات
عم نبرده و از جهت مظهریت بعلم حق سبحانه خود را علیم و بصیر او تعالی را قرار
داده گفته که باین مظهریت چنانچه حق تعالی خود بصیر ذات بحت با جمیع صفات است
ما نیز بذات بحت جامع همین بصر بصیرایم و اندیشه نکرده که سرکار حق تعالی
با جمیع عالم خلق و عالم امر است و من در خود هیچ از این انکشاف امور
نمی یابم پس ذات بحت که بیکیف صرف است و غیب محض با این
چشم تقلید ظلمانی چگونه ببینیم و نار تاریکه بیش و پس و تحت بالا شمل الکلی
بهشت در دیدن ما بر آمده اند این فهمیدن من بیجا است و از حق دور
بلکه ترقی کند و باز گوید که اگر لو فرضاً عالم ملکوت را هم با جمیع تو دم و لیل
همه فیسیان بطافتی بدنی و بصری از راه مظهریت له حقیقی علاوه با شند
چون در دنیا نزد علما بعض و بعض صحابه که امه از رویة حق سبحانه یک مرتبه
یا دو مرتبه جاه حضرت سرور کائنات است پس بدانیم که این دیدیا در دنیا
و هم محض است و برا بچنین وهم خلاف سنت و جماعت اعتبار موجب خلالت است
دیگر عجب اکثر ز... بید و فهمید که فهمید در جهل مرکب باند حق تعالی ابحیین

قایلان اید جهل

قائلان را از جهال مرکب برارد و بر نفس الامر بنا کنند در قصیده منظومه متفقه
علماء بیان نشده فرماید در حق این چنین قایل فرموده   من قال فی الدنیا نعم
اراه بعینه فذالک زندیق وطغی وتمردا   وخالف کتب الله والرسل
کلها وراغ عن الشرع الشریف تعمدا   وذالک ممن قال فیه النهی
یری وجهه یوم القیامة مسودا   اما چون قایل این قول سنی وز اهالی
جماعت است قول او در حال سکر و شهود باید کمان برد و مثل قایلان
غیبت معذور باید داشت که شهود السبب بنیره یسمی و مجهول الکیفی ذو
شهود کلی که … فهم بنده خیانه بزرگی فرموده که صاحب حال معذور
… و … مقصور ما … ادبیت اما عجب میرانکه خود را از اهل صحو میگویانند
و مقلدان جهال که … نخاله … نمانند از سنت و جماعت خبر ندارند علانیه
… ثابت … را … ارنا الصراط المستقیم … اری اکثر … سیری
اهل سود در ظاهر … اقل … اگرچه تحقق … بروضه … رسیدن
میر … دارد اما داخل اهل سنت و جماعت … قول … انب
… در … درجه … که وصول … الی آخر العبارت
او واقع فی بیان … قایل که از مراتب و الوانات … واز علم خصوصی

وحضور علم ترقی بیان کرده بحضور در حضور خود را رسیده ذات ومظهریت اتم
قابل حق که برویت اخروی برغم خود در دنیا رسیده تمام متابعت کمال آنحضرت
برخود نامیده ازین معلوم شد که آنچه این را رسیده متابعت رسیده پس ازین تحقیق
ظاهر شد که انبیا علی نبینا وعلیهم الصلوۃ ونیز آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم درین
نفی شرک سهیم کانه باوجود رویت دایمی کار عمو القایل تا آخر خاتم سالک اند
نعوذ باللہ منه سبحان اللہ این عجب رویت است که در عین رویت کمی متحقق
چون اینجا رسیدم بسبب این عقیده فاسده قلم را شبکر دم واز بیان دیگر عبارات
که اکثر خلاف اصطلاح حضرت پیر ید سکوت ورزیدم حق سبحانه توفیقش دهد
وازین عقاید منحرف ساخته بر صراط مستقیم آرد ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او
اخطانا مکتوب بجامی خداداد سید الطایفه حضرت شیخ جنید قدس سره
فرموده باشرف کلمه فی التوحید قول ابی بکر رضی اللہ عنه سبحانه من لم یجعل
لخلقه سبیلا الی العجز عن معرفته عزیز من در قول حضرت صدیق رضی اللہ عنه
بیان معرفت من حیث الدرک والکیفیه است نه معرفت کما هو باسمائه وصفاته
بلاکیفیت و درک که آن بایمان بالغیب متحقق است بلاتفاوت لان الکیفیه
دران جناب والدرک معدوم وکلمه عجز که واقع شده هرگاه کیفیت دران جناب

معدوم بود

معدوم بود عجز از چه اری در نور محمدی صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیفیت است عجز از
یافت کیفیت او اطلاق میتوان کرد که مجهول الکیفیة است و هر چند عقل عاقل در دریافت
کیفیت آن غور میکند نمیتوان دریافت لا المجهول الکیفیة که علم کیفیت آن خاصه
علم علام الغیوب است پس درست افتاد که معرفت بالغیب حقیقی ممکن الوقوع است
و معرفت نور محمدی صلی الله علیه وسلم بالکیفیة غیر واقع الا المجهول الکیفیة و
در ذات و صفات الله سبحانه که بی کیف و غیب حقیقی است چون کلمه عجز
مشعر به طلب کیفیت است آنجا که کیفیت معدوم اطلاق عجز از چه و در نور محمدی صلی
الله علیه وسلم اطلاق عجز بسبب عدم دریافت کیفیت آن معقول پس باین تحقیق
تاویلات شارح که در بیان عجز رفته حاجت نماند و در قول حضرت صدیق که کلمه
عجز واقع شده علم آن با آنحضرت باید سپرد نیست ز دریای شهادت چون نهنگ
ابر زد هوا تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش این تمثیل است معنی آنکه
چون لا در یای شهادت که مرتبه فنا است و از نهنگ مراد سالک است و مراد
از سوختن فنا است یعنی چون سالک بمرتبه فنا برسد اموری که منع شرعیه اند
در وقت بسبب عذر ارتکاب آن امور مباح میشود چنانچه با وجود دریا که وضو فرض است
با وجود آن عذر ضروری تیمم فرض میشود بخوف مرض استعمال وضو منع است

مکتوب در جواب تعبیر خواب میان الهدین صدور یافت شیر موذیست

نفس بهیمه موذی تر نفس بصورت شیر کلان ظاهر شده خوب شد که برده شد

والا ضایع خود می ساخت الغرض چون مسلم را النفس از فریبهای مخفی صیغه نجات

که مغلوب بسازد هرچند فریبهای مخفی کرد علیه نیافت لاچار بتمام قوت خود بر ظاهر

بصورت شیر متمثل شده قصد هلاک مسلم کرد حق سبحانه تعالی مسلم را چنانچه

از فریبهای مخفیه محفوظ داشته همچنین از فریبها جلیه محفوظ داشت بلکه امید است

که مطمئنه گردد و مراد از نفس عبارت از مطمئنه شدن است بیننده بشارت نیک است

امیدوار اطمینان نفس آن خواب بیننده را باید بود مسئله در سلم هفت شرط

برای جواز سلم لازم است یکی آنکه جنس پارچه بیان کنند دوم آنکه عدد

پارچه بیان کند سیوم آنکه پارچه بردی باشد یا صحیح چهارم آنکه بر شاید یا باریک

پنجم آنکه پارچه در دها باشد ششم آنکه در شهر خود بخار خریدار برساند

یا خریدار خود بر داشته بیارد هفتم آنکه در عین همان مجلس مبلغ قیمت

همان وقت بیایع بسپارد زیرانکه در مبلغ قرض سلم جائز نشد مکتوب

در جواب واقعات بحقایق و معارف آگاه حاجی محمد امین حامی

خداداد صدور یافت بعد سلام فقرا ۔ وصر

[illegible] این است از معنی انه لیغان علی قلبی

و انی لاستغفر الله کل یوم سبعین مرة او مائة مرة بحسب اختلاف روایت

باید فهمید که در حین حیات خود حضرت صلی الله علیه وسلم فرموده اند حالانکه

وقت وجود حضرت و صحابه کرام بوده اند [illegible]

[illegible] که [illegible] از حضرت [illegible]

گشته بجایکه بسقف روضه مبارک رسیده [illegible] است چنانچه

[illegible] حضرت امتی امتی خواهند فرمود چون بعضی اعمال ناجی همچو برای

[illegible] واقع شده اند مثل ابر قدری غم را از حضرت [illegible]

و حاجی حیدرا باید که هر دم متوجه بطرف حضرت حق برای منافع ظاهری و باطنی

نبوی راضی وی خلق بوده باشد تا حصول رضای حضرت سرور کائنات

شده باشد رفع غین قلبیه قلبه مشده شده باشد زانی که هر دم این کس رفع غبار

در دل پاک حضرت صلی الله علیه وسلم رحمت بر این کس انداخته باشد و اسطه

در ظاهر این کس اگر دیده اند بمدد حضرت صلی الله علیه وسلم و الحجه بخور راجی حیدر

را [illegible] می بیند چیزی تقوی طرفین تفاوتی واقع شده کما قال

الایمان عریان ولباسه التقوی در دینوا علاج استغفار است تا بکیت

استغفار نقصان از آن قوی ترقی کرده آنچه حاجی خداداد خواب دیده اند
ایشان بر پیشانی حاجی محمد امین بوسه داده حاجی جهت می پرسد که شما
حضرت صدیق اکبر را دوست میدارید این بمعنی است تمام نسبت بلکه واقعی است
که بوسه پیشانی از آن خبر میدهد و از حاجی خداداد هم می پرسند که شما از حضرت
صدیق دوست میدارید این نیز تحقیقی است نه استفهامی بدلالت بوسه
بر پیشانی اما این خواب مشعر است بر این که دوست داشتن حضرت صدیق
شخصی را از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را اتم و انسب است
زیرا که از دوست داشتن آن شخص حضرت صدیق را رضی الله عنه دوست
داشتن حضرت صدیق او را لازم نیست از جهت احتمال عدم قبول دوستی او
و دوست داشتن حضرت صدیق آن شخص را از دوستی طرفین مشعر است
نزد فقیر تعبیر این خواب چنین معلوم میشود والله اعلم بالصواب
مکتوب بیان الهدین در جواب استدعای توجه عزیزی می گشود مقصود در آنچه معنی است
باید فهمید گشود است که یقین پیدا شود که هرچه هست باختیار حق است و هرچه
هست بر وفق خود طلب میسر باید چنانچه در حدیث فرموده اللهم
اعطنی ایمانا دائما یباشر قلبی و یقینا صادقا حتی اعلم انه لن یصیبنی

الا [illegible] لی [illegible] را [illegible] باد این که [illegible] بازیست [illegible] رضا

او [illegible] چنانکه [illegible] باید بود داین صابر [illegible] او و ا

طالب ترقی [illegible] استعدادی تحت الله هیشمت [illegible] نا بر [illegible] طبعه

لطیفه [illegible] عزیز من [illegible] انداز [illegible] گفتم [illegible] کرده [illegible] ده دو

زیادتی استعداد [illegible] نقصان [illegible] را چه دهد [illegible] بمقابله کمالات

حضرت پیر قدس سره گفتم ادب اموختم که خود النبیذ [illegible] کمال [illegible]

رجه بی قوت باید شمرد و استعداد ضعیف باید پنداشت چون [illegible] قیت توجه

نبود لهذا موقوف داشتم سوال [illegible] تخلقوا باخلاق الله [illegible]

ای اتصفوا [illegible] واگر کسی سوال کند که ازینجا مشابهت بنده بحق

لازم می اید از انکه چون بنده متخلق باخلاق الله شود مشبه حق گردد

وحال انکه بدلیل عقلی و نقلی ثابت شده که لیس کمثله شیء [illegible] لا شبه

لشیاء ولا شبیه [illegible] مکتوب بفضیلت ماب شیخ عبد الهادی طالب علم

در جواب تخلقوا باخلاق الله عزیز من این عبارت [illegible] بحیثیت هر مرتبه ولایت

مناسب اهل ان [illegible] ولایت [illegible] موجب [illegible] خصوص

پنج قسم است ولایت عامه و [illegible] ولایت اخص و ولایت خاص

خاص الخواص و ولایت اخص الخواص ثابت داهالی ولایت عامه که علمای ظواهر اند

و راسخ در کمالات مرتبه شریعت ثابت اند که من کل الوجوه تابع

نقل اند عقل را هموا اینها که مقتضای اثبات است من کل الوجوه با حکام

نقلی متحقق شده اند بوی از مخالفت نقل در اثبات ایشان دخل نداده نزد

اهالی ولایت خاصه که بجز بارز صفات خداوندی مجذوب اند الزمت

که اند ثبات نسب و اضافات افعال که در ولایت عامه بخود بود

تجلیات جز بارز صفات خداوند سبحانه بفضل منکبرد و فاعل حقیقی بجز

واحد حقیقی نبود و نسبت ما سوای در مظهریت ذات و صفات و افعال وجود

بجز مظاهر حقیقه شهود نمی باید بجدی که مظاهر مذکوره از نظر منحجب اند و نظر

نظر عین مظهرات می شوند بلکه ظهورات مذکوره در ذات واحد حقیقی عین احدیت

ذات جامع می باشد و نهایت این ولایات انمحو لا التعینات است تعینات

کونیه شهودا و وجوبیه اذا قیس هذا الاسرار القیاس لان هذا التحقیق الصحیح محل

متحقق بالذوق الذی لا دخل للقیاس و اصله قد بقی من بیان ثلث

المراتب السابقة من الولایات لا دخل للبیان الذی مناسب لا اهل العقل لهذا

موقوف فی بیانه ملتوب سعادت شعار نور الحسین صدور یافت

مشفق مهربان

شفق مهربان الحسن از تیر درمانده عبد النبی سلام خوانند یعنی آیه کریمه

والذین فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا برسیده بود نوشته فا مرض از قسم است

مرض موت امرض وفاتی مرض موت خاصه کسانی است که در میثاق اول

و آخر سجده نکردند بود ایشان این مرض مقتضی در آخر کرده است روز آخر در

در کفر اند در کفر می میرند و کسانیکه اول سجده کردند و آخر کردند مرض او

وفاتی خاصه آن کسان است باسلامتی ایمان تا موت مبتلا معاصی اند به از معاصی

نصیب ایشان بهشت ... او وفاتی اند بر کبد ایمان ... بهشت

قلیل باکثیر بهشت خواهد رفت و مومنان ... او وفاتی ... اند

اگر ایشان ... دارند ... از معاصی می باشند ... که

بی عذاب در بهشت روند ... طایفه سوای انبیا علی نبینا و علیهم الصلوة

والسلام ... اما طایفه ... الی بی عذاب

در بهشت خواهد رفت چون انا عند ظن عبدی فی حدیث قدسی آمده است

ان شاء الله تعالی هر مومن خود را از طایفه ... اعتبار کند در ترک

نه اند از دو اسلام این حدیث قدسی کار تمام نوشته ... انا عند الظن

عبدی فان خیرا فخیرا و ان شرا فشرا المکتوب بجای خدا داد صد و دو رفته است

الحمد لله الذی نور قلوب اجابه من نور معرفته و الهم علیهم بالیلیق بمرتبتهم

ماجبانه کما قال غوث الاعظم رضی الله عنه عن الهام نقلا عن الله

سبحانه قال لی سبحانه یا غوث الاعظم الحال نهی حال الداعی عن لسان

المقال فمن امن به فقبل ومن رد الحال فقد کفر ومن اراد العبادة بعد

الوصول فقد اشرک بالله العظیم عزیزمن درین فهم فقیر حال بر دو مرتبه است

حال من ظهور کمالات صفت اللطیفه فوجب قبوله وحال من ظهور

الکمالات صفت القهریة فوجب انکاره ورده فعلامت حال اللطیفه

متابعت الشرع احکام الحال من کل وجه وحال القهریة نوعان الاول

الحال للمؤمن المبتدع بود اساس الا فمن الرد والقبول فمن رد ه

قبوله ان یکون افضل ثانی الحال للکافر المتکبر و بود قابل الرد وقبوله

کفر نعوذ بالله من عزیز من طاعت مولا بل استانه بر دو مرتبه است اول مرتبه

مبتدی و متوسط راست که هنوز حجاب درمیان دارد و ان را عبادت

نخوانند متوسط اگر من وجه حضور دارد اما هنوز فی نفس الامر

غائب است فللغائب لزم العبادة باللسان او بالجنان لتکون الموصلة

الی مرتبة العبودیة فهاهنا العبودیة حاجة الله سبحانه للمحبان نظر

الی دانه لعا

الی ذاته تعالی وصفاته یقع منه سبحانه ببصیرت البسری بسکوت الاکل لان اذا ینظر الی ربه ان یصیف ذاته بصفات الکمال بلا نقصان فوصف العبد الربه الان شرک وکفر فلزم ترکه فی هذا المرتبه العبودیت کما قال خفر ومولانا فی النظم الفارسیة بیت تذکر غیر حواس غیر مطلق ها بزکر جب حق شرک است الحی مکتوب بحقایق اکاه شیخ عبد القادر جهان ابادی صدور یافت باحقایق اکاه مظهر الطاف الهی معمور محبت فقیر طالب دریافت معانی شیخ صاحب انعانی ر لوه در باب ان که تعلق بحکمه دارید و عدم الاطلاعنا علی الحکمت بالوجه است بهره یاب باشند لوه را ظاهر است و باطن یافت معانی خاصه کملاان واهل تکمیل است باخورسته چینیان اهل تکمیل راچه طاقت که دربیان ان زبان کشاید مگر انکه بعقیده عدم اطلاعنا علی الحکمت الخ محکم باشیم وظاهران بعلماء ظاهر تعلق دارد اما چون سوال را از جواب چاره نیست قدری از ظاهر ان بیان می نمائیم باید دانست چون انسان در شب بخواب مبتلا می باشد فضل الهی بدو رکعت نماز سنت و فرض مامور کردانید تا در ادای ان درمانده نشود و بعد نماز فجر تا استوا الفضل وکرم برای کار معاش خ ره

خالی گذاشتند و چون از کار معاش ضرور به فارغ شد برای تکرار شکرانه
ایزدی دو رکعت زیاده از فجر در ظهر و عصر افزودند اما برای وسعت وقت
ظهر در اول سنت چهار کانی و در آخر آن دو رکعت مقرر فرمودند و چون
وقت عصر عرصه تنگ دارد بجز چهار رکعت فرض تکلیف سنت ندادند
و چون وقت مغرب از عصر تنگی دارد یک رکعت از عصر در مغرب تخفیف دادند
و برای تنگی وقت مغرب فرض را مقدم داشتند سنت را بسبب تنگی
وقت مغرب بر دو رکعت آوردند و چون وقت عشا وقت اکل و
شرب ستی اللازم لسبر است اگرچه وقت عشا وسعت دارد فرض را
مقدم بر سنت مقرر فرمودند بسبب وسعت وقت چهار کانی فرض مقرر
فرمودند و چون وقت ستی بود دو رکعت سنت مامور فرمودند و چون طاق
در رکعات نماز روز و شب در کار است و مستحب است سه گانی مغرب در
روز و شب مقرر کردند و باقی شب را نوافل گذاشتند و چون قیام مقرر برای
نیاز و مناجات است قرات را فرمودند و چون در رکوع و سجود سر نگونی است
مناسب تسبیح است و چون وقت قومه و جلسه سر بالا کردن است و این
مقتضی تکبیر است تکبیر را خاصه حق دانسته به الله اکبر بیان باید کرد و چون با ین حمد

ثنا بنده را اگر حق تعالی سامع این حمد و ثنا است پس ضروریه سمع الله
باید پرداخت و چون سمع الله را اعتقاد کرد متصل ان ربنا لک الحمد
مقرر شد و چون از همه مراتب و فرایض فارغ شد و الصلوة معراج المومنین
واقع است مناسب آنکه ختم نماز بر تشهد باشد تا مخبر از صلوة معراج المومن
باشد و چون از همه مراتب نماز فارغ شد کلمه که بسلامتی از افات خبر
دهد و مبارکبادی بجماعه مومنین است و ان السلام علیکم است متکلم
باید شد و السلام علیکم و علی من تبعکم مکتوب در جواب واقعات
عزیزی از مخلصان ... قا متمثل شدن ذکر آب دادن از بالا فرود
برای اراستگی حب است و آنکه ذکر الروح راحة گفته اند بدو معنی است یکی آنکه
... از روح ... روح است درینجا معنی نیست که در مرتبه ذکر قلبی
تکرار محض می باشد اما مرتبه شهود وحدت ... می نماید اگر ظاهر هم
... نسبت وحدت ... خواند بود و در ... وحدت وجود تعلق
بکثرت باقیست هذا راحت موقوف بر توحید شهودی است با انتفار
کثرت و نظر بمحض وحدت لهذا در شهود راحت است مسیر اما بتوحید
در شهود راحت است اما درین راحت ترکت نفس و خیال باقیست تو قبق

الله سبحانه ازین نیز باید گذشت و بعدم رحمت باید پیوست قال الله سبحانه
لا تفرح ان الله لا یحب الفرحین دوم آنکه مراد از روح حقیقت انسانی است
در لطائف تحتانیه که ظهور کمالات حقیقت انسانیه اندر رحمت بحرکت
خیال است و در حقیقت انسانی بعد قطع سیر لطائف سته رحمت حقیقی است
بی حرکت خیال و چون در مرتبه بندگی حقیقی خوف و خشیت لازم عبد است
لهذا به لا تفرح تعلیم فرمودند و ظهور حضرت سرور صلی الله علیه وسلم بدو
مرتبه است یکی برای تحریص سالک بر محنت و ریاضت این در وسط است
اما این اختیاری کسبی نیست محض فضلی است دوم محض برای نوازش
و این در مرتبه کمال اکمل به اهالی خدمات قطبیت و غوثیت است و
این اهل مناسب را برای تحقیق خدمات ظهور حضرت صلی الله علیه
وسلم شرط است تا زمانیکه ظهور حضرت نشود فوت تصرفات در ادا
خدمات پیدا نشود الغرض مبادی رحمت ظهور باید اما این المحض بر حصول
رضاء حضرت سیار و وندکر محض مشغول شده باشد حضرت قدس
والسلام مکتوب بیان الهدین در جواب تحقیق اسوله قلب که قلب
مستعمل نموده بسلطان چگونه لایق معرفت که مولی مستو و صد زیارت

قال الله سبحانه

قال الله سبحانه در جواب ابلیس اعوذ بالله من الشیطان الرجیم ان عبادی
لیس لک علیهم سلطان الا من اتبعک من الغاوین پس از آیه
قرآنی ظاهر شد که انسان دو قسم است مظهر جلال و مظهر جمال و قلب خاصه
مظهر جمال است و مظهر جلال را در قلب شرکت هست بر اوقاتی و آن
دو قسم است ابتدائی محض و انتهائی شرکت ابتدائی غیر معتبر است
و شرکت انتهائی معتبر و آن در انتها خاتمه بخیر می بخشد و این دو قسم
شرک است بهره از جمال می بخشد اگرچه بسبب عصیان ابتدای معذب
خواهد شد و در آخر ثمره جمال پیدا خواهد آمد المقصود آنکه مظاهر جمال را
فی الحقیقت الله سبحانه تابع انبیاء گردانیده و مظاهر جلال را تابع ابلیس
لعین کرده مسلمین را باید که بحسن ظن خود خود را خاتمه بالخیر و مظهر جمال
پندارد و اما مظهریت جلال استفاده از حق سبحانه بطلبد اگر خاتمه بالخیر یافت
این عمل استفاده نیز در پله حسنات خواهند انداخت و اگر نعوذ بالله
خاتمه بالخیر نیافت در ایام اسلام که عمل استفاده کرده این عمله باعث
تخفیف در عذاب خواهد شد ان شاء الله تعالی و اگر عمر تمام در کفر رفته
و ادا استفاده کرده هم اند مردود [illegible] خواهد شد کما قال الله تعالی

اعمالهم کسراب بقیعة الظمآن یحسبه مکتوب اصلاح

اثناء دلی محمد ضیو دریا منت اخوی مشفقی میان ولی محمد از فقیر عبد النبی سلام
خوانند رقعه مشفقانه متضمن طلب بیان مسائل مفصله رسید فرحت
فیت انچه بیان نسبت اطنی خود نوشته بودند بمطالعه در آمد اخوی
سلامت هرگاه نسبت بیکیفی جناب قدس تعلیم یافتند معائنه الوان و تجلیات
وغیره راچه مناسبت به نسبت بیکیفی مگر سابقا ظهور کرده باشد در نسبت
بیکیفی مانع از معائنه الوان و تجلیات نیست اری تا زمانیکه نسبت بیکیفی
احاطه نکرده اگر تجلیات و معائنه الوان رو نماید میتواند شد رباید که جناب
قدس را منزه از جهات سته بیقین باید یست و علم حضوری و حضور
علم را شان علی است تا زمانیکه نسبت بیکیفی کما حقه جا نه گیرد علم
حضوری کی است و حضور علم بعد علم حضوری کمال مرتبه را دارد در
ولایت انبیاء متحقق است و انچه تفصیل اسامی نوشته بودند
نمودار ی بحر محیط بیکیف در دلی کیف عوت همی خمشید برای دفع
خلل دماغ با جماعه مسلمین فاتحه خوانده شد خدا سبحانه شفا بخشد
بعد تعلیم ذکر سلطان تعلیم علم کرده بودند مراد از علم علم حضوری است

بامورد

هنوز وقت علم است [illegible] است و علم حصولی علم مخلوق است و علم حضوری
و حضور علم موقوف بر تعلیم جدید نیست در همه او هم الکیف ذات الله سبحانه
مع الصفات و مجهول الکیف نور محمدی است صلی الله علیه وسلم و معلوم الکیف
همه مخلوقات اند و بیان احدیت و واحدیت و وحدت نیز موقوف
بر صحبت جدید است و واجب الوجود ذات باری تعالی است و جائز الوجود
علوم است که موجود شدن او باختیار خدا سبحانه است و ممکن الوجود
مخلوقات موجوده اند اگر حق سبحانه خواهد عدم کند و اگر خواهد موجود دارد
و ممتنع الوجود شریک باری تعالی است که هرگز موجود شدنی نیست در اینجا
معدوم است والمتقین الذین یؤمنون بالغیب کسانی هستند که بی
مکشفی کمال یقین بر الله سبحانه تعالی دارند شما باید که از جهات
سته الله سبحانه را [illegible] یقین باید بست ان الله
لا یضیع اجر المحسنین والسلام مکتوب بحقایق آگاه میان عبد القادر جیو
سند [illegible] الله کان و لم یکن شیئا [illegible] نامه عالی زرباب
[illegible] از بیگانه رقم شده بود شنفتا [illegible] فقیر چون وقت
[illegible] وقت [illegible] کال [illegible] چون [illegible] ورکعت

الح

نماز که اقل از ان متصور نیست فرض کرده اند و وقت ظهر را وسیع
کرده اند و وقت ودگر شادگی و وسعت است چهار رکعت فرض فرموده اند
و چون در وقت عصر نیز فراخی وقت بسیار که شادگی طبیعت است
چهار رکعت افزوده اند و وقت شب چون بعد فراغ همه کار
دنیوی ماندگی و ملال است احسان ادکرنا یک رکعت تخفیف داده اند
و چون وقت عشا نیز به غفلت الوده است اما چون در وقت عشا
کثرت کمال و تمام شب سبب برادای ان اختیار دارد مشابهت ظهر
و عصر گردید چهار رکعت دران وقت فرض فرمودند مع کثرت وقت
احسان ادکرنا و چون در اخر روز نماز وقت مغرب بر طاق بحکمت بالغه
اختیار افتاد بسبب کثرت وقت احسان ادکرنا در شب نیز به تعلیم
سنت سنیه بشمار وتر به طاق امر فرموده اند والله اعلم بالصواب
سوال فقیر صحبت الهدین قبله ایمان من سنا حضرت موسی صلوات
الله علی نبینا و علیه السلام در راه کشتبانی را دیدند که با مولی جل شانه
با این کلام متکلم میشد که خداوندا اگر پیش من بیائی ترا شیر دوشیده
بنوشانم ... حُفت ترا بدوزم علی هذا القیاس بسیار کلمه بجناب حضرت

حق سبحانه

حق سبحانه تعالی این حشمت یکبار بودند میگفت قبله گاها حضرت موسی

علیه السلام موافق اکثر که مامور بامر و بالغ از نهی بودند او را منع فرمودند که

این کلمات شایان جناب حق نیست سبحانه چون از انجا رفته متکلم

مولی شدند حالا مستاذ معاتب شدند که برای وصل کردن آمدی

نه برای فصل کردن آمدی قبله گاها مسئلا حضرت موسی علیه السلام

موافق اکثر که مامور بدعوت خلق الله بودند شبانه کار کردند عالم غیب

نمودند که معاتب شدند و اگر این گفته شود که اداء محبت کمال این کلمات

میگفت و خاصه جناب پاک بود که کلمات او پسند بودند ازین کار

دعوت داشتباب معطل می افتد چنانچه بزرگان فرموده اند که اگر

کسی بر هوا پرد و بر آب و آسمان او و اگر در وی یک سر مو خلاف شرع

یافته شود و او را کاذب و مفتری باید انگاشت لهذا حضرت موسی هم

او را از کلمات کفر منع فرمودند نه از ام جواز که ایشان معاتب شدند

یقین است که فعل الحکیم لا یخلو عن الحکم حکمت این چنین

ارشاد شود زیاده حد ادب مکتوب در تحقیق عتاب حضرت موسی صلوة الله

علی نبینا در جواب سلطان الموحدین صدور یافت بمقتضای عقل عاقل را

وحدت واجب است ابرای توحید حق سبحانه عقل بمنزله نبی است اما در
اوصاف او تعالی و معرفت تفصیلی چون شما قیاس عقل کفایه نمی کند
بنبی صلی الله علیه وسلم برای امور تفصیلی صفات و دیگر احکام واجب تا تعلیم
ان نماید پس چون ان شبان را دعوت تفصیلی صفات و احکام نرسیده
بود و در مرتبه توحید الوهیت بی تردد بود لهذا معذور بود بسبب علم توحید
و عدم لزوم حق احکام و تنزیه صفات سبحان بی ادبانه او موجب الزام او
نشد لهذا این عتاب بحضرت موسی بود و عتاب دو مرتبه دارد عتاب
لطیفه و عتاب قهریه این عتاب ازروی لطف بود چنانچه طفل لا العقل را
کسی از بازی منع کند پدر طفل تابع را اگر بملاطفت که این بازی طفل از
نادانی است معذور است نظر بر اخر کار باید کرد که چون حضرت موسی
باز ان شبان را جسته یافتند تایب و تحقیق یافتند بوعظ حضرت موسی
کار او پخته شد و تعلیم تفصیلی رسید فانهم سوالی قبله ایمان من سکت
از سبب نقصان کمال خود باز بلتجی این عاصی است نصیحت و ارشاد علی
موجب تفصیل معرفت و رسیدن بحقیقت ادنی شد لیس باعلی باعث
عتاب حیرت اگرچه عتاب لطیفه شد را دل قابل انعام در ترقی است

نه لایق عتاب

نه لائق عتاب زیاده حد از سبب عتاب خوانند نه انعام آغا **مکتوب بالهدین** عتاب انبیا

در جواب الهدین چون اظهار معجزه برای لزوم قبولیت احکام شرعی شرط است

آن اگر اظهار معجزه که جهت قبول احکام است بر شبان نشد احتمال بود که آن شبان

از آن حالت که بروی بود مضطرب گردد و موجب بی اعتقادی از طرف موسی علی

نبینا علیه السلام شبان را پیدا شود و بسبب عدم اظهار معجزه انکار پیدا کند لهذا

عتاب شد که اولا اظهار معجزه این شبان را کنید بعد تعلیم تا در دل او بسبب تحقیق

معجزه فرموده حضرت جاگیر دوم آنکه عتاب موجب تحقیق هدایت که شبان ثبت شده

که موسی علی نبینا و علیه السلام در پی تجسس او بسبب عتاب شدند و بعد تجسس تعهد

یافتند و بر حقیقت شبان و بر هدایت او مطلع شدند که او را بسبب کلمات

او طبع کنه آشته بودند الحال بر حال اسلام او مطلع شدند **مکتوب بجناب**

میر نعمت خان صدر رفعتمآب الحمد لله که رقیمه بدستخط خاص عالیمرتبت

والاشان بدین عاجز بر نواخت و مطالعه آن فرحت بخشید مرقوم بود که

بیاد داشت مسمی باشتغال دارم شفقا حقیقت بیکیفی باید فهمید در اول کار

بیکیفی صورت بسته ملحوظ ذاکر می باشد ذکر دوام می باید که آنچه در دل صورت بندد

از ساحت سینه آن را دور باید کرد و سعی باید کرد که خیال از تخیلات خالی گردد

نماند مگر حق حقیقی که از تصور منزه است و نماند مگر ایمان به بیکیفی حقیقی بر جناب اقدس ماند و در علم بجز بیکیفی حقیقی هیچ نماند خلو متخیله از خیال میسر آید اگر بعد عمرها این ایمان نصیب گردد چون این از فضل محض است منظور آن سعی بنده است زیاده آنکه آنچه حقیقت در خط ثانی نوشته بود بود که فتح نصیب طایفه مومنین گشت حمد بجا آوردند که حق سبحانه طایفه کفار را مقهور گردانید حق سبحانه در هر کاری مدد معاون شان شده مکتوب بمیان رستم خان صدور یافته مشفق مهربان خان صاحب میان رستم خان سلام فقیرانه خوانند رقیمه شفقانه متضمن واردی که بفضل حق سبحانه بر شما ظاهر شده بمطالعه در آمد از مطالعه آن فرحت گردید الحمد لله والمنه که بطفیل پیر دستگیر بعد مدت مدید وفات آن حضرت بر شما ظاهر شده شکر خدا بجا آورید که در نابینای این نور که مقدمه نور بیکیف است بینای بخشیده اما آگاه باید بود و باید فهمید که هر نوری که در خانه و تحت آسمان ظاهر شود کیفیت دارد هر چند سالک آن را بیکیف دانند چراکه هر چه در مکان و زمان است متکیف است و بیکیف نیست اما مجهول الکیف است سالک از جهت مجهول الکیفی بسبب عدم دریافت کیف آن را بیکیف می دانند سالک را باید که با عقیده شرعی آن را ذران کند و بداند که هر چه در مکان

درزمان گنجد نوری است مخلوق که برای تسلیهٔ سالک مقدمه رویت را در دنیا
بسالک نموده اند نه رویت و این مقدمه اگر برقع محجب کثیره برنگ حجاب ثبت
نور محمدی است صلی الله علیه وسلم که مجهول الکیف است و سالک که غلطی
خورده ان را حق می فهمد از عدم حفظ عقاید شرعیه است که غلطی خورده برویت
رفته رویت در دنیا خاصه آنحضرت وقت معراج یکبار و از دیگر انبیاء مخصوصیت
مخصوص اند آن هم یکبار پس این نور را نور حضرت صلی الله علیه وسلم
یا ظهور نور او صلی الله علیه وسلم در مرتبه ثانی یا ثالث این نور را مقدمه
نور حق باید فهمید و از رویت حق در آخرت امیدواری کمال باید کرد چنانچه
عزیزی فرموده در عبارت عربی شعر من قال فی الدنیا اراه بعینه لا
فلذالک زندیق طغی وتمرداً وخالف کتب الله والرسل کلها
وزاغ عن الشرع الشریف والعدا وقول حاجی فرزند قدس سره خلاف
از کلیه دینی است اگر رویت ذات بینند آشته و اگر رویت بصری دیدنی
فهمیده نه رویت بصری درست است و این ظهور نور که بر شما ظاهر شده
از قول میان فرزند مرتبه دیگر دارد این را مقدمه رویت باید پنداشت
در پرده این نور حق را سبحانه بیکیف حقیقی باید دید از مکان و زمان منزه

چون او دار چگون مبرا بهر لبس کنم خود زیرکان را این لبس است مکتوب مجدد یار

ساکن خلزی الحمد لله وسلام علی عباده الذی اصطفی بود در قیمه مجیب

صادق اقبالمند متضرع وملتجی الی جناب مجیب الدعوات خالف حب فقیر

بر حال خود متنبه گردید نیافت حال خود مگر تضرع والتجا اللهم تقبل التجائی

والتجار اخی وبمطالعه ان اسوله چند ازان بوضوح پیوست مرقوم بود که بعضی

عزیزان فرموده اند که اول گردش است واخر ورزش چه معنی دارد مجابا

گردش بمعنی سلوک است ورزش بمعنی وصول بجذبه اینمعنی موافق مذهب

کسی که سلوک او مقدم بر جذبه است دوم معنی انکه گردش بمعنی ریاضت

ورزش بمعنی اختیار ذکر قلبی از مرشد یا لسانی بعد ریاضت و اینمعنی

موافق کسی که در طریقه ایشان ریاضت مقدم بر سلوک سیوم معنی انکه

گردش بمعنی جذبه متضمنه در سلوک مبتدی و ورزش بمعنی غالب آمدن

جذبه بر سلوک وخالص شدن از امتزاج سلوک اینمعنی موافق طریقه

حضرت نقشبندیه است قدس سرهم که جذبه را مقدم بر سلوک گفته اند ضمناً

واین به برکت کامل اینطریقه است ولهامهات اختصرت لطول بیانها

چهارم انکه گردش بمعنی وصل و ورزش بمعنی فصل وانمرتبه یا بمعنی

حاصل حضرت خواجه نقشبند است قدسنا الله بسره بیانی طویل دارد این پرچه
کاغذ حامل آن نمی تواند شد بهجم آنکه گردش بمعنی انابت در رشح
بمعنی اجتباء است یعنی موافق طریقه احسنیه افضلیه در طریقه نقشبندیه که مخصوص
بحضرت پیر دستگیر حضرت سید آدم است رضی الله عنهما زیرا که شروع
طریقه مخصوص برایشان از انابت است و نهایت آن باجابت میرساند
این انابت را مثل انابت طرف دیگر نباید پنداشت در طرف دیگر انابت
تطفل است و انابت ایشان بعد فراغ و خلاصی از ظلال شان بانبیها
بس کنم خود زیرکان را این بس است   آنکه نوشته بودید که در سواری و نشسته
نسبت یاد کرد و یادداشت می یابم باز نوشته بودید که اگر امر شود نفی و اثبات بجهر
کنم عجب است کسانیکه یادداشت بهر وقت از خود می یابند در طریقه ما
از جهر و نفی و اثبات گذشته اند ترقی کرده اند معلوم شد که هنوز آن برادر
نسبت غلبه نکرده اند در صورت نفی و اثبات میکرده باشند و اگر دل رغبت
بر جهر کند در وقت خلوت بجهر متوسط الطریق مسنون گاهی میکرده باشند
تا زمانیکه نسبت قلبی غلبه کند و برای طاقی مرقوم بود فقیر خود را لایق این نیافت
لهذا موقوف ماند و آنچه برای رساله مرقوم بود مختصر نصیحت آنکه در حدیث

فرموده کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک
من اصحاب القبور این را انکار نمیکند تمام رساله مختصر است و انچه بطریق
الحاح نسبت ادبار و سیه روئی بخود می کنند و نه مومنم نه مسلمان الخ
می نویسید این الفاظ اهل ایمان را اگرچه ایمان عام شده نباید بر زبان
آورد خود را مسلمان دانید و بسبب عصیان عاصی دانید نه کافر نعوذ بالله
من الکفر والشرک اگر عزیزی گفته است مغلوب الحال بوده باشد و قول اسکار
الا لا اعتبار له الغرض اگر نسبت به سواری و غیر ذالک می یابید غنیمت
دانید عجز و انکسار قلبی با او متصل میکرده باشند که ذکر عجز و تضرع را
از سر غفلت شمرده اند اما تضرع نه این قدر که خود را بد تر و روسیاه دانید
زیرا که این القاب در حق کفره واقع اند چنانچه فرموده جل شانه وجوههم
مسودة زیاده دعا است مکتوب بیان الهدین در جواب تحقیق در آنکه بر
بعضی مقبرها هیبت میشود این کار با اختیار کسی نیست باوجود اختیار شرعی بنده
بی اختیار است صاحبان مقبرها برین غمناک اند در دفع این هر چند دعای
میکنند قبول نمیشود لاچار رضا بقضا داده غمناک می باشند در قبول دعا
و درا انچنین کار عاجز اند یعنی هرگاه حق سبحانه بهر ذره قریب است در برزخ کان

بعد اطلاع ز الهام خداوندی واقف میشوند هرگاه در ملک علام الغیوب

این چنین کار بقضا حق سبحانه بوقوع آید مخدوم عالم بهاء الدین را غالب

دانستن عین نادانی است اینچنین معاملات را چون برخلاف شرع دیده

شود بقضا باید سپرد دم مصلحت نیست ملک بدم زدن انکار از قضا است

و این کفر محض است لذت بر تقبر ها گرفتن این مرتبه ثانی است مرتبه لطیفه است

و در اول مرتبه قهریه است مصرعه ببین تفاوت ره از کجا است تا بکجا مکتوب در

تحقیق اسماء تسمیه بعباد شعار هدایت الله باید دانست که اسم تسمیه که مرکب بسم الله

و رحمن و رحیم است متضمن سه هزار اسم حق سبحانه است که برای تسبیح خود

بجمیع انبیا و ملایکه تعلیم فرموده تا بان اسما هر صنف به تسبیح مخصوص خود

خدا سبحانه را یاد کنند هزار اسم که ملایکه بان تسبیح می کنند در اسم الرحیم

مودع است و هزار اسم که جمیع انبیاء کرام بان مسبح اند سوای چهار نبی حضرت

عیسی و حضرت داود و حضرت موسی و حضرت محمد رسول الله در اسم

الرحمن مودع است و هزار اسم که این بر چهار نبی بان یاد حق می کنند

در اسم الله سبحانه مودع است اما بتفصیل سه صد اسم که بحضرت عیسی

در انجیل تعلیم یافته در چشمه اول ها در اسم الله مودع است و سه صد اسم

که بحضرت داود در زبور تعلیم گشته در حشیمهٔ دویم ها که بطرف لام است موضوع ست
وسیعد اسم که بحضرت موسی در توریت تعلیم گشته در لام اول که بطرف
ها است موضوع است و بود دو نه نام که حضرت ما محمد رسول الله در حضرت
قران تعلیم یافته در لام ثانی که بطرف الف است موضوع است و باقی ماند یک
اسم اعظم که ظهور ان در الف اسم الله است در جمیع اسما و دیگر محیط است
پس هر که تسمیه را بحضور دل و بحضور هر کلام بخواند که سه هزار اسم مذکور را
خوانده باشد و امیدوار ثواب کل باشد مکتوب بر جال الله مفتی
جالندهر در طلب روایات نور العین در تحقیق بعضی مسائل مسئله اول اگر
احسنت بگفت باین نیت که حتی المقدور الفاظ قران ادا کردی درست است
اگر گفت باین نیت که حضرت قران را نیک کردی خوف کفر است مسئله دوم
در غسل نیت شرط نیست کما فی الکتب حقیقة آب پاک می باید اما چون در علم
پاک و پلید سعی نمیکنند کار میشود اما سجده ایشان درست است اباکراهة مسئله
بر قول صحیح مفتی به روح از جسد جدا میشود کما قال الله سبحانه در مدح فرشتگان
قابض روح وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا مسئله اگر ناکح و منکوحه راضی نیستند از رسوم کم خاصه
کفار اند نکاح درست است و اگر راضی اند باید دید که ان رسم خاصه کفر است و ناکح

و منکه رافضی اند خوف خلل در نکاح است و اگر خاصه کفر نیست بآن مسلم عاصی میشود
باحتمال تجوز نکاح مسئله اگر زن یا مرد از زبان کلمه کفر برآورد و بعد اسلام علم ندارد اگر
داند هرگز نگوید درینصورت بعضی علما معذور میدارند اما در ترک سعی در علم عاصی
میشود کما ذکر اولاً و بعضی علما در دار اسلام معذور نمیدارند اما بعد اطلاع بر دادن این
توبه لازم اما نکاح نمی شکند مسئله نفس نخشی بی شبهه در خلل نکاح فاسد است
اگرچه از بعضی علما جواز آن نقل کرده اما چندان این قول اعتبار نزد جمهور ندارد
مسئله اگر شخصی ادای وجوه قراءت از شخصی دیگر خوب میکند اما آن ادنی اگر
وجوه قراءت ادا نمی کند اما الفاظ را صحیح میخواند که تغیر معنی که مفسد نماز نیست
نماز اعلی پس انکس در خلل لاباس است و اگر در حروف غلطی میکند اما تغیر
معنی که مفسد نماز باشد در قراءت نیست ترک اقتدای اعلی را و پس انکس اولی است
و الا ترک اقتدا لازم مکتوب بمیان محمد فضل در طلب جواب بعضی اسوله
از احادیث صدور رفیت ظاهر است و منحیث وقوع تصرفات و خارق عادات
چنانچه اخبار موقی مثلاً خاصه علما باطنی است که جامع علوم ظاهر و باطن اند نه آنکه فقط
جاهل از علم ظاهری خرق عادت ظاهر کند و محافظت سنت نکند این خرق
عادت در مرتبه استدراج است با انبیا بنی اسرائیل اینها را تشبیه دادن غلط است

وحدیث نوم العالم عبادت در حق علماء ظاهر و باطن است اما علماء ظاهر را بسبب کثرت
مطالعه کتب شرعیه انوم او عبادت است و علماء باطن را بموجب متابعت حدیث تنام
عینی ولا ینام قلبی در ظاهر نوم و در باطن قلب بیداری است اگرچه هر دو مقبول اند
اما در ان و درین فرق بسیار است کما لا یخفی علی صاحب الفطن و منبع امانت در
حدیث علم عالم است نه اهانت فعل مبتدعانه عالم و ایمان شهودی مزید بر ایمان
ترغیبی است ایمان ترغیبی در حجب است و ایمان شهودی نور علی نور اما در حجب نیست
اما کد و سعی و طلب بعد حصول ایمان ترغیبی برای حصول ان درجات دارد و امر اختیار
بین القدریه والجبریه بمعنی است که مقابله اختیار الله سبحانه بنده مجبور است و بمقابله
ابنای جنس خود چنانچه وحوش و طیور مختار است اینجا اختیار بمعنی تمیز کامل در
میان ابنای جنس خود سوال این اختیار بمعنی تمیز کامل هرگاه بر تقدیر زیادتی و
کمی نمی تواند کرد و مامور و منهی ساختن چه معنی دارد جواب حق سبحانه بحکمة
بالغه مظهر امر و نهی این مختار ضعیف را از دو صنف که صاحب تمیز و بی تمیز است
در تقدیر فرموده و لا یسئل عما یفعل و هم یسئلون را مد نظر خود باید داشت و زیاده
برین سوال کردن بی عقلی است در مسئله چاه و اوند باید فهمید که در اصل اوند
پاک و اب پاک و بتیقن متحقق است پاکی ان پس تا زمانیکه بیقین پلیدی یاد

نرسد بلیید گفتن بدظنی است در حق شخصی که در اصل بیقین پاک است حال آنکه
الله سبحانه فرموده یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
پس بکمال غیر از یقین بلیید گفتن منع آمده و گویا مسلمین را باین ظن غیر مقبول
در خلل انداختن است نعوذ بالله منها مکتوب بسعادت شعار بهدایت الله
خادم در استدعاء قرارداد نماز اشراق وغیره ۵
در نماز اشراق با فاتحه آیة الکرسی در رکعت اول یکبار و در دوم قل یا ایها بخواند
در استخاره در اول الم ترکیف و در دوم لایلاف و در نماز ضحی در اول رکعت
والشمس و در دوم واللیل و در سیوم والضحی و در چهارم الم نشرح چهار رکعت
بیک نیت خواند در وقت مغرب بعد فرض و سنت نفل اوابین خواند اقل
ان دو رکعت و اکثر ان شش رکعت و در هر رکعت سوره اخلاص سه بار باید خواند
دو دو رکعت نیت میکرده باشد و در تهجد بعد نیمه شب و قبل صبح صادق هر چه
توفیق باید خواند و دو دو رکعت و بهر نیت مقرر کند چهار رکعت اقل نماز تهجد و دوازده
رکعت اکثر ان اگر سوره یسین یاد دارد ختم سوره کند و اگر یاد ندارد در هر رکعت
سوره اخلاص یکبار یا سه بار بخواند باز اگر توفیق باید تا صبح صادق مراقبه کند
و چون نماز فجر گذارد بعد دعا بذکر و تسبیح و مراقبه تا بر آمدن آفتاب مشغول شود

حتی یلج الجمل والدعا مکتوب در تحقیق معنی قول حتی یلج ملکوت السموات
الی اخره و بیت حضرت مولوی اعوذ بالله من الشیطان الرجیم و بالله المستعین
سوال عزیزی فرموده لن یلج ملکوت السموات والارض من لم یولد مرتین
و حضرت مولوی مثنوی روم قدس سره نیز فرموده یکصد و هفتاد
قالب دیده ام همچو سبزه بارها روئیده ام در صورت این هر دو قول
معنی تناسخ مفهوم میشود حال آنکه اعتقاد تناسخ کفر است الخیر موافق شرع
باشد معنی این بیان فرمائید بینوا توجروا جواب معنی عبارات متشابهات
نظر بر قایل آن کرده باید فهمید چنانچه در عبارت حدیث و آیه انفقت
لفظ قدم و رجل بر حق سبحانه که منزه از جسم و جوهر است آمده و همین
الفاظ از مجسمه بر ذات او تعالی وارد میشود چون معنی قول مجسمه میکنیم
میگوئیم که نزد مجسمه حقیقت این الفاظ بعینه بر حق تعالی اطلاق کردن
جائز است و این کفر محض و چون معنی ائمه و حدیث که این الفاظ وارد شده
میکنیم تسلیم باتاویل و چون او تعالی از جسم و جوهر منزه معنی حقیقی
آن را که مثبت جسمیت اند کفر میدانیم همچنین این اقوال صدر که از
بزرگان دین و صاحبان اسلام تمکین واقع اند از ملحد و مبتدع نیز

واقع اند قول ملحد مثبت حقیقت تناسخ است خذلهم الله سبحانه وقول
اکابر دین مقتضی تسلیم یا تاویل بموافق عقاید شرعیه بنهجی که بوی جسمیت
از ان پیدا نشود سوال در تسلیم از خود سکوت محض وقبول ان بحسب مراد ان
بزرگ است اما اگر تاویل کنیم چگونه در موقع بیان اریم بیان فرمایند جواب
چون معلوم شد که معنی حقیقی ان قول مثبت تناسخ است وان
ممنوع شرعی است صرف ظاهر معنی نموده باید فهمید که در طریق سلوک
تبدیل حالی بحالی و ترقی از مرتبه اول بمرتبه ثانیه رو میدهد هر مرتبه اول
بفنا می پیوندد و مرتبه ثانیه سالک ان باقی میشود و درین بقا چندین سکونت
کرده باز از ان رو بترقی می ارد باز حالت مرتبه اول بفنا می پیوندد
و بمرتبه ائنده باقی میشود و معامله او بطوری دیگر متحقق میشود و دران
مقام نیز قدری سکونت داشته حصول فواید نموده باز رو بترقی
می ارد الی ما یقتضی استعداد السالک بهذا و بعضی که اهالی استعداد
کامل اند در یک مرتبه تمام مرتبه فنا حاصل نموده بوصل حقیقی الذی
لا فناء له میرسند و دایما بوصل حقیقی بهره ورند و بعضی بسبب عدم
قوت استعدادیه با ترتیب از مرتبه بمرتبه دیگر ترقی فرموده و دران

قوت پیدا کرده مرتبه بمرتبه فنا و بقا حاصل مینمایند و صاحبان این استعداد
بعضی مبتدیان اند و بعضی متوسط و لب است که کار پیش هنوز باقی است
در میان کار به بقا مایل فنا محظوظ و مسرور مانند چون این تفصیل فهمیده شد
باید دانست که نزدیک اکابر تبدیل اوصاف سالک است از مرتبه بمرتبه دیگر
با وجود آنکه همین شخص واحد است که سیر مراتب فنا و بقا نموده و نزد اهل صحیح
و نزد ملحد و مبتدع تبدیل جسدی بجسدی واحد واقع و نزد ما باطل و کفر
مکتوب بعزیزی در منع از صحبت کفار که صاحب استدراج اند تحریر یافت
بورود رقیمه عقیدت اسلوب فرحت افزود بمطالعه آن حقیقت مرقومه لوح
انجامید شفقتا رجوع شما با مردم نفر المحض برای حصول ما لا یعنی است چیزی
که شما از قبح و ضرر آن خبر نداشته باشید با ما بیان لازم و واجب است که از آن
خبر دهیم و از ضرر آن مطلع سازیم و مخلص آنست که مخلص را از نیک و بد راه
مطلع سازد فرد اگر بینیم که نابینا و چاه است اگر خاموش بنشینیم گناه است
قسم برب محمد صلی الله علیه وسلم از آن روز که شنیده بودم که شیخ صاحب
بنزد منکر دین محمد صلی الله علیه وسلم با اعتقاد و حسن کشف او سیر در
ظاهر میکنید که بمجرد نشستن آنچه مطلب باست از صحبت آن منکر دین

حاصل میشود خوف پیدا شد که مبادا ان معتقدین ظلمت صحبت منکرین
در اعتقاد دین خلل پیدا کنند و باعث ضرر اخرت گردد میخواهم که از این معنی اگاه
سازم لهذا باین تقریب اظهار ضرر صحبت ان نموده مشفقا بر استدراج کافر
اعتبار نباید کرد ابلیس لعین که مردود قطعی است چنان استدراج دارد که در یک ساعت
ادمی میرود و مثل باد میگردد و از تحت ثری تا اسمان بیک لمحه سیر میکند و دجال
کافر در وقت حضرت امام مهدی ظهور خواهد کرد و بعجایبات استدراج مسلمین
را بطرف خود خواهد کشید و بی دین خواهند شد تا انکه حضرت امام مهدی را
باو اقامت مقابله جنگ نخواهد بود و حضرت عیسی علیه السلام فرود خواهد
امد و ان کافر بیک نظر قهر ایشان گداخته خواهد شد و ظلمت کفر از جهان
تا چهل سال من کل الوجوه دور خواهد بود هرگاه با وجود انچنین تصرفات این
ملعونان مقهور قهر الهی باشند کفار را نیز دانست که اثری از تصرف ابلیس ندارند
و حال انکه ظلمت انکار دین محمدی صلی الله علیه وسلم از ایشان هویداست چه اعتبار
بر ایشان باید کرد مگر ناقصی که در دین و کفر تفاوت نداشته باشد و کرامت
اولیاء و استدراج کافر را برابر فهمید لیکن انکس که کلمه گو کافر است ان مشفق
را چون بعقاید دین اراسته میدانم لهذا بملاحظه انکه مخلص دین در غلطی نیفتد

اگاه نمودم نفهمد که مرا با شما درین نصیحت نوع دیگر باشد نعوذ بالله منها
بلک از عقاید دین واقف کردم در قران مجید خوانده اید که حق تعالی از
دوستی کفار منع میفرمائید یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا
عدوی و عدوکم اولیاء هرگاه خدا تعالی با طایفه کفار را
دشمن خود گفته پس دوستی با دشمن خدا دشمنی با خداست و دشمنی ما خدا
محض کفر است پس دوستی کافر بکفر میرساند دیگر انکه با کافر ملاقات نشود
برای اینکه او را بصحبت از کفر برارید این ملاقات منع نیست اما کافر
را دوست خدا داشتن کفر محض است فقیر را با شما از دل و جان اخلاص است
لهذا از کفر اگاه ساختم لازم بود دیگر در خاطر نیارند فقیر را خیر خواه خود دانند و بدعا
اشتغال دارند مکتوب ۱۶۴ میان یار علی در تحقیق عارف کامل و واصل
صدور یافت سبحان من ظهر فی بطونه و بطن فی ظهوره باید دانست که
عالم حقیقت ذات جامع کمالات از مراتب تحتانی یعنی مراتب کونی
گذاشته بمرتبه حقایق اشیاء که غیب الغیب محض و مراتب مخفیه اند
رسیده ذات جامع را چه در مراتب غیب الغیب و چه در مراتب شهادت
ظاهر بلا حجاب اطلاق گاهی یابد و هر دو مرتبه را محض ظهور حقیقت ذات

جامع می را است پس این عالم کامل از ظلمیت برآمده باصل حقیقت
ذات پیوسته از ظلمیت بوی ندارد و همه ظلال را بحقیقت ذات بوجود
ثابت می یابد در این وقت این عالم کامل از حجاب بی حجابی و از ظلال
گذشته بحقیقت ذات عالم شده و اطلاق سیر را که آن انتقال از مکانی
بمکانی است بران جناب مناسب نمی بیند و بجز اطلاق ظهور که آن از
انتقال مبرا است بر زبان و سخن نمی راند فسبحان من ظهر فی بطونه و عارف
واصل مراتب ظلال مقید بقید ظلمیت است و طالب ترقی است
چون بحقیقت ذات نرسیده معامله ترقی او متعلق باسماء و صفات است
از ظل اسمی باسمی و از صفتی بصفتی ترقی می نماید لاجار در حق عارف
مذکور اطلاق سیر و انتقال از ظلی بظلی میتوان گفت فسبحان من بطن
فی ظهوره اینجا مقرر زیرا که حجاب بروی ظاهر و حقیقت بلباس
ظل بروی مخفی تا کجا کلام را کشیده بریم که مرتبه حقیقت ذات پایان
ندارد و بر جواب سائل پردازیم و قصه کوته کنیم سایل را باید که بفهمد که
به نسبت عالم کامل که اول حقیقت او بیان نموده شد نام سیر برو
نهادن از علو به پستی آوردن است و از مرتبه حقیقت ذات سیر آی

وصفی مضروب نمودن اری بر عارف واصل بواسطه ظلال است صبر
اسمی گنجایش دارد که او را العالم از مرتبه ظل اسمی بمرتبه ظلی دیگر ترقی
لازم لهذا المحقق اول را العالم کامل نامیده شد زیرا که بحقیقت
رسیده مظهر حقیقت علم واجبی شده از عرفان هیچ نمانده و محقق
ثانی را العارف مسمی نموده شد زیرا که از ظلال گذشته بحقیقت
علم مطلع نشده اگرچه معرفت ظلی پیدا کرده اما امید دار است که
هدایت حق سبحانه رهبری کند و از ظلال کلی خالی ساخته بحقیقت
رساند ان شاء الله تعالی ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله
ذو الفضل العظیم اخوی شفیقی یا علی تحیه سلام خوانند و عریضه
مطالعه فرمائید رسیده که خط یابند مکتوب به نواب عبد الصمد خان
در تاکید تعلیم که در اخر ولله رخصت یافته صدور یافت فقیر عبد النبی
بغرض عالی نواب صاحب بعد تحیه سلام میرساند فقیر بعد از رخصت
در رفاقت خانصاحب جانی خان بمنزل رسیده اداب خدمت
کثیر جماعه بجا اورده خداوند سبحانه زیاده ازین توفیق عطا فرماید
توقع از انجناب انکه بسبب ذخیره باطنی راحتی الامکان پرورش

نمائید تا سور شهود و حضور حق سبحانه ظهور فرماید و برای فنا و بقا که مثال
صورت متخلیه بیان در آخر رخصت نموده بودم صورت متخلیه را در نظر آورده
یقین بینند که هران هر بنده را فنا ذاتی و صفاتی است و بقا از فیض
سوی جل شانه بهیچ که دید بیدا کنند و مالکه کردد و اداب سوی جل شانه
بهیچ که دید بیدا کنند ملکه کردد و اداب کما یلیق للعبد الفانی هویدا کردد و توحید
عوام یکی گفتن است نه یکی دیدن عوام دید کثرتی دارند و گفتن وحدت
و خواص کثرت گویند و وحدت بینند زیاده دعای برکت دارین بحکمه
یا زاودی سفر موده باشند مکتوب بنام صوفی بلند ساکن جلال آباد
بالله نستعین وحدت وجودی در اصطلاح صوفیه علیه وحدت در کثرت است
و وحدت وجودی نزد اکابر این طریقه بکثرت و وحدت وجودی
صوفیه قدس سره مانع نظر از کثرت بلکه نظر بکثرت مانع نظر بوحدت
وجودی است و وحدت وجودی اکابر این طریقه مع نظر بکثرت
متحقق نظر بکثرت مانع وحدت وجودی ایشان نیست صوفیه
در نظر بکثرت محجوب شوند و این اکابر بحقیقت الحقایق میرسند
شتان ما بینهما عزیز من صوفیه قایل بوحدت وجودی بسبب غلبه

شهود در کثرت و غلبه شهود مانع نظر بکثرت شهود حیثیت یعنی
شهود غیب در مرتبه ثانی چون نظر صاحب شهود بر مرتبه ثانی نیست از مرتبه
غیب محجوب شتان ما بینهما و در اصطلاح ایشان کمالات صفات
واجبی که بحقائق اشیاء معروف اند در مرتبه ثبوت تقدیری دارا دنی
در غمی محض دارند و در مرتبه غیب بکونیه متحقق بحبر وجود غیبی هیچ اند
و وجود غیبی ثابت و متحقق مقتضی ظهور تقیدی امکانی از عدم نیست
منزه و چون وصول صوفیه در مرتبه شهود متحقق و کمالاتی که نزد ایشان
بصور علمیه و اعیان ثابته مشهور اند شهود کمالات غیبی در مرتبه
شهود که اثر شهود اول نور محمدی می نامند بکونیه تقیدی مقتضی
ظهور مرتبه امکانی مفصله تحتانیه اند لهذا از نیمرتبه مشهود صوفیه بصور
علمیه مسمی است که کونیه اینمرتبه غیبیه نیست کونیه شهودی و اکابر از نظر بغیب
چون از غلبه شهود غیب مرادند ناظر غیب اند و محتاط اند در نظر
بغیب و بکثرت وارد محجور شهود صوفیه عالیه اشیاء را مظهر حق
دانند و مظهر را عین مظهری نمی فهمند زیرا که صاحب شهود اند چون
مرتبه شهود اگرچه بنسبت ما تحت خود لطیف الطف است اما

فی الحقیقة

فی الحقیقة مقید است بکیفیت مجهوله الاجال بتفاصیل مراتب خود
عینیت دارد پس صوفیه باطلاق عینیت در هر مرتبه متحقق است من وجه
صادق اما در وصول ناقص مقتضی ترقی و اکابر این طریقه غیر اشیا را
مظهر حق دانند بواسطه حقیقت محمدی اما اشیا را عین حق نه دانند
پس عذاب نزد ایشان بر غیر قرب وصوفیه چون قایل عینیت اند
فهم کن که عذاب بر که آمد تعالی الله عن ذالک و در ولایت
خاصه علم حضوری ظلی است و بعلم حصولی متعبر است زیرا که در علم
حضوری زعمی که مظهر علم شهود اول است و علم شهود اول ظل
مرتبه غیب مطلق است اگرچه ظل را اصل دانند و حصول را حضور
فهمند انابت علم است وانابت خاص وانابت اخص
وانابت خاص الخواص انابت تام در ولایت عامه متحقق است
زیرا که روی بحق استدلالی دارند وانابت خاص در ولایت
خاص زیرا که از استدلال گذشته به تحقیق من وجه رسیده اند بطور
کشفی وجدانی انابت بشهود دریافت دارند بواسطه شهود بحق
وانابت اخص در ولایت اخص متحقق زیرا که اهل

اینمرتبه ز یافت شهودی ترقی نموده بنا یافت روآورده و از وصل
شهودی بفضل آمده انابت از محض تا یافت متحقق اما چون هنوز
اینکس را توجه حقی باقی است اگرچه مجهول الکیف است بواسطه توجه
حقی مجهو الکیف است انابت بحق دارد و انابت خاص الخواص در ولایت
انبیاء متحقق است زیرا که اهل اینمرتبه از استدلال و شهود و مرتبه توجه
مجهو الکیف گذشته وسایط تمام را قطع کرده بغیب حقیقی بغیب محض
رو بما دراى آورده پس صاحب انابت سابقه بیواسطه روی
بحق نداشته آن انابت ها را در حساب نا شمرده و انابت اصیل را
با انابت یاد آورده و صاحب این انابت بوصول حقیقی پیوسته ذالک
فضل الله عزیز سن وجه تخصیص اینطریقه نه اینست که بجمیع لطائف
متوجه شوند ملک وجه تخصیص اینطریقه بعد گذشتن از لطائف
بذات شریف حضرت علیه الرحمة و از تبع لطائف حسب استعداد یقین
ابتدای و توسط تعلق خفی و بیتوجهی محض و چون در مرتبه ولایت
عامه از شهود بهره یافته اند و در ولایت خاصه بهره یاب بس خصوصیت
پیدا کرده لاجار بولایت خاصه مسمی اند اگرچه در اصل شهود اند

کثرت منتفی است

کثرت منتفی ست اما چون شهود نیز از جمله کثرت ست لهذا فی الحقیقة
وجه فنا النسبی اند و بحقیقت اخص ممتاز شدند که انجا فنا حقیقی است
فافهم ولا تکن من القاصرین مکتوب بعنایت الله خان وزیر صوبه در معرفت
فرد سبحانه سبحانه اله ها سبحان من تحیّر فی ذاته سواها
فسبحان من احتجب عن الخلق بنوره وخفی علیهم لشدة ظهوره
فهو الظاهر الذی لا اظهر منه وهو الباطن الذی لا ابطن منه فسبحان
من ظهر فی بطونه وبطن فی ظهوره لیس کمثله شئی بعد تحیه سلام بعرض
نواب عالی جناب میرساند نوازش نامه متضمن معانی عجیبه و اسرار عالیه
غریبه بمعرفت خانصاحب اعز خان در جواب عریضه پرتو افکند بمطالعه عزت
ان برانواع مسرت شهود یه نمود آمد هر با من درین ایام شیب که در مدح آن
دارد بیت الشیب نوری لا احرقه النار اگرچه آن وزبان بشعور علائق
و سند صداقت بصدق باطن و نکاشتائی درماندگان خواهند برداشت
نا امید که بمکر او زار سابقه کاهی کرده جای که سالها بصدق طویت برین
مصروف کردند مسند ارادت مسند حضرات انبیاست علی نبینا و علیهم الصلوة
والتسلیمات که بعد عروج تام نزول باین مسند بمنصب نبوة فرموده اند اما حنیف

که اهالی هوا بامتزاج ظلمات عنصری از انوار فیض عدالت مهجور و مستتر ماندند و چنان مینماید که گویا این سند سند اهل هوا و ضلال است لهذا بسبب این غلطی غافل هم بکثرت الهجوم ظلمات طایفه اهل هوالدین سند تبرا میخواهد و فی الحقیقة لیس کذالک بلک اگر دستگیری کنند جلت انه نتیجه کمال متابعت حضرات معصومین علیهم الصلوة والتسلیمات بعد تعلق این سند و ابلاغ احکام رب تعالی بر ایشان تحقق الفرض حیث ما امکن بحکم و متوجه ادای حقوق انیکام باداب تمام باشند مکتوب بحافظ محمد عیسی در جهاما اباد جهد و رفت حافظوا علی الصلوة و الصلوة الوسطی رمز از این ایة کریمه بتاکید سوی حفظ صلوة خمس لطایف خمسه چون در لطایف خمس لطیفه سر مرجع و منبع جمیع لطایف است و وسط جمیع لطائف واقع برای حفظ صلوة او تاکید فرموده بکلمه والصلوة الوسطی ببلاغة کامله چون ظاهر است که بی حضور این لطایف صلوة ظاهر بر فی ناقص لهذا فرموده نبیه رسوله صلعم لاصلوة الا بحضور القلب پس باین معنی صاحب سلوک لطایف از اهل علم ظاهر افضل داقوی اند نعلمکم یا ایها الاخوان بحفظ السرایر فان الله مطلع علی الضمایر مکتوب

بمیان محمد اشرف

بمیان محمد اشرف در جواب واقعه ای ذالک الکتاب لاریب فیه
ای کتاب الذی فرمنه رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمک محمد صالح
لاریب فیه مبارک متبرک وسمی بهذا الاسم مع ثبوت اسمک من قبل
هذا ولا محل شبهة فی اسم الاشرف من جهة انه کان فی زمان ام
ابن الکعب کان فی ابن الکعب اسما بلا مسمی وفیکم بالمعنی المحمود بالمسمی
المشهود لانک اشرف الذی سماک رسول الله صلی الله علیه وسلم ثانیا وآله
محمد صالح بارک الله فی هذا الاسمین الشریفین برکة تامة اذ کان اشرف
المخلوقات سماه باشرفیت خاصة به اشرف المخلوقات فادر بالخلاصة
الکلام انک اشرف اباحة والصالح عزیمة مع جواز عمل الرخصة
اولی اختیار العزیمة فالاولی ان اسمک الصالح بضم اوله محمد تبرکا صلی الله
علیه وسلم فختم الکلام بالصلوة علی من سماک بهذا الاسم اللهم
صل علی محمد وآله وسلم مکتوب بمیان شیخ عبد الغنی صدور یافت در انا
فقرا فضیلت مآب شیخ صاحب میان عبد الغنی جیو از فقیر سلام
خوانند چون استحکام رابطه را یاد آوری قریب لازم است حقیقت
ماند بود مینویسان نباشند و دریکانه و بیگانه بیگانگت نباشند زیراکه

به نسبتی که همه را با مولی عزوجل است آیه چون منظور شد که کمالی که متحقق اند بشمارا

بحز مراتب داری ظهور کمالات صفاتیه نباید فهمید بجدی که این دید

خالی کرد و فقیر را با جماعه فقرا اسلام میرسانند مکتوب بعزیزی در تحقیق

معانی العلم نقطة وکثرها الجاهلون بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله

والسلام علی عباده الذین اصطفی در تحقیق معانی اَلعلم نُقطةٌ وکثّرها

الجاهِلُونَ استف رفته بود مستفاد حق تحقیق معنی این عبارت بر

متکلم این کلام ظاهر است اما آنچه در فهم رکیک این عاجز می درآید

اینست که در تحقیق اهل حقیقت درجات علم که ممکن را بآن توان دانسته

اند اجمالاً بر پنج مراتب منحصر ساخته اند اول وا قدم جمیع درجات

مذکوره درجهٔ نبوت مطلق که مشرف بآن مسمی به اخص الخواص است

وتحت ان ولایت اهل نبوت که متصف بان مسمی خاص الخواص است

وتحت ان ولایت ملائکه مقربین که اهل ان موصوف اخص است

وتحت ان ولایت اولیاء است که داخل در ان موسوم بولی خاص است

وتحت ان ولایت مؤمنین عالم که مشهور بعامه و ولایت است لیس

بحسب بهر در حد این قول شریف را معنی علی حده و تفصیلی جدا بعنی

برطور اهالی

بر طور اهالی ولایت عام که ابتدای این ولایت بعد ایمان بالله بتقلید
صحیح شرعی است و نهایت این تا مرتبه اجتهاد و قیاس معنی قول مصدر
امنیت علی که بجناب مجتهدین عظام عطا نموده اند محیط و جامع است جمیع
مراتب مفصله تحتانیه خود را بی احتیاج بسوی تفصیل بنحو نقطه که محیط جمیع
مراتب حروف است و این عزیزان در عین این مرتبه اجمال و بنظر نقطه
از ان تغیر کرده شد تمام مراتب تفاصیل مندرجه در اجمال راه یافته اند
چون استعداد توابع خود را بحیثیت علم تفصیلی از رسیدن بان علم
مجمل قاصر دیده اند از ان تفاصیل ان علوم مندرجه کشوده اند و بر اطلاع
اهالی ولایت خاصه که ابتدا این ولایت بعد حصول لذت است
بذکر قلبی و نهایت این تا مرتبه توحید شهودی است یعنی است
که علم و معرفت عارف حق بجناب قدس او سبحانه محض نقطه شهود
او است بی لباس حروف و الفاظ و چون وصول این مرتبه خاصه
منتهیان این ولایت است و متوسط و مبتدی را از عدم قابلیت
استعدادیه رسیدن باین دشوار بس لاجار حقیقت مشهود را
نظر در مراتب مندرجه او که بصورت تجلیات و تلونات در کار

ستفصر ظهور اندگرما ولطفا برای دورماندگان بلباس حیثیات تجلیات وغیره ظاهر ساخته اند وتعلق بان اهل ان را حجاب برداشته وبر تحقیق اهالی ولایت اخص ایمعنی است که علم وعرفان حقیقی عارف مرتبه جهل است بعد از علم چنانچه حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی قدس سره السامی از درگاه رب العزت سوال کرد که یا رب ما علم العلم قال الجهل من العلم وچون هر یکی را باین استعداد علمی سرفراز ساخته اند للجبار برای دورماندگان مرتبه فیت وشهود راکه متضمن حقیقة علم مقصود است واضح ساخته اند واولیاء تحت اوررابان نوآخته اند وبر طریق اهالی ولایت خاص الخواص تحقیق این قول اینست که علم وصلی که عارف را از ان نصیب است ازین جهل از علم است اما وصول باین جهل بعد انعدام توجه عارف است من کل الوجوه از حق دون حق وانعدام توجه محض طلب نامافیت راتوجه مقصود است نه معدوم یعنی بحسب مجهول الکیفیة ومراتب سری او موجود است ازینجا که درانجا توجه ومتوجه در رنگ متوجه الیه بیچون نماید از جهت عدم امتیاز بین الغیب النفسی والنسبی بلکه انعدام توجه موقوف است

ظهور حقیقت مرتبه

بر ظهور حقیقت نایافت وان بهره یافتن است از مظهریت صفات
واجبی بی توجهی عارف و چون این نسبت پس مرتبه است اعلی بحث
این درجه را نیافت نواخته اند و سکون دران با نها جایز داشته
پس مرتبه بی توجهی محو نقطه است و مرتبه توجه بکثرت ظاهر در تحقیق
مرتبه نبوت انبیا علیهم الصلوه والتسلیمات کرا طاقت که در زند اما
بموجب تعلم اعلی ان مرتبت تحقیق این قول حنین مینماید که کمال عرفان
در حق بنده وقتی تحقق شود به بی توجهی محض حاضر بایمان بالله باشد
بی مطالعه مظهریت و مظهریت پس نزد این عالم احق هر مرتبه تحتانی
مرتبه کثرت است که بسبب نارسیدگی اعلی مراتب تحتانیه با نیر تبه فوقانی
وحدت ایمانی را بکثرت علمی نموده اند لطفا علی العباد و اهل
هر مرتبه را در ضمن کثرت از وحدت حقیقی ایمانی بهره ور ساخته
ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم باین
تحقیق معلوم شد جهلی که بسبب کثرت و تفصیل شده جهل النبی است
و ممدوح است نه مذموم و در کشف الحجاب هلون اسناد فعل کثیر
بسوی فاعل حقیقی نیست بلکه مجاز است یعنی اسناد سبب بسوی

سبب ای کانوا سببًا للتکثر لعدم استعداد فافهم مکتوب
بحافظ محمد عیسی درجواب تحقیق الست بربکم قالوا بلی صدور یافت
مکتوب مشتمل بر چند سوال بود مطالعه آن فرحت حاصل گشت مرقوم
بود که خطاب الست بربکم بعالم ارواح واقع شده جواب بلی
بجا آورند درین ولا که روح در لباس عنصر محجوب گشته بحدی که غیر
لغت معروفه خود مثل عربی وغیره بسبب محدود مفهوم نمیکنند مرکب
روح وجسد بقدر مورچه‌ها برآورده عقل وتمیز داده خطاب الست
بربکم وارد کردند بقول انسانیان که بلی است عهد بستند بعد عهد
باز عود در پشت حضرت آدم علیه السلام نمودند کان لم یکن شدند
بعده که هر فرد از انسان بترتیب مراد خداوندی از پشت حضرت
آدم علیه السلام پیدا شد بوسائط پیدا میشوند از لم یکن شیئا
ظهور مینمایند وچون بعد بلغت معروفه خود طاقت ادراک ندارند
لهذا از لغات دیگر محجوب شدند ودرین سر الست دقیق لا یعلم
الا الله سبحانه وبعد انتفاع بروح از جسد چون قوت ادراک
دمعات ومعانی عطا خواهند فرمود جواب منکر نکیر واکثر علوم دیگر

برایشان آسان خواهد بود بفضل الله سبحانه دیگر واضح باد که مرتبه
ذات الله سبحانه چون بقابلیات ذاتیه خویش متحقق است از نسبت
نزد محققین صوفیه فی الحقیقة اطلاق تجرد که بمعنی قطع نظر از
صفات جائز نیست آری در مرتبه تفهیم و تصور چون از خصوصیت
ظهور هر مرتبه ذات و صفات از بیان چاره نیست لاجرم من حیث
حیثیت مفهومه هر مرتبه را بتجرد بیان نموده دیگر آنکه چه ذات مایان
و چه صفات فی الحقیقة فیض یابنده از ذات جامع کمالات ذاتیه
خداوند سبحانه است هرگاه صفات کمالات ذاتیه باشند پس هر
فیضی که در ظاهر از صفات مینماید فی الحقیقت از همه معیت بذات است
تا فهم مکتوب بعزیزی در امور منهیات صدور یافت بسم الله الرحمن الرحیم
بسم الله و الحمد لله و بالصلوة علی رسوله علیه و آله و الصلوة ای ساده
لوحان زمانه از فقرای یگانه زمانه این ادعا دارید که بعوض هدایا خود را
در اینچنین امور ممنوعه غیر مرضیه او تعالی باشتمام تریک سازند و ایشان
در حصول این بلای اختلال راضی باشند عجب است نمیدانند که برکت
درین طایفه در ترک این امور منهیه است اگر یک سر موی باطن خود را

در اینچنین مهمات مشغول نمایند جمعیت اصلی و قرب حقیقی از عرصه
باطن ایشان رخت بربندد و بابهای کرامت و استدراج پیدا آید عزیز
اینطایفه برای خیرخواهی شما است و اگر خیرخواه نباشند بدخواهی
در حق شما از ایشان هرگز منظور نیست اگرچه شما را در چشم شما
در ان زینت داده باشند پس ازین جماعت دفع این تعلق
خواهید و خیریت خاتمه با شآمت این امور غیر مرضیات ظلمت
نور ایمان للحق نشود و چون اخذ اعذار در مسئله مشروط بشرائط
معروفه بود و از فات الشرط فات المشروط مقرر است باید مسئوله
قبول نیفتاد معذور دارند مکتوب بمیان الهدین صدور یافت
در نسبت نایافت سالک مثل دیوار می باید که محض مهمل نماید
و پریشانی و سرگردانی است چرا که حضرت ایشان فرموده است فردی عجبی
که سرگشته شود طالب دوست ؏ عجب نیست که من در اصل سرگردانم لا
شاید که حقیقت نایافت نفهمیده اید والله در نایافت وصل حق
حقیقی است پرکوه سر زدن از جمله وسوسه شیطانی است دریافت
حق از همه یافت بکیفی نایافت پیدا کنند و بس مکتوب بعزیزان

صدد دریافت

صدور فیت انت العلیم الحمد لک والسلام علی عبادک الصالحین
چون بتفضل خاص بی بهانه خود اولیائی خود را باتوار تلونیات و تجلیات
در ابتدای و وسط نواخته استعداد ایشان را برای تحمل بار امانت
پرورش میفرمائی و بعد ازان بتفضل اخص از قید توجه بتجلیات
خلاص نموده بمراتب شهودی که داخل وصل بتلبس ست ابرازه
نبا یافت عطا فرمایی و ازانجا بالطایف بی بهانه اخص الخواص
بحقیقت نایافت مشرف میفرمائی زهی اقتدار الذ کمال لتو که بعضی را
بجهت مناسبت بمرتبه ولایت غالباً بخلوت رغبت دادی و کار
و بار ایشان را در ان خانه خلوت جاری میسازی و بعضی را ازانجا
بخشیده کرده بجلوت جی ازی و از منصب ارشاد عام که خاص جناب
انبیا است بمناسبت کمال تبعیت عطا میفرمائی و در حق طایفه
اول خلوت بسم قاتل نمودی و در حق آن بکمل که طایفه ثانیه است
خلوت را عین نقصان مقرر فرمودی الا نسبت آن خلوت در دل
ایشان را در مرتبه جلوت ترقی آوردی استدعا مینمایم که این عاجز
را از ... خوری این خم عفر عطا میفرمائی بایه بپایه مراتب دو نو

. ورن عُلبار ا مصرعہ ا

ا ا ر ا ر او طائف اام ص یاد

یا ا عا یاد ... یز ملاوا

کا ا ج ی احکام بخ فا ود

کلام الہ بدا ا ذت دار الاھو و ا سید

وجوی یہا اتر ا اتر ا ند ود کلام لو کلام

ورط ہدکلا کمانی ا

الاکاحہ رانی السلام شدہ

ال جبرائیل وتدا آزادی

بیسیح مخلوقی رادران حروف صوت حرفی

جنانچہ بیان حضرت السلام وکلام ملکی عیسی صلی اللہ

علیہ سلم اطلاع نداشت چہارم حرف جبرائیل حضرت

عائشہ مکتوب حجاب جاجی صوفی عبدالکریم

صد الک عالم چوں ام بود چرا

بیسی حقیقی کہ اللہ تحقیقی آید حضور مرو علامہ کرد کہ لطائف معلوم

مجہود نظو ۹

[illegible] حقیقی [illegible] حقیقی مشرف گردد و آن در اصطلاح [illegible]

این مرتبه دیگر [illegible] ی [illegible] زان [illegible] این را علم

[illegible] می خوانند این [illegible] در کمالات [illegible]

حقیقی ذات [illegible] ظهور [illegible] اند این مرتبه [illegible]

هر چند [illegible] حقیقی است اما در مرتبه ذات حقیقی [illegible]

[illegible] است بعلم حضوری و حصول علم در این مرتبه [illegible]

علم حصولی ذکر و [illegible] در مرتبه حضور [illegible] حضوری

حصول در علم [illegible] در حصول در حضور ایمان حقیقی بذات

حق [illegible] است و یقین صادق [illegible] حقیقی [illegible]

حقیقی متحقق میشود این مرتبه حصول در حضور [illegible] خفی و اخفی

حقیقت تعلق دارد اگرچه مراتب تحتانی نیز بهر سه لطایف تعلق دارند

اما این مرتبه متبوع و آن مراتب تابع تابع کجا و متبوع کجا مقصود متبوع است

و آن مراتب در میانه ترقی در ترقی است شکر خدا بگوید که این نعمت

نصیب داده مردم دیگری را الحمد [illegible] بشکرانه این دولت

نماز خوانده فاتحه خیر خوانید که حق تعالی پاینده [illegible] ادب الصفا مکتوب

در جواب شیخ فی عبد الکریم چند در فیت از اولیاء الله اند یکی از ایشان
آنکه دران [illegible] از حضرت باری [illegible] چرا که اعتقاد مقرر و مقدر چیست
پس دعا خواستن بی اولی میداند دوم طایفه آنکه همه
شما [illegible] از نیز [illegible] است اما مقدر بر دو مرتبه است مقدر بتقدیر

کیکج

مبرم مبرم البته [illegible] اصلا به هیچ وجه جایز نیست پس دعا خواستن
در مبرم تضیع اوقات است دوم معلق آن است که گردش از
بر دعا معلق داشته اند چون بر دعا معلق شده بدعا باید کرد دوم [illegible]
[illegible] مثبت که [illegible] حسب معلق که [illegible] پس شیوه بزرگان است [illegible]
حق سبحانه تعالی [illegible] را بر دعا معلق داشته [illegible] معلق را بر دعا موقوف
ساخته پس بنده را باید که برای معلق دعا خواند چرا که حق تعالی
چون [illegible] بر دعا [illegible] داشته باید دعا نا خواستن مخالفت امر الهی
جل شانه کردن است و آن منع است بزرگان ما [illegible] دوم طایفه اند
که مخالفت امر الهی جل شانه دارند بنیت امر معاو بر دعا [illegible] کنند
و اول طایفه که دعا نمیکنند شاید که همه را الحتمی داشته باشند یا شانه
نبیت مگر بود [illegible] والله اعلم بالصواب مرید دعا این حضور [illegible]

برای هم

برای ... [illegible] ... سبب لاکن

... [illegible] ... تمام شد

تاریخ وفات حضرت شیخ عبدالنبی ... قدس الله سره العزیز

ای دریغ از چشم ظاهر بین ... | ... نهان ... اولیا
ماه فیض افروز شام سالکان | پرتو خورشید شیخ ...
شمع جمعی کاده فی شانهم | الا ... لوا ... دار فنا
... اسلام حریم گوشش ... | ... علو ... ... ها
شاه ... پناه ... دان | ... اسرار ... الاصفیا
قبله ... اعتقاد | ... عزت ... علا
سود عرفان نور صدق و صید رزق | احد ... ...
صدر ارشاد ... طهران | منبع ... ایستا ... انتما
صحرا ... وجد ... | حضرت عبدالنبی ... نما
آسمان ... کسب ... | ... آه ... التجا

یارب از فیض قضا هم ز قدرت ها ... ای ... اک ... اما
وصفت الاحسان از مرقد ها ... از برفیض قضا رت گل نما
از کسوف مهر منصور ... ها ... صبح روشن شد از کجا چون
شد جهان ... در جسم و جان ها ... کلبه بی شمع ... دم را ضیا
سوخت ... ها ... ده کلک ... تا قضا
زآتش این تعزیت را هست ... عالی ... اشتر ... نادرا
کشته طغیانی چو سیل ... بشکن ... اشک خونین از درد ... دوره ها
زین جگر ... ها ... درد ... سیا
از پی تاریخ این جنازه ها ... دل کمین ... در فلک رسا
یافته از عالم حسن طلب ها ... ... که دید مهر ابتدا

۱۱۴۶

خلیفه عالی برحق

۱۱۴۶

عالم علم لدنی با صفا ها ... بحر عرفان مظهر نور شده را
... دارد نشا از وجود ... فیض ... آخرت خواهد از وی ... جلا

لعظیم

لفظ ضی [illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

طی [illegible]   [illegible] وحدت اعظم رسما

[illegible]   [illegible] وحدت [illegible]

[illegible]   [illegible] اولیا

[illegible] صدق [illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

[illegible]   [illegible]

ظلمتی اضداد اندر [illegible] عالمی   [illegible] ارض و سما

[illegible] سال تاریخ [illegible]   چون [illegible] صدق و وفا

کفت [illegible] هر دو نامی [illegible]   [illegible] کرم حلم و حیا.

[illegible] قربان گشت که در روضه است   [illegible] ای نور الهدا

ترجمۂ اردو

مجموعۃ الاسرار

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ

نام ہائے شجرۂ پیراں شنو اے مہتدی
ورد خود کن تاتو از امداد ایشاں برخوری

شیخ ما عبدالرسول نقشبندی مرشدی
شیخ او حضرت محمّد شہریار معنوی

خواجہ عبدالنبی ہم شیخ طاہر باشرف
حاجی عبداللہ از و حاجی شریف متّقی

شیخ آدم شیخ احمد خواجہ باقی خواجگی
خواجہ درویش محمّد زاہد احرار ولی

خواجہ یعقوب و بہاؤالدین دیگر میرِ کلال
خواجہ باباوان دگر خواجہ علی رامیتنی

خواجہ محمُود است و عارف خواجہ عبدالخالق است
خواجہ یوسف باز شیخ فارمدی بُوعلی

بُوالحسن پس بایزید و جعفرِ صادق بود
قاسم و سلماں اَبابکر و رسولِ ہاشمی

بر نبی و آل و اصحاب ہمہ پیران ما
صد ہزاراں رحمت حق باد نازل دائمی

احقر سعید احمد مہاجر اُرمڑ

مکتوب : ۱

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ احسنیہ کے بارے میں تحریر ہوا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ فقیر عبد النبیؒ ساکن قصبۂ سیام نے حضراتِ نقش بندیہ کا طریقۂ سلوک حضرت حاجی عبد اللہ سلطان پوریؒ سے بے انتہا خدمت کے بعد حاصل کیا۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت حاجی شیخ محمد طاہر عالم پوریؒ سے باقی ماندہ حاصل کیا، وہ حضرت حاجی عبد اللہؒ کے خلیفۂ کامل تھے نیز میاں محمد جانؒ ساکن قصبہ میانی کی صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ وہ بھی حضرت حاجی عبد اللہؒ کے کامل خلفا میں سے ہیں، اور ان دونوں بزرگوں یعنی شیخ حاجی محمد طاہرؒ اور حضرت محمد جانؒ نے قطبِ دوراں حضرت عبد اللہ جی سلطانپوریؒ سے براہِ راست طریقت وحقیقت میں کمال حاصل کیا ہے اور حضرت عبد اللہ جیؒ نے علمِ طریقت، غوثِ زماں حضرت محمد شریف جیؒ سے حاصل کیا ہے اور انہوں نے قطب الاقطاب حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے، اور انہوں نے سلسلۂ قادریہ، چشتیہ اور دوسرے سلسلوں میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی غوث صمدانی المعروف

بحضرت احمد فاروقی سرہندیؒ سے براہِ راست فیضِ طریقت حاصل کیا ہے حضرت سرہندیؒ نے شیخِ کامل حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا درویش محمدؒ سے، انہوں نے حضرت محمد زاہدؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے، اور انہوں نے حضرت یعقوب چرخیؒ سے اور انہوں نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندؒ سے، انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت میر سید کلالؒ سے، انہوں نے حضرت خواجہ بابا سماسیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت خواجہ شاہ علی رامیتنیؒ المشہور بہ عزیزاں سے اور انہوں نے حضرت محمود انجیر فغنویؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ یعقوب یوسف ہمدانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت کے بعد حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسیؒ سے، اور انہوں نے حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانیؒ سے اور انہوں نے بڑی خدمت سے حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے اور انہوں نے بایزید بسطامیؒ سے اور انہوں نے حضرت جعفر صادقؓ سے اور انہوں نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ سے اور انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ نیز حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ طریقت بلا واسطہ حاصل کیا۔

مکتوب : ۲

راہِ سلوک، نقش بندی طریقے سے طے کرنے کے متعلق لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جان لو کہ طریقت میں سلوک کی ابتدا لطیفۂ قلبی کے ذکرِ خفی سے ہوتی ہے اور یہ لطیفۂ قلبی بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اس لطیفہ میں اسم ذات کی تکرار کی جاتی ہے، اور لفظی صورت میں بھی پسندیدہ نام کو دل کے لوتھڑے میں داخل کیا جاتا ہے، لیکن اس طریقے سے کہ اس پسندیدہ نام کی تکرار میں صرف جامع کمالات کی ذات

کا یقین ہو۔ اس مقام پر اپنی استعداد کے مطابق سالک فنا اور بقا حاصل کرلے گا اور جو شئے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ذکر میں لذّت اور جمعیّتِ خاطر پیدا ہو اور محبّت غلبہ پائے، اور اس کے بعد نفی و اثبات سے حبسِ دم فرماتے ہیں اور اس کا حاصل دنیا سے تعلق کی نفی ہے۔ اس سے ذکرِ قلبی کی طاقت بھی میسّر ہوتی ہے۔ اس ذکر کے بعد لطیفۂ روحی جسے ایک طرح سے دل میں کہتے ہیں، کا مقام دائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ اس مقام پر تجلیات اور فنا کی کیفیّت کچھ اور ہی ہوتی ہے کہ اگر ہاتھ آجائے تو پھر جمعیّت خاطر اور لذّتِ مطلوبہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد لطیفۂ سِرّی کا ذکر سینہ میں، لطیفۂ خفی کا ذکر پیشانی میں، اور لطیفۂ اخفٰی کا ذکر دماغ میں کرتے ہیں۔ سالک کو اس کی استعداد کے مطابق یہ تجلیات، فنا اور یہ مرتبے حاصل ہوتے ہیں اور ضروری ہے کہ یہ ذکر قلب اور ر... ح میں کیے جائیں۔ جب یہ لطائف اللہ کے نام سے نور حاصل کرتے ہیں ان کو سیرِ لطائف کہتے ہیں۔ اس کے بعد جامعیت کے خیال سے اخفٰی سے قدم تک وجود کے ہر ذرہ میں ذکر کرتے ہیں اور جب وجود کا ہر ذرّہ ذکر کرنے لگ جائے، تو اس کو ذکرِ سلطان کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکرِ سلطان اس طرح غلبہ کرتا ہے کہ جس پر نظر پڑے اور جو کچھ سنائی دے، اور جو کچھ چھونے اور چکھنے کے حواس سے متعلق ہو جائے، اس میں اللہ کا نام پایا جائے گا۔ اس کے بعد اگر سالک مستعد ہے اور اسے ہر لطیفہ کی تکرار یاد رہے، تو نام اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے کہ ہر لطیفہ میں بلکہ اپنی پوری ذات میں وہ اللہ کا نام آواز کے مدّ و جزر کے ساتھ نورانی اور پُر صفا پاتا ہے۔ اس مقام پر یاد رہے، کلمۂ طیبہ کی نفی و اثبات کا ذکر بھی کرتے ہیں، لیکن ضرب اور حبسِ دم ہو یا نہ ہو اللہ کے نام کی مدّ کے ساتھ نفی و اثبات کی تکرار یادداشت کی طرح کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام حرف اور آواز کے بغیر نام کے نورِ صفائی و حضوری کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اس پر بدن کا ذکر ختم ہو جاتا ہے، لیکن روح کے ذکر کے سلسلے میں اس طریقہ کی خصوصیت

یہ ہے کہ سالک ان مقامات پر جذبات کی شدّت سے بے ہُودہ اور فضول باتوں کا مرتکب نہ ہو صرف شرعی عقیدہ کی پیروی سے عبادت میں مصرُوف رہے اور اگر اس مقام پر پردہ عجائبات کے ظہور کی وجہ سے بے خوفی سے مغلوب ہو جائے، تو اس تمام کو ولایتِ خاصّہ کا سایہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس ذکر کا آغاز ہوتا ہے، جو بدنی مراتب کے ضمن میں روح کے جوہر سے تعلق رکھتا ہے یہ وہ حضُوری ہے، جو کسی لفظ، حرف، سمت، مقام، فوق اور تحت سے بے نیاز ہے، جیساکہ اس کی ذات کے شایاں ہے۔ اس کو حضُوریِ مسمّی یاد داشتِ مسمّی، اور شہودِ مسمّی کا نام دیتے ہیں۔ اس مقام پر اس طریقہ کی خصوصیت خالص پاکیزگی، بے کیف حضوری اور محض شہُود ہے اگرچہ دوسرے طریقوں میں یہ وحدت الوجود اور عینیت بن جاتا ہے جیساکہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دوسرے متاخرین کے کلام سے پتہ چلتا ہے۔ اس مقام پر سالک کی استعداد کے مطابق تصرّفات ظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ کے سوا باقی سب سے قطعِ تعلق مقصود و مطلُوب ہوتا ہے، یہ مکمل استغراق و تنزیہ ہے، اور اللہ کی ذات و صفات میں فنا ہو جانے کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کے مالک کا مقصد جب تک تنزیہ اور شہود اور بقا کا حصُول ہے، اسے ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ اس ولایت کو بزرگوں کی اصطلاح میں ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں۔ جس وقت اللہ پاک کے فضل سے توجّہ جو خیال کے تصرّفات میں سے ہے، گُم ہو جانے اور نایافتگی کے درجہ پر پہنچ جائے، تو اسے ولایت اخص (انتہائی خصوصی) کہتے ہیں اور چونکہ ولایت اخص میں توجہ معدوم نہیں ہوتی، بلکہ بے کیف ہونے کی وجہ سے خود گُم ہوتی ہے، اس لئے اس کا کیف نامعلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ولایت کو ولایتِ مجہُولہ کہتے ہیں اور سالک نے اپنی طاقت کے حساب سے جو فضل عام کی وجہ سے موجود ہوتی ہے، محنت و کوشش سے کام کو اس منزل پر پہنچایا ہوتا ہے۔ اس سے آگے فضلِ خاص کی ضرورت ہے، تاکہ اس کے علم کے مرتبوں کے مطابق اس پر ضروری علم کا اظہار اور حقیقت انسانی کا انکشاف ہو، تاکہ مخفی توجہ

سے اطلاع پاکر اس بلند مرتبہ پر فائز ہو اور حقیقی بے توجہی سے جس کا انحصار اللہ تعالےٰ کے علمِ حضوری اور حضوریِ علم پر ہے، مشرف ہو۔ اس وقت توجہ معدوم ہو جائے گی۔ اور توجہ کے بغیر اپنے آپ کو یقیناً کیفِ حقیقی کے بغیر حاضرِ جناب سبحانہ وتعالےٰ پائے گا۔ اس سے اُسے معلوم ہو گا کہ میری یہ حضوری مروّجہ علوم کی وجہ سے نہیں، بلکہ ضروری علم کی بدولت ہے کہ تمام انبیا کا عالم، بے توجہی اور انسانی حقیقت کے مرتبے سے ہے۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالےٰ مرشدِ کامل کی پوشیدہ برکت سے خود بخود عطا کر دے، تو یہ محض اس کا فضل ہے ورنہ مُرشد کی باطنی نظر کی تعلیم کی بدولت وہ ادنےٰ مقامات سے اعلےٰ مقامات تک عرُوج کرے گا اور اپنی انسانی حقیقت کو معلوم کرلے گا کہ اس شخص کا یہ پہلا مرتبہ نورِ اوّل کے ضمن میں بے حجابی سے، پہلے نُور یعنی نُورِ محمدّی صلی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت کرنے سے ہے اور اس حضوری کے مرتبہ کے مالک اور حضوریِ علمی کو ولایت انبیاء کے کمالات سے بہرہ وری کہتے ہیں۔ اس مقام پر جس طرح سالک کو صفتِ علم کا اظہار حاصل ہو گا۔ اسی طرح وہ تمام ضروری صفات کے اظہار سے مُجمل یا مفصّل طور پر بہرہ یاب ہو جائے گا اور صرف بے توجہی کی بدولت خود کو اور غیر کو ذات وصفات کے اعتبار سے ذات واجب کے کمالات کے مظہر سے، جو مطلق اور بے کیف ہے، بغیر کسی تشبیہ کے شائبہ کے حاصل کرلے گا اور اس کی نظر اس ذاتِ بے کیف کے حضوریِ اظہار کے ذریعے سے غالب وکامیاب ہو گی اور چونکہ اس اعلےٰ مقام میں صفات کا حصول ہوتا ہے، اس لیے اگر خدا کے فضل سے معلوم ہو جائے کہ ذات اپنے ذاتی اوصاف کی محرم ہے اور اسی طرح دوسری صفات کے بارے میں بصیر وسمیع ہے اور یہ ذاتی اوصاف اس کے بقیں سے زیادہ ہیں، تو صرف بے توجہی کی بدولت تحقیق اظہار کی طرف پیش رفت کرے گا اور اپنی تمام ذاتی قابلیتوں کو اُس کے حضور میں صرف کر کے نایافتگی کی حقیقت سے بہرہ ور ہو جائے

گا اور پھر اللہ کے علم کی بجائے اللہ پر ایمان لے کر حاضر ہو گا۔ اس وقت وہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کمالات سے بہرہ یاب ہو گا اور ذاتِ جامع صفات کو پالے گا۔

میرے عزیز! ولایتِ انبیاء اور نبوتِ انبیاء کے کمالات تک پہنچنے کو آسان نہ سمجھا جائے۔ ان مقامات کی باریکی اور بلندی "نکات الاسرار" سے واضح ہوتی ہے اگر چاہو تو ان کی تفصیل وہاں دیکھ لو، یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۳

جو صاحب طریقہ احسنیہ کی اصطلاح کے بموجب چھ لطائف کی تحقیق کے بارے میں مخدوم زادہ محمد عمر کے نام لکھا گیا وہ حضرت حاجی عبداللہ کرہ ٹی کے فرزندوں میں سے ہیں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی نبیہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(تعریف اللہ کی، سلام اسی کے منتخب بندوں پر، بالخصوص اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی آل اور اُن کے تمام صحابہ پر)

اللہ تعالٰے تمہیں نیک راہ پر چلائے۔ جان لیجیے کہ نقش بندی مسلک میں طریقہ احسنیہ کے مقصد قریب ترین ہے اور سالکوں کو اس کی تفصیل جاننا ضروری ہے مختصر طور پر اس کا کچھ حصہ چند سطروں میں لکھا جاتا ہے۔ جان لینا چاہیے کہ جب کوئی سچا طالب اللہ پاک کی توفیق سے اس طریقہ کے بزرگوں میں سے کسی ایک عزیز سے متوسل ہوتا ہے، تو وہ سب سے پہلے استخارہ سکھاتے ہیں اور استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہو جائے اور دنیا داری کی باتوں کی ضرورت نہ رہے، تو تازہ وضو کرلے اور ایک سو ایک بار "استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ" (میں ہر گناہ سے

اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں، اور توبہ کرتا ہوں) پوری صدق دلی سے پڑھے۔ اس نیت سے کہ تمام جسمانی اور روحانی گناہوں سے جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ میں نے توبہ کی، اور نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس کے بعد اٹھ کر دو رکعت نمازِ استخارہ کی نیّت کرے، یعنی کہ میں دو رکعت نماز استخارہ ادا کرتا ہوں، تاکہ حق تعالےٰ مجھے اپنے رسُولؐ کی متابعت میں اپنی رضا کے حصُول کے لیے مُحکم رکھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی ایک بار، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ "الکافرون"، ایک بار پڑھے۔ اپنے آپ پر پوری طرح خوفِ خدا طاری کرے اور گریہ وزاری کرے۔ اور نماز ختم کرنے کے بعد ایک سو ایک بار درُود شریف پڑھے، اس کے بعد ایک سو ایک بار کلمۂ تمجید پڑھے اور اس کے بعد نہایت عجز و انکساری سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ جب نیند کا غلبہ ہو۔ تو زمین پر سو جائے اور اگر معذُور ہے، تو پھر جس طرح چاہے سوئے۔ اس کے بعد جو کچھ خواب میں بشارت ہو۔ مُرشد سے بیان کرے اور اگر پہلے روز بشارت نہ ہو، تو پھر تین روز تک اسی طرح استخارہ کرے یا استخارہ کے بعد اپنے دل پر نگاہ دوڑائے کہ کیا استخارہ کے بعد اپنے دل کو اُسی طرح اعتقاد میں مضبُوط پاتا ہے، جس طرح پہلے تھا۔ یہی بشارت ہے۔ پس مُرشد کو چاہیے کہ تنہائی میں اسم اللہ کے ذکر کی تعلیم دے۔ یہ اللہ کا اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالُو سے لگائے، اور خیال کی نگاہ قلبِ صنوبری پر ڈالے، اور آنکھیں بند کر لے اور قلبِ صنوبری کا مقام بائیں پستان سے دو اُنگل نیچے ہے اور یقین رکھے کہ گوشت کے اس لوتھڑے میں لطیفۂ نورانی ودیعت کیا گیا ہے۔ اسے دل کہتے ہیں۔ پس پوری طرح اس کی طرف توجّہ کرے اور اس گوشت کے لوتھڑے کے اندر سے اللہ جلّ شانہ، کا نام کہلوائے۔ اس طریقے سے کہ اس نام کو غیرِ ذات نہ جانے، اور حتی المقدور اس حالت کو اُٹھتے بیٹھتے ہاتھ سے جانے

نہ دے۔ اس کے بعد مرشد کو چاہیے کہ خود اس کے قلب کی طرف توجہ کرے۔ اور اس توجہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمت اپنے مرید کے قلب کی طرف لگائے اور اپنے قلب کے منہ کو مرید کے قلب کے منہ پر تصور کرے، اس طرح کو درمیان میں کوئی اور خیال نہ آنے پائے۔ اور پورے خشوع وخضوع سے اللہ پاک کی جناب میں التجا کرے کہ ذکر کا نور سالک کے دل میں قوت پیدا کرے، اور قلبی جذب کے ذریعے مرید کے قلب کے باطن کو اپنی طرف کھینچے۔ اور اسی طرح کم وبیش ایک ساعت (گھنٹہ) تک مرید کے حال کی طرف متوجہ رہے، اس طریقے کے اکابر کی ارواح پاک کو اپنے شاملِ حال جان کر اس تصرف کو ان کی طرف سے اس وقت یا اس کے بعد امداد جانے۔ اس کے بعد مرید سے پوچھے۔ اگر وہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے اور اس نے آرام پالیا ہے، تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لے، اور اسے خدا کے حوالے کرے اور اسے بتا دے کہ طریقۂ نقشبندیہ میں یہ طریقہ احسنہ خلیفۂ زماں حضرت سیدی شیخ آدم بنوریؒ کی طرف سے ہے۔ جب مرید اسم ذات کے ذکر میں لذت پانے لگے، تو اسے نفی واثبات کے کلمہ کی تعلیم دے۔ جب نفی واثبات کو مشہور طریقے سے اکیس (۲۱) بار تک پہنچا دے اور اپنے دل میں بے تعلقی کا اثر پانے لگے، تو حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔ اس کے بعد لطیفۂ روحی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کا مقام دائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے، اور لطیفۂ روحی کو سفید، سفید کپاس کی طرح، تصور کر کے اسم ذات کا ذکر جس طرح کہ لطیفۂ قلبی میں لکھا گیا ہے پورے خشوع سے کرے اور ہر وقت اس سبق کو دہراتا ہے، حتیٰ کہ ذکرِ قلبی کی طرح اس میں بھی خاطر جمعی اور لذت حاصل کرے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کو ان دو لطیفوں میں تجلیات سے سابقہ پڑتا ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ حتی الامکان اپنے آپ کو ان تجلیوں سے مغلوب نہ ہونے دے، اور قلبی نظر میں اللہ تعالیٰ کے تنزیہ کو محکم کرے۔ اس کے بعد لطیفۂ سری (خفیہ) کی تعلیم دے۔

یہ نہ سمجھے کہ یہ سفید یا سُرخ رنگ اس لطیفہ کا ذاتی رنگ ہے، بلکہ یہ اس کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، جو عالمِ مثال میں سالک کی تسلّی کے لیے ظاہر ہوتا ہے اور جب سالک نچلے مرتبہ پر تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اس لطیفہ کی شکل سالک کی پسندیدہ صورت میں بطور نیک فال کے ظاہر ہوتی ہے، تاکہ متفرّق اُمور سے اس طرح سے جو اُس لطیفہ سے قربت رکھتا ہو، تعلق پیدا کرے اور مختلف اندیشوں کی نفی ہو جائے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام سینے کے درمیان ہے، دونوں پستانوں کے درمیان۔ اور اسم ذات کا ذکر اس طریقے سے، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، بار بار کرے اور اپنے آپ کو تمام اوقات میں اس ذکر میں لگائے رکھے، حتّٰی کہ خاطر جمعی اور لذّت حاصل ہونے لگے۔ اس کے بعد اسی طرح لطیفۂ اخفٰی کی تعلیم دے اور اس مخصوص لطیفہ کا مقام پیشانی میں ہے اور اس مقام پر مذکورہ طریقے سے اسم ذات کی تکرار کرے۔ اس لطیفہ کے حصول کے بعد لطیفۂ اخفٰی کی تعلیم کرے اور اس لطیفہ کا مقام سالک کے سر کے اُوپر، تالو ـــــ میں ہے۔ مذکورہ بالا طریقے سے اسم ذات کی تکرار سے یہاں بھی لذّت حاصل کرے۔ یہی بیان ہے، اس حدیثِ قُدسی کا جس میں فرمایا گیا ہے "اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ مُضْغَۃً وَّفِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَّفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَفِی اَخْفٰی اَنَا"، (بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے، اس قلب میں ایک فواد ہے، اس فواد میں سِرّ (راز) ہے، اس سِرّ (راز) میں ایک خفی ہے، اس خفی میں ایک اخفٰی ہے اور اس اخفٰی میں "مَیں ہوں"۔

میرے عزیز! بزرگوں کی اصطلاح میں اس سیر کو سیرِ لطائف کہتے ہیں اور جب بار بار کرنے سے یہ سیر ختم ہو جائے اور سالک اپنی استعداد کے مطابق مختصر یا مفصّل طور پر اس سیر کو حاصل کرے، تو چاہیے کہ اُسے پھر لطیفۂ قلبی کی طرف لایا جائے۔ اور اسم کی یادداشت کی تعلیم دی جائے، کیونکہ اس سے پہلے تکرار اسمی ہی تھی اور اسم کی

یاد داشت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو قلب کے اندر سے، جو نورِ محض ہے اِس طریقے سے کہے کہ تکرار کا ارادہ نہ کرے، بلکہ اللہ کے اسم کی مد کو لمبا کرے، اور ایک آواز کی طرح نکالے، اور اس ایک آواز کی اس طرح حفاظت کرے، کہ ٹوٹنے نہ پائے اور اگر ٹوٹ جائے، تو پھر نئے سرے سے شروع کردے اور یاد داشت کی قوت کے کے لیے نفی و اثبات کے نام کو لمبی مد کے ساتھ، چاہے حبسِ دم کے ساتھ اور چاہے حبسِ دم کے بغیر، اختیار کیا جائے اور جب یہ نسبت اس طریقے سے قوت پکڑے کہ اپنے دل میں بلکہ تمام لطائف میں، بلکہ تمام بدن میں اس کے نورِ تمام کی بدولت اس آوازِ محض کو ایک جیسا پیدا کرلیں، تو ان لطائف کی بات، جو بدن اور الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں، ختم ہوگئی۔ اب اُن لطائف کے بارے میں کوشش کرنی چاہیے، جو الفاظ کے بغیر ہیں۔ اب اسم کی یاد داشت کے بعد مُسمّیٰ کی یاد داشت کی تعلیم دینی چاہیے۔ یعنی قلب کے مقامِ خاص کو نظر میں رکھ کر اس لطیفہ پر نظر ڈالنی چاہیئے، جو ایک امرِ نُورانی ہے اور جس کا ذکر اُوپر ہوچکا ہے۔ محض ایمان سے حق سبحانہ تعالےٰ کو بے پردہ حاضر یقین کرے، لیکن بے کیفی اور بے جہتی سے اور تمام جہات کو نظر سے ہٹادے اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ بے کیف و بے جہت حاضر ہے۔ چنانچہ اس علم کو کسی وقت بھی آنکھ اور سمجھ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اگر غفلت سرزد ہوجائے، تو پھر اسی طریقے سے حاضر کرے، حتیٰ کہ مشاہدۂ نور کو سر سے پاؤں تک گرفت میں لے لے اور اس میں پوری طرح محوّیت پیدا کرلے، یہاں تک کہ نُورِ حق کے سوا اپنے یا اپنے علاوہ کسی اور کو نہ پائے۔ اس مقام پر اگر اشیاءِ شہُود کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی معیّت میں عین حق نظر آنے لگیں۔ تو اس طائفہ کی اصطلاح میں اسے توحیدِ وجُودی کہتے ہیں اور اگر اشیا کو گم کردے، تو ان اشیا کے پرے حق تعالےٰ کے جمال کا نظارہ کرے گا اور اشیا کو نظر سے ہٹا دینے کو توحیدِ شہُودی کہتے ہیں اور جاننا

چاہیے کہ یہ دونوں مقامات اس ولایتِ خاصہ میں پیش آتے ہیں، جو اولیائے اُمت کی ولایت کا حصہ ہے۔ اس سے پہلے سیرِ لطائف کی تجلیات وغیرہ سے اسم کی یادداشت تک جو پیش آتا ہے، وہ ولایت اولیا کے سایہ میں ہوتا ہے، اگرچہ ولایتِ اولیا والے اُس ولایت کے اہلِ ظل کی نسبت زیادہ کمال رکھتے ہیں۔ لیکن ابھی اُس مطلوب حقیقی کا حصول جو اشیا کے پردے کے بغیر ہو، اس سے آگے ہے۔ اسے اس کی اُمید کرنی چاہیئے۔ سالک کو چاہیے کہ ان تجلیات و مشاہدات کی لذت میں پھنس کر نہ رہ جائے، بلکہ مزید ترقی کا طلب گار رہے۔ اس کے بعد اگر وہ پیرِ کامل بن جائے، تو ان غلبات کے گرداب سے محض توجہ ہی سے اپنے مرید کو باہر نکال لے گا اور اس کے ذہن کو ان تجلیات و مشاہدات اور توجہات سے خالی کر دے گا اور نایافتگی کی تعلیم دے گا اور نایافتگی کے سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ مرید کے ذہن میں حق کے ساتھ یا حق کے بغیر، خواہ وہ لطیف دالطف ہی کیوں نہ ہو، قرار پائے اور تصور میں آئے، اُسے بالکل نکال کر خالی الذہن کر دے اور ہر وقت اس کی سابقہ توجہ کو زائل کرنے کی کوشش کرے، تاکہ اس کے باطن میں مطلوب و غیر مطلوب کی طرف کوئی توجہ پیدا نہ ہو، بلکہ اس کا مطلوب بے توجہی اور یقینِ صاف ہو جائے۔ یہاں تک کہ کچھ بھی معلوم نہ رہے، سوائے نورِ یقین کے۔ سالک جب تک اس معاملہ میں توجہات کے دُور کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ ولایتِ اخص کے مرتبہ کا سالک ہوتا ہے اور جب نفی کی حاجت نہیں رہتی اور توجہات و تصورات کی آمد و رفت سے آئینۂ دل صاف ہو جائے، اور بے توجہی اور بے تکلفی حاصل ہو جائے، تو وہ ولایتِ اخص کے کمالات پا لیتا ہے۔ لیکن ابھی اس واصل کی توجہ اور تصور معدوم نہیں ہوا ہوتا، بلکہ مفقود ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے مکتوب میں ذکر کیا گیا ہے اور یہ پاکیزہ ولایت چار مقرب فرشتوں کے سپرد ہے اور ان کی متابعت میں اولیائے اُمت کے نصیب میں بھی ہے بشرطیکہ

استعداد کی مناسبت پیدا ہو جائے اور جاننا چاہیے کہ اس ولایتِ خاصّہ کے مقام میں توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کے مقامات ہیں۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے توحیدِ وجودی لطیفۂ قلبی سے پیدا ہوتی ہے اور توحیدِ شہودی، لطیفۂ روحی سے ظاہر ہوتی ہے اور نایافتگی کی نسبت لطیفۂ سرّی کا خاصّہ ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ ہزاروں میں سے کس کس کو اس نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے، دے۔ وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔ جاننا چاہیے کہ نایافتگی کے مقام کے بعد یافت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سالک لطیفۂ سرّی کو تجلیات سے خالی کر لیتا ہے، تو اس وقت اگرچہ مشاہدہ کا تجلّی ہی ہوتا ہے، تاہم وہ وصلِ حقیقی کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، اس لیے وہ اربابِ جہل میں سے ہوتا ہے۔ اب اگر پہلے فضل کے بعد اللہ تعالےٰ مزید فضل کرے، تو وہ یک لخت ہی اپنے آپ کو عناصر و نُور کے مرتبہ سے بلند تر پاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نسبت کو پالینا حقیقتِ انسانی ہے اور یہ نُورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، اور نُورِ اوّل، نُورِ محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کو شہودِ اوّل بھی کہتے ہیں، یہ علم مُرشد کی تعلیم سے یا شاذ و نادر تعلیمِ غیبی سے علم ہو جاتا ہے کہ میرا مطلوب تک پہنچ جانا، جو ولایتِ خاص تھی، اپنے علم کی بدولت اور اپنے علم کی خصوصیات کی بدولت تھا۔ اس مدّت میں کہ مجھے اس نعمت سے نوازا گیا ہے اور اس نعمت کا حصول اللہ تعالےٰ کے علم اور اس کے علم کی خصوصیات کی بدولت ہے اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے میرا علم محض توقّف و معطل ہے۔ میرا علم جو کچھ جانتا ہے، وہ اللہ تعالےٰ کے علم کی خصوصیات کی وجہ سے جانتا ہے۔ چنانچہ جب یہ بات سمجھ جائے، تو وہ ہر وقت اپنے ذاتی، صفاتی اور کمالاتی مرتبوں کو اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کا مظہر جانے، اور اس کے اظہار کے سوا اور

کچھ نہ پائے۔ کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جس نے چکھا نہیں اس نے جانا نہیں۔ چونکہ ولایت کے ہر درجے کی 'ابتدا' 'وسط' اور 'انتہا' ہوتی ہے اس لیے اس مرتبہ کی ابتدا میں آخری غلبہ جسے ولایتِ انبیاؑ (ان سب پر درود و سلام) کہتے ہیں، باطن کی تنہائی کی کوشش محض ہے، جو حقیقت کی حیثیت سے حق کے پانے یا نہ پانے کی وجہ سے ہے اور اس مرتبہ کے وسط میں تنہائی میسّر ہوتی ہے اور تنہائی کی حقیقت کو پالینا اس امر کی اطلاع ہے کہ اپنی صفات، اور اللہ تعالےٰ کی صفات کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اس مرتبہ پہ اگرچہ وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بدولت ہی جانتا ہے اسی کی بینائی سے بینا اور اسی کی قدرت سے قادر ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ابھی تک اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کی حقیقت اس عارف پر کما حقہٗ پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی ہوتی چنانچہ جب وہ یہ جان لے گا کہ اللہ تعالےٰ کی صفات اس کی ذات سے زائد نہیں اور یہ کہ عالم کو علم کی وجہ سے عالم اور بینا کو بینائی کی وجہ سے بینا وغیرہ، کہا جاسکتا ہے، بلکہ ذات خود جاننے والی (علیم) ہے اور علم ذات کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات سے بینا ہے، اور بینائی اس کی ذاتی قابلیت ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات ہی غیبت اور غربیت کے اطلاق کے بغیر ہے۔ چنانچہ دنیا حق ہے اور اللہ پاک کے حکم سے خود بخود ہے اور عارف کے لیے یہ سوائے اللہ کی ذات، صفات اور کمالات کے مکمّل اظہار کے اور کچھ نہیں اور اس وقت وہ بجُز یقین، اس مرتبہ کی نہایت پر فائز ہوگا۔ لیکن کسی شخص کو اس مرتبہ پر مُجمل یا مُفصّل طریقے سے نوازا جائے گا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے، دے۔

اے بھائی! جتنی تنہائی کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اس دائرہ ولایت میں دخل اتنا ہی زیادہ ہوگا اور انبیا کی نبوّت کے کمالات کے بارے میں کیا کہا جائے کہ اس مرتبہ کی حقیقت، کہنے اور لکھنے سے ماورا ہے۔ لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ اگرچہ انبیا کی ولایت

اور ان کی نبوت دونوں اصلیت کے دائرہ کے اندر، اور ظلیت (سایہ) سے پاک ہیں، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ولایت میں اللہ تعالےٰ کی صفات کی حقیقت سے وصل ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کی استعداد کے درجات کے مطابق ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا (یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ اور ہم یہ ہدایت نہ پاتے، اگر ہمیں اللہ ہدایت نہ دیتا، اور ہمارے رب کے رسول نہ آتے)

مکتوب: ۴

برادرانِ دین کے نام اللہ تعالےٰ کی حدیثِ قدسی کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد برادرانِ دین مطالعہ فرمائیں کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

"اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَ مُضْغَةً وَّفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفٰی وَالْاَخْفٰی اَنَا: (بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اس لوتھڑے میں ایک قلب ہے اور اس قلب میں ایک فواد ہے اور اس فواد میں ایک سِرّ (راز) ہے اور اس سِرّ میں ایک خفی ہے اور اس خفی میں ایک اخفیٰ ہے اور وہ اخفیٰ میں ہوں) چنانچہ سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ بزرگ صوفیہ کی اصطلاح میں ان لطائف خمسہ کے علاوہ لطیفۂ نفس کو بھی شاملِ سلوک کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ضروری مطلب اس لطیفہ کو سنوارنا ہے۔ اس کی اہمیت کے باوجود اس حدیثِ قدسی میں اس کا ذکر یا تو اس کی ابتدائی کمینگی اور بخیلی کی وجہ سے نہیں آیا، یا پھر تمام لطائف کو احاطہ اور شامل کرنے کی بنا پر آخر میں ہوگا۔ یا پھر کسی اور وجہ سے ہوگا۔ الغرض ہر

لطیفہ کے ظہور کے لیے جسم کے اندر مخصوص جگہ ہے جو اپنی مخفی قابلیتوں کی نسبت سے ظہور میں آتا ہے اور اس ظہور کو ظہورِ ظلی کہتے ہیں۔ اور ایک ظہور مکان کے تعین کے بغیر بدن کے اندر نفس اور ذات کے ظہور سے واقع ہوتا ہے۔ اس ظہور کو ظہورِ اصلی جانتے ہیں اور سمجھ لینا چاہیے کہ لطیفۂ قلبی کے ظہور کا مقام صنوبری لوتھڑا ہے جو بائیں پستان کے قریباً دو انگل نیچے ہے اور یہ مرتبہ ولایت خاصہ کی ابتدا کا ہے۔ اس مقام پر ولایت خاصہ سالک کی شروع کی مشغولیت لفظ "اللہ" کے ذکر سے ہوتی ہے اور ذکر کی صفائی اس وقت ہوتی ہے، جب یہ صنوبری لوتھڑا سوائے اللہ کے نام کے نقش کے، تمام دوسرے نقوش سے پاک ہو جائے اور اس صفائی کی علامت آئینۂ خیال میں سرخ رنگ کے لطیفہ کی نمود ہے اور لطیفۂ روحی کے ظہور کا مقام جس کو حدیث میں "فواد" کے نام سے پکارا گیا ہے، دائیں پستان کے نیچے قبل ازیں ذکر کردہ فاصلے پر ہے۔ اور لطیفۂ سرّی کے ظہور کا مقام سینے کے درمیان ہے اور لطیفہ خفی کے ظہور کا مقام پیشانی میں اور لطیفہ اخفیٰ کے ظہور کا مقام دماغ میں ہے۔ یہ تحقیق حضرت شیخ المشائخ حضرت پیر دستگیر آدم بنوریؒ کی ہے۔ اگرچہ بعض عزیز اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں لیکن یہ اختلاف کشفی ہے اور اس لطیفہ کے سالک کی ابتدا بھی اسم اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی نمود سفید رنگ سے شروع ہوتی ہے۔ لطیفۂ سرّی کی نمود سبز رنگ میں، لطیفۂ نفس کی نمود زرد رنگ میں، لطیفۂ خفی کی نمود زیادہ سیاہ رنگ میں ہوتی ہے اور یہ بلند ذکر ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اپنی الٰہی تجلیات سے نوازتا ہے جن کی کوئی انتہا نہیں اس مقام پر سالک کی رسائی ظلی مظاہر کے اُن لطائف کی مخفی صلاحیتوں کے ساتھ ہوتی ہے، جن کا کوئی ظہور نہیں ہوتا۔ سوائے نوع بنوع تجلیات کے۔ اس وصل کو وصل ظلی کہتے ہیں جب سالک کی استعداد اُسے اس مرتبہ سے آگے ترقی کے لائق بنا دے، تو کسی قسم

کے لفظ و حرف کے تکلّف کے بغیر وہ باطنی نظر سے ذات پاک کو دیکھنے والا اور اس کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے۔ اس احسنیہ نقشبندیہ طریقہ کی خوبی دیکھئے کہ اکثر دوسرے طریقوں میں سالک کو اس توجّہ کی تعلیم تشبیہات کے انداز میں دی جاتی ہے، حتیٰ کہ بعض ساری ساری عمر انہی تشبیہات میں گزار دیتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے، بلکہ وہ وصلِ تشبیہی کو کئی مراتب تک رسائی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تجلّی ذات سے نہیں، بلکہ متجلّی لہٗ کی صورت کے سوا قائم نہیں ہوتی اور جس پر تجلّی کی جائے اس کی مثال بھی آئینہ کی طرح ہے کہ وہ اس میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو نہیں دیکھتا اور ذاتِ حق کو دیکھنا ناممکن ہے۔ پس وہ یہ توقع نہ کرے کہ اس تجلّیِ ذاتی سے آگے کے مدارج کی طرف ترقی ہو سکتی ہے۔ گویا اُسے جوہرِ نفیس کی طلب سے منع کر کے خزف ریزوں پر قناعت کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے اس سلسلے میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم بھٹکے ہوئے اگر ترقی کی طلب نہ کریں اور انہی خزف ریزوں پر قناعت کریں، تو پھر کام کیا کیا؟ ہر کوئی اپنا اپنا طریقہ اختیار کرتا ہے چنانچہ طریقہ نقشبندیہ کے بزرگ مذکورہ سلوک کے شروع میں تنزیہِ محض بے کیفی اور بے جہتی کی طرف توجہ کا حکم فرماتے ہیں۔ اس جگہ پر حضرت خواجہ بزرگ نقشبند کی بات کو مطلب سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم فضل حاصل کرنے والوں نے نہایت کو ابتدا میں درج کیا ہے۔ ہمارے راستے میں "فتوح" بہت اور "مشکلات" کم ہیں۔ دوسرے لوگ "مشقتِ کم" کے معنی اور "فتوحِ بسیار" کا مطلب کسی اور طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن اس فقیرِ حقیر کے نزدیک اگرچہ اس طریقہ میں مشکلات زیادہ سے زیادہ ہیں، لیکن ان فتوحِ عالی کے مقابلے میں جو تنزیہ کی ابتدا میں اُسے حاصل ہوتی ہیں، کم ہیں اور اپنے دامن کو تشبیہ کی گرد سے آلودہ نہیں کرنا چاہیئے اگر مجھے ہزار برس کی عمر بھی مل جائے اور ایک لمحہ بھی آرام نہ کروں اور شدید ریاضت

کردں، تو بھی یہ ساری مشقت ایک جو کے برابر قیمت نہیں رکھتی اور تشبیہ کے سالک، مقصودِ حقیقی سے بہت ہی دور ہیں، کیونکہ وہاں تک تشبیہ کی پہنچ ہی نہیں، اور مراتبِ تشبیہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ مقصودِ اصلی سے واقف ہی نہیں۔ اگر مشقت کم کریں گے اور اس کے عوض میں مقصودِ اصلی کو نہیں پائیں گے، تو ان کے لیے مشقت زیادہ سے زیادہ ہے۔ میں مختصر طور پر کہتا ہوں کہ جب لفظ آواز اور جہت کے لباس کے بغیر اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرف توجہ کی جائے، تو اس طریقہ پر چلنے والے کو بے اختیار توحیدِ وجودی مل جاتی ہے۔ یعنی جلال کے انوار اور جمال کے نور کے غلبہ سے ہر وجود مضمحل ہو جاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اشیاء انوارِ ظلی کے لباس سے مشہود ہوتی ہیں اور یہ شہود جلال و جمال کا ہوتا ہے اور چونکہ اشیاء سے وجود کی نسبت ظِل (سایہ) کی سی ہوتی ہے، اس لیے یہ درمیاں سے اٹھ جاتا ہے، اور اس کو ظِل کے لباس سے ظاہر کرتے ہیں اور یہ قلبی نظر کے ذریعے لطیفۂ قلبی کے نفس کی نمود ہوگی اور چونکہ روح کو ہر وجود کے ذرہ ذرہ سے، اور ہر روح سے، جو ہے ایک تعلقِ اتصال ہے، جو الگ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس وقت انہی انوارِ روحی کی بدولت یہ محبوب ظاہر و بے حجاب ہوگا۔ اگرچہ یہ بے حجابی بے شمار ذرائع سے جمال و جلال کے انوار سے حاصل ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ دائرۂ ولایت میں داخل ہے، لیکن دوئی کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور سالک بے حجابی کی نعمت سے مفلس و محروم ہوتا ہے اگر بے حجابی ہوتی ہے، تو انوارِ روحی سے، کیونکہ وہ انوارِ جسم کے اجزا سے متصل ہونے کی بدولت "گویا کہ وہی" ہو گئے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک جزو کی خاطر ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ پہلا وصل الفاظ کے وسیلے سے اور دوسرا وصل الفاظ کے وسیلے کے بغیر ہے، دونوں وصل پوشیدہ ہیں۔ لیکن اس دوران میں سالک تاریکی کے سایہ کے ایک درجے کو چھوڑ کر نورانی لباس میں پہنچ گیا اور ترقی کا رُخ

کر لیا۔ کیونکہ شروع میں وہ ناظرِ مضغہ تھا جس کے پاس خیال کی نظر تھی اور اس کا مقصود انوارِ قلبی تھا اور اب وہ ناظرِ قلب ہے اور اس کا مقصود انوارِ رُوحی ہے اور جب انوارِ قلبی جسم کی ظلمات سے رنگے جاتے ہیں اور اس رنگے جانے سے انوارِ رُوحی دُور ہوتے ہیں، اس لیے دونوں وصلوں کے درمیان ایک واضح فرق نمایاں ہوتا ہے۔ اس جگہ "لوتھڑے میں قلب اور قلب میں فواد" کا مطلب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سالک کی ترقی کی خبر دینے والا ہے اور ان کمالات کا حصول ولایتِ خاصّہ میں ہے۔ اگر کسی شک اور عیب کے بغیر اللہ تعالےٰ کا فضل سالک کے شاملِ حال ہو اور اسے توحیدِ وجُودی سے توحیدِ شہودی کی طرف لے جائے، یعنی اشیا کو دیکھے بغیر، دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا بنا دیں اور انوارِ ذاتیہ کی طرف متوجہ کر دیں، تو وہ اس مقام پر لطیفۂ روحی کی طرف متوجہ ہوگا اور لطیفۂ سِرّی کے انوار اس کی طرف متوجّہ ہوں گے "اور فی الفوادِ سِرّ" (فواد یعنی دل میں راز) کے معنی یہی ہو سکتے ہیں اور روحی اور سِرّی نُورانیت کا باہمی فرق یہ ہے کہ اگرچہ روح قالب کی ظُلمات میں رنگی ہوئی ہے لیکن انوارِ قلبی کی برزخی کیفیّت کی بدولت جنھوں نے رنگ کے بوجھ کی امانت کو اپنے لیے نُور نجز یز کیا ہے، یہ رنگ روح پر نہیں چڑھایا گیا۔ اس لیے وہ بالکل پاک اور صاف ہے۔ لیکن برزخ کی مناسبت کی وجہ سے اپنے بلند مرتبہ سے فرق اور دُوری رکھتی ہے، خواہ وہ مجہول الکیف ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ وصل بھی پوشیدہ وصل کے دائرے میں داخل ہے لیکن اس سے پہلے جن دو مرتبوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا لباس ظُلمت اور جسم کا تھا۔ اس مرتبہ نے وہ کچھ دیکھا، جو اس نے دیکھا میرے عزیز! گزشتہ دونوں مرتبے اس ولایت کے سائے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت بنوریؒ کی اصطلاح میں ولایتِ خاصّہ کہتے ہیں۔ دوسرے مُحقّق اسے ولایتِ صُغریٰ کہتے ہیں اور اکثر بزرگ صوفیہ نے اس مرتبہ پر قیام کیا ہے۔ کیا خبر کس کو یہ اعزاز دیا گیا ہو؟ اس کے

بعد اگر لباس کی دلیل سے بے حجابی کی طرف لے جایا جائے، تو وہ صاف صاف صاحبِ وصل اور منتخب ہوگا۔ یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں کہ اگر عین حالتِ شہود میں اس سے پرے کی طرف مائل ہو، تو مطلوب ہے۔ منتخب شخص میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ یعنی اس شخص کا پالنے والا اسم الہادی ہوتا ہے، جو دلیل کے اسم کی تربیت کا امتزاج رکھتا ہے۔ اس مقام پر لطیفۂ سرّی ناظر ہے اور لطیفۂ خفی منظور اور سرِ خفی کو اسی تحقیق سے سمجھنا چاہیے۔ منتخب شخص امتزاج سے پاک اور خالص ہوگیا ہوتا ہے، اگرچہ ابھی اس کا انتخاب ظلّی ہوتا ہے۔ اس وقت رائے قابلیّت خفی ہوتی ہے اور جو ظاہر و نورانی ہوتی ہے، وہ اخفیٰ ہوتی ہے اور یہیں سے خفی میں اخفیٰ (فی الخفی اخفیٰ) ظاہر ہوتا ہے اور اس ولایت کو ہمارے حضرت جی کے ہاں ولایتِ اخص (خاص الخاص) کہتے ہیں اور دوسرے اکابر اسے ولایتِ عُلیا کہتے ہیں نیز اس مقام پر توجہ اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے، اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے چنانچہ اگرچہ اس مقام کا پانے والا جُحّت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ "اخفیٰ" اور "انا" کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہتا، جو حجاب بن سکے، لیکن ذاتِ پاک کے ساتھ لطیفۂ اخفیٰ کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے مراد "انا" ہے اور چونکہ سالک کا مقصود نُورِ اخفیٰ ہوتا ہے اور اگرچہ وہ ذاتِ پاک سے بے حجابی کا تعلق رکھتا ہے، اس نئے سالک کی توجہ ابھی باقی رہتی ہے، خواہ وہ توجّہ بے کیف اور معدوم ہی کیوں نہ ہو۔ اس مقام پر نفسِ معلُوم کی بدولت معلوم شدہ کیفیت، غیر معلُوم بن جاتی ہے، اور اس حیثیت کو حیثیت مجہولہ کہتے ہیں، کیونکہ اس کا حامل حقیقتِ مطلُوبہ سے بے خبر ہوتا ہے اور یہ بے خبری سابقہ علم کی نسبت ہزاروں درجے ترقّی پر ہوتی ہے۔ اگر اس کے بعد فضل ہو جائے، تو پھر ناظر، اخفیٰ ہوتا ہے اور منظور، ذاتِ الٰہی ہوتی ہے چنانچہ فی الاخفیٰ اسی معنی کی خبر دیتا ہے۔ اس مقام پر توجّہ کی بُو نہیں رہتی۔ اور یہ دونوں مقامات

ایسے ہیں کہ اگر توجہ کی بجائے علم اللہ مل جائے، تو وہ انبیاء کی ولایت کے کمالات کا مالک بن جائے اور اگر "علم اللہ" کی بجائے "ایمان باللہ" مل جائے تو وہ انبیا کی نبوت کے اصل کمالات کا مالک بن جائے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ کس کو مل جائے آخری دو مرتبوں کا ذکر ہم نے اشارتاً کیا ہے، ان تک پہنچنے والا سمجھ جائے گا۔ مقلد کے لیے یہی چند حرف کافی ہیں۔ السلام علیکم وعلی من لدیکم (تم پر سلام اور تمہارے ہم نشینوں پر بھی سلام)

مکتوب: ۵

سید عبدالرشید جہاں آبادیؒ کے خط کے جواب میں۔

شروع خدا کے نام پر جس کا کوئی شریک نہیں، جس کی صفات میں کوئی تنازع یا اختلاف نہیں اور جس کی کوئی صفت اس کی کسی دوسری صفت کے مخالف نہیں سب تعریف اسی کو سزاوار ہے جس نے اپنے فضل سے عبدالرشید کو الوابِ مکتوبات کے حالات سے معانی اور اشارات کی خبر دینے والا بنایا۔ ہم بھی ان کی متابعت میں اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں، جو بہت ہی اہم ہے اور اپنی بات کرنے سے پہلے طوالت سے بچ کر اللہ پاک کی مختصر طور پر حمد کرتے ہیں، جس کی صفات کی کوئی ضد نہیں اور جس کی کوئی صفت ایک دوسری کی ضد نہیں۔ اگرچہ اس کی صفات میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، لیکن ان صفات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ یہ دونوں صفات نقصان کا تقاضا کرتی ہیں، لیکن وہاں کوئی نقصان نہیں حمد و صلوٰۃ اور دعوات و تسلیمات کے بعد مکرمی و مشفقی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے نوازش نامے کے وصول ہونے سے فقیر پُر تقصیر عبدالنبیؒ سرفراز ہو گیا اور جو کچھ آپ کے مہربان قلم نے معانی و اشارات کی صورت میں لکھا تھا اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے نصائح اور ہدایا سے اس عاجز کی رہنمائی کی۔ اس کا شکر یہ کس طرح بیان کروں کہ قلم ایسا کرنے سے

قاصر ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کو حور و قصور سے معمور جنت الفردوس کی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مرتبہ کی تربیت عطا کرے اور تنومند کرکے ایسی الفت پیدا کرے کہ حور و قصور سے صرف نظر کرکے ہماری توجہ اس جنت کی طرف مبذول کرائے، جس میں حور و قصور نہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلی سے ہنستے نظر آتے ہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اللہ کے پاس ایک جنت ہے جس میں کوئی حور نہیں، کوئی قصر و محل نہیں، اللہ تعالیٰ اپنی تجلی کے ساتھ ہنستے ہیں۔ اس ہنسنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں ہنسنا خطا ہے۔ جب پہلے مقام پر حور و قصور کا ذکر ہوا تو اس میں وصل پوشیدہ ہے اور استعدادِ عالی کو اس سے تسلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ حجاب ہے اور حجاب محبوب سے الگ ہوتا ہے اور خدا سے پوری اُمید ہے کہ وہ اس مرحلہ سے گزار کر بے پردہ توجہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پرے سے پرے، بلکہ اور پرے سے پرے ہے اور اس وصل کو وصلِ عُریاں کہتے ہیں اور اس مقام پر اگرچہ بیرونی غلبہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن وہ توجہ جو آخری حجاب ہوتی ہے، باقی رہتی ہے اور یہ تربیت دونوں مقامات پر اسمِ دلیل کے ظہور کے وصل سے ہوتی ہے اور اس کا پھل علمِ لدنی، خداداد علم، کا سایہ ہے اور یہاں مدد کرنے والا جذبہ ہے۔ اس لیے ہر اہل صفا پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے اُمید رکھے کہ وہ اپنے اسم 'ہادی' کے ظہور کے طفیل ہمارے باطن میں علم لدنی کے سایہ کی بجائے علم لدنی اصلی ظاہر کردے تاکہ اس کی بدولت توجہ منقطع ہو جائے۔ پس جان لیجیے کہ وصل جسے وصلِ تلبیس (پردہ دار) کہا جاتا ہے وہ ولایت کی ابتدا میں ہوتا ہے، اور اس ولایت کے وسط کو بعض کے نزدیک ولایتِ صُغریٰ اور بعض کے نزدیک ولایتِ اولیا کہتے ہیں اور وہ وصل جس کو ہم نے وصلِ عُریاں لکھا ہے وہ اس ولایت کے آخر میں ہوتا ہے اور شروع میں توحید وجودی حاصل ہوتی ہے اور بعد میں توحیدِ شہودی اور وہ وصلِ ظلی اور تصرفِ خیال کی انتہا ہے۔ اور اس کے بعد وصلِ ظلی کا کوئی دخل نہیں رہتا۔ بلکہ ان

دونوں مرتبوں کے بعد وصل منقطع ہو جاتا ہے اور فصل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس ولایت کو ولایتِ اخص اور ولایتِ ملاء الاعلیٰ اور بعض مشائخ کے نزدیک ولایت العلیا کہا جاتا ہے اور اس سے توجہ کٹ جاتی ہے لیکن معدوم نہیں ہوتی، بلکہ وجود اور عدم کے درمیان مشتبہ رہتی ہے ترقی کرنے والے بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس اشتباہ کے دور کرنے کی دعا کرے۔ یہ حالت توجہ کے معدوم ہونے پر موقوف ہے یہ کیفیت اصلی علمِ لدنی کے ظہور سے پائی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے فیضِ عام سے ہے جو ازلی اور قدیمی صفات سے متصف ہے، جس کی ذات وصفات سے کوئی مطلع نہیں ہوتا سوائے اس کے، جسے اللہ تعالےٰ اصلی علمِ لدنی سے سرفراز فرمائے اور اس وصل میں حجاب کا کوئی تتمہ اور کوئی فاصلہ نہیں ہوتا اور اس میں ان روشن اور حقیقی اشیاء کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اور کوئی شئے خفیہ نہیں ہوتی، اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ آخری بلند مرتبہ خلوالمتخیلہ اور تخلیص السرّی کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی حجاب، فاصلہ، نسبت اور اشارہ بطرفِ مطلوب نہیں رہتا۔ اس کے تین مرتبے ہیں۔ اس کی ابتدا کو علمِ حضوری کا مرتبہ، اس کے وسط کو حضورِ علم کا مرتبہ، اور اس کی انتہا کو حضور در حضور کا مرتبہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ سے اہلِ قبور بھی واقف نہیں۔ حالانکہ وہ حور و قصور کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور ان تینوں مرتبوں کی تحقیق نہایت مشکل اور پیچ در پیچ ہے۔ اس کی تشریح کاغذ کے صفحہ پر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اسی مختصر پر اکتفا کیجئے، اس ولایت کو انبیائے بزرگ کی ولایت کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ولایت کبریٰ ہے۔

اس مرتبہ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، سوائے تفصیل اور اجمال کے۔ کیونکہ پہلے وصلِ اصلی وعلمی میں حقیقتِ قدیم کی صفات کا تفصیل سے ذکر ہوتا ہے اور دوسرے وصل میں ایقانِ اصلی اور ایمانِ غیبی کی طرف علم کا عروج ہوتا ہے اور یہ تمام کمالات سے مزیّن ذات سے وصل ہے اور یہ

اجمال ہے۔ جو ایک بحرِ عظیم ہے، جس کی بے شمار تفصیلات ہیں اِس اجمال و تفصیل کو اُس اجمال و تفصیل پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، جو نچلے مرتبوں میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں تشبیہات، حجابات، تلبیس اور غلطیاں بھی ہیں۔ یہ دونوں مرتبے۔ یعنی ولایتِ انبیا اور ان کی نبوّت، انہی تک مخصوص ہے، اللہ تعالےٰ نے یہ مقرّر کر دیا ہے کہ ان کے بعض کمالات ان کے بعض اولیا پر، پیروی اور متابعت کی بدولت مکمّل اور حقیقی طور پر، محض تشبیہ اور سایے کے طور پر نہیں، ظاہر کیے جائیں اور یہ اللہ کا فضل عظیم ہے۔ جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔ یہ خوش بختی کی بات ہے۔ دیکھیں کس تک پہنچتی ہے۔ ان دونوں بلند مرتبوں میں خیال و جذبہ کی بُو تک نہیں ہوتی۔ بلکہ ان میں توجّہ، اللہ تعالےٰ کی طرف سے پسندیدگی اور برگزیدگی ہے۔

مکتوب : ۶

یہ مکتوب اُس حدیثِ قدسی کی تحقیق میں ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں۔ چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں۔"

اللہ تعالےٰ اپنی تمام صفات شانوں اور اُن کے تقاضوں کے مطابق واحد حقیقی ہے اور عین وحدت و توحید میں اس کی تمام صفات، شانیں، اور ان کے تقاضے مُجمل و مفصّل اسی کو معلوم اور محقّق ہیں اور اُن کے ظہور کے مختلف مراتب میں پابند ہونے کے بارے میں وہ مکمل طور پر بے نیاز ہے جیسا کہ میرے ایک عزیز نے کہا ہے ؎

ہر شان و صفت کہ ہستیِ حق دارد　　　　در خود ہم معلوم و محقّق دارد

(اللہ تعالےٰ کی ذات جو شان و صفت رکھتی ہے، اسے اپنے طور پر پُوری طرح معلوم ہے)۔

وہ پابندیوں کے بارے میں آپ اپنا محتاج ہے اور ان کے دیکھنے سے بالکل بے نیاز ہے۔ چنانچہ کتابوں میں یہ جو خزانۂ پوشیدہ کا ذکر ہے، تو یہ پوشیدگی دراصل پوشیدگی عرفی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی کمال ذاتی اور صفاتی بے نیازی کے باوجود اُسے اپنی صفات اور ان کے تقاضوں کا ظہور پسند آیا، جیساکہ اس نے فرمایا "میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں" اور چونکہ وحدتِ حقیقی کا مرتبہ، صفات و ملزومات کے تمام مراتب کا جامع ہے، اس لیے وہ غیبِ حقیقی کے مرتبے میں اپنی جامعیت کے ساتھ ظاہر ہے، اور اس کی محبت کے تقاضے سے اس کی تمام صفات و ملزُومات کے ظہُور کا مرتبہ ایسا ہے کہ اسے "غیب الغیب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پہلے اجمالی طور پر شہُود کے مرتبے پر اور دوسرے تفصیلی طور پر، کہ کہا "پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ جانا جاؤں" چنانچہ اپنی حکمتِ کاملہ سے اس "غیب الغیب" کے جامع مرتبے کو شہُود کی جامعیت سے ظاہر کیا۔ چونکہ وحدتِ حقیقی اپنی تمام ذاتی صفات کے ساتھ ازل سے ظاہر اور شہُود کی قید سے پاک ہے، اسلئے عینِ شہُود کے عالم میں بھی ظاہر د حادث ہونے کی قید سے آزاد ہے۔ یہ صرف کہنے کے لیے ہے، جیساکہ فرمایا "صرف اللہ تھا اس کے ساتھ اور کوئی شے نہیں تھی اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے، جیساکہ پہلے تھا" جس طرح وہ پہلے کسی قید کے بغیر ظاہر تھا، اسی طرح وہ اب بھی اپنے ظہُور سے ظاہر ہے۔ کوئی حلول، کوئی اتصال، کوئی قید اور کوئی فصل نہیں۔ اور صاحبِ بصیرت اپنی آنکھوں سے مطلق غیب کو اُسی طرح دیکھ سکتا ہے، جس طرح دنیا کے ظہُور کے بعد، اور اس کے سامنے کوئی پردہ نہیں۔ اس پہلے دیکھنے کے مرتبہ کو شہُودِ اوّل کا نام دیا جاتا ہے اور شہُودِ اوّل کا یہ مرتبہ ذات کے ظہُور کے ضمن میں اسمائے جامعہ اور صفاتِ حقیقی کی بدولت ہر اسم، صفت اور اس کے ملزُومات کو اپنے اندر شامل رکھتا ہے، خواہ انسان اور فرشتے کے حقائق ہوں اور خواہ جو کچھ زمین و آسماں میں اور ان کے اندر ہے۔ اور چونکہ شہُودِ اوّل کے مرتبہ میں انسانی صفات

کے انوار دوسری تمام مخلوقات کے انوار سے افضل ہیں، اور انبیا حضرات کے انوار تمام انسانوں کے انوار پر محیط اور عالی ہیں، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس حدیثِ قدسی کے مطابق "اگر تو نہ ہوتا، تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا" تمام کائنات کے سرتاج اور حاصلِ موجودات ہیں، کا نور تمام انبیا (سب پر سلام و درود) کے نور سے زیادہ افضل، کامل، قابلِ اطاعت اور ظاہر ہے، وہ شہودِ اوّل کے مرتبہ میں واجب الاطاعت ہیں، کیونکہ آنحضرت کا نور مرتبہ اوّل کے غیبِ مطلق اور وحدتِ حقیقی اپنی تمام صفاتِ ذاتی کے ساتھ ظاہر و موجود ہے اور صفات کے ملزومات جو غیب الغیب ہیں اور ذاتی پوشیدگی کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے نورِ محمدی جو اللہ تعالےٰ کی شان کا مظہر جامع ہے شہودِ اوّل کے مرتبہ میں خارجی طور پر ظاہر و موجود ہوا اور دوسرے تمام مراتب شہودہ اس شہودِ اوّل کے مرتبہ میں مخفی اور پوشیدہ ہیں چنانچہ ثابت ہو گیا کہ اگر شہودِ اوّل کے مرتبہ کو مجموعی طور پر نورِ محمدی کا مرتبہ کہیں تو مناسب ہے اور جب شہودِ اوّل کے مرتبہ کی جامعیت کی حقیقت "جو نورِ محمدی ہے" بیان ہو گئی، تو اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کے مفصّل مراتب کو بیان کیا جانا چاہیے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور تمام عالم میرے نور سے ہے"۔ اگرچہ حکمتِ بالغہ سے نورِ محمدی کے ضمن میں، کہ اسے شہودِ اوّل کہتے ہیں، اسماء صفاتِ حسنہ کے تقاضوں کے انوار کو مخلوق فرمایا گیا اور ہر فرد کے نور کو روحانی اور جسمانی ظہور کا مقتضی قرار دیا۔ لیکن چونکہ تخلیق سے مقصود اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ظہور تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تاکہ میں جانا جاؤں"، اس لیے معرفت کا ظہور معرفت کے نور کے ظہور کے بغیر اور ہر فرد کے نور کے ظہور کے بغیر ایک دوسرے سے روحانی اور جسمانی طور پر اجمال کے مرتبے سے حاصل نہیں ہوتا اور تمام توابع کا ظہور تمیزی، اولیں واجب الاطاعت کے ظہور پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے، موقوف ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نور میں دو قابلیتیں ہیں یعنی ایک روحانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت اور دوسری جسمانی ظہور کے مقتضی کی قابلیت۔ پہلی قابلیت کے تقاضے کے مطابق کہ ظہور روحانی کی مقتضی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اعظم کی بدولت تمام ارواح، مرتبۂ خارج میں پیدا ہوئیں اور تمام انسانوں کی ارواح کو مراتب کی تفصیل سے درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے نام دے کر روح اعظم سے جو اُمّ الارواح ہے، ظاہر کیا' اور پردۂ پوشیدگی سے رہائی دی۔ دوسری قابلیت کے تقاضے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جو جسمانی ظہور کی مقتضی ہے، آنحضرت کے اصلی بدنِ مبارک کو کہ تمام عناصر کے مراتب کا اجمال ہے عرش کے اوپر پیدا کیا گیا، اور وہاں سے عناصر کے مراتب کے اجمال کو عرش کے نیچے رکھا گیا، اور وہاں سے مناسب ترتیب کے ساتھ عناصرِ مفصل کو آسمانِ دنیا پر بھیجا گیا اور ان تمام عناصر کو اجسامِ مُفصّلہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا اور "عالم میرے نور سے ہے" کا مطلب یہی ہے لیکن ارواح و عناصر کی تمیز شدہ کثرت کے باوجود اصل مقصد یعنی معرفت ابھی میسر نہیں، چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ (اللہ ان کی روح کو پاک کرے) کا قول ہے کہ رُوح اپنی پیدائش کے وقت خدا سے بیگانہ نہ تھی لیکن اس بیگانگی کو پہچانتی نہیں تھی کیونکہ شناخت اور پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور شہود وجود کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے[1] کہ رُوح نے جو اپنی لطافت کے باوجود اپنے وجود کا احساس رکھتی ہے، اور ماسوا کو فراموش کرنا جسمانی تعلق پر موقوف ہے، اپنی تخلیق کے اصل مقصود کے حصول کے لیے اور رضائے خداوندی کی خاطر جسم کی ظلماتِ میں داخل ہونا گوارا کیا۔ لیکن چونکہ اس ظلماتِ

---

[1] اہل تصوّف کے ہاں مجاہدہ و مشاہدہ سے یہ بات طے شدہ ہے کہ روح عالمِ ارواح میں فرشتوں کی طرح تھی، اور فنا کی نسبت سے منسوب نہ تھی، کہ وہ تلاش کرتی۔ پس اسے سمجھئے۔

جسمانی سے نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہورِ واجب الاطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اللہ تعالےٰ نے سرورِ کائنات کے ظہور کے تمام مقدمات کو اوّل و آخر کے مراتب کی ترتیب سے ہر امّت میں ظاہر کیا اور ان کی محبّت کی برکت سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق بعض انبیا نے درجۂ کمال کو پہنچ کر معرفت حاصل کی۔ لیکن چونکہ معرفت کا حصول واجب الاطاعت کے نُور کی پیروی کرنے سے ہے، ہر امّت کے لوگوں نے اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق اپنے اپنے واجب الاطاعت کی پیروی سے معرفت کا کچھ حصّہ حاصل کیا۔ اور مکمّل معرفت جو حضرت سرِ درکائنات کے ظہورِ جامع پر دار و مدار رکھتی ہے، آنحضرت کے ظہُور کے بعد اس امّت کے ہر فرد کو اس کی استعداد کے مطابق مرحمت فرمائی اور قیامت تک اُمید ہے کہ معرفت کے کمال کی انتہا جو خدائے لم یزل کو محبُوب ہے، اس اُمّت کے خاتمے پر ختم کی جائے گی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی موجودگی سے تمام گزشتہ الہامی کتابیں منسوخ ہوگئیں، اور قرآن خود ہر قسم کے نسخ سے محفوظ رہا ہے۔ اے اللہ میرے لیے معرفت اُسی طرح آسان کر دے جس طرح تو نے ہمارے نبیؐ پر کی تھی، اور ہمارا خاتمہ ایمان اور اسلام پر فرما۔ اے لوگو! حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر کثرت سے درود بھیجو، جیسا کہ ان کی شان کے شایاں ہے۔

مکتُوب: ۷ (الف) سوال

شیخ سعید ساکن تہارہ کے بعض سوالات کی تحقیق میں۔

سُوال۔ نحمدہٗ ونصلّی علی النّبی الکریم۔ حقائق و معارف کی پناہ اور بزرگی و کمالات کی بارگاہ حضرت شاہ عبد النّبی جیُو کی خدمت میں خداوند تعالےٰ انہیں سلامت رکھے، وہ فقر کی مسند پر متمکن رہیں اور اہل دنیا کو فیض پہنچاتے رہیں۔ از طرف فقیر محمد سعید۔ سلام مسنونہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کی بزرگی کے اوصاف، اور حقائق و معارف

کے کمالات بعض لوگوں کی زبانی سُنے، اس وجہ سے آپ سے ملاقات کا شوق بے حد وانتہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دے، کہ یہ دُوری کا حجاب اور مہاجرت کا پردہ اٹھ جائے اور آپ کی زیارتِ پُرمسرّت حاصل ہو۔ بعد ازاں آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ چند سوالات کے جوابات ضمیرِ پُرتاثیر سے مل جائیں، تو اس فقیر کی تسلّی ہو جائے۔ **پہلا سوال**: تمام درویش اس دنیا (عالمِ ناسُوت) کی بات تو کرتے ہیں، لیکن کسی نے اس کی حقیقت کو اتنا مفصّل بیان نہیں کیا یعنی کہ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی انتہا کیا ہے؟ جس سے بات پُوری طرح سمجھ میں آجائے۔ **دُوسرا سوال**: رُوح کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زبان کا ذکر اس کی سخت آواز ہے، دِل کا ذکر اس کا اندیشہ ہے اور رُوح کا ذکر اس کی راحت ہے۔ اس کا مقام کہاں ہے؟ اور اس کا ذکر کیا ہے؟ **تیسرا سوال**: درویش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہے جہاں نہ کوئی عاشق رہتا ہے، نہ معشوق۔ وہ مرتبہ کونسا ہے؟ اور دونوں کس طرح محو اور ختم ہو جائیں گے؟ **چوتھا سوال**: حضرت رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ربّ کو معراج کی رات ایک بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو معراج کی رات عورت کی شکل میں دیکھا۔ بے ریش لڑکے اور عورت کا کیا مطلب ہے؟ امید ہے کہ آپ براہِ کرم دُرست جواب سے ممنون فرمائیں گے۔

مکتُوب : ۷ (ب) جواب

سیّد محمّد سعید کے مذکورہ بالا سوالات کے جواب میں۔

باسمہٖ۔ تمام عظمت اور بزرگی خدا کے لیے ہے اور جتنی عظمت کا خیال دل میں آئے، اللہ تعالےٰ اس سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ جب تُم نے یہ بات جان لی، تو سمجھ لو کہ

جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا۔ وہ عالم ناسُوت سے ہے، اور جب اس سے تجھے چھٹکارا حاصل ہو جائے، اور جب تیری قوّتِ متخیلہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوا ہر شئے سے خالی ہو جائے، تو پھر وہاں رب کی شان ہوتی ہے اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جو شخص ناسُوت میں پھنسا ہوا ہے، اس پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق میں نقطۂ وحدت سے تعلق رکھنے کے بعد کثرت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ علم، جُوان دونوں میں تمیز کر سکتا ہے، وہ حقیقت مطلوبہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لیے اس سالک پر واجب ہو گیا کہ وہ اس مقام سے اللہ تعالےٰ کی طرف ترقّی کی دعا کرے، تاکہ وہ حقیقی مومن بن جائے۔ پس جان لیا جائے کہ یہ ناسُوت کا مقام ہے، جس کی تحقیق کلام کے شروُع میں ہو چکی ہے اور یہ سب قلب کا کمال ہے، جس کا ذکر مقامِ روح کے نیچے ہے اور جب قلب کے مقام میں وسوسہ اور اندیشہ پیدا ہو، تو یہ مقام سالک کے ٹھہرنے کے لیے نہیں، بلکہ اُسے اس سے آگے بڑھ جانا اور کمالِ روح سے مل جانے چاہیے اور وہاں ربّ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ مقام راحت ہے، جو ایک طویل ذہنی سفر طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ مقام ناسُوت میں متوسّط سالک کے لیے مختلف صورتوں میں تجلیّات ہوتی ہیں، جو بعض اوقات انسان کی صورت میں خواہ مرد یا عورت، کبھی گھوڑے کی شکل میں بھی اور کبھی اس دنیا کی دوسری مختلف صورتوں میں پھرتی ہیں اور ناسُوت کا لفظ الناس (انسان) سے نکلا ہوا ہے، اور انسان کی بزرگی کی وجہ سے اس ساری دنیا کو عالم ناسُوت کہتے ہیں اور چونکہ انبیا کی شان، قوّتِ متخیلہ اور متصورہ سے بلند ہوتی ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ایسی صورت کے لباس میں دیکھیں۔ اس لیے ہم پر واجب ہے کہ رب کے نام کو جبرئیلؑ سے منسوب کریں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کی حکایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا

کہ میرے رب نے میرے لیے کیا عمدہ ٹھکانا بنایا۔ اور بعض مفسرین نے ایسے مقامات کی تحقیق میں کہا ہے کہ ایسے الفاظ متشابہات میں سے ہیں۔ ان پر ایمان لانا چاہیے لیکن ان کا کھوج نہیں لگانا چاہیے۔

مکتوب : ۸ (الف) سوال

حضرت میر علیم اللہ کی طرف سے، جو ظاہری و باطنی کمالات رکھتے ہیں، تخلیقِ عالم کے بارے میں استفسار۔ کہو، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، اور سلام اُس کے منتخب بندوں پر۔ فقیر علیم اللہ کی طرف سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تخلیقِ عالم کے بارے میں بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے بیانات میں بظاہر تضاد پایا جاتا ہے، اس لیے کہ بزرگ مجتہد اس دنیا کی پیدائش عدم سے جانتے ہیں۔ اور صُوفیائے کرام نُور سے سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ اپنی اپنی تائید میں کتاب و سنّت سے دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ دونوں گروہ دین کے سرخیل ہیں۔ لیکن ان کے اقوال میں تضاد ہونے کی وجہ سے کسی ایک قول کو قبول کرنا مشکل ہے، کیونکہ ایک کی بات کا اقرار کرنے کا مطلب، دوسرے کی بات کا انکار کرنا ہے۔ لیکن محقّق دونوں اقوال میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے تخلیقِ عالم کو منفی صفات کے نُورِ خاص سے جانتا ہے، جو عدم اور وجود سے مخلوط ہے۔ ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک، دونوں مذکورہ ارکان، یعنی عدم اور وجود سے ثابت ہے۔

نکتہ :

واجب الوجود کا وجُود اسی طرح ہے، جس طرح حق تعالٰے کی ذات کا وجُود صفات کے ساتھ، اور عدم مانعِ وجود ہے، اور اللہ تعالٰے سے شریک کی مانند ہے۔ اور اِن دونوں کے درمیان برزخ ہے، جسے ممکن الوجود عدم اور ممکن العدم وجُود قرار دیتے ہیں۔ اور تخلیقِ عالم کو ممکن الوجود عدم سے محال نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ممکن العدم

وجود سے اس کی عدمیت کو ناممکن نہیں سمجھتے اور منفی صفات مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس کی طرح کوئی اور شے نہیں) اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا) اور لَا شَرِیْکَ لَہٗ (اس کا کوئی شریک نہیں) وغیرہ وغیرہ، اور مذکورہ صفات کے وجود کو جو عدم و وجود سے ملا جُلا ہے، نُور کے علاوہ نہیں مانتے۔ جیسا کہ حضرت جیو قدس سرہٗ نے ایک رباعی میں فرمایا ہے :۔ رباعی

نُوراست وجُود، عینِ نُوراست وجُود!

ظاہرِ علمی بمقتضیاتِ وجُود!

وجہی مخفی کہ بود حیث العرفاں

اظہر شدہ با ظہورِ عرفان بشہُود!

ترجمہ :۔ وجُود نُور ہے۔ اور نُور وجُود کا عین ہے۔ وجُود کے تقاضوں سے علم کا ظہور ہوتا ہے۔ عرفان کے حساب سے ایک رُخ پوشیدہ رہتا ہے۔ اور وہ عرفاں کے ظہُور سے شہُود میں ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ محققین کے نزدیک ذات و صفات میں سے کوئی شے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول دلیل ہے "ادراک، ادراک کو سمجھنے سے قاصر ہے" اس مرتبہ کو علم الیقیں اور علمِ حضُوری مانا جاتا ہے۔ اور جب سالک اس مرتبہ سے بلند ہو جاتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کا علم جان کر اپنے آپ کو اس علم سے حاضر محسُوس کرتا ہے اس مرتبہ کو عین الیقیں اور حضوری علم سمجھتا ہے اور جب اس مرتبہ سے بھی بلند ہوتا ہے، تو اس علم کو حق تعالےٰ کی ذات کے سوا نہیں سمجھتا۔ اس مقام پر اللہ کی صفات لَا غَیْرُہٗ وَلَا عَیْنُہٗ (اس کے سوا اور اس کی مثل کوئی نہیں) کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کو حق الیقیں اور

حضوری حضور گنا جاتا ہے۔ مزید برآں چونکہ بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفاتِ "لا غَیرُہٗ ولا عَینُہٗ" کو ذات کے ساتھ صفات مقرر کر کے واجب الوجود کے واحد مرتبہ سے الگ نہیں گنا جاتا۔ اور چونکہ حق تعالیٰ خود بخود قائم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی مثیل نہیں اور لا غَیرُہٗ ولا عَینُہٗ" کی یہی نسبت اس کی تمام صفات کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے اس کی منفی صفات (کہ اس سا کوئی نہیں)، اور مُثبت صفات کے درمیان یہی نسبت جان کر اس کی مثبت صفات کو اس کی منفی صفات سمجھتے ہیں اور اس کی ہر مثبت اور منفی صفت اس مقام پر غیریت کی وجہ سے ظاہر ہے اور ممکن الوجود جو منفی نُور کی بدولت کہ عدم اور وجود سے مخلوط ہے، غیریت کی ان دو وُجوہ سے مخلوق ہے یعنی نہ وہ واجب الوجود کے مرتبہ پر ہے اور نہ قیام کے مرتبہ پر، کیونکہ وہ خود بخود قائم ہے اور شریک، اللہ تعالےٰ کی صفات کے برخلاف اگرچہ خود بخود قائم نہیں، لیکن واجب الوجود کے مرتبہ میں شریک ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ممکن الوجود ہر حالت میں ذات وصفات سے الگ ہوتا ہے، اور جو لوگ تمام وجوہ سے یا کسی وجہ سے عَینیّت کے قائل ہیں، واضح غلطی سے منسوب کیے جاتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ اُس کی شان کے امور کیا کیا ہیں اور وہی ہدایت دینے والا ہے۔ چونکہ منفی صفات کا نُور عدم و وجود سے مخلوط ہے، اس لیے بزرگ مجتہد اور صوفیائے کرام تخلیقِ عالم کے سلسلے میں عدم و وجود دونوں کے قائل ہیں۔ اور چونکہ ذات اور اس کی مُثبت صفات دونوں مثبت ہیں، اس لیے مثبت صفات اس کی ذات کے زیادہ قریب ہیں، اس لیے اللہ تعالےٰ کی ذات کو مثبت صفات سے پکارا جاتا ہے۔ اور مفعُول و مخلوق کے مرتبہ میں فاعل و خالق کی ممکنات، منفی صفات کے برخلاف پُوری طرح ظاہر ہیں۔ کیونکہ منفی صفات کی ذاتِ ممکن سے قُربت ہے۔ وہ عدم و وجود سے مخلوط ہیں۔ لہذا مفعول و مخلوق کی ذاتِ ممکن منفی صفات

کے خاص نُور کی بدولت ثابت ہے۔

عطیہ:

غیریت کے تمام پہلوؤں کے حساب سے ممکن کا مرتبہ، منفی صفات کے نُور کے مرتبے سے کہ اُسکے نور سے وہ مخلُوق ہے، وہی تعلق رکھتا ہے، جو متکلّم کی باتوں کی آوازیں کہ وہ آناً فاناً عدم و وجود میں ہوتی ہیں۔ متکلّم اور کلام سے ان آوازوں کو موت کی سی نسبت ہے۔

عطیہ:

واضح ہو کہ خالق، جس طرح مخلوقات کی تخلیق سے پہلے، تخلیق کے وقت اور تخلیق کے بعد باقی ہے اور مخلوقات اپنے خالق کی عینیّت کے بغیر یا غیریت کے باوجود آناً فاناً فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہیں، اسی طرح متکلّم بھی کلام سے پہلے، کلام کے وقت اور کلام کے بعد، ثابت و قائم ہے اور اس کا کلام عینیّت کے بغیر اور غیریت کے باوجود فنا پذیر اور ہلاکت پذیر ہے۔ نیز اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام شاہد ہے کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ (اس کی ذات کے سوا ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے) اور کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ (ہر شے فانی ہے) اس لیے کہ ہلاک اور فانی دونوں دوام کا مفہوم رکھتے ہیں۔ یعنی بلا قیدِ زمانہ اس کے لیے ہلاکت اور فنا ہے۔

مکتوب ۸: (ب) جواب

متقی و سیدی سید علیم اللہؒ کے نام، جو حضرت پیر دستگیرؒ کے خلیفہ ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ تخلیقِ عالم عدم سے ہے، یا نور سے اور اس بیان میں کہ تخلیقِ عالم مثبت صفات سے انتساب رکھتی ہے، یا منفی صفات سے۔

اوّل و آخر، ظاہر و باطن تمام تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ حضرت میراں جیوؒ کے آستانِ سیادت پناہ کے کمترین خادم کی طرف سے نیازمندانہ سلام کے بعد عرض

ہے ۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی مُلاقات کا شوق تھا ۔ لیکن ان چند صفحات کے مطالعہ نے، جو آپ نے تخلیقِ عالم کی تحقیق کے بارے میں لکھے ہیں، آپ کی کشش کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے استفادہ کروں ۔ لیکن یہ امر وقت پر موقوف ہے ۔

آپ کی تحریر کے مطالعہ سے چند شبہات جو اس خاکسار کے دل میں پیدا ہوئے ہیں، وہ پیشِ خدمت ہیں ۔ اُمید ہے کہ آپ ان کی تفصیل فرمائیں گے ۔ آپ کے علمِ مبارک میں ہے کہ محققین کے نزدیک اشیاء کی حقیقت سات[1] صفات کے متعلقات سے وابستہ ہے ۔ مثلاً معلُوماتِ علم کے متعلق، مقدوراتِ قدرت کے متعلق اور مرادوں کے ارادے کے متعلق، اور علےٰ ہذالقیاس ۔ ان صفات اور ان کے متعلقات کا ظہور خود "لا" سے واقع ہوا ہے اور اشیاء کے وجود، صفات کے متعلقات سے عبارت ہیں ۔ جیسا کہ خلاقی، رزاقی وغیرہ اور آپ نے معرفت کی جو باتیں لکھی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ عالم منفی صفات کی وجہ سے ہے، جو عدم و وجود سے مخلُوط ہیں ۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مثبت صفات ذات کے قریب ہیں اور منفی صفات ممکن کے قریب اس مقام پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں ۔ **پہلا:** یہ کہ چونکہ آں جناب کی کوئی بات خلافِ سنّتِ رسول نہیں، پھر یہ کہنا کہ منفی صفات عدم و وجُود مخلُوط ہیں، کس بُنیاد پر ہیں اور کس لیے ہیں، اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے، تو بھی یہ عجیب بات ہے، کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات وجُوب کا مرتبہ رکھتی ہیں اور عدم محض "لا شئے" ہے، تو پھر صفاتِ واجب، عدم کے ساتھ کس طرح اختلاط کر سکتی ہیں ؟ اور کیوں کر سکتی ہیں ؟ کیونکہ یہ سب امکان و اعتبار سے تعلق رکھتی ہیں ۔ **دوسرا:** یہ کہ جس

---

[1] سات صفات، حیات، علم، قدرت، کلام، سمع، صبر اور ارادہ

طرح ذات کے ساتھ صفات کی معیت برابر ہے، اسی طرح صفات تمام ممکنات کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ قریب یا اقرب کی نسبت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ کیونکہ یہ مطلق ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں منفی صفات کے سوا کوئی مُثبت صفات موجود نہ ہوں۔ جیسا کہ سُننے، دیکھنے، جاننے اور رکھنے وغیرہ کی صفات ہیں اور اگر بالغرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مخلوق کی صفات منفی صفات کی اُمّ الصفات (ماں) ہیں اور باقی تمام صفات ان کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ اگر منفی صفات کا ظہور دوسری تمام صفات کے ظہور پر سبقت رکھتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس سبقت کی وجہ سے اپنے سوا، ہر قسم کے ظہور پر اس کو بالا دستی حاصل ہو گی۔ اور صورت یہ ہے کہ تمام اولیا اللہ کے نزدیک سات صفات امّ الصفات (تمام صفتوں کی ماں) ہیں، خواہ یہ وجوب کا مرتبہ ہو اور خواہ امکان کا مرتبہ۔ کیونکہ قابلِ طاعت ہونے اور اطاعت کرنے کا اطلاق، صفاتِ واجب پر ان کے متعلقات کو دیکھنے سے ہوتا ہے نہ کہ خود ان پر۔ کیونکہ وہ سب تو اللہ تعالےٰ کی ذاتِ واحد کی قابلیتیں ہیں، کیونکہ یہ سب سمجھ میں آنے والی ہیں اور اُس مرتبہ میں ہمارے ادراک کا کوئی مقام ہی نہیں۔ تیسرا یہ کہ منفی صفات مثلاً لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ، لم یلد ولم یولد، وغیرہ ذات کا نقصان پورا کرنے والی اور کسی دوسرے شریک کے وجود اور مثبت صفات کو مانع ہیں، جیسا کہ علم غیب وحاضر، اس کے خالق، باری، اور مصوّر ہونے کا ظاہری مقتضا مخلوق ہے۔ اگرچہ یہ بھی مخفی طور پر نقصان کو پورا کرنے اور شریک کے وجود کو منع کرنے والی ہیں۔ اس لیے اس لحاظ سے زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق عالم کا سبب مثبت صفات کے نور کو کہا جائے۔ اور یہ حقیقت کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ کیونکہ پہلے پہل تمام وجوہ سے کہ اس سے پہلے موجود ہوں، علم کے معلوم ہونے، قدرت کے اندازہ کرنے اور ارادے پالینے کا استعمال اطلاقاً ہوا ہے، اور یہ سب ازل سے مقرر

شدہ وقت پر اعتبار کے مرتبہ پر مشہودات کی موجودگی کی متقضی ہیں۔ اور یہ وقت کا مقرر ہونا بھی معلومُ و مقدُور کی شان رکھتا ہے۔ اور کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک مخفی خزانہ تھا) اسی مرتبہ کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اور اس صورت کے لحاظ سے بھی کہ تخلیقِ عالم اپنی ہر حیثیت سے پابند ہے، خواہ ظاہر کرنے، خواہ ظاہر ہونے کی حیثیت سے۔ اور ایک دوسرے کی نسبت سے مظہریّت، تقدیر ازل کے حساب سے مقرّرہ اوقات پر پیدا کرنے اور موت دینے میں موجود تھی، موجود ہے، اور موجود رہے گی۔ یہ حالت ابد تک رہے گی۔ فَخَلَقتُ الخلقَ لأُعرَف (میں نے مخلوق کو اس لیے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں) کا مقام اسی حیثیت سے ہے، اور اس کا ایک حاصل یہ بھی ہے کہ اس سے بزرگ مجتہدین اور صوفیائے کرام کے اقوال کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ موجودیت کے لیے اور ممکن الوجودِ عدم کے ظاہر ہونے کے لیے ایک ایسے نُور کی ضرورت ہے، جو ازلی اور ابدی ہو۔ اور وہ صفاتِ ذات کا نُور ہے کہ ازل ہی سے اس کے انوار کے کمالات دنیا کی ظاہر و مخفی موجودات پر حکم چلا رہے ہیں اور یہ دنیا تقیّد و حدوث کے مرتبے سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں جا سکتی۔ سوائے عدم کے مرتبہ کے، اور جب تک ازل سے مقرّرہ وقت وجود میں نہ آ جائے، زندگی، موت اور دوسری صفات دنیا کے کسی ذرّے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اور کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔ پس دنیا تقیّد، حدوث، اور وجود کی مختلف حیثیتوں سے کہ انہی خصوصیات سے اس نے نام پایا ہے، عدم سے الگ ہے، اور معلُومیت، مقدُوریت اور مرادیت کی حیثیت سے نُورِ ازل و مطلق سے اس کا کوئی تضاد نہیں رہتا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، اس کا مطلب پوری طرح واضح نہیں ہوا کہ کس قسم کا تضاد پیدا ہوتا ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس حقیقت سے آگاہی بخشی ہے، تحریر فرمائیں گے۔ تاکہ

ہم درماندہ لوگ سچی سعادت حاصل کرسکیں۔ کیونکہ یہ بندۂ حقیر لکھنے کے معاملے میں اُمّی ہے، اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو درگزر کریں اور اصل بات کی طرف نگاہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے گا۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

مکتوب: ۹ (الف) سوال

فضیلت مآب شیخ علی احمد سہارن پوری کی طرف سے بعض حقایق کے بارے میں چند سوالات۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے کے حبیب پر درود بھیجتے ہیں۔ عبدالصمد علی احمد کی طرف سے سلام۔ عرض ہے کہ ہردوار کے اس علاقے میں کفّار کا ایک عبادت خانہ ہے۔ ہر سال ہر طرف سے ہندو یہاں جمع ہوتے ہیں۔ خاص طور پر بارہ سال کے بعد کفّار کا زبردست اجتماع ہوتا ہے اور عقل ان کی تعداد شمار کرنے سے عاجز ہے۔ جب اس معاملہ پر غور کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس عبادت خانے کے اندر بھی ایک حقیقت ہے، جس طرح کعبہ معظمہ جو اللہ تعالیٰ کے نام کا مظہر ہے، کے اندر ایک حقیقت ہے اور انسانوں کے دلوں کو، جو مناسبتِ ازلی کے مطابق اس حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں، بے اختیار اپنی طرف کشش کرتی ہے، بلکہ ظاہر بین نظروں میں وہ حقیقت اُسی ہیئتِ اجتماعی سے عبارت ہے، جس طرح کسی سلطنت کی حقیقت اس کے بادشاہ اور فوج سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہندو پُرخطر رستوں کے باوجود ہزاروں منزلیں مارتے، گرتے پڑتے یہاں آتے ہیں اور ایک مقرّرہ وقت پر دریائے گنگا کے کنارے اشنان کرتے ہیں۔ اس لیئے اِن دونوں عبادت گاہوں میں وہ فرق معلوم نہیں، جس کی وجہ سے

ایک کا برحق ہونا اور دوسرے کا باطل ہونا ثابت ہو۔ حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست

ہر جا کہ ہست، پرتوِ روئے حبیب ہست

ترجمہ، (خانقاہ اور شراب خانے کے عشق میں کوئی فرق نہیں۔ جو بھی جگہ ہے، وہاں دوست کے چہرے کا جلوہ ہے)

اگر ایک کو ہدایت دینے والے کا مظہر کہیں، اور دوسرے کو گمراہ کرنے والے کا مظہر کہیں، تو بھی کافی نہیں، کیونکہ ہدایت و گمراہی اضافی باتیں ہیں۔ اسی طرح جمال و جلال، اور سعادت و بدبختی بھی اس قسم کی چیزیں ہیں۔ مثلاً لاہور جانے والے کی نسبت ہادی کی ہے اور دہلی جانے والے کی نسبت گمراہ کُن کی ہے، اور اس کے برعکس۔ اور یہ کہ اپنے ربّ کی نسبت سے جو بندہ شاہراہ پر ہے، وہ دوسرے کے رب کی نسبت گمراہ ہے اور کعبۂ معظّمہ کی حقیقت کا روشن ہونا سب پر مشترک ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت کسی پر کم، کسی پر زیادہ تجلّی ڈالتی ہے۔ چنانچہ اُس کی حقیقت بھی بعض پر کم اور بعض پر زیادہ پرتو ڈالتی ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے کئی فقیر جو وحدت کے شہود سے واقف ہیں، راقم الحروف کے ساتھ بھی راہ و رسم رکھتے ہیں۔ قبلہ گاہی! آپ پر سلام ہو۔ دنیا کا کاروبار عجیب ہے، اللہ تعالےٰ کی ذات جہاں تک سمجھ میں آتی ہے، وراالورا (پرے سے پرے) ہے۔ اور اُسے مخلوق سے کسی طرح کی کوئی نسبت نہیں۔ سوائے اس کے کہ خلق اللہ تعالےٰ کی مظہر ہے لیکن ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت) اور خدا کی قسم کسی نے خوب کہا ہے ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ معشوق کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ترجمہ (کسی کو معلوم نہیں کہ معشوق کی منزل کہاں ہے، بس اتنا ہے کہ گھنٹی کی آواز آ

رہی ہے)

حق تعالیٰ کی صفات کے ناموں کی مختلف نشانوں اور حالتوں نے جو اعتبارات سے عبارت ہیں ہستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے اور اس ظہور کا نام عالم ہے۔ اور افرادِ عالم اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے متحد ہیں، لیکن مظہر کے تعین کے اعتبار سے ایک دوسرے کے برخلاف ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مخلوق اپنے رب کے حوالے سے ہدایت یافتہ ہے اور اپنے علم اور ارادے کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ مزید برآں یہ مشہور حدیث کہ "ہر شخص فطرتِ اسلامی پر ہے" کے مطابق ہے اور حدیثِ قدسی کے مطابق بھی کہ اللہ کی رحمت کو اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے۔ چنانچہ ہر شے کو اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، اور گمراہی اور غضب جو عذاب کا سبب ہیں، اللہ تعالیٰ کی نسبت سے سب سے آخر میں طاری ہوں گے۔ کیونکہ "عرض" کو "جوہر" پر ہمیشہ کے لیے غالب تصور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ اکبر نے یہ جو فصوص الحکم میں فرمایا ہے کہ "اہلِ شقاوت بھی طویل و شدید عذاب سہنے کے بعد سعادت و نیک بختی سے ہم کنار ہوں گے"، درست ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اس فقیر کا اس معاملے میں کہ کتاب و سنت کے قطعاً خلاف ہے، حضرت شیخِ اکبر کے ایک ماننے والے سے بہت بحث و مباحثہ ہوا، جس کو تحریر کی صورت میں ملاقات کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اس وقت ہندوؤں کا یہ مسئلہ پیشِ خدمت ہے، کیونکہ اس نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے چنانچہ ایک درویش کے ہاتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اس پریشاں دل کے حال پر توجہ اس طرح فرمائیں گے، کہ اس اُلجھن کا حل ہاتھ آجائے۔ اگر اس کے اندر کوئی حقیقت ہے، تو بھی اور اگر نہیں تو بھی، آپ

کی توجہ سے میرے دل سے یہ اُلجھن نکل جائے۔ اے اللہ ہمیں اشیا کو اس طرح دکھا جس طرح کہ ان کی حقیقت ہے۔

مکتوب: ۹ (ب) جواب

فضیلت مآب علی احمد سہارن پوریؒ کا مکتوب ملا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے" وہ اللہ ہی ہے جو ایمان لانے کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں، وہ شیطان کے ساتھی ہیں، جو انہیں نور سے نکال کر ظلمات کی طرف لے جاتا ہے" اے سچے دوست اور علم کے چاہنے والے، سلام مسنون۔ ان دونوں باتوں کے درمیان کا فرق مندرجہ بالا آیات کریمہ کے اچھی طرح مطالعہ سے سمجھ میں آ جائے گا۔ انشاء اللہ اس کی تفصیل تحریر کی جائے گی۔ آپ کا مکتوب ملا۔ اور اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی یہ جو پوچھا گیا ہے کہ دریائے گنگا کے کنارے اجتماعِ کفار سے (اللہ ان پر لعنت کرے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقل اس کا شمار کرنے سے عاجز ہے، بالکل اسی طرح جسطرح کعبہ معظمہ میں ہوتا ہے۔ پس ان دونوں عبادت گاہوں میں کیا فرق ہے، کہ اس میں ایک کے حقیقت اور دوسرے کے باطل ہونے کا سبب معلوم نہیں، اس کے جواب میں ہادیِ مطلق کی مدد سے یہ عرض کرتا ہوں (اور میں اُسی سے مدد مانگتا ہوں) کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ہی حقیقتِ واحد ہے، اور تمام ذاتی وصفاتی کمالات، اس میں جمع ہیں۔ اور اس کے کمالات میں سے کوئی کمال، اور اس کی صفات میں سے کوئی صفت، ایک دوسری سے اور اس کی ذات سے کسی لحاظ سے بھی متضاد اور مخالف نہیں۔ اگر حقیقت، جمال اور اس کے تمام کمالات کی صفت ہے، تو جلال اور اُسکے کمالات کی صفت سے محبت رکھنے والا اُسکا عین (مثل) ہے، اور اسی

طرح جلال کی صفت کی حالت ہے۔ جس طرح جمال کی صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنی پوشیدہ قابلیتوں کو مخصوص شکلوں میں ظاہر کرے، اسی طرح صفتِ جلال کی پسند اور اس کا تقاضا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ اور صفات کا ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے کا محبوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ انہیں ایسے مراتب کی تفصیل کی موجودگی میں ذاتِ واحد سے محبت ہے اور اس کے تقاضے سے وہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ چونکہ صفتِ جمال کا تقاضا اور مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات کی نزدیکی اور ہمراہی ہے، جو مخصوص مظاہر سے حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (اللہ احسان کرنے والوں کے قریب ہے) اس لیے اُس کی عبادت کی جاتی ہے، جو قربت اور ہمراہی کے مراتب کا تقاضا کرتی ہے اور مقدس عبادت گاہیں، جو معبودِ حقیقی کے قربت کے نور سے معمور ہیں، اس کے جمال کے مظاہر کا حصہ ہیں۔ اور چونکہ صفتِ جلال کا تقاضا ذاتی غضب کی وجہ سے دوزخ کے مختلف طبقات میں دوری اور محرومی ہے، اس لیے ان کے اعمال سراب کی طرح ہوتے ہیں، جن کا تقاضا دوری اور گمراہی کے دوزخ کے درجات ہوتا ہے اور اُن کی تاریک اور پوشیدہ عبادت گاہیں قرب و نزدیکی کے مراتب سے دور ہیں، صاحب نظر لوگوں کے نزدیک یہ جلال کے مظاہر ہیں۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۞ (پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں[1] سے نیچ کر دیا)

---

[1] پھر ہم نے اُسے سب سے نچلے مقام یعنی عالم طبیعت میں لوٹا دیا، تاکہ اس کے ذریعے ظہور، اظہار، اطوار، اور شعور کے آثار کو زندہ کیا جائے۔ چونکہ اس آیت کے باریک حقائق تفسیر میں ایک نہایت دل پذیر طریقے سے بیان کیے گئے ہیں، ان احوال کی خبر زیر مطالعہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انسان کو اس طرح زمین میں پیدا کیا، کہ اُسے ایک صورت دی، اور عمر کی ابتدا ایسی ہوتی ہے کہ اس حالت میں وہ کوئی کام نہیں کر سکتا، اور اس عمر میں کسی میں کوئی طاقت نہیں ہوتی سورہ والتین کی یہ تفسیر، تفسیر حسینی کے مطابق ہے

کا ارشاد اسی مطلب کو واضح کرتا ہے۔ پس عبادت اور عبادت گاہوں کی حقیقت صفتِ جمال کے تقاضے سے جمال کا مُظہر ہیں اور اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے مرتبۂ وصال کے قریب۔ پس یہی حقیقتِ حق سے ملانے والی ہے، اس کے مقابلے میں پرستش اور پرستش گاہوں کی حقیقت صفتِ جلال کے تقاضے سے غضب کے مظاہر ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے مُظہر کے اعتبار سے محرُومی و دُوری کے مراتب پر ہیں اور ان دونوں کامل صفات کا تقاضا ازل ہی سے پہلی حالت میں اللہ تعالٰی کی قُربت اور دُوسری حالت میں اللہ تعالٰی سے دُوری ہے۔" اس سے نہیں پُوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے پوچھا جائے گا۔"

چنانچہ انبیاء کی عبادت گاہوں اور مردُود شیاطین کی پناہ گاہوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اللہ انبیاء اور ان کی اطاعت کرنے والوں پر رحمت کرے اور شیاطین اور اُن کی اطاعت کرنے والوں پر لعنت کرے۔ اور مومنوں کی عبادت گاہوں کا نتیجہ اس ذاتِ کامل سے قُربت و وصل ہے اور عبادت گزار مومنوں کو یہ چیز ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اور شیاطین کی عبادت گاہیں دوزخ کے طبقات میں ڈالنے والی ہیں، اور ہمیشہ کی دُوری اور محرُومی ہے، جس میں کبھی کمی نہیں آئے گی اور "اللہ تعالٰے کی سُنّت میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے"۔ اور یہ تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اِن دونوں کامل صفات کا ظہور اپنے اپنے مخصوص مقام پر ہوتا ہے، اور اللہ تعالٰے کی ذاتِ پاک کا یہی تقاضا ہے، بے شک اللہ پاک ہے اور یہ جو حدیثِ قُدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰے کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی، تو اپنے تقاضے کی وجہ سے ایک قُربت معبُود کی مُظہر ہے اور دوسری محرُومی کے دوزخ کے طبقات میں ڈالے جانے کی کیفیّت ہے، یقیناً یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ "اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا" اور "حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ" اور "حق کو مت چھپاؤ جب کہ

تم اسے جانتے ہو" اور یہ جو لکھا گیا کہ "ہر شے کو اپنی اصل کے اعتبار سے حق تعالے کا قُرب حاصل ہے" اس کی حقیقت یوُں ہے کہ اللہ تعالے کو اپنی ذات وصفات سے مخلوُقات کے ہر ذرے کے ساتھ کسی قسم کی روک ٹوک، حجاب، سمت کے بغیر صاف صاف آیات کے مطابق قُربت ومعیت کا حاصل ہونا ثابت اور طے شُدہ ہے۔ لیکن یہ قُرب ومعیت اشیاء کے ساتھ عام ہے، اور اس عام قُربت کا خاص نتیجہ اُن کا موجُود ہونا اور نیست ونابُود نہ ہونا ہے اور "اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے"۔ پس عام قُرب کے اعتبار سے مومن اور کافر برابر ہیں اور قُرب خاص کا پھل پانا دو وجہ سے بندہ کو توفیق کیا گیا ہے۔ ایک انبیاء کی موافقت اور اطاعت کے حصُول کے لیے، دوُسرے ان کی اطاعت کی بدولت، علم لُدنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے۔ اور یہ قُرب جو ہمیں ملا ہے۔ انبیاء پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے نصیب ہوا ہے اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اور اطاعت واعتقاد کے نُور سے محرُوم لوگ ازل ہی سے اس قُرب سے بے بہرہ ہیں۔ بمطابق آیت کریمہ "جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کُفر کیا، وہ پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، اور پھر اس کُفر میں دُور نکل گئے۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ہدایت نہیں دکھائے گا۔"

میرے عزیز! جب ذات وصفات کی وجہ سے دُوری ومحرُومی، قہر کے مظاہر ہوں، تو کس میں یہ طاقت ہے کہ قہر کے مخصوص مظاہر الگ کر کے اُسے وقت کے سپُرد کر دے۔ اور جو اللہ تعالے کے قہر کا مظہر ہے، اُسے قبُولِ رحمت کا مظہر بنانا، ذاتِ حقیقی کے تقاضے کے برخلاف ہے۔ پس ان دونوں کامل صفتوں میں کس طرح حقیقی موافقت پیدا کرنا ثابت ہو سکتا ہے " اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے"، اور "جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ اس کی کتابوں اس کے رسُولوں، جبرئیل، میکائیل کا دُشمن ہے" اور "تحقیق، اللہ کافروں کا دُشمن ہے" کے مصداق کون ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اس دُشمنِ غالب

کو کسی شرط کے پورا کیے بغیر صُلح پر آمادہ کر سکے۔ اور اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں"۔ البتہ رحمت و غضب کے مشترکہ مظاہر جو گناہگار مومن ہیں، کئی زمانے گزرنے کے بعد ظاہر ہوں گے اور غضب، رحمت کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اور چونکہ گنہگار کُفر کے طریقے پر ہوتے ہیں، اور ایسا کُفر کرنے والا در اصل اللہ کے ساتھ ایمان کی بدولت قُربت رکھتا ہے، اسلئے اگر اس پر اس گناہ کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے، تو ہم عرض کو جوہر پر ہمیشہ کے لیے غالب تصوّر نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک ہے، اور چونکہ شیخِ اکبر (محی الدین عربیؒ) طریقت کی بلندیوں پر فائز تھے، اور شریعت کا کافر اس مرتبے سے نیچے گرا ہوا ہے، اور اس کا منظور نظر اس مرتبے کا منکر ہے، اسلئے اگر مخالفین کے خدشے کو دُور کریں اور اہلِ حق کی بات کے پیش نظر یہ کہیں کہ اہل شقاوت کا انجام، یعنی ایسے شقی لوگ جو کفر کے طریقے پر چل رہے ہیں، ہزاروں زمانے گزرنے، اور ہزاروں عذاب سہنے کے بعد سعادت کو حاصل کریں گے، تو مناسب ہے، اور دین کے مقرّرہ امور کے قطعاً مخالف نہیں۔ وہ شخص عجیب دانا ہے کہ اس نے شیخِ اکبرؒ کی بات کو وہ معنی پہنا دیے، جو ان کے مقام سے بہت دُور اور ہزاروں انبیاء، اور تمام آسمانی کتابوں کے مخالف ہے۔ اور اُس مطلب سے جو حضرت شیخِ اکبرؒ کی شان کے شایاں اور آیات و احادیث کے مطابق ہے، غافل و بے خبر ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو حضرت شیخِ اکبرؒ کا اطاعت گزار کہلواتا ہے، اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے ؎

حرفِ درویشاں بدُزدد مردِ دُون تا بخواند بر سلیمی زاں فسوں

(ترجمہ:۔ کمینہ آدمی درویشوں کی باتیں چرا لے جاتا ہے، تاکہ ان کی بدولت سلیم الطبع آدمی پر اپنا جادُو چلائے)

اور جہاں تک حافظ شیرازیؒ کے شعر ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست　　　ہر جا کہ ہست پر تو رُوئے حبیب ہست!

کا تعلق ہے، اس کے معنی کتنے عمدہ ہیں۔ یعنی چونکہ خانقاہ و خرابات دونوں اللہ تعالٰے کے جمال و جلال کی صفات کا ازل کی حکمتِ کامل کے تقاضے کے مطابق مظاہر ہیں، اس لیے عاشق کو خانقاہ و خرابات کے عشق میں کس طرح فرق محسوس ہو سکتا ہے، کہ وہ ایک کا اقرار اور دُوسرے کا انکار کرے، حالانکہ دونوں اس کی ذاتِ محبُوب کے جمال و جلال کے مظہر ہیں۔ لیکن خرابات کا مالک اور ایسے مقامات کا بانی جو انبیا کی اطاعت کے برخلاف ہے عشق سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا اور اس کی ذاتی استعداد کفر اور محرُومی کی تاریکی میں پوشیدہ ہے اور جیسا کہ محبِ حقیقی نے اپنے سچے کلام میں کہا ہے "اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" اس لیے محرُوم لوگ اطاعت و پیروی کو کس طرح ایسے عشق سے منسُوب کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا میلان حرص و ہوا کی طرف ہوتا ہے۔ بدترین شخص وہ ہے، جو دُوسرے انسان کو گمُراہ کرتا ہے اور چونکہ اللہ تعالٰے نے حکمت بالغہ سے اس کا نام ازل سے گمُراہ لکھا ہے، ایسے شخص کو عاشق کہنا اللہ تعالٰے کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک اور لطیف بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ خانقاہ و خرابات کے عشق میں کسی فرق کا نہ ہونا حقیقت و مرتبۂ فنا کی حیثیت سے ہے۔ لیکن ان میں بقا کی فضیلت و مرتبہ کے اعتبار سے واضح فرق ہے۔ اور کیوں فرق نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالٰے نے مظاہر جمال کو محبُوب فرمایا ہے اور مظاہر جلال کو ناپسند کہا ہے اور کون ایسا محبت کرنے والا اور بقاء غیر کے مرتبہ سے واقفیت رکھنے والا ہو گا، جو حقیقی بقا کے مالک سے دُشمنی کرے گا اور اس کے ناپسند کو پسند کرے گا۔ ایسا وہی کر سکتا ہے، جو دائرہ محبت سے دُور ہو اور ناپسندیدہ لوگوں کی صف میں شامل ہو اور "ہم اپنے نفوس کی بُرائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"۔ صاحبِ کمال لوگوں نے بہ

اقرار کیا ہے کہ اوسط درجے کے لوگ وصلِ غیر حقیقی سے ملبوس ہوتے ہیں، اور مظاہر کے مرتبوں میں ظاہر ہونے والے کے مرتبہ کو نظر انداز کر کے سوائے نظر آنے والے کے کسی اور کو نہیں دیکھتے۔ چنانچہ اپنی نارسائی کی وجہ سے ان کی یہ دید حقیقت تک نہیں پہنچتی اور دونوں مظہروں کے درمیانی فرق کو معلوم نہیں کرتی، لیکن جب اُسے مرتبۂ بقا مل جاتا ہے اور حقیقی دید میسّر ہو جاتی ہے، تو پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کا محبوب کونسا ہے اور محبوب کا مبغوض کون ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے"۔ اور جو یہ لکھا گیا کہ حق تعالےٰ کے ناموں کی مختلف شانوں اور حالتوں نے جو عنبارات سے عبارت ہیں، نیستی کے آئینوں میں روشنی ڈال کر اپنا ظہور کیا ہے ...... " تو اے مہربان! اللہ تعالےٰ کی صفات اور شانیں بھی ذات کے رنگ میں منزّہ اور پرے سے پرے ہیں۔ ظالم کے ساتھ اس کی ذات کی عدم مناسبت اس معنی میں ہے کہ وہ ہمارے ادراک کی قید میں نہیں آتی، اور چونکہ اس کی صفات اور شانیں بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، اس لیے یہ بھی اس میں مناسب طور پر شریک ہیں۔ لیکن چونکہ اُس کی قُربت و معیت استغنا اور بے کیفی کی انتہا کی وجہ سے، حقیقی اور ہر ذرّے سے منزّہ و پاک ہے، اور اس کا فیض بخشنا اور فیض پانا ظاہر ہے اور مناسبت کا نُور پیدا ہے، اس لیے اس نُور کی مناسبت نے انہیں مرتبۂ اعلےٰ پر پہنچایا اور واقف اسرار کر کے بے کیفی کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر نُورِ مناسب نہ ہوتا، تو پھر مطلوب کی حقیقت کون پا سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کو عدم مناسبت کے خیال سے دُور نہیں کرنا چاہیے۔ جو اُسے دور تر رکھتا ہے، وہ اس سے دُور تر رہتا ہے کیونکہ وہ پُکارنے والے کے قریب ہے، اور جو یہ لکھا گیا کہ "بعض ہند و شہودِ وحدت کے نشہ سے سرشار ہیں"، میرے عزیز! وحدت کے شہود کے تین مرتبے ہیں۔ اوّل: اللہ تعالےٰ کی ذاتِ وحدت کا شہود۔ یہ رتبہ انبیاء کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا

جیسا کہ ..."اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو..." سے آگاہ کیا گیا ہے، چونکہ ہر ذرّے کے وجود کا تعلق اس وجودِ شریف (اللہ تعالےٰ) سے ہوتا ہے اس لئے اس منبعِ حقیقی سے بے واسطہ کسی وجود کا شہودؔ محال اور ناممکن ہے اللہ تعالےٰ اپنا طریقہ تبدیل نہیں کیا کرتا۔ **دوئم**: روحِ جامع کی وحدت کا شہود ارواحِ مفصلہ کے مراتب میں ہے۔ان ارواح کا تعلق اجسام سے ہوتا ہے اور یہ شہود بھی ان مومنوں کا حصہ ہوتا ہے، جو طریقت کے درمیانی راستہ پر گامزن ہیں اور وہ یہاں سے اللہ پاک کے فضل سے اور ایمان کے نُور کے ذریعے اپنی اصل منزل کی طرف ترقی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اہلِ ہوا میں بھی اس شہود کا ظہور ہوتا ہے یہ اس میں مقیّد ہوتا ہے اور ایمان کے بغیر باطن میں دکھائی نہیں دیتا۔ **سوئم**: عُنصرِ مجمل کی وحدت کا شہودؔ جو عرش کے نیچے ہے، آسمانِ دنیا کے تحت مختلف عناصر کے مراتب میں ہے۔اور انبیاءؑ کے اکثر منکرین کو اس شہود کے ذریعے مصیبت میں ڈالا جاتا ہے، اور خواہش کی شدّت سے یہ مرتبہ ان کج اندیش لوگوں کی نظروں میں تحقیق شدہ دکھائی دیتا ہے اور عناصر اربعہ کی تاریکی کے دشت وصحرا سے ان کی نظر اُوپر نہیں جاتی۔اور اگر ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت وشدّت سے تزکیۂ نفس کر بھی لیں، تو پھر بھی اسی شہود میں محصُور رہتے ہیں۔اہلِ ہوا دل کی صفائی سے محرُوم رہتے ہیں۔اگر یہ دونوں شہود، اہلِ ہوا کے مشاہدہ کو حضرات انبیاءؑ کے اعتقاد کے سرچشمے کے ذریعے، مظہریت میں صفتِ جمال کے مشترک ہونے کی بدولت رہنمائی کر دیں، اور حرص وہوا سے باہر نکال لائیں، تو پھر درجات میں ترقی ہوگی، ورنہ تاریکی کے دوزخ میں جا گرائیں گے۔اور ان پر ابدی عذاب نازل ہوگا۔ایسا مشاہدہ کرنے والا اطاعت و پیروی سے محرُوم رہ کر عذاب میں مبتلا رہے گا۔اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ شہودِ وحدت کے ہر دیکھنے والے کو حقیقی واحد کی ذات سے ملا ہوا نہیں سمجھنا چاہیے۔جب تک اس میں انبیاءؑ کی پیروی کی دلیل نظر نہ آجائے۔

اور "تم خواہشات کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی"، بلکہ پختہ ایمان نہ رکھنے والے مومنوں کو اس قسم کے مشاہدہ کرنے والے سے دُور رہنا چاہیے، تاکہ اس کی تیرگی اس مومن کے اندر بھی سرائت نہ کر جائے، کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی مذمت میں "وہ گمراہ ہیں اور گمراہ کرتے ہیں" کا انتباہ ہوا ہے۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

ترجمہ (اب میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں، کیونکہ سمجھ داروں کے لیے اتنا ہی کافی ہے) آپ پر اور جو آپ کے نزدیک ہیں اُن سب پر سلام۔

مکتوب : ۱۰۰

اللہ تعالےٰ کی ذات سے اُس کی صفات کی نسبت کے بارے میں حقیقی تحقیق۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوں کی کوشش نے اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت کو ایک مختصر بات یعنی "لاھُوَ" اور "لا غَیرُہ" میں بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بظاہر سوال کرنے والے کے جواب میں ہے۔ جس نے عینیت، اور غیریت، کے بارے میں سوال کیا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں 'عینیت'، اور غیریت، کا اطلاق شریعت عطا کرنے والے نے نہیں کیا۔ اور یہ دونوں الفاظ قوتِ ادراک کی سمجھ کے اعتبار سے نئے ہیں، اور اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات' اس کی تقدیس اور بے کیفی کے کمال کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لیے اس کی تعریف کرنا اس فانی علم کے ذریعے جب کہ اس نے علم قدیم کی تعلیم نہیں دی، پرلے درجے کی بے ادبی ہے۔ "پاک ہے وہ تیرا رب، عزت والا رب، ان تمام باتوں سے' جن سے اسے موصوف کرتے ہیں۔ اس لیے عینیت کی نفی اور بے کیفی کی غیریت پر ایمان لانا، ہر ایک کے لیے دائمی طور پر لازم ہے' حتیٰ کہ

خود بے کیفی کا مفہوم بھی ختم ہو جائے۔ اور بے کیفی کے مفہوم کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اللہ کے علم کے ساتھ حاضر رہے بلکہ ایسی حالت ہو کہ یقین رکھنے والا جب خود غور کرے، تو یقین کے خفی بلکہ اخفی مرتبوں کے حصول سے بھی اپنے آپ کو پاک اور صاف سمجھے۔ اگرچہ اس صفا کا یقین رکھنے والا ایسی خلوت کے کمال پر کھڑا ہے جس کے خاص الخاص درجہ کا ولایت کے کمالات کے حصول کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اجتہاد کرنے والے حضرات اجتہادی قیاسات کی جرأت کے ذریعے، ایمانِ بے کیف کہنے کے سوا، خوف زدہ ہیں اور انبیائے پاک بھی اپنی ذات میں کہتے ہیں کہ (اے اللہ) جیسا کہ تو ہے، اس طرح تیری تعریف نہیں کی جا سکتی، کیونکہ نفس، قیاس کے ذریعے خطا و صواب کا مرتکب ہو سکتا ہے، جبکہ ہمارا مقصد محض ایمانِ بے کیف کے ذریعے ہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، حاصل ہوتا ہے اور " اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے وجود سے خوف دلاتا ہے " کی آیت کے مطابق اس کا نفس، مرتبۂ کمال کو پہنچتا ہے، اور اصل حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا میں غلطی اور درستی کے اس قسم کے احتمال کے ساتھ غلط اور صحیح کی کوشش کرنا، اور جرأت دکھانا کسی بھی بزرگ مجتہد کی شان سے دور، بلکہ دور ترین ہے، کیونکہ جو مقامِ یقین کے لائق ہے، اسے گمان و قیاس کے سپرد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ گمان و قیاس سے جو شے ظاہر ہوتی یا تصور کی جاتی ہے، وہ مخلوقات کی قسم سے ہے۔ دنیاوی معاملات کو تفصیل کے بجائے مختصر طور پر بیان کرنے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا، لیکن شرع میں اس طرح اکثر مقامات پر معاملہ معطّل ہو جاتا ہے۔ صورت یہ ہے کہ دنیاوی مسائل کے بارے میں مناسب اجتہاد کے بغیر معاملہ اکثر پابندی و تبدیلی کے مقام پر ہوتا ہے۔ الغرض جب قدیم بزرگوں کی یہ مختصر بات بعد کے بزرگوں تک پہنچی، اللہ اُن کے اسرار کو پاک رکھے، تو انہوں نے مذکورہ تحقیق اور اللہ تعالےٰ کی تقدیس کے بارے میں تفصیل کا دروازہ کھول

دیا اور "لا ھو" اور "لا غیرہ" کے متعلق بیان فرمایا۔ اور ان دونوں پہلوؤں سے یہ طے کیا کہ اللہ تعالے کی صفات نہ اس کی ذات سے زاید ہیں نہ الگ اور اسی بات کو اختیار کرنا چاہیے کہ ایسے قیاسی علم میں بزرگوں کی یہی تحقیق ہے۔ اور اللہ ان کی کوششوں کو مشکور کرے۔ اور اللہ تعالے کے مقدّس مرتبوں پر بے کیفی کے ایمان سے کمال بے نیازی کا حصول اُمّت کے ان لوگوں کے دل کی کجی دُور کرنے کے لیے ہے، جن کے خیال میں اس مختصر سے کلمہ کے ذریعے دو متضاد باتوں میں مفاہمت ہوجاتی ہے اور اس تفصیل سے ان کے دل کی تشفّی ہوجاتی ہے۔ لیکن دانشِ کامل کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے، کہ خواہ اس امت پر ان کی شفقتیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی "ورا الورا جناب" کے بارے میں یہ ایک قیاسی تحقیق ہی ہے، جسے اختیار کرلیا گیا ہے، لیکن ان کی یہ تحقیق اس مرتبۂ قیاس میں بھی بلا وجہ معتبر نہیں، کیونکہ یہ مجتہد کی شان سے بعید ہے۔ چنانچہ اس دینِ متین کے علماء سے جو مجتہدوں کے وارث ہیں، ان وجوہ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ اُن کا اِن مجتہدین کی قیاسی بات کو تحقیق کے بغیر قبول کرلینا محض تقلید نہیں ہوگا، کیونکہ ان کی کامل نظر میں بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی پیروی ہی بہتر ہے، کیونکہ اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ذات کے ساتھ صفات کی نسبت میں لفظ زاید سے متاخر حضرات کی تحقیق کے مطابق بڑے بڑے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ **پہلا** یہ کہ لفظ زاید کے اطلاق میں ایک پوشیدہ غیریت ہے، اور غیریت کو اختیار کرنا خواہ وہ پوشیدہ ہی ہو، بزرگوں کے کلمۂ جامعہ کی مخالفت کرنا ہے، **دوسرا** یہ کہ یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اور زاید (بڑھا ہوا) اور مزید (بڑھایا گیا) دو چیزیں ہیں۔ چنانچہ دو چیزوں کے درمیان عدم انفکاک، ان کے اتّحادِ دا تّصال کی دلیل ہے۔ **تیسرا** یہ کہ اگرچہ زاید خارج میں قابلِ انفکاک نہیں ہوتا، لیکن فہم ذہن کے مرتبے میں، کیونکہ ہمارے علوم کی تحقیق کا دار و مدار ہی اس پر ہے، یہ قابلِ انفکاک ہے۔ مثال کے طور پر حیات، وجود، علم اور

قدرت کی صفات، جو اس کی ذاتی قابلیتیں ہیں، اگر ذات پر زاید کہیں، تو ذہنی نظر سے دیکھئے، کہ اس کی ذات اس حیثیت سے کس شان کی ہوگی، یعنی صفات کی ضد کے بغیر اس کو دیکھا نہیں جاسکتا **چوتھا** یہ کہ آیا زاید اور مزید بلندی مرتبہ میں دونوں برابر ہیں یا ایک، دُوسرے سے برتر ہے۔ اگر برابر ہیں، تو شرکت یقینی ہے اور ایک دوسرے کی اطاعت ثابت نہیں ہوتی اور ایک کا دُوسرے سے جدا ہونا، دُوسرے کا نقصان ہے، کیونکہ صُورت یہ ہے کہ صفات کا ایک دُوسرے کا تابع ہونا، اُن کی ذات سے مقرّر ہے اور ذات کو صفات سے جدا کرنے سے اوّل الذکر کا نقصان ہے، اور آخر الذکر کی فنا ہے، اور اگر ایک، دوسرے پر غالب ہے، تو پھر غالب کا مغلوب سے بے نیاز ہونا، کرنا، اور مغلوب کا غالب سے کمال حاصل کرنا قابل فہم۔ حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ذات سے صفات کی بے نیازی اور صفات سے ذات کا کمال حاصل کرنا غیر معقول ہے اور اگر ہم اس کے برعکس ہیں، تو انہی کا یہ طے شدہ اصُول ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات صفتِ وجُود سے مُوجود ہے، حیات کی صفت سے "حی" ہے اور صفت علم کی وجہ سے "علیم" ہے، جو ان کے نزدیک ذات میں نہیں، بلکہ ذات پر زاید ہیں۔ چنانچہ جب مُوجُود، حی، اور علیم کی ذات، وجود، حیات اور علم کے بغیر نہیں ہوسکتی، تو ذات کی حقیقت کا پوچھنا اور صفات کا تکمیل حاصل کرنا کس طرح تصوّر کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں یہ کہ اُنہی کا طے شدہ مسئلہ ہے کہ ذات خود بخود قائم ہے اور صفات ذات کی وجہ سے قائم و موجود ہیں، کیونکہ اگر ذات صفت کی بدولت قائم ہو، تو مطاع کا وجُود مطیع کا مرہونِ منت ہے اور یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ ذات کو اپنی حیثیت سے ازلی طور پر مکمل و کامل تسلیم کریں یا کہ تسلیم نہ کریں۔ اگر تسلیم کریں، تو اُن کے قول کے مطابق، اُسے خود بخود قائم جانیں۔ نہ کہ زاید صفت سے، جو قیام ہے اور اسے ذات سے موجود سمجھیں نہ کہ زاید صفت سے، جو موجود ہے اور اگر ذات سے

حیّ جانیں نہ کہ صفت زاید ہے جو حیات ہے اور اسی طرح اور۔ اور یہ بات بھی انہی کے طے کردہ اصول کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ذات کو اس کی ذات سے قائم قرار دیتے ہیں، نہ کہ صفت کے ذریعے سے۔ موجود، حیّ، علیم، وغیرہ کے برخلاف، اور اسی طرح اور۔ اور اگر ان کے اقرار کے خلاف تسلیم کریں یعنی ذات کو ذات کی بدولت موجود، اور حیّ اور علیم جانیں نہ کہ وجود اور حیات اور علم کے ذریعے، چنانچہ اُسے خود بخود قائم جانیں، صفت کی بدولت نہیں، نیز زائد صفات کی تحقیق و ثبوت، محض تحصیلِ حاصل ہے۔ اور اگر ہم ان کی مسلّمہ بات مان لیں، یعنی ذات کو خود بخود قائم جانیں اور موجود اور حیّ، وجود اور حیات کے مثل جانیں، تو پھر بھی دو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ **پہلی** یہ کہ اگر اسے اس کی ذات سے قائم جانیں، اور موجود اور حیّ، وجود اور حیات کی وجہ سے، تو اس میں تفریق کی کیا وجہ ہے؟ **دوسری** یہ کہ قائم کا اطلاق اگرچہ اس کی ذات ہی سے کریں، پھر بھی قیام کی صفت لازمی طور پر متحقق نہیں ہوتی خواہ یہ لازمی نہ بھی ہو، کیونکہ اسم صفاتی ہے اور اسم صفاتی صفت کے بغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کا مصدر ہے۔ اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لازم ہے کہ ذات قیام کی صفتِ زائد سے قائم ہو، اور تمام صفات کے نفوس، قیام کی صفت اور صفتِ قیام کے نفس سے اپنے قیام میں دوسرے کے تابع نہیں ہوتے، سوائے اس کے کہ وہ خود قائم ہوں۔ اور صورت یہ ہے کہ یہ بھی اُن کے ضابطے کے خلاف ہے۔ پس اے اہلِ فہم، بات کو سمجھو۔ اگر ذات کو کاملِ ازلی کی حیثیت سے خود بخود قائم مان لیں، تو تمام قوموں میں یہ بات ناپسندیدہ ہوگی۔ اور خود بخود قیام ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہیں کہ زاید کا اطلاق صرف سمجھنے کی خاطر ہے کیونکہ تفہیم کے مقام پر ذات کا مفہوم کچھ اور ہے، اور صفات کا مفہوم کچھ اور، تو پھر حقیقت کو پانے کی حیثیت سے کچھ نہیں کہا گیا اور حال یہ ہے کہ ہماری بحث وجوب کے مرتبہ کے بارے میں ہے، جو قدیم اور ازلی ہے اور مفہوم

وتفہیم پر مقدم ہے۔ ایمان کے لائق یہ ہے کہ یہ دونوں مرتبے اس کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے اس آیت شریفہ کے مطابق واللہ خلقکم وما تعلمون (اللہ نے تمہیں پیدا کیا، اور جو کچھ تم جانتے ہو) یہ دونوں قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہیں (آیت شریفہ: جو شے ہے، فانی ہے، سوائے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے) اور جو چیز قابلِ فنا اور تغیّر پذیر ہو اس سے وجوب کا مرتبہ تلاش کرنا انصاف سے دور ہے، اور پراگندہ تصورات سے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ گذشتہ دور کے عظیم مجتہد بزرگوں کی تحقیق کو جو بزرگوں کے متفقہ قول کو لفظ زاید سے بیان کرتا ہے، اِسی ایک درجہ پر مذکورہ معنی کے اعتبار سے پابند کرنا کمال کی بدگمانی ہوگا۔ کیونکہ ان مجتہدین کا ارادہ، وجوب کے حقیقی مرتبہ کی تحقیق سے ایک کلمہ جامعہ کے ذریعے جو اللہ تعالےٰ کی بے کیفی کے کمال کو ظاہر کرے، خلقت کی ہدایت کرنا تھا۔ تاکہ ہر مقلد اور محقق تقلید یا تحقیق کے ذریعے ایمان کی حقیقت سے باخبر ہو جائے۔ اور اس خیالی اور تفہیمی تحقیق سے کوئی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ اور اس عبارت سے نفیِ مطلق کی سمجھ نہیں آتی، کیونکہ جب تک میں بات نہیں سمجھوں گا، کس کو منزّہ سمجھوں گا؟ اور کس کی عبادت کروں گا؟ بلکہ فہم کی نفی سے مطلوب کو سمجھنے کا احتمال ہے۔ کیونکہ جب تک میرے یقین کے آئینے سے موجودات کے نقش صاف نہیں ہو جاتے، کیف کے ہونے یا نہ ہونے کا علم میرے خانۂ یقین میں پوشیدہ رہتا ہے، خواہ اس کا علم نہ بھی ہو اور نہ نفسِ معلوم غیر معلوم ہے، بلکہ وہ معلوم ہے، اور اس نقصان پر قابو پانا جب کہ یہ غیب سے واقع ہو۔ ایک نفس ہے، اور چونکہ اللہ تعالےٰ کو سمجھنا ناممکن ترین بات ہے، اور اس قولِ مفصّل کی تحقیق، حقیقی تحقیق سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے اس کی صفات کی نسبت جاننے کے سلسلے میں ایمانِ بے کیفی کے ذریعے اس کلمۂ جامعہ کو مان لیں اور ان بزرگوں کی منشا کے مطابق جیسے کہ اسلام کے دوسرے مسائل میں مجتہدین کی باتوں

پر ہم ایمان لاتے ہیں زاید کے اطلاق کو بھی مان لیں۔ان کی تحقیق انہی کے سپرد کریں اور کلمہ جامعہ کو اپنا معمول بنائیں کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی تقدیس وعظمت کا کمال ہے کہ بے شمار ذاتی قابلیتوں کے باوجود جن کو صفات کا نام دیا گیا ہے، اس کی نسبت، صفات کی جانب، صرف بے کیفی کی ہے، کیونکہ بے کیف اور بے کیفی سے بے کیف کی نسبت عینیّت وغیریت کی ہے، بلکہ عینیت وغیریت کا مفہوم اس کی مخلوقات سے ہے نہ کہ اس کی عظیم صفات سے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

مکتوب : ۱۱

صفات کے ساتھ صفات کی قابلیتوں کے بارے میں تحقیق۔

سلام کے بعد۔ جیسا کہ ہم نے ذات سے صفات کی نسبت کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ وہ لَا هُوَ اور لَا غَيْرُهٗ ہے۔ یعنی ذات، جو بے کیف ہے، کی نسبت صفات سے، جو بے کیف ہیں، بے کیفی کی ہے، اور عینیّت وغیریّت کیفیات کی سی چیزیں ہیں۔ اس لیے ذات وصفات کے وجود کو ایک دوسرے پر غیریت وعینیّت کا اطلاق کرنا منع ہے۔ اسی طرح صفات کی قابلیتوں کے وجود کو صفات سے بے کیفی کی نسبت ہے، کیونکہ صفات کی قابلیتیں بھی بے کیف ہیں، اور جو کچھ اس مقام پر ظاہر ہے، وہ صفات کی قابلیتوں کے کمال کا ظہور ہے نہ کہ خود کمالات کا۔ کیونکہ صفات کے کمالات بذاتِ خود غیب الغیب ہیں، خارج میں ظہور کرنے سے پہلے، اور ظہور کرنے کے بعد، اور یہ کہنا کہ صفات کمالات کے لباس میں ظہور پذیر ہوئی ہیں، حضرت جیوؒ کے مسلک کے خلاف ہے۔

ملنے سے خوشی ہوئی اور اس کے مطالعہ سے اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ یہ جو
اللہ تعالےٰ کی منفی صفات کے بارے میں تحریر کیا ہے، کہ بعض بزرگوں
کو بھی مثبت صفات کی مانند کہا ہے اور موجود سمجھا ہے، تو عزیز من! غور
کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا، صفت کی نفی کرنا ہے، نہ کہ صفت کا اثبا
"لم یَلِدْ" (وہ پیدا نہیں کرتا) صفتِ توحید کی نفی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت
"لیس کمثلہٖ" (اس کی مثل کوئی نہیں) 'مثل' کی نفی ہے، اثبات نہیں
کہ منفی صفت سے اللہ تعالےٰ سے وہ ناقص صفت خارج کرنا ہے نہ ک
کرنا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ اس کی منزّہ ذات میں اس نقصان کا ہو
وصف ہے، کیونکہ وہ ناقص صفات کو اپنی ذاتِ پاک میں جگہ نہیں دی
یہ شان اور صفت، مثبت صفت ہے نہ کہ منفی صفت۔ چنانچہ ان دونو
تطبیق کرنی چاہیے کہ منفی صفت کو مثبت کہنے والا اس کی شان وصف
والا ہے اور منفی صفت کو منفی کہنے والا اس کی شان وصفت کو ناقص کر
کو صفات میں سے خارج کرنے والا ہے۔ اگر کہیں ملاقات کا موقعہ ملا، تو ا
رو برو کی جائے گی۔

مکتوب : ۱۳

مرتبہ صفات و کمالاتِ صفات پر غیب الغیب کے نام کے اطلاق
اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کی بے حد حمد و ثنا۔ میرے عزیز

بھائی، بعد سلام آپ کے مشفقانہ مکتوب کی آمد نے خوشی پیدا کی۔ مدت سے یہ خواہش تھی کہ عزیز کوئی گہرے مطلب کا سوال کرے۔ اس خط کے مطالعہ سے وہ خواہش پوری ہو گئی۔ اے سعادت مند! اس عاجز نے اس تحقیق میں ہر دو اختلاف کو حاجی سلطانپوری (اللہ ان کے راز کو پاک کرے) کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس عبارت کے چھ لطیف نکات پر تعجب کر کے فرمایا تھا کہ جو کچھ نکات میں ہے، یہی ہے اور اسے ہی دیکھنا چاہیے اور اس کے بعد اور کچھ نہ کہا اور دوسرے عزیزوں سے بھی اس وقت تک کوئی تحقیق ظاہر نہیں ہوئی۔ اس موقعہ پر اس عاجز کے دل میں خیال آیا، گویا غیب سے ڈالا گیا، کہ ذات و صفات اور ملزومات کی دو شانیں ہیں۔ پہلی شان تو یہ ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اس شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ظاہری ذات و صفات کا مرتبہ اپنی ظاہریت سے غیب سے موسوم ہے، اور اس شان میں ملزومات کا درجہ پوشیدگی اور دخلِ محض کا ہے، اور ان کی انتہا غیب الغیب کی مُسمیّت کی متقاضی ہے دوسری شان یہ ہے کہ "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس دوسری شان کے مطابق ظاہر ہے کہ ملزومات کے رُتبے اپنے ظہور کے لباس سے اس شان میں ظاہر ہیں۔ اور اپنی ظاہریت کے سبب غیب کے نام اور ذات و صفات کے مرتبے سے، ملزومات کے ذریعے اس مرتبہ پر اطلاق کی وجہ سے ہویدا ہیں۔ پس اس معنی کے اعتبار سے اس شان میں "ذات و صفات" یہ ہے کہ اس کا نام غیب الغیب رکھا جائے اور جب شان کی تحقیق سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان دو باتوں کے دو پہلو ہیں، یعنی حضرت پیر دستگیرؒ نے پہلی شان کے مطابق، ذات و صفات پر غیب کا اطلاق اور ملزومات پر غیب الغیب کا اطلاق فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد شریف جیؒ، چونکہ پیرو کار ہیں اور چونکہ اُن کے مُرشد نے غیب کا اطلاق ذات و صفات پر اور غیب الغیب کا اطلاق ملزومات پر جیسا کہ دُوسری شان کے مطابق مرتبہ ظہور

ہے، بیان نہیں فرمایا، اس لیے مجبوراً دُوسری شان کی تحقیق کو، جو پہلی شان کے تحت ہے، مراتب ظہُور کے پیشِ نظر خصوصیت سے ہر مرتبہ کے مطابق بیان فرمایا اور غیب کا اطلاق مناسب ملزومات سے، اور غیب الغیب کا اطلاق ذات وصفات پر زیادہ مناسب سمجھا۔ اور پھر چونکہ ذاتِ انسانی کا راز واحدِ حقیقی کی ذات کے راز کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ہر لحاظ سے اُس کا مظہر ہونے کی وجہ سے اس کی ذات، صفات و ملزُومات کی سردار ہے، اس لیے مجبُوراً تمام لطائف پر سِرِّ انسانی کی سرداری کو حق مان لیا۔ اور وہ جو فرمایا کہ غیب، علمِ حضُوری کا مظہر اور غیب الغیب حضُورِ علم کا مظہر اور نفس ذاتِ رَبّانی کے راز کی حقیقت ہے اس سب کچھ کے باوجود حضُور کی حیثیت سے اس کا وجود حرف کے مرتبہ میں ہے، یہ اس معنی میں ہے کہ چونکہ عرُوج کی حیثیت سے اُن کی تحقیق دوسری طرف سے ہے، اس لیئے عرُوج کی سمت حصول کے مرتبے سے جو نفسِ ظہُور ہے، ملزومات کے مرتبہ سے جو غیب سے اس شان کے اندر اسم یافتہ ہے اس شان سے شرُوع ہوئی ہے۔ اور جب حصُول کے علم کے مرتبہ سے عرُوج حاصل ہو گیا، تو علمِ حضُوری نے ظہور فرمایا علمِ حضوری کے مظہر اس نے غیب کا مرتبہ جو ملزومات میں ہے۔ واقع اور ظاہر گیا، اور علمِ ظہُوری ظہورات کے لباس میں ملزومات کی وصولی سے ہے اور یہ بات تحقیق شُدہ ہے اور جب اس مرتبہ سے ترقی ہوئی اور صفات کی وصولی میسر ہوئی تو حضُورِ علم نے ظہُور فرمایا۔ پس اس حضورِ علم کا مظہر، مرتبہ صفات ہے اور صفات اس شان میں غیب الغیب ہیں۔ اور ان کی اطلاع کے مطابق یہ امر تحقیق شدہ ہے،

جو مخلوق ہے ، نہیں ، بلکہ جب ہر غیب اور غیب الغیب کے مرتبہ کا وصول ظہور میں آئے گا ، تو اصل کا نتیجہ ، علم ضرور کی شکل میں نکلے گا ، لاچار علم حضوری مرتبہ غیب میں اور حضورِ علم غیب الغیب کے مرتبہ میں چھ مفصل لطائف صاف ظاہر ہیں ، جن کا بیان انسانی راز ہے اور انسانی راز ظہورِ ثانی کے مرتبہ میں داخل ہے اور ظہورِ ثانی دوسری شان کے ماتحت ہے اس لیے ملزومات کو غیب سے اور صفات کو غیب الغیب سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہے ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں کیونکہ زیرک انسانوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

[illegible] گیا ہے روبرو کہا جائے گا. انشاء اللہ

اور ظرف کے ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تحقیق بیان فرمائیں تاکہ دونوں باتوں کی تفصیل ظاہر ہو جائے۔

مکتوب : ۱۴ (ب) جواب

میرے عزیز! اس عاجز کو اتنا حوصلہ کہاں، کہ اکابرانِ دین کے اقوال کے متعلق زبان کھولے، لیکن چونکہ سوال کرنے والے کو جواب دینے کے بغیر چارۂ کار نہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ "سوال کرنے والے کو مت جھڑکو"۔ اس لیے اپنی کمزور عقل کے مطابق میں نے صوفیائے کرام کے آفتابِ نُور سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اس کو بیان کیا جاتا ہے۔ علمائے ظاہر کی سمجھ نے جو کچھ سمجھا اور کہا ہے، ہم لوگوں کی بساط کیا ہے کہ اس پر بات کریں، لیکن سائل کے ساتھ چونکہ معاملہ بے تکلّفی کا ہے۔ اس لیے اگر ہمارے حضراتِ ظاہر اور صُوفیہ کے درمیان اس بارے میں جو بحث کی گئی ہے اس کو بیان کیا جائے، تو درست ہوگا۔ چنانچہ اس لحاظ سے کچھ بات کہی جاتی ہے۔ لیکن سب سے پہلے سائل کے سوال میں جو کمی ہے، اسے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عقیدہ کی تحقیق ہوگی۔ یعنی چونکہ سائل حق تعالےٰ کو جسم اور جوہر سے پاک سمجھتا ہے اور احاطہ ذاتی کی تعلیم جو "اِنّہٗ" کی ضمیر سے ظاہر ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ نہ کہ کسی اور شے سے، اس لیے جسمیت کا وہم کہاں سے پیدا ہو گیا۔ اکثر لوگ بات کرتے ہوئے تو نفی جسم کرتے ہیں۔ لیکن جب اچھی طرح جانچا جائے تو ان کا باطن عقیدۂ جسم سے ملوّث ہوتا ہے، اور جسم کے لیے لازم ہے کہ احاطہ ذاتی کی نفی ضروری سمجھی جائے، اس لیے مجبُوراً احاطہ علمی کی طرف رجُوع کرتے ہیں، کیونکہ احاطہ ذاتی کے ثبوت میں اُن کے عقیدہ کے مطابق ذات کی مظروفیّت اور اشیا کی ظرفیّت ثابت ہوتی ہے اور مجسّم جسم کا احاطہ اس حیثیت کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اہلِ سنّت والجماعت جسم، عرض، بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے تمام حادث قیود

کی نفی کرتے ہیں، اور چونکہ وہ یہ بات اللہ تعالےٰ کی پہلی اور دوسری مذکورہ بالا آیت
سے سمجھتے ہیں۔ اس لیے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیّت جو حادث اشیا کا خاصہ
ہیں، کا وہم اس جگہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور چونکہ سائل اپنے اعتقاد میں اللہ تعالےٰ
کی ذات کو الطف (بے حد لطیف) اور متبوع (فرماں روا) اور صفت کو لطیف
اور تابع (فرماں بردار) سمجھتا ہے اس لئے ذات کا جو الطف اور متبوع ہے کسی
شے سے احاطہ کرنے سے جسمیت، ظرفیت اور مظروفیّت کا وہم پیدا ہوتا ہے اور
یہی وہم، لطیف اور تابع کے مرتبہ میں، جو صفات ہیں، احاطہ کے قابل ہونے سے
ضروری ہے کہ اور بڑھ جائے۔ اس لیے اس وہم کی وجہ سے کیا احاطۂ ذاتی اور کیا
احاطۂ صفاتی سب کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور حقیقت یوں نہیں بلکہ اس سے نفی اوّل
اور ثبوت ثانی ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرجح (ترجیح دینے والے) کے بغیر ترجیح ہے۔ نیز چونکہ
لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ذات خود بخود قائم ہے اور اس کی تمام صفات، ذات
کی بدولت قائم، اور ذات سے صفات کا قیام احاطہ ذات کی خبر دیتا ہے۔ اس لیے
وہ صفات کو اپنے عقیدے کی رُد سے کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ اس عقیدہ کا باعث اشیا
سے صفات کا احاطہ کرنا اشیا کو ذات کے احاطہ کی خبر دیتا ہے، کیونکہ بے شک احاطہ گھیرنے
والے کی گھری ہوئی جگہ ہے۔ اور چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی وجہ سے صفات، ذات سے
الگ نہیں، اس لیے کسی شے سے صفات کا تعلق کہنا اور پھر اس سے تعلق ذات کی
نفی کرنا، صفات کے انفکاک (الگ ہونے) کے عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے اور پھر چونکہ یہ
بھی جانتے ہیں کہ صفات، ذات پر زاید ہیں۔ عین ذات نہیں۔ پس جب ذاتی علم کو زاید
سمجھا، تو اس کے احاطہ کرنے کا قائل ہو گیا اور اس سے کیا چیز سامنے آئی کہ احاطہ ذاتی کا
قائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم اس کی ذات کی ایک صفت ہے، اس لیے اس کی ایک صفت
کا احاطہ ہے۔ چونکہ سائل سوال کے دقائق و رموز سے بے خبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ

کے احاطہ کرنے سے، جو اس کے ذہن سے بہت دُور ہے، کیا حاصل کرے گا، قصہ کوتاہ میں بات کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ احاطہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ صُوری، معنوی اور حقیقی۔ احاطۂ صُوری ادنے سے لے کر اعلےٰ تک کی مخلوقات کے مراتب کا خاصہ ہے، اور اس احاطہ میں ظرفیت و مظروفیت یا تو ظاہر ہے یا پوشیدہ۔ اگرچہ بعض جگہ واضح نہیں ہوتا۔ اور احاطۂ معنوی حقیقی صفات کا احاطہ ہے خواہ اشیا کی صفات ذاتی ہو یا فعلی کہ اللہ تعالےٰ ازل سے ابد تک تمام ممکنہ مراتب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے جس طرح قدرت کی صفت ہے، کہ قدرتی معانی کے تصرفات تمام اشیا کے ساتھ

سے ظاہر و باطن، قلت و کثرت اور قیام و وجود رکھتے ہیں۔ اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں، اور یہ حقیقت حقیقی باقی ہر شے کو گھیرنے والی متحقق ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے احاطۂ حقیقی کی حقیقت سے باخبر کیا۔ اور اس تحقیق سے جہت و ظرفیت کے وہم ختم ہو گئے۔ اور جس کی ضرورت تھی صفحہ اعتقاد پر جلوہ گر ہو گیا۔

اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ علمائے ظاہر کا احاطۂ ذاتی پر رُک جانا، اس احاطہ کی نفی ہے، جسے عوام احاطۂ صُوری سمجھتے ہیں۔ اس سے احاطۂ حقیقی کی نفی کا پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس احاطہ کا ثبوت ایمان محض ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مکتوب: ۱۵

شریعت کے بعض عقائد پر یقین رکھنے کی تحقیق کے بارے میں۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے کفر کی تیرگی سے نکالا اور اپنی مدد اور کامیابی سے دارالایمان میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ ذات، جو مُردوں کو زندہ کرتی اور انہیں ولایات کے درجوں پر پہنچاتی ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے مخلوقات میں اتحاد و حلول سے منزّہ ہے۔ اور اس کی ذات کے سوا جو کچھ ہے، وہ اس کی نشانوں اور کمالات کے حسن کا عین ظہور ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے غافلوں کی آنکھوں سے پردہ فرمایا اور اپنے حضور میں حاضرین کو متحیر بنا دیا۔ آپ کے پُر خلوص اور بے کینہ، محبت سے بھرے ہوئے مکتوب کی آمد نے دل کو آسودہ کیا اور پیاسے دل کو طالبین کے سوالات کے پانی سے سیراب کر دیا۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ مفصل جواب لکھا جائے گا، تو انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ جس مسئلہ کو واضح طور پر میں بیان کرتا ہوں، اس کو غور سے سنیئے۔

باوجود وہ اس صورت سے اتحاد و حلول کی حد تک منزّہ اور پاک ہے ، مرتبۂ وہم کو حقیقی خارجی مرتبہ سے قریب کی یا دور کی نسبت نہیں۔ اور یہ مذکورہ باتیں قریب یا دُور کی جنسیّت کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیساکہ غور کرنے والے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔

میرے عزیز! جب دو چیزوں کے درمیان حدود کی تحقیق ظرفِ زماں اور ظرفِ مکان سے ثابت شدہ ہے تو پھر وہ شخص عجب نادان ہے جو اللہ تعالےٰ کی لامکانی پر ایمان لانے کے باوجود حد کا احتمال پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ ہر حادث صریح طور پر قدیم کی ضد ہے اور تمام اضداد ایک دوسرے کے سوا حادث پر غیر قدیم کے اطلاق پر رک جاتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دانا کی نظر میں مخلوق، خالق کے بغیر اور خالق و مخلوق کے درمیان غیریّت کے اطلاق سے حدود کی تحقیق کرنا غیر معقول ہے۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام معلومات وجود میں آگئی ہیں تو اس سے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کے حقائق کی اشیاء، ایک واحد شئے ہوں اور یہ درست نہیں کیونکہ اشیاء کے حقائق کو ان متصوّف حضرات نے اللہ تعالےٰ کی معلومات قرار دیا ہے۔ اے نیک بخت! متصوّف، تکلّف کرنے والے کو کہتے ہیں یعنی اس شخص کو جو زبردستی صوفی بنا بیٹھا ہو اور ایسا شخص منزل پر پہنچا نہیں ہوتا اس لیے حضراتِ متصوّفہ کی بجائے حضراتِ صوفیہ کہنا چاہیے۔ تاکہ ان کی باتیں قابلِ اعتماد ہوں۔ پس جاننا چاہیے کہ معلومات کے پہچاننے میں بزرگ صوفیہ کی باتیں بہت ہی دقیق ہیں۔ انتہیٰ کہ اگر میں یہ کہوں کہ تمام معلومات وجود میں آگئی ہیں۔ تو ضروری ہو جاتا ہے کہ اشیاء اور ان کے حقائق ایک ہی ہوں اور اگر یہ کہوں کہ موجود غیر معلوم ہے" تو پھر یہ دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو یہ کہوں کہ معلوم اور تھا اور موجود اس کے علاوہ۔ اس لیے لازم آیا کہ جو وجود میں آیا، وہ حق کو معلوم نہ ہو، تو یہ نقصانِ علم ہے کہ دُوسرے کو معلوم

ہو. اور موجود اپنے وقت میں غیر معلوم ہو. یا پھر یہ کہوں کہ معلوم علم میں تھا اور جو کچھ وجود میں آیا وہ اس کی شبہ اور مثال ہے. اس سلسلے میں وجودِ مثالی اللہ تعالے کے علم میں لازم ہو جاتا ہے اور یہ مخلوقات کی صفات میں سے ہے. پس ثابت شدہ بات یہ ہے کہ ہر موجود و مخلوق شئے کو اللہ تعالے کی ذاتی صفات سے دو طرح کا تعلق ہے، جیسا کہ قدرت، علم اور ارادے کا ہے. اور اس تعلق سے ہر شئے ٹھیک ٹھیک مقدور و معلوم ہے اور حق کی مراد 'لا' سے ہے اور ان بلند صفات کا تعلّق اشیا کے وجود سے پہلے، اور اُن کے وجُود کے بعد سے برابر کا ہے اس تعلق میں کوئی کمی یا زیادتی یا کوئی پہلے اور بعد کا فرق نہیں. اگر کمی اور زیادتی ہے یا پہلے اور بعد کی کیفیت ہے، تو وہ اس شئے کی نسبت سے اللہ تعالے کے علم و قدرت کے اعتبار سے نہیں.

اللہ تعالے اس سے پاک ہے اور وجودِ مثالی کے حصول کے بغیر ہر شئے اس کے علم بلکہ علمِ حضوری میں ہے. اور ہر شئے کو تمام وجود اور اعتبار سے وہ مرتبہ حاصل ہے، جو شُدنی (ہو جانے والا) ہے، جس میں زماں و مکاں کے تمام مراتب شامل ہیں، جو ازل سے ابد تک حق کو جانتا ہے اور ہر شئے اپنی اصل شکل میں اُسے معلوم ہے، نہ کہ ان کے حصول کی شئے. جس سے بعض صُوَرِ علمیہ مراد لیتے ہیں. ہرگز ہرگز نہیں صُوَر اور حصول کی اللہ تعالے کے علم میں گنجائش نہیں. بلکہ یہ شئے اپنے موجود ہونے سے پہلے اور بعد میں اس کے علم میں ہے. اور یہ وہ نادر معارف ہیں، جو اللہ تعالے طریقہ نقش بندیہ میں، طریقہ اجتنبیہ کے مالک کے دل پر نازل کرتا ہے. اور اس کا تعلق صفاتِ فعلیہ سے ہے، جیسا کہ خالقیّت اور رازقیّت ہے اور اس تعلق سے ٹھیک اسی طرح مخلوق، رزق پانے والی، اور فنا ہونے والی ہے. چنانچہ ہر چیز صفاتِ فعلیہ کے تعلّق کی حیثیت سے مخلوق، موجود اور حادث (تغیر پذیر) ہے اور صورت یوں نہیں کہ معلوم کوئی اور شئے ہو اور موجود کوئی اَور شئے. یہ محض تنازع ہے. پس

تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہی زید معلوم ہے اور یہی زید موجود، نہ کہ غیر زید۔

اور یہ جو لکھا گیا تھا کہ ضروری ہے کہ شے کی حقیقت عین شے ہو، تو میرے مشفق! یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے، جب میں یہ کہوں کہ معلوم ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حیوانِ ناطق، حیوانِ ناطق ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو موجود ہے، وہ معلوم ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے۔ پس انسان حیوانِ ناطق کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لیے کسی شے کی حقیقت درست شے ہوتی ہے، فرق عبارت میں ہے۔ شے اور حقیقت میں نہیں ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ: میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ متصوّف حضرات نے مخلوقات کو واحدیت (ایک ہونے) کے مرتبہ میں رکھا ہے اور خالق و مخلوق میں صرف نام کا فرق رکھا ہے، جیسا کہ اولے اور مینہ، حالانکہ وہ ایک ہی شے ہیں۔ میرے مشفق! اگر مخلوقات کو واحدیت کے مرتبہ میں اس معنی میں کہوں کہ واحدیت کے مرتبہ کے اجزا میں سے ایک جزو ہے، تو یہ صاف غلطی ہے۔ کیونکہ واحدیت مرتبہ صفات ہے اور مرتبہ صفات، حصے بخرے کرنے سے پاک اور منزّہ ہے۔ صوفیا میں سے کوئی بھی اس مرتبے کے حصے بخرے کرنے کا قائل نہیں۔ البتہ اگر کوئی متصوّف ایسی بات کہے، تو بعید نہیں۔ کیونکہ وہ ظلیت (سائے) کے مرتبہ پر ہوتا ہے اور صاحبِ ظل غلطی سے محفوظ نہیں۔ اور وہ جو اولے اور مینہ کی مثال دیتے ہیں، اس سے مراد جزکی نہیں، میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بلکہ میری یہ مثال بعض لحاظ سے صفاتِ مطلق کے ظہور سے ہر شے کی تحقیق و ثبوت کے لیے دی گئی ہے۔ جیسا کہ اولہ صاف صاف پانی کا ظہور ہے لیکن جزئیت کے مرتبے سے بالکل الگ ہے۔ لیکن اگر صرف نام کے الگ الگ ہونے سے کہیں، اور

حقیقت، کو ایک جانیں، تو یہ اہلِ صفا صوفی کی بات نہیں ہوگی، بلکہ اہلِ ہوس متصوف کی بات ہوگی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی رحمتِ خاص عطا کر اور ہمارے معاملے کو درست کر دے!

مزید یہ کہ اگر تخت پوش کا ایک تختہ پلید ہو جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر ان سب تختوں کو ایک دوسرے سے میخوں سے اس طرح جوڑا گیا ہے گویا کہ ایک ہی تختہ بن گیا ہے، تو پھر وہ تخت پوش ایک تختہ کی حیثیت رکھے گا۔ اس سارے تخت پوش پر نماز جائز نہیں خواہ پاک جگہ پر نماز ادا کرے یا ناپاک جگہ پر، لیکن اگر تختوں کو لکڑی کے ساتھ جوڑ تختے تختے ہو، میخوں سے جڑا گیا ہو، اور اس لکڑی کی بدولت وہ تختے آپس میں ملے ہوئے ہوں اور اسی لکڑی کی وجہ سے وہ تختے جدا جدا ہو سکتے ہوں، تو پھر پاک تختے پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اُس طویل تختے کا جواب بھی، جس کی ایک طرف پلید ہو گئی ہو، اسی میں پوشیدہ ہے اور چادر کی کیفیت بھی یہی ہے۔ اس کے بھی پاک کونے پر نماز جائز نہیں اگر مقتدی کو غفلت کی بنا پر امام کے رکن کا پتہ نہ چلے، تو چھوٹے ہوئے رکن کو ادا کرنے کے بعد امام سے ملنا درست ہے، اور اگر کوئی رُکن درمیان میں سے چھوٹ جائے، اور امام سے ملے تو درست نہیں۔

اپنی مسواک کے سوا کسی دوسرے کی مسواک پکڑنا جائز نہیں، گری پڑی چیز اٹھانے میں یہ نیت رکھے کہ اس کے مالک تک پہنچا دے گا۔ اگر کوئی حائضہ اپنی عادت سے پہلے پاک ہو جائے، تو طہارت کے بعد روزہ اور نماز تو ادا کرے، لیکن شوہر کے نزدیک نہ جائے قرآن مجید میں حرفِ 'ا' جیسا کہ "یتلوا" میں لکھتے ہیں، جیسا کہ معلوم ہے صیغہ جمع اور صیغہ واحد میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے کیونکہ بعض واحد صیغے، جمع کے صیغے کی شکل میں آتے ہیں، جس جگہ "لا" کی علامت ہو، ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔ اور بعض قاری بعض ایسے مقامات پر، جہاں وقف کرنا بہتر ہے، وقف نہیں کرتے اور

اس کی سند صحابۂ کرام سے لاتے ہیں جو سارا قرآن وقف کئے بغیر پڑھ جاتے تھے۔ اور سُورہ فتح میں 'اَفواجا' پر حاشیہ لکھا ہوتا ہے: 'وقفِ نبیؐ'۔ وہاں تھوڑا اسا رکنے میں عذر ہے، بزرگوں نے اس کے نہ ہونے کی حالت کو بہتر سمجھا اور کہا ہے، اگرچہ ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ الغرض قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ترکیبِ الفاظ کی بدولت معانی سے باخبر ہے، اگر وہ الفاظ کے فرق کو سامنے رکھے، تو اس کے لیے وقف کرنا ضروری نہیں۔ اور یہ وقف اور دوسرے مسائل جو سمجھ میں نہیں آتے، بالمشافہہ صحبت سے دُور ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور میری خطائیں معاف کرے۔

مکتُوب : ۱۶

کلام اللہ کی حقیقت کی تحقیق کے بارے میں۔

اللہ گنتی کے بغیر ازل سے کلام کرنے والا ہے، ازل سے واحد حقیقی کے کلام سے مخاطب ہے، اور مخاطبوں سے اس کے کلام کا ظہُور متعدد الفاظ میں مرتبۂ حدوث میں کمالِ فضل و کرم سے، ایک دل پذیر بات کی صُورت میں، جو دوستانِ مہجُور کا شرف [illegible]

ہوئی، اور اُس نے ضروری امُور کی حقیقت سے آگاہی [illegible]۔ چونکہ میں نے ان عزیز کو عقائد کی وضاحت نہ رکھنے والے چند مکتوب لکھے تھے، اور ان دنوں عزیزوں میں ایسے مسائل سر اٹھا رہے ہیں، اور ان کے حل میں وہ بہت کوشش کر رہے ہیں، اس لیے [illegible]

سمجھا جاتا ہے

مخاطب کے بغیر تھا اور مخاطب کے بغیر کلام کرنا بالعموم

کسی شخص کا بات کرنا

ابوں میں تحریر ہے اور جو کچھ

رت یہ ہے کہ شریعت کے مقررہ مراتب کے لحاظ سے جو کچھ تحقیق اور ظاہر ہوا

وہ مقدار اور اجزا والا ہے۔ اس لیے اگر ہم کلام مطلق کو ان مذکورہ مرتبوں سے پرے

ں، تو پھر جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اور جو کچھ محفوظ ہے، اسے کیا کہا جائے؟ کیا انہیں

ق اور غیر کلام سمجھیں؟ اس صورت میں ہم نے کلام اللہ کی تلاوت نہیں کی ہوگی۔

اور

اور صو

ہے

جانیں

مخلو

اور یہ بات نجات یافتہ فرقہ کے طے شدہ اصُول کے خلاف ہے۔

اور اس معنی کی حقیقت، بزرگوں کے طفیل (خدا اُن کے اسرار کو پاک رکھّے) اس عاجز پر یُوں ظاہر کی گئی ہے کہ حق تعالےٰ ازل سے اپنی ذاتِ قدیم کا خود مدح کرنے والا، خود وصف بیان کرنے والا اور خود تعریف کرنے والا ہے۔ اور اس میں، وحدتِ حقیقی کے تمام محامد اور تمام اوصاف شامل ہیں۔ یہ مدح و تعریف نُورِ مطلق کے ذریعے بے خوف اور بے آواز ----- اس طرح ہے، جس طرح کہ چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی صفات میں سے ہر صفت، اور اس کے ناموں میں ہر نام نفسِ ذات کی مدح و تعریف ہے، اور اس کی لاانتہا قابلیات میں سے ایک قابلیت ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی ذات کا سب سے بہترین تعریف کرنے والا، اور اعلےٰ تریں ثنا کرنے والا ہے۔ اور یہ مرتبے لاانتہا اور بے نہائت ہونے کے باوجود گنتی سے پاک اور بری ہیں۔ بلکہ وہی حقیقی طور پر بے کیف ہے کہ لا انتہا کمالات کے باوجود اس میں گنتی اور حصّے بخرے کرنے کی گنجائش نہیں۔ "سُبحان اللہ" کا کلمہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو اس کے اوصاف میں سے ہے، گنتی اور اجزا کی نفی کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جو شئے گنتی اور اجزا میں آجائے، بے شک اس کی کوئی نہ کوئی انتہا ہوتی ہے بلکہ ہر عدد اپنے طور پر مُنتہی ہے، کیونکہ جب نہائت ختم ہوگئی تو عدد اور اجزا بھی ختم ہو گئے۔ اور چونکہ متکلّم کے بغیر مدح اور وصف کی تکمیل نہیں ہوتی، اس لئے اسم متکلّم سے موسُوم، اور صفت کلام سے موصوف ہے، اس اصلی حقیقت اور وحدتِ تحقیقی کے پیش نظر اُس کے لیے اپنے سوا کسی غیر سے مخاطب ہونے کی ضرُورت نہیں۔

اور عین ظاہر ہونے کی حالت میں پڑھا ہوا اور پڑھنے والا زیر حفاظت اور حفا

کرنیوالا اور ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ قرأت کے بغیر قاری، حفاظت کے ادراک کے بغیر حفاظت

کرنے والا ... کے بغیر بلکہ تمام ذرات کو گھیرنے والا ہے اور صرف

[illegible]

[redacted]

اور ایک بار پھر ...

ہم بنی ہاشم ہیں۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ ا ... للہ تعالیٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت
محمدؐ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ... تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو
دفعہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور حضرت محمدؐ ... نے دو دفعہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ حضرت
مسروقؒ نے کہا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ر ... ضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ... رب کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے
ایسی بات کہہ دی ہے، جس سے میرے جسم ... کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں، میں
نے کہا ذرا ٹھہریے اور پھر میں نے اس آ ... یت، کی تلاوت کی ”لَقَدْ رَاٰی مِنْ
آیٰاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی“ اس نے اپنے رب کی ... بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں“ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کدھر بھٹکے جا رہے ... ہو۔ وہ تو جبریل علیہ السلام تھے (جن،
کو حضور نے دیکھا) جو کوئی تم سے کہے کہ رس ... ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب

کو دیکھا یا کوئی ایسی چیز چھپائی جس کے اعلان کرنے کا حکم تھا یا یہ کہ حضُور پانچ چیزوں کو جانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "صرف وہی جانتا ہے، قیامت کب ہوگی، اور یہ کہ بارش کب ہوگی...... الخ" تو اس نے حضُور پر بہتان باندھا۔ اس آیت سے مُراد یہ ہے کہ حضُورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ حضُورؐ نے جبرئیل کو اس کی اصل صورت میں دو بار دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس اور ایک دفعہ اجیاد (جگہ کا نام) میں۔ ان کے چھ سو پَر تھے، جنہوں نے سارے افقِ آسمان کو روک رکھا تھا۔ (اسے ترمذی، بخاری اور مسلم نے کچھ اضافے اور فرق کے ساتھ روایت کیا، اُن کی روایت میں یوُں آیا ہے۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر حضُور نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا، تو پھر اس آیت "ثُمَّ دَنیٰ، فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (پھر قریب آیا، اور اوپر معلّق ہوگیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا) کا کیا مطلب ہے؟" آپ نے فرمایا، "وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، جو انسانی شکل میں آیا کرتے تھے۔ اور اس دفعہ وہ اپنی اصلی صُورت میں آئے اور سارے افق پر چھا گئے"۔

اللہ تعالےٰ کے قول فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ، اور "مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی" اور "لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْریٰ" کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ ان سب میں مراد یہ ہے کہ حضُورؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، جن کے چھ سو

شاہ عبدالقادر جیلانی کی طرف [illegible]

خدائے واحد قہار کے سوا کون بادشاہ ہے جیس

ی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت [illegible] مقام خاص عطا فرمایا اور اس طرح انہوں نے حضرت رسُو

... اللہ سے مدد

مکتوب : ۲۳

واقف کر دی۔ اور پھر انا فانا شہود و حضور کے مرتبے اس صاحب د
جائیں گے۔ اس موقعہ پر اس واصلِ حاضر کا کلام کے ذریعے بولنا اور لف
اگرچہ وہ لفظ اللہ ہی ہو، مسمّٰی کے حضور میں بے ادبی سمجھا جاتا ہے، سوا
کہ اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس مقام پر شہود کا مطالعہ اس خ
کو ایسے مقام پر پہنچا دے گا، جہاں اُس کی آنکھوں میں متعدد خارجی
کا ظہور و شہود سوائے اس واحدِ حقیقی کے وُجود کے کچھ نہیں ہو گا۔ چونکہ متع
ظلی کی موجودات، وجودِ حقیقی کے سوا کوئی ثبوت و قیام نہیں رکھتیں، اس
وجود جو اپنی بقا کے لیے دُوسرے کا محتاج ہو۔ درحقیقت اپنا اطلاق صور
ہے۔ وجودِ حقیقی پر نہیں کرتا۔ اس لیے اگر سایوں کے تمام مراتب میں و
تو وہ اُس موجودِ حقیقی کا ظہور ہے۔ اگر ثبوت نفسی ہے، تو اسی ثابت نفس
ظہور ہے۔ اس لیے یہ عارف اس مرتبہ پر پہنچ کر ان مظاہر کے اندر سوا
واحد کے اور کچھ نہیں پاتا۔ اور یہ باطنی وید "ہمہ اوست" (سب کچھ وہی
ہے اور اس کے باطن پر واضح ہو جاتی ہے اور بعض اوقات باطن میں اس
کے ظہور کے غلبہ کی وجہ سے یہی کلمہ اس کی زبان پر آجاتا ہے اور چونکہ و
اس سایہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے کفر کے سایہ سے وج
شمار کرتا ہے، اور نہیں جانتا کہ سایہ نورِ وجودِ حقیقی کی نسبت کی نفی سے گواہ
کوئی عقل مند ظِل کی ظلمت سے انکار نہیں کرتا لیکن جو اصل کی حقیقت سے
کی نسبت سایہ کی طرف اصل میں سایہ کی شرکت سمجھتا ہے، اور اللہ تعا
فرمایا ہے "اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں"۔

میرے عزیز ظِل (سایہ) کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اپ
ذاتی کے ظہور سے ظلی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، لیکن کوئی حلول یا اتحاد نہیں

اور چونکہ وجودِ حقیقی، جو اصل ہے، کا سایہ میں ظہور دو مرتبوں میں ہے، ایک علمِ حقیقی کے کمالات سے فیضِ کمال کے ظہور کے بغیر۔ لہٰذا وہ سایہ، جو ظہورِ علمی سے فیض یاب نہیں ہوتا اور وجودِ ظلی کی ہستی کی حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتا نیز وجودِ صوری کو وُجودِ حقیقی سمجھتا ہے، اس کا نام ظابین (دوہم زلف) رکھا گیا ہے اور دوسرے کو چونکہ علمی ظہور سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے اسے سایہ میں وجودِ حقیقی کے مشاہدہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ یہ ہے اربابِ شہود کی کثرت میں وحدتِ وجود۔ اور وحدتِ وجود کے دو مرتبے ہیں۔ پہلا مظاہرِ کثیرہ میں مشاہدۂ وحدت، اس کو کثرت میں وحدتِ وجود کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کا مالک ظلیّت (سایہ پن) کے درجے سے ترقی نہیں کرتا اگر مثال کے طور پر درمیان میں سے ظلّ کو دور کر دیں، تو وہ محجوب ہو جائے گا، اس وصل کو جبلی وصل کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر بینی کی منزل سے آگے نکل گیا ہو، اور اُسے راہِ حقیقت مل گئی ہو، لیکن ظلیت کے لباس کے بغیر اسے اصل تک راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ ابھی اس کا کام نامکمّل ہے اور ظلیّت کی حُجّت درمیان میں حائل ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا خاص فضل رہبری کریگا، اور اسے کھینچ کر قبولیت تک پہنچا دے گا، تو اس شخص کا معاملہ اصلی علمِ لدّنی کے ذریعے دوسری طرح کا ہو گا۔ اور وہ ظلیّت سے نکل کر وحدتِ وجود سے کثرت کی طرف تحقیق کرے گا۔ اور اگرچہ یہ دونوں ظلّ سے وجودِ حقیقی کی نفی میں اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کثرت میں صاحب وحدتِ وجود مُظہر کی قید میں ہوتا ہے، اس لیے وہ غلبۂ ظہور کی وجہ سے مَظہَر در مُظہر کو عین مُظہر سمجھتا ہے اور ظہور کے غلبہ کی شدّت کی وجہ سے مَظہَر کو مُظہر نہیں سمجھتا، کیونکہ مَظہر کو عین مُظہر جاننا غیر کو وجُود کی حقیقت میں شریک جاننا ہے اور کثرت میں واصلِ وجُودِ وحدت سایوں کی کثرت کے باوجود، وجُودِ حقیقی کی حقیقت کو مراتبِ ظلال سے ماورا پاتا

ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے وجود کی حقیقت اپنے کمالات کے ظہور کی وجہ سے تمام مظاہرِ بے قید" میں" ایک قسم کی قید کے اطلاق سے ظاہر ہے اور اس عارف کے زمانے میں مطلقِ حقیقی کے علم کا منظہر بلا شبہ ظلیت ہو گا اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اتنی تشریح و توضیح کے باوجود اگر کوئی شبہ ہے، تو وہ اس مسئلہ کی گہرائی کی وجہ سے ہے، جو دلیل کے اُٹھ جانے پر موقوف ہے۔

مکتوب : ۲۴

میاں الہ دینؒ کے نام جو طریقۂ قادریہ میں ہیں۔

میں شیطانِ مردُود سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور" اپنے دل میں اپنے اللہ کو یاد کرا گڑگڑا کر، اور چھپ کر، صبح اور شام، بغیر اس کے کہ آواز بلند ہو"۔

سعادت مند اور عزیز بھائی میاں الہ دینؒ۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ ایک عزیز سے سُنا تھا کہ آپ مراقبہ اور سکوت کے بارے میں شک و شبہ رکھتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ فقرا کو اولیا اللہ سے اور ان کو اصحابِ رسول سے اور صحابہ کرامؓ کو خود رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہے۔ امید ہے کہ عزیز کا یہ شک و شبہ استفسار کی غرض سے ہو گا، انکار کی غرض سے نہیں۔ کیونکہ اس امر کا انکار بہت بڑی مصیبت ہے۔ چنانچہ فقرا کے اس طریقۂ مراقبہ و سکوت کے بارے میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے آپ کے شکوک و شبہات دُور ہو جائیں۔

معلوُم ہونا چاہیے کہ ایمان کے دو رُکن ہیں۔ تصدیق اور اقرار۔ اصلی اور دائمی رکن تصدیق ہے اور اقرار عارضی اور وقتی رُکن ہے۔ اور یہ تصدیق کی

شاخ[1] ہے۔ اقرار ساری عمر میں ایک بار کافی ہے۔ بلکہ بعض جگہ قوتِ گفتار کے باوجود اگر جان کا خطرہ ہو یا تصدیق کے باوجود اقرار کا اظہار نہ بھی ہو، تو یہ پھر بھی ایمان کے منافی نہیں۔ چنانچہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں ارکان کے کئی متعلقات اور توابع ہیں اور وہ جو ذکرِ قلبی ہے، وہ تکرار، یاد داشت، حضوری، دائم آگاہی غم، فکر، خضوع وخشوع کی بدولت ہے، اور یہ دل کی خاصیت ہے۔ اور تصدیق کے متعلقات اور توابع میں سے ہے اور وہ جو زبان کے ذکر کی بدولت الفاظ تسبیح، تہلیل، نماز، تلاوت قرآن وحدیث وغیرہ، دین کے ظاہری علوم کا پڑھنا ہے، وہ اقرار کے متعلقات وتوابع میں سے ہے۔ اس لیے مومن کو اصلی رکن یعنی تصدیق سے کسی وقت بھی گریز نہیں۔ بلکہ اگر خانۂ دل ایک لمحہ کے لیے بھی تصدیق سے خالی ہو جائے، تو کفر پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح تصدیق کے متعلقات وتوابع کے بغیر ایک لحظہ کے لیے بھی نہیں رہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت غم وفکر اور خشوع وخضوع میں

---

[1] جب کوئی شخص رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسلام قبول کرتا تھا، تو حدیث پاک کہ "اللہ اور بندے کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں" کے بموجب ایمان لاتے ہی وہ تمام پردے اٹھ جاتے تھے۔ رسولِ کریم کے بعد جو ظاہری علوم اور باطنی اسرار کے جاننے والے تھے، ان کے توابع روزِ قیامت تک اتنے بلند استعداد ہیں کہ بعض صرف تعلیم سے ہی اہلِ انکشاف بن جاتے تھے۔ اور بعض کو ریاضت اور توجہ کی ضرورت ہوتی تھی، اسی لیے طریقۂ سلوک شرع کے مطابق مقرر کیا گیا، تاکہ پراگندہ نہ ہو جائیں اور آنکھیں بند کرنا۔ کان بند کرنا اور گوشہ نشینی اختیار کرنا مقرر کیا گیا۔ اے صاحبِ تمیز! غور سے دیکھ ان میں کون سی بات شرع کے خلاف ہے۔

ہوتے تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اُس وقت میرے ساتھ ہوتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی اور نبی وہاں نہیں آسکتا"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا "میری آنکھ سوتی ہے، لیکن میرا دل نہیں سوتا"۔ اور اسی قسم کی متواتر اور مشہور احادیث موجود ہیں، جو حضور کے باطنی ذکر و فکر کی وضاحت کرتی ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" چشمۂ باطنی سے جوش مار کر اُبھرا ہے۔ اور دوسرے اولیا اللہ کے بارے میں کہاں تک بیان کروں، کیونکہ کاغذ تنگ ہے۔ اور اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور اقرار، رکنِ فروعی ہے اور یہ تصدیق کی شاخ ہے، چونکہ یہ عارضی و وقتی ہے، دائمی نہیں، اس لیے اس کے متعلقات بھی وقتی اور عارضی ہیں، جیسا کہ نماز وغیرہ کہ بعض حالات میں ان کا ادا کرنا ممنوع ہے، جیسا کہ جنابت کے وقت، بیت الخلا میں یا جماع کے وقت، اور استنجا کے وقت، برہنگی کی حالت میں اور پیشہ ورانہ بات چیت کرتے وقت، اقرار کے ان متعلقات کے ادا کرنے کو ممنوع فرمایا گیا۔ اس لیے دانا آدمی کو چاہیے کہ حقیقتِ کار پر نظر کرے، اور جان لے کہ وہ ذکر اور حضوری، جو صبح و شام چاہیے، ایسا ذکر ہے کہ تصدیق کی طرح ہم اس سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہیں رہ سکتے اور یہ ہماری ذات پر لازم ہے اور چونکہ یہ بات علمائے ظاہر کے درس کے ذریعے ہاتھ نہیں آسکتی، کیونکہ وہ شرعِ ظاہر کے وارث ہیں اور تکرار لسانی کے لیے وقت مقرر کیے گئے ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ علمائے باطن کا دامن مضبوطی سے پکڑیں، جو فقرا ہیں، اور شرع کی باطنی حقیقت کے وارث اور دائمی اور حقیقی حضوری سے بہرہ یاب ہیں، جیسا کہ اولیائے کرام کی سنت ہے؛ تاکہ اُن سے فیض یاب ہوں۔ اور میں بعض اہل جہر کے ذکر کے متعلق بات نہیں کرتا، جو مدعا تک پہنچنے کی خبر نہیں دیتا کیونکہ زبان کا ذکر لقلقہ (سخت آواز) ہے۔ قلب کا ذکر وسوسہ (زیور کی جھنکار)

ہے۔ اور روح کا ذکر خوشی و مسرت ہے۔ یہ اصول اولیا کا مقرر کردہ ہے۔ لیکن جس شخص کو دل اور روح کا ذکر حاصل نہ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ زبان کا ہی ذکر کرے اور طلب کرتا رہے، حتیٰ کہ اسے باطنی ذکر بھی نصیب ہو جائے۔

مکتوب: ۲۵

نورِ محمدی کے اظہار کے بارے میں۔

سب تعریف اس کے لیے ہے، جس نے نورِ محمدی کی تخلیق کی۔ اس نے ارادہ کیا، اور اُسے الہامی علم کے مرتبے ہیں تعینِ اول کہا اور اُسے الوحدت کا نام دیا اور وحدتِ حقیقی میں نورِ محمدی کے تمام متضمنات شامل ہیں اور اسے تعینِ ثانی کا نام دیا گیا ہے، اور یہ اصطلاح نزلاتِ خمسہ والوں کی رکھی ہوئی ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ شیخ آدمؒ نے فرمایا کہ حقیقتِ محمدی ایک جامع ذات ہے، جو ہر قسم کے زوال سے پاک اور منزہ ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حقیقت کا اطلاق کئی وجہ سے ہوتا ہے یہاں حقیقت سے مراد مبداء فیض ہے۔ وہ حقیقت نہیں، جو جنس اور نوع سے مرکب ہوتی ہے کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے۔ چونکہ اس بات کی تحقیق بالمشافہ طویل گفتگو کی متقاضی ہے، اس لیے اسے آپ کی حاضری پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔

فقیر کو ان دنوں سے جب کہ مکمل جلاب لیا تھا، اب تک پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور ہر روز آٹھ سے لے کر دس تک دست آرہے ہیں۔ آپ کے یہاں آجانے کے بعد مفصل بات کی جائے گی۔ ابیات۔

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد موسیٰ با موسیٰ اندر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی، کاں داشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی

(ترجمہ) چونکہ بے رنگی، رنگ کی قید میں آگئی، اس لیے موسیٰ، موسیٰ کے ساتھ لڑ پڑا جب تو بے رنگی تک پہنچ جائے گا، تو موسیٰ اور فرعون کے درمیان آشتی ہو جائے گی۔

یہاں بے رنگی سے مراد وہ مرتبہ اطلاق ہے جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ رنگ سے مراد مظاہر کی کثرت ہے، اور اسیر ہونے سے مراد نور آفتابِ وحدت سے آبگینوں میں روشنی کا انعکاس ہے اور موسیٰ سے موسیٰ کا جنگ کرنا ایک نبی کی شریعت کا دوسرے نبی کے ہاتھوں منسوخ کیا جانا ہے۔ اور بے رنگی کا حصول ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اور موسیٰ و فرعون کا صُلح کرنا، ظاہری مقابلے کا ختم ہونا اور ذمہ داری کی بساط کا اُٹھ جانا اور رنگا رنگ کے مختلف آبگینوں کو ختم کر دینا ہے، کیونکہ وہ کثرتِ اعداد کا سبب ہے۔ مندرجہ بالا ابیات کی یہ شرح میر محمد رضا عفی عنہ، نے کی ہے۔

لیکن فقیر یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدُومی میر محمّد رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں کہا ہے، اگرچہ بہت پاکیزہ اور خوبصورت ہے، لیکن یہ مطلب شیخ فانی کی مناسبت سے معلُوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحبِ فنا کے لیے ظاہری کمزُوری اور تقیّدات کے مرتبے ہیں۔ حتیٰ کہ علمِ فنا بھی جب فانی شخص میں باقی رہ جائے، تو پھر بھی انہوں نے اس کے حق میں آدھی فنا ثابت کی ہے۔ اس لیے میر مرحوم نے ان اشعار کی شرح میں بیرنگی تک پہنچنے کو اضمحلال کا پابند ہونا ایک عارف کی نظر سے کہا ہے۔ عارف کا تعیّن کیا ہے اور غیر عارف کا تعیّن کیا؟ اس معنی میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ بیرنگی کا اسیر ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کے نُور سے بے شمار آبگینوں کے انعکاس سے جو مراد لی گئی ہے، اس میں دو شبہات پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہوتا ہے، اس کی

حقیقت تو بیان کر دی گئی ہے، لیکن خود آبگینہ کی حقیقت کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا، کہ آیا وہ مستقل ہے یا نورِ آفتاب کا پرتو ہے۔ دوسرا یہ کہ بیرنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال بیان کیا گیا ہے، اور پھر اس مقام پر حضرت موسیٰؑ کی فرعون کے ساتھ صُلح قرار دی گئی ہے اور صورت یہ ہے کہ اس مقام پر ان دونوں کا نام ونشاں بطورِ ذات تصور میں نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ اس مرتبہ پر نام کا ثبوت پیش کرنا اضمحلال کے منافی ہے۔ اس لیے صُلح جو اُن کی صفت ہے، اسے ثابت نہ کرنے کے بغیر ان کی ذات تحقیق شدہ نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰؑ کی موسیٰؑ سے جنگ کرنے سے مراد دوسری شریعت کو منسُوخ کرنا ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کا تقاضا ہے اور ناسخ ومنسُوخ کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔ بلکہ منسُوخ خود اپنے وقت پر منسُوخ کرنے والے کا محجُوب ہوتا ہے، اس لیے جنگ کی تحقیق میں شبہ ہے۔ المختصر مذکورہ بالا اشعار کے معانی کسی شخصِ باقی کی شان کے شایاں ہیں، ایسا شخص جو باقی کامل ہو۔ تحقیق کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی ازلی اور باقی اور جمال وجلال کی صفات سے مَوصُوف ہے اور ان دونوں عظیم صفات میں ہر صفت اپنے ظہور کے اقتضا کے باوجُود، بالخصوص اپنی خصوصیت کے لحاظ سے، کسی دوسری صفت کے ظہُور کی مقتضی ہے، اور ظہورِ ازلی کے وقت ہرگز ایک دوسرے کی مخالف نہیں تھی۔ جیسا کہ لَا ھُوَ اور لَا غیرہٗ سے ظاہر ہے۔

حضرت مولانا رومؒ کے مذکورہ بالاؔ اشعار کی شرح بعض عزیزوں نے یوں

لہ اسیرِ رنگ کہنا اسی بات کی دلیل ہے ورنہ اس کا اطلاق عالمِ ارواح اور حق تعالےٰ پر کیسے کیا جا سکتا ہے، اور کون کر سکتا ہے رُوح نہ سرخ ہے نہ سفید اور نہ سیاہ و زرد، وہ مجہُول الکیف ہے اور حق تعالےٰ بے کیف ہے۔ پس اسے سمجھئے۔

کی ہے کہ بے رنگی سے مرتبۂ اطلاق، اور رنگ سے مرتبۂ تقید اور اسیر ہونے سے مختلف مراتب میں ظہورِ انعکاس مراد ہے اور تقید میں صُلح کو محال سمجھا ہے، لیکن اس عاجز کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہے کہ بیرنگی سے مراد ان کا شرعی تکالیف سے مبرا ہونا اور مرغوباتِ طبیعت کی طرف عدم میلان ہے اور یہ دونوں عالمِ ارواح کے مرتبہ سے متعلق ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ ابھی انہوں نے جسمانی تعلق اختیار نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ارواح کی حیثیت سے سب کی آپس میں صُلح ہے، اور جنگ کی وجہ شریعت کی پابندیاں اور طبعی مرغُوبات سے تعلق رکھنا ہے جن کا تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ہر ایک روح جسم میں اسیر[1] ہو جاتی ہے اور طبعی مرغوبات کی طرف مائل اور شریعت کی پابندیوں کی مکلف ہو گئی، تو اس وقت لُطف کے مظاہر اُن کے قبُول واختیار میں ظاہر ہونے۔ اور قہر کے مظاہر اُن سے مُنہ پھیر لینے کے سبب واقع ہوئے۔ چنانچہ ہر مُظہر کو اپنے مَظہر کا حق ادا کرنے میں ایک دوسرے سے جنگ پیش آئی۔ جیسا کہ فرعون سے حضرت مُوسےٰ؈ کو، اور کبھی حضرت مُوسےٰ؈ کو حضرت خضر؈ سے رضائے حق کے خلاف کام کرنے پر جنگ کی صُورت پیدا ہوئی، لیکن چوں کہ وہ فی الواقع جنگ نہ تھی، اس لیے اُسی مجلس کے اندر جنگ صلح میں تبدیل ہو گئی، اور بہت سے علوم کے حصُول کا سبب بن گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اُن کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں"۔ غرض یہ کہ جب صاحبِ صفا کو جو صفاتِ لطیفہ کا مَظہر ہے، اس جسمانی مرتبہ سے روح اور علم کا

---

[1] اس دنیا کا تقاضا ہے کہ اسیرِ رنگ ہو، اسی لیے بھائی بھائی کے ساتھ لڑتا ہے۔ خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ حضرت موسےٰ؈ نے حضرت ہارُون؈ کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہارون نے کہا "اے میرے ماں جائے، مجھے میری داڑھی اور سر سے نہ پکڑ۔"

عُروج حاصل ہوا، اور وہ روح کے اعلےٰ مراتب تک جا پہنچا، اور شریعت کی پابندیوں کو، جو جسم کے تعلق کی وجہ سے تھیں، اس نے وہاں نہ پایا، اور لڑائی کرنے کو اپنی ہمت سے زیادہ پایا، تو وہ صلح کرنے پر مائل ہو کر، اور جنگ سے فارغ ہو کر حقیقی مطلوب کی طرف متوجہ ہوا، اور اس جنگ کا، جو جسم کے تعلق کی خاطر صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر واقع ہوئی تھی، ثمرہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے برعکس فرعون جو صاحبِ ظلمت تھا، اللہ تعالےٰ کی صفاتِ قہر کا مَظہر تھا اور اس کی جنگ محض کینہ کی وجہ سے تھی، چنانچہ وہ مطلوبِ حقیقی تک نہ پہنچ سکا۔ اور آخر کار مبتلائے عذاب ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اور اُن کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے" اور چونکہ اس کی جنگ شریعت کے احکام کی حقیقت سے ناواقفی کی وجہ سے تھی اور جب اُسے تکالیف کی حقیقت کا علم ہو گیا، تو پرانی جنگ پر نادم ہو کر صُلح کی طرف مائل ہو گیا، لیکن چونکہ اس کی جنگ شیطنت کی وجہ سے تھی، اس لیے خوف زدہ ہو کر صُلح اختیار کرنے کے وقت وہ قہر کے ظہور کے ثمرات سے، جو عذاب اور دوزخ کی آگ ہے، ممتاز ہو گیا، اور عین عالمِ تمیز میں خباثت کو پاکیزگی سے جدا کر لیا۔ سبحان اللہ۔ پالنے والے کا یہ کیا کمال ہے، کہ عین جنگ میں ہر ایک مظہر دوسرے سے ممتاز تھا۔ اور عین صُلح میں دونوں مظاہر، جو صلح کے تقاضے کے مطابق تھے، ظہور پذیر ہوئے۔ نیز انہوں نے ان دونوں کمالات کے ظہور کے نتیجے میں تمیز پیدا کر لی۔ اللہ خبیث اور طیب میں تمیز کرتا ہے۔ یہ عجب کاروبار ہے

بعض عزیزوں نے نقش بندی طریقے کو رنگ سے تعبیر کیا ہے اور آشتی کو اس میں ناممکن سمجھا ہے۔ اور اس تحقیق میں جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، جنگ کے بعد پابندی کی حیثیت سے صُلح ظاہر ہوئی ہے۔

مکتوب : ۲۶

آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین میں ہے، جو کچھ ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے" کے معنی کے بیان میں۔

میرے معنوی بھائی حافظ عیسٰی کو فقیرانہ سلام۔ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات، نباتات اور حیوانات ہیں۔ اور انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے، کیونکہ وہ ان تینوں مراتب میں بھی برابر کا شریک ہے، اور یہ تسبیح ان میں سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے۔ انسانی تسبیح جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، ہمّتِ کامل سے ہوتی ہے، اور ان میں اوامر پر چلنے اور نواہی سے بچنے پر، جو انسان کامل کا خاصّہ ہے، انحصار ہوتا ہے اور اس مخصوص تسبیح کو مومنوں بلکہ کامل انسانوں کا خاصّہ سمجھا جاتا ہے اور اسے اعلٰے درجات اور مثبت نیک اعمال کا تقاضا گردانا جاتا ہے اور اس نیک جماعت کی تسبیح کو اللہ تعالےٰ کی صفاتِ لطیفہ کے انوار کا مظہر پہچانتے ہیں۔ اور کافر، جو حیوانوں کی طرح بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں، اس تسبیح سے محرُوم ہیں اور حیوانوں سے تشبیہ دیئے جانے کی وجہ سے وہ انسانوں کے سے ناموں اور رسموں کے باوجود انسانیت کے دائرۂ قواعد سے مکمّل طور پر الگ ہیں اور چونکہ ان کی تسبیح، صفاتِ قہر کے کمالات کے ظہور، اور ان صفات کے حکم سے عدم انحراف کی وجہ سے ہے، ان میں سے ہر فرد کی تسبیح، صفاتِ لطیفہ کی مظہریت کی مناسبت اور مطابقت سے ہر لحاظ سے معدُوم ہوتی ہے۔ لہذا اعمالِ حسنہ خواہ وہ صُورتاً ہوں، صفاتِ لطیفہ کے ظہور سے، جو امانت کی طرح ہیں، اس موقع پر تصویری طور پر ظہُور میں آتے ہیں۔ اس وقت جبکہ پوشیدہ حقیقی مناسبت صفاتِ قہریہ میں ظاہر ہوتی ہے، تو صاحبِ امانت، اپنی امانت کو ان لوگوں سے واپس لے لیتا ہے۔ اور امانت کی یہی واپسی جو احاطۂ اعمال

کے نام سے موسوم ہوتی ہے اور انسانی صورت کی یہ جماعت انسانِ حقیقی کے درمیان برزخ ہوتی ہے اور انسان کے علاوہ باقی تین صفات یعنی جمادات ، نباتات اور حیوانات کے درمیان بھی برزخ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفاتِ قہر کی یہ پابندی ، اُس صفتِ اختیار سے ہے ، جو انسان میں پائی جاتی ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ دل میں صفتِ قہریہ کی فرماں برداری کے باوجود ، وہ آخرت کے درجات سے محروم اور بے بہرہ ہیں اور ان اصناف میں شامل ہیں جن کے بارے میں حق تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ "وہ جانوروں کی طرح ہیں" لیکن چونکہ باقی تین اصناف درجات کی بلندی سے محرومی کی طرح عذاب سے بھی محفوظ ہیں ۔ اور یہ برزخیہ جماعت ، عذاب سے محفوظ ہونے کی کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور وہ اس مقام سے بہت دُور ہے ، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ، کہ "ان کا رستہ اِس سے بھی بُرا ہے"

جان لینا چاہیے کہ چونکہ صفاتِ قہریہ کے کمالات تسبیح خاص کے اقتضا سے اپنے مخصوص مظاہر کی وجہ سے ان کے اعمالِ حسنہ کو سلب کرتے ہیں ۔ ان کی استعداد کا تقاضا اس سلبِ توجہ سے اپنے مظاہر کو عذاب کے درکات میں ڈالنا چاہتا ہے ، اس لیے اس جماعت کی اپنے ربّ کے احکام کو قبول کرنے کی استعداد محض تسبیح اور اس کے امر کی اطاعت سے ہے ، اور یہ نہ سمجھے کہ ہر تسبیح کرنے والے کی تسبیح ، بہت بڑے اجر کا تقاضا کرتی ہے ۔ نہیں ، بلکہ مخلوق کے بعض افراد کی تخلیق صرف اطاعت کے لیے ہے ، بعض صرف صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کے لیے اور بعض دوسرے صفاتِ قہر کی فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ۔ جنّت کے درجات ، صفاتِ لطیفہ کی اطاعت کرنیوالوں کیلئے اور دوزخ کے طبقات ، صفاتِ قہریہ کے منتظرین کے لیے ہیں کہ وہ سب اپنی تسبیح کے عوض میں اجر کے طلب گار

ہیں۔اس بات سے آگاہ رہیے، کہ مظاہرِ قہریہ، دل ہیں اطاعت کرنے کی وجہ سے درجات کا تقاضا کرتے ہیں۔حالانکہ ان کے مربّی کا محبوب طبقاتِ دوزخ کا مقتضی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تسبیح کے دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں، اور مربّی کی مخالفت کرتے ہیں۔عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔ ؎

من ترا کیستم، ہمیں حمد است تو منی نیستم، ہمیں حمد است

میں کس لیے تیرا ہوں، صرف اس حمد کے لیے ، اور تو میرے لیے اور کچھ نہیں، صرف اس حمد کے لیے۔

مکتوب : ۲۷

نمازی کی اپنے رب سے مناجات کرنے کی تحقیق میں۔

شروع اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ نماز میں کلامِ حقیقی سے کلام کرنے والا وہی ہے ، اور وہی نماز ادا کرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔نیاز مندانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ فقیر کو خدشہ تھا کہ نماز گزار اپنے رب کے عذاب سے نجات پاتا ہے ، اور جب میں نے نماز گزار کی قرأت پر نظر ڈالی۔ تو ثنا و فاتحہ کو مناجات کے معنی میں پایا، لیکن بعض سورتوں میں دیکھا، کہ آیات ، مناجات کے معنی رکھتی ہیں۔ مثلاً "ربّنا آتنا" وغیرہ صاف صاف مناجات ہیں۔لیکن اس کے برعکس "قل ھو اللہ احد" اور "قل یاایھا الکافرون" جیسی سورتیں نماز کی حالت میں نماز گزار کی مناجات سے کیا مناسبت رکھتی ہیں؟ اسی طرح وہ سورتیں اور آیتیں جو فرعون اور ابلیس کے قصوں کی خبر دیتی ہیں۔اس لیے مناجات کرنے والے کے لیے اس قسم کی مناجات کس طرح مناسب ہے، اور اس قسم کے قصے تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔اس لیے اس طرح حضوریِ قلب کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس خدشہ کو دُور کرنے اور قرأت کے معنی کی تحقیق میں بمطابق "اِقرا....." جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، اس کو ظاہر کرتا ہوں اور یہ صرف آپ کی آواز کی اصلاح کے لیے ہے۔ "جب نمازی ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس حکم کی تشریح کرے، جس کا مناجات میں اسے حکم دیا گیا ہے، تو پھر عالم علم کے حصول کی قوت کی طرف دیکھتا ہے اور اس میں بہت نقصان پاتا ہے۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ملجأ و ماوٰی نہیں، پھر وہ بلند آواز سے پکارتا ہے، اور اللہ اکبر کہتا ہے: اے اللہ تو سب سے بڑا ہے، یہ مناجات ہی میرا سرمایہ ہے اور پھر اللہ تکبیر کے ساتھ اس کی حمد کو سنتا ہے، اس کی مناجات کا پتہ، قدیمی اور حقیقی کتاب میں سے سُورہ فاتحہ کے ذریعے ملتا ہے۔ اسے پوشیدہ الہام کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مناجاتِ تعلیمی میں حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہے۔ چنانچہ نمازی کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے یہ سُننے کے بعد، نماز کی حفاظت کی طرف متوجہ رہے اور جب فاتحہ ختم ہو جائے، اور نمازی نے اس کے معانی کی حفاظت کر لی ہو، اور اپنی مناجات کا آغاز پھر فاتحہ سے کرنے کا ارادہ کر لیا ہو، تو اس سے فاتحہ کی تکرار ہو گی، جو ممنوع ہے۔ اس مقام پر نمازی کے لیے مناسب ہے کہ مولائے حقیقی کی طرف اپنے علم کے ساتھ توجہ کرے اور اسے آمین کے لفظ سے یاد کرے اور اس کے معانی میں کلامِ حقیقی یعنی فاتحہ کے جملہ معانی شامل ہیں اور پھر نمازی الہامی تعلیم کے ساتھ آمین پڑھتا ہے اور اللہ کے حضور میں حمد و ثنا کے بعد اپنے مقصد کی التجا کرتا ہے اور یہ مقصد صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہے۔ پھر وہ غور کرتا ہے، تو اللہ تبارک کو غنی اور عظیم پاتا ہے، اور پھر عاجزی کے ساتھ خاموش ہو جاتا ہے۔ گویا اسے جواب مل گیا ہو، اور اللہ نے اس کی التجا کو دلی دعا کی بدولت قبول کر لیا ہو، پھر وہ قدیمی کلام مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، یا قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ،"

یا دوسری سورتیں اور آیات پڑھنا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کے ساتھ وہ کلام کرتا اور سنتا ہے اور حضورِ قلب کے ساتھ حاضر رہتا ہے اور اس سے اور اس کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی یہ جانتا ہے کہ مناجات کے لفظ سے مراد "آمین" اور "فاتحہ" ہے۔ جو اللہ کا کلام ہے اور مناجات کی تعلیم کے طور پر اس سے کلام کرتا ہے۔ اور پھر صراطِ مستقیم کی وضاحت کے لیے، قرآن مجید کے ساتھ کلام کرتا ہے اور نمازی یہ دیکھے گا کہ وہ اللہ سے دو طرح کلام کرتا ہے۔ کلامِ حقیقی ہے، جس میں نمازی کی طرف سے سوائے "آمین" کے اور کچھ نہیں، یا الہامِ خفی ہے، اور دونوں بار اور ساری قرأت میں حضورِ سری کے ساتھ حصول اور تقیّد کے بغیر متکلمِ حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور ولایتِ خاص الخاص سے اس کی شان کے مطابق استفادہ کرتا ہے۔

مکتوب : ۲۸

نمازِ جمعہ کے فریضہ کے بارے میں حقائق آگاہ جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

اوّل و آخر تمام تعریف صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت آدمؒ نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ نمازِ جمعہ قطعی طور پر فرض ہے اور علماء نے اس کی شرائط میں اختلاف کیا ہے مجھے اللہ تعالےٰ کی تعلیمات کے بارے میں انتظار تھا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صحیح تحقیق حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی بہانہ کے بغیر یہ تحقیق والہام فرما دیں، تو اس پر عمل کروں۔ لیکن اس انتظار کے باوجود میں طرفین میں سے ایک طریق کار پر عمل کیا کرتا تھا۔ اچانک اللہ تعالےٰ کے محض فضل

سے کسی بہانہ کے بغیر میں نے سرورِ عالم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو تین دفعہ کسی شک و شبہ کے بغیر خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے کمال شفقت سے فرمایا کہ نمازِ جمعہ میں شک کرنا شیطانی وسوسہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبول فرمائی۔

اس کے بعد میرے دل میں آیا کہ چونکہ اولیائے امت کی تحقیق اور کشف، ظنی اور قیاسی ہے، اس نے اسے شرع کے ترازو پر بھی تولنا چاہیے۔ جب فقہی مسائل پر گہرا غور کیا، تو کئی روائتیں بزرگوں کی طرف سے ایسی ملیں، جو میرے الہام کے مطابق نکل آئیں۔ چنانچہ ہمارے علماء پر یہ اختلاف پوشیدہ نہیں، اگرچہ انہوں نے دونوں کو مرجوع سمجھ کر اس بات کو ختم کر دیا ہوا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس طرح ہدایت بخشی۔ پس ہمارے دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ جمعہ کی نماز میں کوئی شک نہ کیا کریں اور اطمینانِ قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے عاید کردہ فرض کو ادا کریں۔ الہام شدہ حقیقت اس فقیر پر اس طرح واضح ہوئی کہ اس کے بعد بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں یہ بزرگانِ عظام پر اظہارِ حق کے لیے ہے، بعض مسائل کے معاملے میں وہ اسمِ ہادی کی صفت کا مظہر ہے۔ اور بعض میں صفتِ اسم دلیل کا مظہر ہے۔ کیونکہ پہلے ظہور کے ساتھ سیدھا راستہ عطا کرتے ہیں اور دوسرے ظہور میں ان تمام بزرگوں کے اعمال میں اعتدال نظر آتا ہے اور دونوں کامل صفتوں کا ظہور پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے اور خلافت کا معاملہ آیت کریمہ "انی جاعلٌ فی الارضِ خلیفۃ" (میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) خلیفہ حقیقی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے واضح ہوتا ہے، اور ذاتی استعداد جو حفظِ مرتبہ کے مطابق ہے کہ باوجود صلاحیت سے بہرہ وری ان کی اطاعت سے رونما ہوتی ہے۔ اس لیے اس بات میں کوئی شک نہیں

کہ ہر اختلافی مسئلہ میں ایک پہلو اسم ہادی کا مظہر ہے اور دوسرا پہلو صفت اسم دلیل کا مظہر ہے اور ان دونوں اسمائے مبارک میں سے ایک کی خصوصیت اسمِ ستّار کے ظہور کی بدولت حالات کی پردہ پوشی ہے، سوائے اس کے جو اولیا پر کشف کر دیا گیا، یا جیسا کہ علما پر قیاس کے ذریعے ظاہر کر دیا گیا۔ جب اس تحقیق کا پتہ چل گیا، تو اب نمازِ جمعہ کے اختلاف کی طرف نگاہ دوڑائیے۔ جب اس مرتبہ کے ولی کامل کے کشف سے، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے تعلیم دی ہو۔ اور جیسے اللہ تعالےٰ نے قبول کیا ہو، اُن کی بات اور روایت کا صراطِ مستقیم پر ہونا تحقیق شدہ اور مدلّل ہے، تو وہ پیروی کے لائق اور مناسب تر ہے۔ یا وہ اقوال جو دیکھنے میں علمائے ظاہر کے قیاس سے اس قابل ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے اُن کا اجر عطا کیا جائے۔ اگر اس کشف کے انوار جو بہت واضح ہیں، ان کی نظروں میں اپنے ہی نُور میں محجُوب ہو گئے ہیں اور نُورِ بصیرت کی کمزوری سے انہیں معلوم نہیں ہوتے، تو پھر یہ لائق اور مناسب تر ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ ستارِ حقیقی نے، ان حق کے قاصدوں اور سچے مجتہدین کے قول پر پردہ ڈالا ہو گا، اور ان کی وفات کے بعد وہ لوگ، جو ان سے نسبت رکھنے کے بعد بھی ان کی پیروی نہیں کرتے، اگر اس مسئلہ میں ان کی متابعت نہیں کریں گے، تو سعادت کی چمکدار دلیل اس شخص کو حاصل ہو گی، جو اس نادرِ روزگار کے برحق کشف کو بے تردّد اختیار کر لے گا۔ اور دوسری طرف کے قول کو مختلف اقوال میں سے سمجھ بوجھ کر ظاہری ادب کی خاطر کسی شک وشبہ کے بغیر نمازِ جمعہ کو نیّتِ عام اور دلی خلوص کے ساتھ بطورِ عبادت ادا کرے گا۔ یہ نماز عوام کی نماز کی طرح نہیں ہو گی۔ بلکہ ان کا معاملہ شک وشبہ کے بغیر ہو گا۔ اور ان کے کام کاج میں دلی اطمینان ہو گا۔ اور کشف کے ذریعے ثابت شدہ

بات روحانیت پرستوں کی عین رضا کے مطابق ہے۔ یہ عین حق ہے اور ان کے بارے میں حقیقی ادب چاہیے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۲۹

جناب محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

درُود و سلام کے بعد خاکسار عبد النبیؐ کی طرف سے اپنے معنوی سعادت آثار بھائی محمدؐ اشرفؒ کے نام، جو جب بھی یاد آئے، اس دُعا کے قابل ہے "اے ہمارے اللہ۔ اس کو اپنے افضل بندوں میں سے اشرف بنا۔ کیونکہ شرف فرشتوں کے لیے ہے، اور فضل انسانوں کے لیے"۔ سلامِ فقیرانہ کے بعد عرض ہے کہ سعادتمند میاں غلام رسُولؐ کو جو ایک دل پذیر کیفیت کے حامل ہیں، استخارہ کیے بغیر طریقۂ احسنیہ میں داخل کر لیا گیا ہے، اور اسمِ ذات سے واقف کر کے درویشی نام بھی رکھ دیا ہے۔ حق تعالےٰ اسے سعادت مند کرے۔ اچا ہیے کہ اُسے اپنی صُحبت میں تربیّت دیں، تاکہ اس راہ کی لذّت حاصل کرے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اس ماہ کے آخر میں نفی و اثبات سے مطلع کریں۔ اور تمام دوستوں اور حال پُوچھنے والوں کو سلام و اکرام۔

مکتوب : ۳۰

جناب محمدؐ اشرفؒ کے نام جو "لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی كَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا" (ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی، اور اُسے بحر و بر میں اٹھایا اور ہم نے اسے پاکیزہ

اشیاء سے رزق دیا اور ہم نے اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی" کی خلعت سے مشرف ہوں۔ نیازمند عبدالنبیؒ دعائے غائبانہ اور توجہ مربیانہ کا امیدوار ہے۔ فقیرانہ سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ سے ملاقات ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گزر چلا ہے۔ اگر فرصت میسّر ہو، تو اس عاجز کو کمالِ تکلیف کے بغیر ملاقات سے نوازیں۔ اور بڑی امیّد یہ رکھتا ہوں، کہ دُنیا ومافیہا کو فانی اور ہلاکت پذیر سمجھ کر اپنے آپ کو، اپنے آپ کے سپُرد نہ کریں اور اس شیرینی کو جو باطن کا خزانہ اور اصل مراد ہے، ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور جب ظاہر ہی باطن کے مطابق ہو جائے، تو توقّع رکھنی چاہیئے۔ کہ دل کی برکت سے بات کرنا، کھانا کھانا اور سونا بھی باطنی نسبت سے مرتبۂ بدنی پر ظاہر ہوگا۔ اور خداوند تعالےٰ اپنے فضل وکرم اور مظہریت کی نظر کو ذراتِ کائنات سے الگ نہیں کرے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی اور سکوت بھی فکر و نظر کے ساتھ عبرت کے لیے تھی۔ اور اس عریضہ کے حامل کو اس سے پہلے ہی تعلیم کی خاطر آپ کے سپُرد کیا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ آپ نے وقت کی ضرورت کے مطابق اس کو تعلیم دی ہوگی اور اس اثنا میں رُوحانی صحبت کے حصُول کے بعد اطلاع دیں گے اور اسی طرح دوسرے لطائف سے بھی بتدریج واقف کرائیں گے۔ نیز اپنے دوستوں کو اپنے تقویٰ اور ہمّت سے نصیحت فرمائیں گے، اور کم گوئی، اور کم خوری کی تعلیم دیں گے۔ اے ہمارے ربّ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمیں اچھائی عطا فرما!

مکتوب : ۱۱۳

اشرف الاخواں محمّد اشرفؒ کے نام، خدا کرے کہ بہترین وقت اور بہترین زمانہ، بہترین عزیز کے شاملِ حال رہے۔ میرے عزیز۔ وقت کو غنیمت سمجھئے، آس

پاس سے خود کو بلند کیجیے، لمحاتِ زندگی کی حفاظت کیجیے تاکہ کوئی وقت بھی غفلت میں صرف نہ ہو اور ہمارا کام عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ رزق کے بارے میں تشویش کرنا اور غم کھانا، دانا کا کام نہیں کیونکہ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔ چونکہ ہر ذی جان کا رزق، اس حیوانات کو زندہ کرنے والے نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور بڑا پکا وعدہ کیا ہے اس لیے وہ شخص بے حد احمق ہو گا جس کو اس بارے میں شک و شبہ ہو۔ آپ کے کام کا تعلق بے شبہ محکم و مضبوط ہے، لیکن کام بہت زیادہ ہے جب تک زندگی باقی ہے ترقی کا امید وار رہنا چاہیے اور یہ ترقی تشبیہ سے تنزیہ کی طرف نہیں بلکہ تنزیہ میں ترقی ہے۔ آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا کو فانی سمجھ کر ایک جَو کے بدلے میں بھی نہ خریدے۔ سعادت مند میاں علی محمدؒ یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے اسم ذات سُنا تھا۔ چاہیے کہ انہیں نفی و اثبات کی تعلیم دی جائے۔ اور وعظ و نصیحت، اور مزید فوائد سے بہرہ مند کیا جائے۔ آپ کم گو بنیں، اور اپنے دوستوں کو بھی کم گوئی کی تعلیم دیا کریں۔ نیز کبھی کبھی اس عاجز کو بھی یاد کر لیا کریں۔ فقیر کے لیے لازم ہے کہ اپنی ذات کو سمجھے، اور اپنے عقیدت مندوں کو فقر کا خواہش مند بنائے تاکہ ان کی برکت سے وہ بھی مقبولوں کے سلسلے میں اکٹھے ہو جائیں۔ سلامتی ہے اس شخص کے لیے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

مکتوب : ۳۲

محمدؐ اشرف جیو سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام۔

نیاز مندانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں میرے عزیز! ولایت میں اصلی اور ظلی مراتب کی تحقیق کے بارے میں آپ کی تحریر بہت خُوب ہے، لیکن ان تحریر شدہ

تمام مراتب کا مقصد، ابھی مخصوص دائرہ کے اندر ہے اور ولایت ونبوت کے مرتبہ کی حقیقت اس سے زیادہ ہے، اور تعلیم پر موقوف ہے مغز، جو اس کے نُور سے معطّر ہے، اس مرتبہ کی بشارت سے فیض یاب ہوگا۔ اس لحاظ سے خود ہی احتیاط کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ جو واسطہ کے دُور کرنے کے بارے میں لکھا گیا ہے، تو میرے عزیز! واسطہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واسطۂ تعلیم، جو مثّبیت الحجاب (حجاب چاہنا) ہے، دوسرا واسطۂ طفیل جو مرتفع الحجاب (حجاب اٹھانا) ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اور اولیا اور انبیا کی جسمانی اور رُوحانی تعلیم کے نُور سے سالک کی نورانی استعداد قوّت و وسعت پیدا کر لیتی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالےٰ سے علمِ لدنی حاصل کرنے کی قابلیّت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس وقت جائز ہو جاتا ہے کہ جسمانی اور روحانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالےٰ سے علوم کی تعلیم حاصل کرے۔ لیکن اس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ کسی وقت بھی رُوحانی تعلیم سے فارغ نہ ہو، خواہ اسے کوئی مرتبہ ملے یا نہ ملے۔ دوسرا یہ کہ کسی وقت بھی واسطۂ طفیل کو قطع نہ کیا جائے۔ جو کوئی اس کو قطع کرے گا، وہ عدمِ قُربت کا نشان ہوگا۔ سُبحان اللہ۔ بعض لوگ رفعِ واسطہ کو ہی کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صورت اس کے برعکس ہے۔ بعض اولیا، کا نفیِ واسطہ کے قابل ہونا، اس واسطہ سے مراد ہے، جو واسطۂ تعلیم ہے۔ سلام آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر مفصّل بھی اور مُجمل بھی۔

مکتوب: ۳۳

محمدؒ اشرف جیوؒ کے نام لکھا گیا۔

جو میری راہ پر چلا وہ میرا بیٹا ہے اور جو میری راہ پر نہ چلا، وہ میری اولاد

ہیں ۔ سے نہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو اسراف سے سلامتی میں رکھے۔ اوراق کے مسودّوں پر جس طرح کی عبارت لکھی ہوئی تھی، اگرچہ لکھنے والے کے لیے فرحت بخش تھی؛ لیکن یہ اسراف میں داخل ہے۔ اس کے معانی کو مختصر یا مفصّل طور پر باطن کے صفحہ پر لکھیں، اور رات اور دن کے عمل کے وقت کام میں لائیں، تاکہ اس کا نتیجہ برآمد ہو، راقم کو حاضری کا مُشتاق سمجھیں۔

مکتُوب : ۳۴

میاں محمدؐ اشرف جبورؒ کے نام۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سعادت کی شرف اندوزی اشرف کے نصیب میں ہو اور اللہ غفور کی یاد سے وہ غرُور کی زیادتی سے محفُوظ و مسرُور رہے اگرچہ درمیان میں فاصلہ بہت ہے، لیکن جاناں درجان، کے مصداق وہ قریب اور پوشیدہ ہے۔ صُورت کی دُوری، نقصان کی صُورت نہیں۔ اس سے محبّت میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ جام محبّت پئیں۔ قطعہ

تو اُو نشوی دلے اگر جہد کنی   جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(ترجمہ) تُو وہ تو نہیں بن سکتا؛ لیکن اگر تو کوشش کرے، تو تُو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تو اپنے آپ سے الگ ہو جائے گا۔

چنداں بَرَد ایں رہ کہ دوئی برخیزد   ورہست دوئی، براہ روی برخیزد

(ترجمہ) اس راہ پر اتنا چلتا جا کہ غیریت ختم ہو جائے۔ اگر کوئی غیریت ہوئی بھی، تو راستہ طے کرنے سے ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالےٰ سچّی محبّت کو صدق کی حقیقت سے بہرہ مند کرے کہ حقیقی فنا و بقا اُسی میں جمع ہے، اور آں عزیز (مکتوب الیہ) کے رُواں رُواں کو مطلوب کے

شہود کے غلبہ سے مضمحل اور معدوم کر دے۔ اور دنیا کے ننگ و ناموس کی بجائے بے رنگی اور بے نامی کی خلعت پہنائے، جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

از ننگ چہ پرسی کہ مرا نام ز ننگ است   وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام است

ترجمہ: مجھ سے شرم کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ میری شہرت شرم سے ہے۔ اور شہرت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو کہ مجھے شہرت سے شرم آتی ہے۔

اور ظاہری و باطنی متعلقات کو آنعزیز سے منفق کرے، کیونکہ جب دو[2] دل متفق ہو جائیں، تو پھر پہاڑ کو بھی توڑ سکتے ہیں۔ میرے عزیز، لوگ بے نامی کو نام دیتے ہیں اور بے ننگی کو ننگ پکارتے ہیں۔ تمام لوگ تم سے حال اور مال میں جُدا ہیں۔ ایک دُوسرے پر کوئی اعتماد نہیں رکھتے، سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات کے حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی غرض اور مراد باقی نہیں رہتی۔ اس کی محبّت میں ذاتی محبّت معلُوم ہوتی ہے۔

اور تم نے اپنے خط میں جو واقعہ تحریر کیا تھا، بہت اچھا ہے الحمدللہ۔ اللہ کا شکر بجالاؤ۔ کیونکہ بزُرگوں نے اس نعمت کو بڑی محنت کے بعد حاصل کیا ہے۔ اس خاندان میں ریاضتِ شاقّہ کے عوض میں پیر و مُرشد اور سنّتِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مضبُوط اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر کام جیسا کہ چاہیے، مستُور رکھا گیا ہے لیکن وہ ریاضت جو نبی پاکؐ کی پیروی میں کی جائے وہ "ریاضت کی ماں" ہے، کیا لکھوں، خُدا کے سپُرد کیا۔ خُدا کے سپُرد کیا، خُدا کے سپُرد کیا، اُمیدوار ہوں، کہ حق تعالےٰ تمہارے جیسے مخلص جوانوں کی برکت سے اس ناکارہ عاجز کی بھی مغفرت فرما دے۔ اور اس گنا ہگار کو بھی سعادت مندی سے بہرہ مند کرے، کیونکہ اپنے جیسا اور کوئی خراب اور گناہگار

نظر نہیں آتا، اس لیے شفاعت کرنے والا بھی کوئی کامل ہونا چاہیے۔

مکتوب : ۳۵

میاں محمد اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے پاک نام سے۔ دُور و نزدیک کے تمام دوستوں کے کام کاج خدائے تعالےٰ کے سپُرد ہیں، بلکہ سپُرد کرنے کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ سب اُسی کا ظہور ہے، بلکہ اپنے مفصّل مظاہر کی بدولت وہی ظاہر و حاکم ہے۔ اس عاجز دُعاگو عبدالنبیؒ کے سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ کافی مدّت سے آں عزیز کی طرف سے کسی جسمانی اور رُوحانی اطلاع سے سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، اس لیے عینِ تنہائی کے وقت بھی آنکھوں میں آنسو تھے اور دل درد سے معمور تھا۔ حق تعالےٰ اس عاجز کو ان عزیزوں کے پُرنُور چہروں کی زیارت سے مشرّف کرے۔ مجھے توقع ہے کہ عزیز روزی کمانے کے تفکرات میں اتنے مشغول نہیں ہو جائیں گے کہ عبدیت کا طریقہ ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ آخرت کی عمارات کے طلب کرنے میں لگے رہیں گے اور مصلحت کے مطابق کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ اور اختیار کرنے میں اپنے آپ کو فارغ رکھیں گے۔ آپ پر اور آپ کے ہم نشینوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو۔

مکتوب : ۳۶

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

قوم کا شریف ترین آدمی وہ ہے، جو اس میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ برادرِ مشفق۔ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ میاں مکمّلؒ اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رخصت

ہو گئے۔ اگر زندگی باقی رہی، تو پھر کسی وقت آنے کا ارادہ فرمائیں گے۔ زندگی کے دن بڑی تفرع وزاری سے بسر کرتے ہیں۔ اور جناب شیخ صاحب میاں محمد فاضل جیو کی خدمت میں جواباً خط لکھا گیا۔ دن گزر رہے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔

مکتوب : ۳۷

میاں محمد اشرفؒ کے نام۔

صدق کا ایک ذرہ ہزاروں برس کی عبادت پر بھاری ہے۔ میدانِ خیال مثال کے اعتبار سے وسیع ہے۔ لیکن سچے دوستوں کے اوصاف کی گنجائش نہیں رکھتا۔ کاغذ کا صفحہ عجز سے بھرا پڑا ہے قلعہ

خواہم زتو تو خود نباشی — باحق باشی، زخود نراشی

(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے آپ میں نہ رہے۔ تو حق کے ساتھ مل جائے اور اپنے آپ سے کٹ جائے۔

ہر چیز کہ رہزنِ طریق است — ہستی است کہ راندۂ ہر فریق ہست

(ترجمہ) ہر وہ شے جو طریقت کی رہزن ہے، ایسی ہستی ہے، جو ہر طرف سے دھتکاری جاری ہے۔

میرے عزیز! یہاں انار تو مل جاتا ہے، لیکن سر کہ انگوری نہیں ملتا۔ اگر وہاں سے قیمتاً مل جائے، تو لے لیں۔

میری طرف سے سلام اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و محبت۔ میرے عزیز! یہ آخری نسبت حقیقت میں فنا و بقا کی جگہ ہے۔ لوگ اس میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ اپنے اور اپنے سوا کا ذرہ، ذرہ سوائے اللہ تعالیٰ کے عرفانی شہود کے ظہور کے، بے تکلف اور بے تاویل کوئی اور شے سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اس

مرتبہ کی حقیقت اس کے حکم کے ماننے اور اس کی منع کردہ شئے سے بچنے میں ہے۔ بلکہ مباح اُمور کا کرنا بھی گناہ ہے۔ اس گروہ کے نزدیک نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں مشہور ہیں۔ برکت کے ساتھ رہیں، بیس دن تک اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں، اس کے بعد اختیار ہے

مکتوب : ۳۸

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اشرف العرب اور افضل العجم کی اطاعت کی جائے"۔ سلام فقیرانہ ملاحظہ فرمائیں۔ چونکہ بڑی مدت ہوئی کہ آپ سے جسمانی ملاقات نہیں ہوئی۔ اور یہ عاجز حقوقِ دینی کی پابندی کی وجہ سے متعلقہ لوگوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے، اس لیے اگر آپ قوتِ اخلاص کی رہنمائی میں تھوڑا بہت صحبت کے شرف سے بہرہ ور فرمائیں، تو زہے نصیب! اگرچہ ایسا کہنا ہے تو بے ادبی، لیکن میں معذور ہوں۔

مکتوب : ۳۹

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام لکھا گیا۔

"اور اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چھپ کر یاد کر"۔ اپنے وقت کو اہلِ حرص و ہوا کی صحبت میں بات چیت میں ضائع نہ کریں۔ کسی بات کو اللہ کے ذکر سے بہتر نہ سمجھیں، خواہ یہ ذکر تکلیف سے ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا تمام وقت اسی فکر و غم میں صرف کریں۔ اور اس بات کا دھیان رکھیں کہ کسی اور کام سے خوشی کا راستہ نہ کھلے، اگرچہ یہ فعل عرفان، عبادت کے ساتھ ہی ہو، سوائے منعم کی تعریف کے۔ اگرچہ

نعمت کا اظہار کرنا خود کو اور دوسروں کو بھی فرحت بخشتا ہے، لیکن وہ فرحت اور ہی شے ہے، جس کی تعلیم نبی پاکؐ نے دی ہے اور تعریف اور شے ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ الحمد للہ کہو. چاہیے کہ امورِ باطنی میں سے کسی امر کے ارتکاب کے وقت خشوع کی حقیقت سے، جو فنا ہے، غافل نہ ہو. یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، دیتا ہے. طریقۂ احسنیہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت نفس کو قلب سے جدا کرنا ہے. اگر یہ نہیں ہے، تو نفس قلب سے جدا نہیں. اور وہ کام میں اپنا حصہ وصول کرے گا. تمہارا رب تمہیں ہدایت دے گا.

مکتوب : ۴۰

میاں محمدؒ اشرفؒ کے نام

بزرگ ترین بھائی پیٹ کی بھوک[1]، بدن کی عریانی اور مکر کی نیزگی سے سیراب ہو کر اپنے متعلقین بلکہ تمام مسلمانوں کو کھانا کھلانے، تن ڈھانکنے، اور پانی پلانے سے دریغ نہیں کرتے. عزیز مکملؒ کے بارے میں آپ کا شکایت آمیز رقعہ ملا، جس میں لکھا تھا کہ آں عزیز کھانا کم کھاتا اور لباس وغیرہ مختصر پہنتا ہے. حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دانا اور محرم نے کھانے اور کپڑے کی کمی کے بارے میں لکھا ہے، گویا لباس پہننا اور سیر ہو کر کھانا ہی اُس مخلص کو پسند ہے. اے عقل مند! ایسی باتوں سے چمٹا نہیں کرتے، والسلام.

---

[1] حاشیہ: جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو، اپنے بدنوں کو ڈھانپو، اور اپنے بزرگوں کی اطاعت کرو، جو اپنے رب کی عاجزی سے اطاعت کرتے ہیں.

مکتوب : ۴۱

میاں محمّد مکمل کے نام۔ تخلیقِ نُور کی اوّلیت کی تحقیق اور رُوحِ سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں۔

اے برخوردار! ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم چونکہ اپنے نُور اور رُوح کی تخلیق میں تمام پیغمبروں پر مقدم ہیں، اس لیے ان تمام مراتب میں بھی وہ ان کے سردار ہیں۔ اور چونکہ پیروکار کا ہر کام خواہ وہ وجُودی ہو یا فعلی، اپنے سردار کی طرف رجُوع کرتا ہے، اور خواہ وہ رجُوع جلی ہو، جس کا تعلّق فعلِ اختیاری سے ہے، خواہ رجُوع خفی سے، جس کا تعلّق فعلِ اضطراری سے ہے۔ اس لیے اگرچہ عالمِ ارواح کو تکلیفِ شرعی کا مرتبہ حاصل نہیں، لیکن تعلیم حاصل کرنے کے لیے، جس کی اس مرتبہ میں ضرُورت ہے، اسے معلّم کی ضرورت ہے اور اس مرتبہ میں معلّم ہی ان کا سردار ہے اور وہ روحِ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ نبی کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اور معلّم بھی خبر دینے والا ہوتا ہے چونکہ عالمِ ارواح میں اس کا مطلب درست ہے، عالمِ اجسام میں جو نبی بھی ظاہر ہوا، وہ اُن کے ظہُور کا پیش رَو ہے اور تمام تعلیم کا منشا اُن کی حقیقت ہے۔ مصائب کے وقت صبر و قناعت ضرُوری ہے اور عین وصل کی حالت میں مصائب آتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہو جانا درست ہے۔ والسّلام۔

مکتوب : ۴۲ (الف) سوال

میاں محمّد مکمل کی طرف سے سوال

خاکِ پا مکمل، فیض مآب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ افعالِ عزیمت پر استقامت کی اور افعالِ رُخصت سے پرہیز کی تعلیم ضرُوری ہے اسی طرح

ایفائے وعدہ کی تعلیم، جو بندے اور اللہ کے درمیان، جو اس عاجز سے وقوع میں آئے۔ نقوشِ ملامت کی تعلیم سے دِل کی تختی پر ان کا نقش جاگزیں نہیں ہوتا اور ملامت سے غم میں اضافہ نہیں ہوتا۔ حفظِ اوقات کی تعلیم بزرگوں کا قول ہے۔ بہترین عمل حال کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حقوق کی ادائیگی بھی ہے، جیسے والدین کی خدمت (اللہ تعالےٰ انہیں سلامت رکھے) کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے کی تعلیم کس طرح میسّر ہو اور اس کے اعلےٰ نتائج کی ترغیب دینے اور ان کی زیادتی پر ڈرانے کی تعلیم کس طرح ہو، اوقات کو معیشت میں کس طرح صرف کرے۔ اور اگر اس ضمن میں کوئی پریشانی آجائے، تو اس کا کیا علاج کرے؟ مُبتدی اور متوسط کی تعلیم کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے یا محفل کی رسم درہ سے آگاہی بھی لوگوں کے لیے۔ بید کے بغیر بھی اجتناب کی تعلیم مناسب ہے، یا نہیں؟

مکتوب: ۴۲ (ب) جواب

میاں محمدؒ مکملؒ کی طرف جواب

عزیزِ من! اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ آگاہ رہنا، اور نفس کا فنا ہونا، جو پہلی جڑ ہے، دو وجوہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ؎

بے فنائے کُلّ و بے جذبِ قوی   کے حریمِ وصل را محرم شوی

(ترجمہ) مکمل طور پر فنا ہونے اور جذبۂ قوی کے بغیر تو حریمِ وصل سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟

عزیمت یہ ہے کہ صرف انتہائی ضرورت کے وقت کسب (کمانے) سے تعلق پیدا کرے، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خرید و فروخت، اللہ کے ذکر سے غافل

نہیں کرتی) اور اگر ایسی مشکل پیش آجائے، تو اس مشکل کو بھی اللہ کے ظہورات میں سے ایک ظہور سمجھے، اور اسے دُور کرنے میں اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگے۔ اگر مُبتدی ہو یا متوسط، تو پیر کی صحبت کے سوا تنہائی بہتر ہے۔ اس شخص کا احتساب زبان سے یا حق تعالےٰ کی درگاہ میں دُعا سے کرنا چاہیے۔

سوال۔ جس وقت سالک کو عوارض کی وجہ سے یا عوارض کے بغیر قبض ہو جائے، اور حق سُبحانہٗ سے جو پرانا تعلق تھا، زوال پذیر ہو جائے، تو اس کا کیا علاج؟

فائدہ: آپ کے دونوں خطوط مل گئے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جواب۔ اس کا علاج اللہ تعالےٰ کی طرف رجُوع ہے، ندامت کے طریقے سے، اور اس بات کی تحقیق سے، جسے تو نہیں سمجھتا، الگ رہنا رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جب میرے دل پر کسی جذبہ کا غلبہ ہوتا ہے، تو میں سو بار اور دوسری روایت کے مطابق ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

سوال۔ اللہ کے نام پر کوئی شے، کمالِ صنعت سے اللہ کی بنائی ہوئی شے محرُوم کے پاس اللہ کی خاطر ایک کاسہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو اپنے ذاتی وصفاتی کمالات کے اظہار کے لیے پیدا کیا، اور محض اپنی کمال مہربانی سے نوازا۔ اگر کوئی ازل سے محرُوم ہے، تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اور یہ اس کی مرضی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں دونوں جہانوں میں اس کی اچھی جزا دے۔

جواب۔ وہ محرُوم نہیں، اللہ تعالےٰ کا حکم یہی ہے، کیونکہ اس کے نزدیک ہر شے کی مقدار عالمِ غیب میں مقرر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی تقدیر پر ہر حالت میں شاکر و صابر رہنا چاہیے اور اس اثنا میں جو کچھ اور جتنا کچھ مل جائے، اس پر شکر کرنا چاہیے اور جو کچھ مستقبل میں پیش آنے والا ہے، اس پر بھی صبر کرنا چاہیے اور شک کرنا ابلیس کی طرف سے وسوسہ اندازی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں معاف کرے۔ صحبت یافتہ

فقیر دل جمعی سے اپنے کمال و تکمیل کے کام میں مشغول رہتے ہیں، اور اس طرف دھیان نہیں کرتے۔ والسّلام

مکتوب : ۴۳

میاں محمدؐ اشرفؒ کے نام طلب عتاب کے بارے میں سوال۔

آناں[1] کہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　　آیا بوَد کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(ترجمہ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو ایک نظر سے خاک کو اکسیر بنا دیتے ہیں، ہماری طرف بھی ایک نظر کریں۔)

یک نظر فرما کہ مُستثنیٰ شوم زبنائے جنس　　　سگ کہ شُد منظور نجم الدینؒ، سگاں را سرور است

(ترجمہ) مجھ پر ایک نظر ڈالئے تا کہ میں ابنائے جنس سے مُستثنیٰ ہو جاؤں وہ کُتّا جو نجم الدینؒ کو پسند آگیا، کُتّوں کا سردار بن گیا۔

خاک شو خاک، تا بر وید گُل　　　کہ بجُز خاک نیست مظہرِ کُل

ترجمہ۔ مٹی ہو جا مٹی، تا کہ پھُول اُگیں، سوائے مٹی کے مظہرِ کُل کہیں اور نہیں۔

حق تعالٰے آں عزیز کے باطن کی خرابی کو اور زیادہ کرے، تا کہ اس میں جو گزشتہ آبادی و معمُوری تھی، وہ ختم ہو جائے۔ اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے تا کہ وہ بقا کے مظہر کے لائق ہو جائے۔ میرے عزیز! مٹّی چونکہ مٹّی ہے، اس لیے مخلُوقات میں سب سے افضل و اعلٰے ہے۔ جب یہ کیمیا ہو گئی، تو حقیقت بدل گئی، اس نے شرف حاصل

---

[1] سائل، صاحب نظر سے رحمت کی نظر چاہتا ہے تا کہ اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خاک کو کیمیا بنا سکے نہ کہ اپنے آپ کو کہ خاکی ہونے کی وجہ سے جو آخری مکمل مرتبے پر ہے، سونے میں بدلنے کی آرزو کرے۔

کر لیا اور فضیلت چمک اٹھی۔

اور مٹی سے یہ عام مٹی قیاس نہ کیجئے۔ بلکہ اس سے مراد معروف قابلیت ہے، جو نورِ اوّل کے مرتبہ میں تمام لا انتہا قابلیتوں کی سرتاج ہے۔ اور اس سردار اور صفتِ انسانیت رکھنے والے تمام تابعینِ برگزیدہ کا خاصّہ اور واجب الوجود کی صفات کا جامع مظہر ہے۔ اور مٹی ہونے سے مراد اصل سے مل جانا ہے اور وہ پیوستگی کی دلیل کے بغیر خود بخود اصل سے قطعِ نسبت اور اضافے رکھنا تھا۔ اور اب اللہ تعالےٰ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات کے ظہور سے نسبت رکھنا، محبوبی طریقہ پر چلنا ہے۔ جب ایسا ہو گیا تو پھر مکمل فنا[1] حاصل ہو گئی۔ ایسی حالت میں مستثنیٰ کون اور استثنا کس کے لیے ہے؟ عزیز من! اگرچہ یہ دو اشعار بظاہر کمال کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھیے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ معاملہ برعکس ہے اور کامل کو اس جنگ طلبی سے بچنا ضروری ہے۔ حق تعالےٰ اس کی حقیقت سے باخبر کرے اور حسد کو نکال دے۔

کہاں تک لکھوں کہ کاغذ چھوٹا ہے اور قلم کا فیض بے انتہا۔ والسلام والاکرام

بہتر یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو نمازِ جمعہ شہر کی مسجد میں ادا کریں۔ اور اگر آپ کے قصبہ کی مسجد گنجائش رکھتی ہے، تو قاضی کی اجازت سے شہر کی شرط پوری ہو

---

[1] اعلیٰ درجہ کی فنا حاصل ہونا استثناء ہے حضرت سلیمان رضؑ نے کہا (رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ) ترجمہ (اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو ہی بہت بڑا عطا کرنے والا ہے) اور یہ استثناء شرک ونفاق وبدعت کے شرکا سے ہے اور ظاہری اور باطنی کرخفی (پوشیدہ) بلکہ اخفیٰ (پوشیدہ تریں) ہے۔

جاتی ہے۔

مکتوب : ۴۴

میاں اللہ داد کے نام، جنہیں پیراہن، چادر اور مسواک دی گئی اور جنہوں نے حضرت جیو کے خادموں کے لیے ٹوپیاں بھجوائیں۔

اللہ تعالیٰ نے میاں اللہ داد کو جو فطرتاً نیک اور پرہیزگار ہیں، پرانے پیراہن کی جگہ جو رسمی پرہیزگاری کا نشان ہے - اور ظاہری صورت سے ہٹا کر جو فیض پہچانے کا عام طریقہ ہے ایک ایسی نئی نورانی قمیص عطا کرے، جو تنہائی و دانائی کی حقیقت سے بُنی ہوئی ہو اور صرف خاص الخاص اولیا ہی اس قابل ہیں کہ انہیں نوازا جائے۔ اور ابتدائی مراحل سے ترقی دی جائے، اور انہیں چادرِ عصمت عطا کر کے اور استغفار کی مسواک سے سرفراز کر کے حقیقتِ کلمہ کا زرومال بخشے، کیونکہ نفس اسی کی برکت سے مطیع ہے، اور کثرت کی اجناس کی بجائے اسے وحدت کی نقدی سے مالا مال کرے، اور دو ٹوپیوں سے یعنی 'محبی' اور 'محبوبی' کے کمالات سے آراستہ و پیراستہ کر کے معزز و مکرّم ٹھہرائے اور لفظ و معنی سے ترقی دے کر مطلوبِ حقیقی کے حضور میں، جو بے کم و کیف ہے اور چھ جہات اور انعام کے ثمرے سے دور ہے، ہمیشہ کامل امداد سے اُن کے باطن کو اپنی توجّہ سے حاضر رکھے اور کائنات کے ہر ذرّے کو دل کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات کی قابلیتوں کے ایسے مظاہر بنائے، جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے، اور اصلی بشریت تک ہر شئے بے حجاب ہو جائے اور کامل فنا حاصل ہو جائے حتّیٰ کہ نہ تو کوئی نام رہے نہ نشان، جو کچھ دکھائے، خدا خود دکھائے اور جو کچھ بتائے وہ خود بتائے اور اس قدر توجّہ دی جائے کہ توجّہ کرنے والا اور توجّہ لینے والا ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترقی ملے، اور

اصلی نشیر بنی اور پوشیدہ نجات مل جائے۔ اس کے بارے میں لکھا جانا چاہیے اور سالکِ منزل تفصیل سے اجمال کی طرف مضبوط ہوتا ہے۔

عزیز من! اہل غفلت کی صحبت سے بچنا چاہیے، بالخصوص ایسے شخص سے، جو اس طریقۂ کار کا انکار کرے۔ ایسے شخص کو دشمن سمجھنا چاہیئے اگرچہ بظاہر وہ تمہارے ساتھ دوستی میں شکر کی طرح ہو، لیکن حقیقت میں وہ زہر قاتل ہو گا اور آخری بات کے متعلق جو تمہارے رخصت ہونے سے پہلے تمہیں کہی گئی تھی، پوری پوری کوشش کریں، تاکہ ہمیشگی کا ملک ظاہر ہو اور اس کا نتیجہ برآمد ہو۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ عزیز نے اطلاع کا جو پرچہ بھجوایا ہے اس میں جسمانی مرض کا تو ذکر کیا گیا ہے، لیکن باطنی صحت اور کیفیت پوشیدہ کا، جو آپ سے مطلوب تھی، کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میرے عزیز! ابھی بہت کام باقی ہے۔ آپ کمرِ ہمت باندھ کر رات دن مراقبہ میں گزاریں اور لوگوں کی تعریف سے دھوکہ نہ کھائیں اور کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ اور تم جو ایک فقیر ہو، تم سے فقیری کام کے سوا کسی امیری کام کی ضرورت نہیں۔ جس جگہ بھی رہو، اپنے طریقے کے آدمیوں کے ساتھ رہو۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی صحبت نور بخش بھی ہے اور نورانی بھی رہیں کسی جگہ، مطلب کام سے ہے۔ اگر کہیں یاد کا موقع مل جائے، تو دعائے مشفقانہ میں یاد رکھیں، اور دو سادہ سی باتیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا کسی عزیز سے لکھوا کر حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے رہیں۔ تم جہاں بھی رہو، اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی)

مکتوب: ۴۵

اسفند یارؒ کے نام لکھا گیا۔

اے کعبۂ مراد کے طالب، اے سعادت کے پُرخطر راہ کے راہی، اے میرے عزیز۔ جس اندیشہ نے بیس سال سے پرورش پائی ہو۔ اور ابھی تک اس کی جگہ خیال نے نہ لی ہو، وہ اچانک اپنے وطنِ مالُوف کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے البتہ اتنا ہے، کہ چونکہ ذکر کے نُور کو پکڑ لیا گیا ہے، امید ہے کہ اگر ریاضت اور مجاہدے کو جاری رکھا گیا، تو تمام خطرات دُور ہو جائیں گے۔ اور اس راہ میں گھڑی روز، ماہ، سال کو کوئی حیثیت نہیں دینی چاہیے، بلکہ ہمّت بلند رکھنی چاہیے اور ساری زندگی کو مقصدِ حقیقی کی طرف ایک گھڑی سمجھ کر مراقبہ و مجاہدہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ہزار سال کی کاوش کے بعد بھی اصل مقصد حاصل ہو جائے، تو عتاب کی نسبت غنیمت ہے، یوں سمجھو کہ ایک گھڑی میں کعبۂ مقصود تک پہنچ گئے۔ ذرا اولیا اللہ کی حکایات کے حالات پر نظر دوڑایئے، تو پتہ چلے گا کہ اس میں بیسیوں برس بلکہ عمریں گزر گئیں۔ بے شک پراگندہ خیالات ہجُوم کریں، کمربستہ رہنا چاہیے اور خوف نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ اللہ کے فضل سے حق کے لیے ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جاتی، بلکہ فائدہ بخشتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذاتی نام کے نقش کی طرف پُوری ہمّت سے توجہ دینی چاہیے اور نفی و اثبات میں لگے رہنا چاہیئے تاکہ پراگندہ خیالات کا خس و خاشاک، جل کر خاک ہو جائے۔ اولیا اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ بس ایک پل میں کعبۂ مقصود سے واقف کرا دیں اور اصل منزلِ مقصود تک پہنچا دیں، لیکن چونکہ مخلوقات میں سے افضل ترین انسان کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ منزل تک بتدریج پہنچایا گیا ہے، اس لیے اولیا اللہ کے گروہ کو بھی کہ نبی پاکؐ کے پیروکار ہیں، مشقت و محنت میں ڈالا گیا ہے اور یہ مشقت جو دشمن کو دُور کرنے میں صرف کی جاتی ہے، درحقیقت عاشقوں کے لیے راحت و لذت ہے، تم پر جسے حُکم دیا گیا ہے۔ اور تمہاری اولاد پر سلام اور

اگر خدا توفیق دے، تو بہتر یہ ہے کہ تہجّد کی نماز کے بعد حضرت جی کا درُود الحاح وزاری سے پڑھیں۔ اگر اس وقت موقع نہ ملے، تو اشراق کے بعد یا کسی اور وقت پڑھ لیا کریں۔

مکتُوب: ۴۶

میاں محمّد صادقؒ کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے اللہ! ہمیں سچّا ایمان اور یقین عطا فرما کہ اس کے بعد کُفر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ایمان و یقین سے بہرہ ور کرے، تاکہ اس کے بعد کُفر نہ ہو۔ پس ہر یقین جو اس کی قید میں متعیّن ہے اور کمال تک نہیں پہنچا، اس کا انجام کُفر ہے۔ اس سے آگے کی طرف ترقّی کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔ جس یقین کی تلقین کی گئی ہے اس پر پورا یقین ہے، کیونکہ رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی خبر دی ہے۔ الغرض جو مرتبۂ یقین میں مقیّد ہو جاتا ہے، اور یقین کی قید میں ہے، اس کی نفی کرنے میں دریغ نہ کریں اور اُسے کاٹنے میں غم نہ کھائیں۔ حتیٰ کہ غیر مقیّد اور غیر مُدرک کے مُتعیّن ہونے کا یقین ہو جائے۔ الغرض چونکہ تمہیں یہ امتیاز دیا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ کا شکر بجالاؤ۔ اور ترقّیات کے امیدوار رہو اور اس حمد کی حقیقت، اگر اس کے لائق نہیں، تو اس کی نفی کرنے میں سخت محنت سے کام لو، حتیٰ کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا"، کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ۔

والسلام والاکرام۔

مکتُوب: ۴۷

میاں محمّد قاسم ساکن سیام کے نام لکھا گیا۔

بوالہوس گر لافِ عشقت می زند، باور مکن، اے سرت گردم، محبت را نشانِ دیگر است

(ترجمہ) اگر بوالہوس تمہارے عشق کا دعوے کرے، تو یقین نہ کرنا۔ میں تم پر قربان جاؤں، محبت کی علامت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

دنیا کا طریق کار عجب ہے، مثلاً لوگوں نے سنا ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم کتنے صاحبِ کمال تھے، اور اُن کا شیشۂ دل ہوس کے زنگ سے کس قدر پاک تھا۔ لوگوں کو ان کے درجے کی کتنی ہوس ہے، لیکن اُن کی طرح تعلّقات کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ حق کے ماسوا دوسرے تعلّقات میں گرفتار ہونے کے باوجود ان درجات کے خواہش مند ہیں، جو صرف ماسوا کی نفی کرنے ہی سے مل سکتے ہیں۔ بے شک جو محبت وہم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ وہم کی قوّت رکھتی ہے، اور قوّتِ وہمی کو تعلّقات پر ذرّتی بھر غلبہ میسّر نہیں۔

میرے عزیز! آپ نے اپنے مراسلے میں جو اس ہیچ مداں، گمراہ و جاہل کے بارے میں تعریف کی ہے، میں اس کے قابل نہیں بخدا ہرگز قابل نہیں، ہرگز نہیں۔ کچھ نہ جاننے کے باوجود عقیدت مند اور ملنے والا سوائے سچّا جاننے کے اور کچھ نہیں چاہتا، کیونکہ اس نے حق کی طلب کی ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو آ نا فا نا راہ حق میں پاکر حالتِ قبض کو اپنی استعداد کی قابلیت سمجھ لیتا ہے۔ اور بسط کو مرشد کی توجّہ کے نور سے تعبیر کرتا ہے، لیکن حکم کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کی بدولت جیسے خوب کیا گیا ہو۔ اگر میرے نصیب میں مرشد کی زندگی میں کچھ میسّر ہو، تو بہت بہتر، ورنہ بظاہر عبادت گزار ہوں اور ممکن ہے طالبوں اور مجاہدوں کے گروہ میں شمار کرلیا جاؤں۔ اور اگر کوئی اتنا باہمت ہو، تو اس سے بہتر کیا ہے، کہ اس کے باطن کی زمین شفقت و مرحمت کے پانی سے تازہ و سیراب رکھی جائے اور وہ امانت جو عزیزوں کی طرف سے پہنچی ہے، اسے پہنچا دی جائے۔

عزیزِ من۔ اس معاملے میں بہت کوشش کی گئی، لیکن چونکہ اکثر اس کے اہل نہیں تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے۔ آپ کو اور آپ کے ہم نشینوں کو سلام۔

مکتوب : ۴۸

اپنے بھائی حافظ عیسٰیؒ کے نام۔

میرے بھائی حافظ عیسٰیؒ، عرفانِ حقیقی سے بہرہ ور ہوں۔ تحریر کیا گیا تھا کہ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا، تاکہ وہ پہچانے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالےٰ کی پہچان ہے۔ اس لیے یہ بات اس شخص کے حق میں بلاشبہ صادق آتی ہے، جسے معرفت نصیب ہوگئی ہو، کسی دوسرے کے حق میں کس طرح ہوسکتی ہے۔ میرے سعادت اطوار بھائی معرفت کے دو درجے ہیں، معرفتِ اختیاری اور معرفتِ اضطراری۔ معرفت اضطراری دنیا کی ہر مخلوق کو اس کی پیدائش ہی سے ودلیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے" اسی مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ معرفتِ اختیاری کے دو درجے ہیں، ایک معرفتِ عام اور دوسری معرفتِ خاص۔ معرفتِ عام دنیا کے تمام ذی عقل انسانوں کو ملی ہوئی ہے اور اس میں کفّار بھی شامل ہیں، اگرچہ وہ انبیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ان کی تعلیمات کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آیت کریمہ "کہو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبّت کرے گا" سے واضح ہے لیکن چونکہ خلقت کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی معرفت ہے، اس لیے اس کے قبول

ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معرفتِ خاص کے مزید دو درجے ہیں: ایک معرفتِ خاص دوسری معرفتِ اخص معرفتِ خاص، توحید، ذات و صفات اور تمام احکام شریعت کو قبول کرنا، (اس طرح کہ اُن میں کوئی شک و شبہ نہ ہو،) احکام کو ماننا اور نواہی سے بچنا ہے، خواہ پُوری طرح ممکن ہو یا نہ ہو۔ یہ معرفتِ عام ایمان لانے والوں کے نصیب میں ہے اور معرفتِ اخص اس شخص کے نصیب میں ہے، جسے شریعت کے تمام احکام کی پیروی کے طفیل، عمل اور پرہیز کی قوّت بخشی گئی ہے اور ایسے لوگ خاص ہوتے ہیں۔ وہ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام کہلاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مکتُوب ۴۹:

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے سعادت شعار! وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس وقت رُوح سارے جسم پر محیط ہوتی ہے، اس وقت جو افعال وہ بدن کے متعلق کرتی ہے، ان کی وجہ کیا ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ ہر فعل جو کسی صورت میں واقع ہوتا ہے، خواہ وہ حرکت ہو یا سکون، چلنا ہو یا ٹھہرنا، چونکہ مظاہر دیکھنے میں اس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے، اور روح کا معاملہ اگرچہ وہ بہت عالی ہے، لیکن مخفی ہے، اس لیے ان حالات میں افعال کے بدن کے متعلق ہونے کے سوا، کوئی چارہ نہیں اور چونکہ جسم کے متعلق تمام افعال کا واقع ہونا رُوح کی وجہ سے ہے، اس لیے سلُوک کے بعد جب جسم پر معنیٰ کا اظہار ہوتا ہے، تو اس کی نسبت رُوح سے ہوتی ہے، بلکہ جب اسے ترقّی ملتی ہے، تو افعال کی نسبت رُوح سے ختم ہو کر فاعلِ حقیقی یعنی اللہ تعالےٰ سے ہو جاتی ہے۔ اور روح بیچوں نہیں، بلکہ بیچوں نما ہے، اور مجہول الکیف ہے۔ اس لیئے اس میں

فی الحقیقت "کیفیت و چوں" ہے، لہٰذا حقیقی بیچوں کے درمیان، جو معدوم الکیف ہے، اور 'بیچوں نما' کے درمیان، جو مجہول الکیف ہے، فرق ظاہر ہے، کیونکہ جس میں 'چوں' ہے، خواہ وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو، پابندی کے مرتبے میں ہے۔ اور جو شے پابند ہے، وہ حادث اور محتاج ہے، اور آیت کریمہ " جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت کے دوست ہیں، انہیں نور سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں"، میں کفّار کے اخراج کی نسبت، طاغوت کے اندھیرے کی طرف ایسی ہی ہے، جیسی کہ فعل کی نسبت سبب سے ہے، چونکہ طاغوت ہی کفّار کے اندھیروں کا سبب بنا ہے، اس لیے فعل کی نسبت طاغوت کی طرف کی گئی ہے۔ فی الحقیقت کفّار کے اخراج کی نسبت، اللہ تعالےٰ کی صفتِ قہر کے نور سے ہے، کیونکہ طاغوت اس کا سبب بنا ہے، اور چونکہ معرفتِ عام جو کفّار کو حاصل ہے، صفتِ قہر کے ظہور کی وجہ سے ہے، اس لیے کفّار مجبوراً ولایتِ حق سے محروم ہیں۔ کیونکہ ولایتِ حق خاص اہلِ معرفت کا حصّہ ہے، جو صفاتِ لطیفہ کا مظہر ہے۔ قہر کے مظاہر کو ولایتِ حق سے کیا کام؟ قہر کی صفات کا ظہور، مظہر پر ظہور کا تقاضا ہے، نہ کہ ولایتِ حق کا تقاضا۔ ولایتِ حق صفاتِ لطیفہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ کفّار کے حصّے میں ولایتِ حقیقی میں سے کچھ نہیں، بلکہ ان کے حصّے میں ولایتِ طاغوت ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آیا ہے۔

مکتوب: ۵۰

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

فقیرانہ سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ سالک کے کام کی ابتدا اللہ تعالےٰ کے ذکر سے لذّت پانے سے ہے، اور اس کے کام کی انتہا اس کا مشاہدہ ہے۔

اور یہ ابتدا (بدائت) وانتہا (نہایت) صوفیائے وجودیہ کی اصطلاحات ہیں۔
ہدایتِ کار، ولایتِ اخص میں، جو ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے، مطلوب و مذکور کی
طلب نایافت ہے۔ اور نہایتِ کار حصولِ نایافت ہے۔ اگر سالک اس سے ترقی
کرجائے، تو اس کی ہدایت علمِ حضوری سے ہے اور اس کی نہایت حضور در حضور
میں ہے۔ اور حضورِ علمی اس مرتبہ کا وسط ہے۔ اور یہ تینوں آخری مرتبے ولایتِ خاص
الخواص میں حاصل ہوتے ہیں، بحیثیت ہدایت، وسط، اور نہایت کے۔ اور
یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ ولایت کے ان تینوں مرتبوں
کی تحقیق، جن کا یہاں ذکر ہوا، پیر دستگیر حضرت بنوریؒ کی تحقیق و اصطلاح کے
مطابق ہیں اور اس مختصر کی تفصیل بھی ہے، جس کے لیے طویل شرح درکار ہے۔
اور ولایتِ خاصہ، ولایتِ اخص اور ولایتِ خاص الخواص میں فرق یہ ہے کہ
ولایتِ خاصہ میں مطلوبہ یافت موجود ہے، ولایتِ اخص میں یافت مفقود و غیر
معدوم اور ولایتِ خاص الخواص میں "حقیقتِ نایافت" موجود ہے اور نفسِ یافت
معدوم، اور حقِ نہایت اس مقام پر متحقق و ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ولایتِ خاصہ
کے مرتبے کی یافت، جو علم کا پل ہے، حجابِ اکبر ہے، کہ سالک شہود کی لذات
کے گرداب میں پھنس کر حقیقتِ مطلوبہ سے حجاب میں ہوتا ہے اور جب اس مرتبہ
سے ترقی پا جاتا ہے، تو حجاب اُٹھ جاتا ہے، اور اگر تو غور کرے، تو معلوم ہوگا
کہ نایافتِ مطلوب بھی، جو مرتبۂ اخص میں مطلوب ہے، علم ہے، جو حقیقتِ نایافت
کے مرتبے کا حجاب ہے۔ اور سالک نایافت کی لذت میں ترقی سے دور رہے۔
(حجاب میں ہے) اور چونکہ ان دونوں مرتبوں میں علمِ حصولی ہے، اس لیے مجبوراً
مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے حجاب ہے اور ان دو مرتبوں کے بعد، مرتبۂ خاص الخواص
ہے۔ چونکہ اس مرتبے کا اہل، علمِ حضوری سے بہرہ ور رہے، اس لیے وہ حجاب

سے منزّہ اور دُور ہے۔ چنانچہ اس آخری مرتبہ میں جب حقیقتِ ایمان بالغیب
پر پہنچ جاتی ہے اور ہر مومن کے علم کی ابتدا ہی ایمان بالغیب سے ہے، تو گویا
عین انتہا میں اس مناسبت سے رجُوعِ ایمان بالغیب کی طرف ہوتا ہے جیسا
کہ عام مومن پر ظاہر ہوا ہو۔ نیز یہ ابتدا کی طرف رجُوع (رجوع الی البدایت) ہے۔
یعنی ابتدا میں تعلقاتِ دنیا کی چاشنی تھی۔ درمیان (وسط) میں یہ تعلقِ چاشنی بھی
ٹوٹ گیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے ہر شے فراموش ہوگئی اس کے بعد نہایت کو
پہنچ کر مذکورہ تعلق پھر تازہ ہوگیا۔ اس تعلق کا بیان مرتبۂ عالی میں ہے۔ چنانچہ اگر
معرفت و توحید سے مراد تصوّف کی معرفت و توحید ہے، جو ولایتِ خاص کی خصوصیّت
ہے، تو انبیا علیہ السلام کا دامن اس قسم کی معرفت کی گرد سے پاک ہے، کیونکہ صُوفیا
کی معرفت و توحید کی دُنیا خیال و وہم ہے۔ اس عالی شان جماعت کے مرتبۂ ولایت
میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ وہم و خیال کی تراش ہے کہ مغلوب الحال
ناظر، اشیا کو اس حال میں معدُوم سمجھتا ہے۔ ہم اس موجودیت کے عالم میں
اسے معدُوم نہیں سمجھتے، لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس امرِ موجُود کے معدُوم
ہو جانے کو محال نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کمال کی بدولت انبیاء علیہم السّلام کو "حضُور در حضُور"
کا وہ مرتبہ میسر ہے، کہ ان کے کمالات بھی اللہ تعالےٰ کے کمالات کی طرح لا انتہا ہیں، ان
کی ترقّی سے مراد ہر لحظہ اور ہر آن نئے نئے انعامات کا ظہُور ہے۔ چنانچہ حدیث
میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحظہ اور ہمیشہ ترقّیِ درجات حاصل ہے۔
اور یہ ترقّی نہ شہُود کی حضُوری سے ہے اور نہ تنزیہ تک تشبیہ کی بدولت، بلکہ
یہ ایسی ترقّی ہے، جو ہر ایک کے بیان سے باہر ہے۔ اس ترقّی کی حقیقت کو اس
کا اہل ہی جانتا ہے۔ دوسرا اس سے کیا سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ "ظلم اور جہالت" جو
ولایتِ خاصّہ کا حصّہ ہے، اور شے ہے اور اخص اور خاص الخواص کے مرتبے میں

وہ اوپر ہے۔ ہر ایک اپنے سے نیچے کی تعریف کرتا ہے اور اپنے سے اوپر کی مذمّت۔
یہ باتیں تنگیٔ کاغذ کی وجہ سے محض اشارات ہیں۔ پس اے سالکِ راہ! جن مرتبوں کو میں نے بیان کیا ہے، انہیں جان لے! ذکر کی تعلیم کا حصول زندگی میں، خواہ روحانی تربیت سے ہو، یا جسمانی تربیت سے، اکثر کیلئے مراتب کی تکمیل کیلئے کامل مرشد کی تعلیم کے ذریعے ضروری ہے۔ بلکہ اس کی موت کے بعد بھی خواہ یہ روحانی تعلیم ہو یا اس کی زندگی میں ہی جسمانی تعلیم اور اللہ سبحانہٗ قادرِ مطلق ہے کہ وہ اس کے برعکس ظاہر کر دے لیکن زیادہ تر یہی طریقہ ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا پس سمجھ لینا چاہیے کہ ابتدا میں طلب ہوتی ہے۔ درمیان میں درد اور انتہا میں عشق۔ اور اس انتہا کو حقیقی انتہا نہ سمجھا جائے، کیونکہ انتہائے حقیقی سے عشق قاصر ہے۔ وہاں معاملہ عشق عالی و فاخر سے پرے ہے۔ چنانچہ جہاں تک عشق کا تعلق ہے وہ مرتبۂ حقیقی بہت بلند ہے۔ نیز اس اصطلاح سے، کہ "طالب فانی ہے اور مطلوب رفیع الشان"، مراد اسکا مرتبۂ حقیقی ہے، جو اس مقام پر حقیقتِ نفس الامری کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا ہے دیکھنے والے کو اس مقام پر اختیار نہیں رہتا کہ اس کے ثبوت کی نفی میں اختیار رکھتا ہو۔ ہاں اختیار اس وقت تک ہے، جب تک اس کی نسبت کا سبب وہم و خیال ہو، اور یہ مرتبہ بہت بلند ہے، کیونکہ یہی حقیقتِ نماز ہے یہاں وسوسوں کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جس پر مہربانی کرنا چاہے ہے اُسے نوازتا ہے۔

فائدہ: جو نور، خیال کی گرفت میں آجائے، وہ مخلوق ہے، قابلِ نفی ہے، یعنی ہر اس نور کو جو حساب و تخیّل کے دائرے میں آجائے، اسے مخلوق سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ ہر لطیفہ کا نور، جو عالمِ خیال میں شکل پذیر ہو کہ سُرخ، زرد، سفید، یا بنفشی دکھائی دے، وہ اس لطیفہ کے تزکیہ و صفا کی علامت ہے، یہ نہیں کہ سالک

اس رنگ کی طرف رغبت کرے اور اس کو اپنا معبود بنا لے. ہم اس سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس طریقہ احسنیہ کے سالک کا ارادہ، خواہ وہ مبتدی ہو، خواہ متوسط، یہ ہوتا ہے کہ اپنے ایمان میں اُس بے کیف حقیقی کی ذات کے سوا کسی کو جگہ نہ دے. اور جو کچھ محسوس ہو، اُسے قابلِ نفی سمجھے، خواہ وہ حسِ خیالی محسوس ہو یا حسِ ظاہری، جیسا کہ دیکھنے اور سننے کی حسیں ہیں. اور پھر یہاں سے عین مَضغہ، دِل کی طرف توجہ کے عالم میں ذاتِ بے کیف میں یقین رکھے اور مَضغہ والفاظ کو مرتبۂ بے کیف کے حصُول کا وسیلہ سمجھے. اسی طرح اگر لطائف کا نُور شکل پذیر ہو، تو اسے وسیلہ ترقی سمجھنا چاہیئے نہ کہ عین مقصود. اللہ اس سے وسیلۂ ترقی محفُوظ رکھے.

مکتُوب : ۵۱

آپ نے جو سوال کیا ہے وہ بے ربط عبارت میں لکھا ہے. ہم پہلے سوال کی عبارت کو صاف اور مربُوط کریں گے اور اس کے بعد جواب لکھیں گے. انشاء اللہ. سوال کی ترتیب یہ ہے :-

سوال. لطائفِ خمسہ، لطافت کا درجہ رکھتے ہیں. چاہیے کہ کام کی ابتدا میں جسمانی ظُلمات پر غلبہ حاصل کرلیں، مگر صُورت یہ ہے کہ مغلُوب و مخفی، جسمانی ظُلمتوں پر غالب آجاتے ہیں، لیکن سلُوک اور مشقت کے بعد اُن پر غلبہ اور صفائی پیدا ہوجاتی ہے. اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب ہر مرتبۂ لطیفہ، خواہ وہ ارواح سے تعلق رکھتا ہو، خواہ لطائف سے، جب عناصر کی قید میں آجاتا ہے، تو اس پر جسم کا حکم نافذ ہوجاتا ہے اور نُورانی خصوصیت پوشیدہ ہوجاتی ہے اور اس میں حکمتِ خداوندی ہے. اسی لیے اللہ تعالےٰ نے

سلوک کے مراتب کی تعلیم اپنے چیدہ چیدہ بندوں کو خود دی ہے: تاکہ سلوک کی ترتیب جذبۂ غیبی کے ظہور کی بدولت ان مقید لطائف میں سے ہر ایک کو ظلمت کی قید سے نکال کر اصلی خصوصیّت تک، جو نورانی ہے اور صفا ہے، پہنچا کر اپنا حصّہ وصول کرے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

فائدہ:- اسم ذات کی تعلیم سے پہلے، جب سالک کو تمیز نہیں ہوتی اس کا تمام وجود وسوسوں کی گزرگاہ ہوتا ہے، اور عین اس حالت میں وہ خیالات سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اسم ذات کی تعلیم مل گئی ہو، اور اس نے یہ ارادہ کرلیا ہو کہ اس اسم کے سوا دل میں اور کوئی خیال نہ آنے دے گا اور صورت یہ ہو کہ پہلے ہی دل میں بے شمار وسوسے ہوں اور اس اثنا میں جب اسمِ ذات کی وحدت خانۂ دل میں داخل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دل اسمِ ذات کا گھر ہے، تو وہ وسوسے جنہوں نے خانۂ دل کو بُری طرح اپنی گرفت میں لیا ہوا ہوتا ہے، فوراً حرکت میں آجاتے ہیں۔ اگر جذبہ، وسوسے کی مزاحمت سے فارغ ہو جائے، تو جذبہ غلبہ حاصل کرلیتا ہے، اور اچانک تمام وسوسے دل سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور سالک جذبے کی مدد سے وسوسوں کی مزاحمت سے فارغ ہو جاتا ہے اگر جذبہ غالب نہ آئے، تو سالک کا کام رک جاتا ہے، اور جب وسوسے، صاحبِ دل کو دل میں آنے سے منع کر دیتے ہیں، تو سالک کو اس حالت میں وسوسوں کے لشکر سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے سالک کو چاہیے کہ اسمِ ذات کی وحدت کی قوّت سے وسوسوں کے لشکر کی اکثریت سے گھبرا نہ جائے اور اس بات کا تہیّہ کرلے، کہ اسمِ ذات جو دل کے گھر کا مالک ہے، دل میں اپنی جگہ بنائے۔ اور وسوسوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس

وقت تک کوشش کرتا رہے، جب تک وہ وسوسے دُور نہ ہو جائیں۔ شکوک کے معنی یہی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں غم نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اُن وسوسوں کو دُور کرنے کے لیے بہادروں کی طرح کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

فائدہ :۔ عالمِ مثال میں قلب کا رنگ کسی کسی وقت سالک کو سُرخ نظر آتا ہے۔ غالباً پہلی بار سالک اس طرح کے سُرخ رنگ کو پسند کرے گا۔ اور اگر ذکر غلبہ کرے، تو وہ آواز پیدا کرے گا۔ اور رنگ سُرخ، جو ضرُوری نہیں، ختم ہو جائے گا۔

فائدہ :۔ اسم ذات اگرچہ چند حروف سے مرکب ہے اور حرُوف مخلوق ہیں، لیکن ایک مُبتدی کے لیے ذاتِ حقیقی کی یاد ان حرُوف کی ترکیب کے بغیر مشکل ہے اس لیے بولتے وقت یہ حادث لفظ اپنے سامنے مسمّٰی کو رکھتا ہے اور وہی اس اسم کی طرف رہنمائی کرتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں لَا کی مدّ کو ناف سے پیشانی تک کھینچنا چاہیے اور وہاں سے الٰہ کے کلمے کو دائیں طرف لانا چاہیے اور وہاں سے کلمہ لا الٰہ کی مدّ کو کھینچ کر قلب پر ضرب لگانی چاہیے اور پھر اس میں اضافہ کرتے جانا چاہیے، حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس ضربیں لگ جائیں، لیکن آہستہ آہستہ اور یہ سب حبس دم کی حالت میں ہوں۔ شروع میں یہ تین بار اور مسلسل ہونی چاہییں اور اگر اس سے زیادہ لگ جائیں، تو وہ بھی درست ہیں۔

فائدہ :۔ عالمِ مثال میں یہ جو زرد یا سُرخ یا کوئی اور تصور میں آتا ہے، وہ محض مصفّا ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگِ خارجی سے باہر ہے۔ اُسے نُور قرار دینا چاہیے یا خیال۔ اگر وہ قبلۂ نُور کی طرف سے ہے، تو وہ بھی عبادت ہے اور اگر خیال کے زُمرہ میں ہے تو وہ سابقہ خیالات سے متعلق ہو گا۔ اس وقت خیال کی نفی کی ضرورت

ہے اور وہ نُور، جو اللہ سبحانہٗ کی ذات سے مختص ہے، وہ مُنزّہ ہے، وہ بشر کے حیطۂ تصوّر میں کس طرح آسکتا ہے۔ اگر سالک کو اس نُورِ مُنزّہ سے کچھ حصّہ حاصل ہے، تو وہ اس کا پَرتو ہے، اور بے تصوّر ہے، پس اسے سمجھیے۔

فائدہ: جو کوئی محو ہو گیا، اُس حالت میں اس کا ہر فعل عُذر کے درجے میں داخل ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ (پکڑ) نہیں، لیکن ابھی یہ محویت و فنا جس میں سالک ناپسندیدہ اُمور کا مرتکب ہو جاتا ہے، مرتبۂ اصلی میں داخل نہیں، اور نقصان رِدہ ہے۔[1]

فائدہ: سُلوک محبت کے شروع میں ہے، اور عشق غلبۂ محبّت کا نام ہے۔[2]

فائدہ: جن باتوں سے روکا گیا ہے، اُن سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان کی نیرگی دل میں خلل پیدا کرتی ہے۔ اور آیت کریمہ "اللہ کی خفیہ تدبیر پر ایمان لاؤ" اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فائدہ: نیند کو موت کی بہن اس معنی میں کہا گیا ہے کہ بس ظاہری تعلق کٹ جاتا ہے، نہ کہ موت کی طرح باطنی تعلق بھی، بلکہ باطن میں معاملہ اور ہوتا ہے (حاشیہ۔ اگر سوتے میں ایک نماز فوت ہو جائے اور آدمی مر جائے، تو آدمی سے اس نماز کی باز پُرس نہیں ہو گی) سالکوں کا طریقہ گاہے بسط یعنی کشائشِ ذکر ہے اور گاہے قبض یعنی تفرقہ۔ اس صورت میں غم نہیں کرنا چاہیے اور کام میں مشغول رہنا چاہیے والسلام۔

---

[1] ترتیبِ جمال کی قابلیت رکھنے والا مؤدب ہے اور ترتیبِ جلال کی قابلیت رکھنے والا گستاخ ہے۔

[2] اگر وہ ردّ نہ کرے تو جائز ہے، بلکہ ناز ہے۔ اس بات سے باز آ، کہ قصّہ طویل ہے۔

باسم سبحانہٗ۔ بندے کے لیے پروردگارِ عالم کا ذکر دو طرح سے واجب ہے۔ایک ذکر لباس کے ساتھ ہے اور دوسرا لباس کے بغیر۔لباس کے ساتھ،ذکر مُبتدی اور متوسّط کا خاصّہ ہے لیکن جہاں تک ذِکر بے لباس کا تعلّق ہے، بے لباس کو انجذاب کے غلبہ سے مغلوب ہوکر (جو اسم الدلیل کی ترتیب سے پیدا ہوتا ہے) سالک عین لباس سمجھتا ہے۔ یہ صاحب تشبیہ کا ذِکر ہے۔خواہ وہ مُبتدی ہو یا متوسّط۔اگر اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں اسم 'ہادی' کی تربیت سے لباس کو صاحب لباس کے وصول کا ذریعہ پاتا ہے اور لباس کے تعلق کے باوجود اس کا باطن، صاحب لباس سے تنزیہ کی بدولت آگاہی رکھتا ہے اور لباس کو ذریعۂ وصول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا تو وہ صاحبِ تنزیہ ہے ،اگرچہ دونوں کے معاملے میں وصلِ متلبّس (وصل بحالت لباس) سے چھٹکارا نہیں پایا ہوتا لیکن اوّل وثانی دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔اوّل کی صاحب لباس سے آشنائی اضطراری اور ضمنی ہے، جب کہ دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ اختیاری اور کھُلم کھُلا ہے۔اسی بات سے حضراتِ نقش بندی کے کمالِ استعداد کا اندازہ لگا لینا چاہیے کہ ابتدا و توسّط میں ہی فراغت سے پہلے معنی و الفاظ کے لباس کی عین ضرُورت کے وقت لباس سے عاری ہوتے ہیں۔یہ ہوشیاری کا مرتبہ ہے۔ان دونوں کے درمیان فرق صاف ظاہر ہے۔اور صاحب تشبیہ کو اگرچہ یہ شے ضمنی طور پر حاصل ہوتی ہے، لیکن اس طرح کہ گویا اُسے خدائی تدبیر سے امکانِ امن حاصل ہے، کیونکہ یہ اسم الدلیل کی ترتیب کے حساب سے ہے ،اور صاحبِ تنزیہ کا مُربّی چونکہ اسم الہادی ہے ،اس لیے امن کی ظلمت کو اپنے مربّی کے نُور سے جو اسم ہادی ہے، دُور کرکے وہ خوف کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے ۔

فائدہ : البتہ وہ خوف اچھّا اور لازم ہے جو آخر کار "لاخوفٌ علیہم" کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔اس لیے 'اذکیا' پر واجب ہے کہ چونکہ آیت کریمہ" اس کے چہرے

کے سوا ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے" کے مطابق ہر مخلوق کی ہلاکت ایک یقینی امر ہے، اسلئے ہلاک کرنیوالے کے حکم کو عین قدیم شے، جو لم یزال ولم یزل ہے، نہ سمجھے اور اگر کہا جائے کہ ہالک کے حکم کو، جو معدوم کی طرح ہے، نظر انداز کر کے اسے عین کہا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ عینیت کی نسبت، طرفین کے ملاحظہ کے بغیر یقینی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جس وقت طرفِ ثانی نے عدم نسبت کا مرتبہ پایا، تو اس کی عینیت، امرِ موجود کی بدولت منفی ہو گئی۔ چنانچہ وہی واحد حقیقی ہے، جو عینیت میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک (خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت) دو صورتیں ہیں، یا تو وہ غیر حق کو پا لیتا ہے یا نہیں پاتا۔ اگر پا لیتا ہے، تو ہالک لم یزل کی کی عینیت محض جھوٹ ہے اور اگر نہیں پاتا، تو اس وقت عینیت کی نسبت عقل کے قاعدہ کے خلاف ہے پس سمجھئے۔ والسلام والاکرام۔

سوال ۔ حدیثِ قدسی میں مضغہ کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور قلب، جو لطیفہ نور ہے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب ۔ اگر مرتبۂ ادنٰے سے مرتبۂ اعلٰے کی طرف جایا جائے، تو پہلے مرتبۂ ادنٰے کا ذکر ضروری ہے، لیکن اگر اعلٰے سے ادنٰے کی طرف بیان کیا جائے، تو اعلٰے کا ذکر پہلے آئے گا۔

سوال ۔ جس وقت اصل لطیفہ کی کیفیت معلوم نہ ہو، اور اس لطیفہ کی قابلیات کے معانی کے ظہور سے بہرہ وری ہو، تو اس وقت ناظرِ مضغہ اور انوارِ قلبی کا منظور، جیسا کہ لکھنے میں آیا ہے، کس طرح واقع ہوتا ہے؟

جواب ۔ ناظر کے دو مرتبے ہیں، اگر حجاب کی وجہ سے ناظر ہے، تو جب تک درمیان میں حجاب ہے، ایسے ناظر کی بہرہ وری کو منظورِ ظلّی کہا جاتا ہے، اور اگر لباس شاہد کے بغیر، بے واسطہ شہود ہے، تو اس بہرہ وری کو وصلِ اصلی کہتے ہیں۔

سوال ۔ حضرت پیرِ دستگیرؒ نے فرمایا ہے نفس، روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے اس قول کی مفصل تحقیق بیان فرمائیں؟

جواب ۔ اللہ سبحانہٗ نے جسم کو عناصرِ اربعہ سے تخلیق فرمایا ہے اور روح کو اپنی حکمتِ بالغہ سے، زندہ، عالم، بینا اور سمیع بنایا، لیکن جسم کا مرتبہ رُوح سے مُتمیّز رکھا اور ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ اور عنصرِ خاص کا تقاضا ظُلمت و کدُورت ہے، جو کُفر و معصیت کا منبع ہے اور روح کے مرتبہ کی مناسبت نُور و صفا سے ہے، جو اطمینان و اطاعت کا سبب ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک پیدائش کے مرتبے میں ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے اور ان دونوں کی تخلیق کی غرض ترکیبِ وجود کے بعد اختیاری ہے اور یہ نُور و ظُلمت کے مجموعہ اتحّاد پر مبنی ہے۔ لہذا قدرتِ کاملہ نے جسم میں سے عناصر کی تیرگی کو بلندی بخشی، اور رُوح میں سے لطائفِ نُورانی کو نزول بخشا، اور برزخیت کے مرتبہ میں ان دونوں کو جمع کر کے ایک ہیئتِ متحدہ پیدا کی، اور اس کو ایمان و طاعت، اور کُفر و معاصی کا مجمُوعہ بنا دیا، اور اسے مجبُوری کی حبس صُورت سے نکال کر اختیار کی صفت سے مَوصُوف کیا اور اس کا نام نفس رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے نفس نے امانت کو اُٹھانا قبول کر لیا اور دوسروں کی طرح انکار نہ کیا اور اللہ تعالےٰ کے جمال و جلال کے کمالات کا مظہر بن گیا اور اللہ کے فضل کی طرح، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چونکہ اس تحقیق کے لیے تفصیل کی ضرُورت تھی، اس لیے اتنے ضرُوری بیان پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ کسی اور جگہ زیادہ باریک فہم کے لیے پھر بیان کیا جائے گا۔

والسلام۔

مکتوب : ۵۲

ایک عزیز کے نام۔

باسمہ سبحانہ، جان لیجیے کہ حدیثِ قدسی میں جن پانچ لطائف کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ہر لطیفہ، صفا کے بعد ایک ولایت سے بہرہ ور ہے اور یہ ولایات پانچ ہیں، یعنی ولایت عامہ[1]، ولایتِ خاصہ[2]، ولایت اخص[3]، ولایتِ خاص الخواص[4] اور ولایتِ اخص الخواص[5]۔ لطیفۂ قلبی اپنی ابتدا اور وسط میں ولایت عامہ سے بہرہ یاب ہے، اور جو ولایت اولیاء کا سایہ ہے، اسے ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے اور پھر لطیفۂ قلبی کے آخر اور لطیفۂ روحی کی ابتدا اور وسط میں ولایت خاصہ کا حصہ ہے، اسے ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور پھر لطیفۂ روحی کے آخر اور لطیفہ سری کی ابتدا اور وسط میں ملاءِ علیٰ کے کمالات سے جو بہرہ حاصل ہے، اُسے ولایتِ اخص کہتے ہیں اور بعض اکابر کے نزدیک اس کا نام ولایتِ عُلیا ہے۔ اور لطیفۂ سری کے آخر اور لطیفۂ خفی کی ابتدا اور اوسط میں ولایتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے۔ اسے بعض محقق، ولایت کبریٰ کا نام دیتے ہیں اور لطیفۂ خفی کے آخر اور لطیفۂ اخفی کی ابتدا اور وسط میں نبوتِ انبیا کے کمالات کا حصہ ہے، اولیا اللہ کی استعداد کے مطابق اور لطیفۂ اخفی کے آخر میں خاص نفسِ ولایت و نبوت انبیا کا حصول ہے اور اس پر صاحبانِ نبوت اپنے اپنے مراتب کے مطابق جاگزیں ہیں۔

مکتوب : ۵۳

ایک عزیز کے نام۔

چوں کہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد موسیٰؑ با موسیٰؑ در جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی کاں داشتی موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

ترجمہ۔ جس وقت بے رنگی رنگ میں قید ہو گئی، تو موسیٰؑ اور موسیٰؑ کے درمیان جنگ

چھڑ گئی۔ لیکن جس وقت بے رنگی ملی تو صورت یہ ہوئی، کہ موسے اور فرعون کے درمیان بھی صُلح ہو گئی۔

بیرنگی سے مراد مرتبۂ اطلاق ہے کہ اس میں تعین کی گنجائش نہیں، اور رنگ سے مراد مظاہر کی تعداد اور تعینات کی کثرت ہے اور اسیر ہونے[1] سے مراد آفتاب وحدت کے نُور کا بے شمار آبگینوں میں منعکس ہونا ہے اور موسیٰ کے موسیٰ سے جنگ کرنے سے مراد ایک پیغمبر کی شریعت کا دوسرے پیغمبر کے ہاتھوں منسُوخ ہونا ہے، اور بے رنگی کے پالینے سے مراد آخر کار ہدایت کی طرف رجُوع کرنا ہے اور موسیٰ وفرعون کی صُلح سے مراد متقابل صورتوں کا اضمحلال، تشخصی تعین اور تکلیف کو ختم کرنا۔ اور مختلف رنگوں کے آبگینوں کو جو کثرت اعداد کا باعث ہیں۔ ختم کر دینا ہے (شرح میر محمد رضا عفی عنہٗ)۔

فقیر (شیخ عبدالنبیؒ) یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مخدومی میر رضاؒ نے مذکورہ بالا اشعار کی شرح میں فرمایا ہے۔ بہت پاکیزہ اور عُمدہ ہے۔ لیکن یہ مطلب ایک فانی انسان کے لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ صاحب فنا کا کمزور ہونا ظاہر ہے اور وہ مراتب کی قید میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی فانی شخص میں علم فنا، کمال حاصل کر لیتا ہے، تو بھی اُسکے حق میں فنا ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا بیرنگی تک پہنچنے کو میر مرحوم نے ابیات کی شرح میں عارف کی نظر سے تعینات کے اضمحلال میں مقید کیا ہے۔ عارف اور غیر عارف کے تعین میں کوئی فرق نہیں۔ اس معنی پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں، پہلا یہ کہ اسیر بے رنگی

---

[1] اسیر رنگ کہنا عالم ارواح کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ حق کی طرف حق تعالےٰ کو کون اسیر کر سکتا ہے اور روح نہ سُرخ وسفید نہ سیاہ و زرد۔ بلکہ مجہول الکیف ہے، جب کہ حق تعالےٰ بے کیف ہے۔

ہونے سے آفتاب کے نور سے بے شمار آبگینوں کا انعکاس مراد لیا ہے۔ اس مقام پر دو شبہے وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آبگینہ میں منعکس ہے، اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، لیکن آبگینہ کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا کہ آیا وہ مستقل بنفسہٖ ہے یا آفتاب کے نور کا پرتو، دوسرا یہ کہ بے رنگی تک پہنچنے کو ہر لحاظ سے سالک کا اضمحلال کہا گیا ہے، حالانکہ وہاں ان دونوں کے نام و نشان کا تصور بھی نہیں، کیونکہ اس مقام پر صُلح کا ثبوت اضمحلال کے منافی ہے، اس لیے آشتی و صُلح، جو ان کی صفت ہے، ان کی ذات کے ثابت رکھنے کے بغیر متحقق نہیں۔

دُوسرا سوال یہ ہے کہ موسیٰ کی موسیٰ سے جنگ سے مراد، ایک شریعت کی تنسیخ دوسری شریعت کے ذریعے ہے۔ اور چونکہ جنگ مخالفت کے تقاضے کی وجہ سے ہے، اور کسی نبی کو دوسرے نبی سے ناسخ و منسوخ کی بنا پر مخالفت نہیں ہے، اور مخالفت کی تو بات ہی الگ رہی، منسوخ خود کسی وقت ناسخ کا محبوب رہا ہوتا ہے۔ اس لیے جنگ کی تحقیق میں کوئی کسر باقی ہے۔ چنانچہ ان مذکورہ اشعار کے معانی کی تحقیق ان کی شان کے مطابق حضرات کامل نے یوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ازلی و باقی ہے اور جمال و جلال کی صفات سے موصوف ہے۔ ان دونوں صفات میں سے ہر صفت، اپنے ظہور کا تقاضا اور اپنی خصوصیتِ خاص کی وجہ سے دوسری صفت کے ظہورِ خاص کا تقاضا کرتی ہے اور ہرگز اس کے ظہورِ ازلی کی مخالف نہیں، چنانچہ "لاھو" اور "لاغیرہٗ" اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر ظاہر کا ظہور اپنی ظاہری موافقت کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کسی دوسرے ظاہر کے ظہور کا منکر یا مخالف نہیں، اور چونکہ نفس الواقع اس کے معانی اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی میں ہیں، اس لیے بانیِ کامل نے جب اس حقیقتِ بے رنگی کو پالیا، اور رنگوں کو بے رنگی کے مخالف نہ پایا اور عین حالتِ شعور میں اس

اس نے اس کے مظہر و بقا کو علمِ حقیقی کے مطابق تلاش کیا، تو مظہریتِ کاملہ کے ایک مظہر کے ساتھ سوائے صُلح و آشتی کے کسی اور حالت میں نہیں پایا۔ لیکن جب باقی ہوا نے، جس نے فنا کا راستہ نہیں پایا، اور جو بے رنگی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہوا، اور جس نے بے رنگی کو مختلف رنگوں میں مخفی رکھا، بصیرت کی صفت کی بدولت اس بات کو سمجھ لیا، تو یہ پوشیدگی وہ مرتبہ نہیں رکھتی۔ وہ گویا اسیری کے ارادے کو اطلاق و بے رنگی کا مرتبہ دیتا ہے، اور یہ اُن اہلِ ہوا کی مذمت اور تذلیل میں پہلے مصرع میں کہا گیا ہے یعنی کہ جب بے رنگی اسیرِ رنگ ہو گئی۔ اور یہ نہیں کہا گیا کہ حقیقت، نفس الامری کی نسبت سے بے رنگی کے مرتبے میں اسیرِ رنگ ہو گئی۔

اللہ تعالےٰ بزرگ ہے، وہ مرتبہ عشق ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ ہی ہے اور اس کے ساتھ کسی شے کا وجود نہیں اور شروع سے اب تک اس کی یہی حالت ہے بھلا مقیّد کو اتنی قدرت کہاں، کہ مطلق اُس میں قید ہو جائے۔ مطلق مقیّد کو گھیرنے والا۔ اور اسیری گھرنے کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ مذکورہ اشعار کے معانی شخصِ بانی کی شان کے مطابق ہیں، یعنی چونکہ محبوب کی نظر میں مطلقِ حقیقی کا علم عدم مظہریت کی وجہ سے بے رنگی کے مرتبے میں مختلف رنگوں میں پوشیدہ ہے، اس لیے وہ حضرت مُوسیٰؑ کو دوسرے حضرت موسیٰؑ سے شریعتوں کی صورتوں میں اختلاف کی وجہ سے حالت جنگ میں پاتا ہے، کیونکہ حقیقت کے ادراک سے پہلے مختلف رنگوں کی صُورت، جنگ سے مشابہت رکھتی ہے، لیکن حقیقت کے ادراک کے بعد مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا پر ترقی پا جانے کے بعد جب اسے حقیقت کا علم ہوتا ہے، تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ صفات و شیون کا ہر مرتبہ اپنے ظہورِ خاص کا مقتضی ہے اور چونکہ صفات کی آپس میں "لا ھُو" و "لا غیرُہٗ" کی نسبت تصدیق شدہ ہے، اس لیے ایک خصوصیتِ خاص کا ظہُور دوسری کے لیے محبُوب ہے اور مختلف انواع کے

ظہورات کے باوجود کوئی ظہور اپنے متبوع کے مخالف نہیں، اور بے رنگی کے مرتبہ کے تقاضے کے مطابق ان میں سے کسی ایک میں بھی آشتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور آشتی کیسے نہیں ہوگی، جب کہ تمام واحد حقیقی کی ذات کے ظہورات ہیں اور شرکت کی ان میں گنجائش نہیں، اور چونکہ جنگ شرکت کا تقاضا ہے، اس لیے اللہ تعالے کی لاشریکی نے مظاہر کی ذات میں آشتی کے سوا اور کچھ پیدا نہیں فرمایا۔

ع۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ:۔ اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے)

فائدہ:۔ معلوم ہونا چاہیے کہ تجلّی کے چار درجے ہیں، آثاری(۱)، فعلی(۲)، صفاتی(۳) اور ذاتی(۴)۔ تجلّیِ آثاری میں سالک کا فعل، حق کے فعل کے آثار کے غلبہ کی وجہ سے مضمحل ہو جاتا ہے اور اپنے فعل کے آثار کو حق کے فعل کے آثار سمجھتا ہے اس طرح تجلّیِ فعلی میں اپنے افعال کو مغلوب پاکر عین افعالِ حق سمجھتا ہے، یہی حالت تجلّیِ صفاتی کی ہے کہ وہ اپنی صفات کو حق کی صفات سمجھنے لگ جاتا ہے اور جب وہ تجلّیِ ذاتی سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو حق کے آئینے میں اپنی صورت کو دیکھتا ہے اور تجلیات کی یہ تفصیل اس مرتبہ کے متوسطین کی حیثیت سے ہے اور انتہا کو پہنچے ہوؤں کی تفصیل دوسری طرح ہے، اور وہ ان لوگوں پر مخفی نہیں۔

فائدہ:۔ ہر تجلّی، اللہ سبحانہ کی صفاتِ ذاتی کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، لیکن اگر تجلّی بسط و صفا کے وجود کے لیے ہے، تو وہ تجلّی، نافع، فائض اور معطی کے اسما کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اگر تجلّی وجودِ قبض کے لیے ہے، تو اس تجلّی کو قابض و مانع کے نام کے کمالات میں سے ایک کمال سمجھنا چاہیے۔ پہلے ظہور کے بعد عجز، حمد اور ثنا ضروری ہے۔ دوسرے ظہور کے بعد استغفار و تضرع کرنا چاہیے دلوں کا قبض، نفوس کے بسط میں ہے، اور دلوں کا بسط نفوس کے قبض میں

ہے، اس لیے اگر عین قبض میں استغفار و تضرع ہو جائے تو پھر بسط و صفا کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے، اسے دیتا ہے۔

فائدہ:۔ وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے، واجب الوجود اور ممکن الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی اور کا محتاج نہ ہو، ممکن الوجود وہ ہے جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔ بلکہ دوسرے کی وجہ سے ہو۔ اور یہ شریعت کے مقررہ عقائد ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ واجب تعالیٰ پر وجود کا اطلاق اپنی ذات میں ازل سے ابد تک ثابت ہے۔ اس لیے واجب تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے، اضافی و اعتباری نہیں، جو کسی دوسرے کے اعتبار سے ہو اور ممکن پر وجود کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ اس کا ثبوت عدم کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کئی معنی پھوٹتے ہیں۔ یہ وجودِ حقیقی کے فیضِ وجودی کی بدولت وجود میں آتا ہے اور وجودِ حقیقی کی نسبت سے اس کے وجود کو فیضِ وجودی کہتے ہیں۔ چنانچہ وجودِ ممکن حقیقی نہیں یعنی اس کا وجود اپنی ذات سے نہیں، اس لیے یہ اعتباری اور اضافی ہے۔ الغرض صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقتِ وجود کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جو اپنی ذات کی بدولت قائم ہے، اور وجودِ اضافی و اعتباری کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے دوسرے کے فیضِ اعتبار سے وجود پایا ہو۔ پس اسے سمجھئے اور پیچھے نہ رہ جائیے۔ اگر شک باقی رہ جائے، چاہیئے، انشاء اللہ دور ہو جائے گا۔

فائدہ:۔ جو سالک غیر حقیقی مقاصد کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس میں یہ نفی کی تاثیر کی علامت، فساد اور حسد اور اسی قسم کی، دوسری بری صفات کو دفع کر دیتی ہے۔ اگر سالک کی ذات سے یہ بری صفات مضمحل ہو جائیں، تو عوام کی دشمنی اور حسد سے سالک کی ذات کو نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ عوام سالک کے کھانے پینے اور سونے کو اپنے کھانے، پینے اور سونے پر قیاس کر کے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے

ہیں "یہ کیسا رسول ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے"۔ چاہیے کہ تمام بُری صفات کو مختصراً نفی کی زد میں لے آیا جائے اور اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، کیونکہ مراقبہ میں "اِنّی اَنَا اللّٰہُ" (بے شک میں اللہ ہوں) "تمہارا ربّ ہوں" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حق سبحانہ' وتعالےٰ کے کلام کے ظہور کا لطائف کی صورت میں ظاہر ہونا مان لیجیے۔ اور اپنے آپ کو حق سبحانہ' کے کلام کے مظہر کے سوا اور کچھ نہ جانئے۔ ان کلماتِ مقدّمہ کا ظہور، پہلے پہل اخفیٰ پر، پھر اخفیٰ سے خفی پر اور پھر خفی سے روح کے سرور میں ہوتا ہے اور اس کے بعد قلب پر، پس لطیفہ کو پانے والا، اپنی استطاعت کے مطابق پاتا ہے، کوئی تو مرتبہ اخفیٰ میں پاتا ہے اور کوئی اپنی استطاعت کے مطابق نچلے درجوں میں پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال ہو۔ وہ اللہ پاک ہے۔ وجودِ اعتباری کے معنی کی حقیقت یہ ہے کہ وجود اور شے ہے، اور موجود اور شے۔ اور دونوں چیزیں حقیقی ہیں۔ وجودِ اعتباری کا مطلب کسی شے کے موجود ہونے پر غیر کے وجود کا اضافہ ہے اس لیے وجودِ اعتباری جس کا موجودِ اضافی پر اطلاق کیا جاتا ہے، لفظ "ہونے" کے اطلاق سے ہے اور لفظ "ہونے" سے عبارت ہے۔ یہ مصدری معانی ہیں۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ وجود اور موجود کے درمیان 'ہونا' کا لفظ اعتباری ہے، حقیقی نہیں، تو حقیقت بالآخر وجودِ اعتباری کے موجود ہونے کی عبارت سے اس طرح معتبر ہوتی ہے کہ اس کے اعتبار کے بغیر یہ ایک ایسا نام ہے، جو بے معنی ہے اور ایک ایسا لفظ ہے، جو اپنے وجود کے ثبوت کے لیے کوئی شے نہیں۔ پس ایسی شے جو اپنے ثبوت کی محتاج ہو، محض اس لحاظ سے کہ اس کا نام بھی اپنے اعتبار سے قائم ہے نہ کہ اس حقیقت زائدہ سے، جس میں حقیقت کی کوئی بو ہو، ہر لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہے۔ چونکہ حقیقت کے علاوہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، اس لیے ظنیّت کے مرتبہ کے حساب سے احتیاج میں غرق ہیں، اور اصل کی مدد کے بغیر اپنی کوئی حقیقت

نہیں رکھتیں اِس لیے مجبوراً ان کی اس ذاتی ضرورت کو فنا دعدم سے تعبیر کر کے انہیں معدوم وفانی کہا جاتا ہے. کیونکہ جس کا اپنا کچھ نہ ہو، وہ فی الحقیقت معدوم و فانی ہے "وہی اوّل ہے وہی آخر، وہی ظاہر ہے وہی باطن اور اسے ہر شے کا علم ہے"۔ اِس آیت کریمہ کی تشریح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں یوں وارد ہوئی ہے: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ہمارے اللہ تو سب سے اوّل ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی تو سب سے آخر ہے اور تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے اور تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں، اور تو باطن ہے اور تجھ سے پرے کوئی شے نہیں"۔

فائدہ:۔ اللہ پاک ہے. میں نے دونوں جہانوں کے خیالات کو اپنے دل سے اس طرح دھو دیا ہے ع کہ شُد بر تختۂ زریں زیک نقطہ دو خط پیدا (کہ سنہری تختے پر ایک نقطے سے دو خط پیدا ہو گئے)

فائدہ:۔ اہلِ تصوف کی اصطلاح میں توحید خالص کو تمثیل کے انداز میں نقطہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیز ان کی اصطلاح میں کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان سوائے توحیدِ خالص کے اور کوئی شے نہیں. چنانچہ جب تمثیل کے انداز میں نقطہ کا بیان کرتے ہیں اور نقطہ کی سیر سے مراد خط کا وجود ہے، تو توحیدِ خالص کے ظہور کو، کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان، سیر سے تعبیر کرتے ہیں اور مرتبہ وجوب کو خطِ اوّل سے اور مرتبہ امکان کو خطِ ثانی سے بیان کرتے ہیں، جب یہ بات طے ہو گئی. تو پھر سالک نے تخیل کے مرتبوں کو، جس وقت اعداد و شمار سے خالی ہو کر دیکھا. تو وہ اپنے دیدۂ بصیرت کے سوا مضمحل ہو گیا، اور پھر کیا مرتبۂ وجوب اور کیا مرتبۂ امکان، اس وقت اس کی آنکھوں میں سوائے توحیدِ خالص کے اور کچھ نظر نہیں آتا. وہ جان جاتا ہے کہ وہ خود ہی ہے، جس نے اپنے آپ کو ان مراتب پر جلوہ گر دیکھا ہے. اور اس سے پہلے

لُا سے مرتبۂ وجُوب وحدوث سے مرتبۂ امکان میں وہ کثرت کا نظارہ کرتا تھا اور حقیقت سے غافل تھا۔ اِس زمانے میں وہ حقیقت سے باخبر ہوا۔ اور آدمی کثرت کے مراتب پوشیدہ کی سیر کرتا اور اسرار غیب کے ظہُور کا مشاہدہ کرتا ہے۔

فائدہ: یہ ان لوگوں کی تحقیق ہے جو ذات کے مرتبے سے، اضافی چیزوں کو گرا دیتے ہیں خواہ یہ اضافت اجمالی ہو، کیونکہ وہ اُسکو وحدت کا نام دیتے ہیں اور یقینِ اوّل کہتے ہیں اور خواہ اضافت تفصیلی ہو کہ اس کو یقینِ ثانی اور واحدیت کہتے ہیں اور الا مراتب کے ظہُور کو علم کے مرتبے میں جانتے ہیں۔ حضرات انبیا کے کمالاتِ ولایت کے محققین، ان کی جامع الصفات ذات کو وحدتِ حقیقی میں شمار کرتے ہیں اور دونوں مراتب کو اعداد و شمار کے بغیر اور تقدیم و تاخیر کو صرفِ نظر کر کے وحدت میں صرف خارجی مظاہر سمجھتے ہیں یعنی علم اللدنی کی تعلیم کی بدولت، صفاتِ ذاتیہ کے کمالات کو، جو صفات کے تقاضے ہیں اور غیب والغیب کے مرتبہ میں ہیں، علم ظہور کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اُس ظہُور کو ارادت و قدرت کے مرتبۂ علم میں معلُوم و مراد اور مقدُورِ ازلی کا نام دیتے ہیں اور اس ظہُور کو ظہُورِ ازلی وابدی بھی کہتے ہیں جیسا کہ کہا گیا کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا" اور حسب صفات کے تقاضوں کو علُومِ ظہُور کے مرتبہ میں ظہُور کے باوجُود موجودیتِ خارجی کے مرتبہ میں محجُوب و مقرر فرمایا، تو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے کہا "پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ وہ پہچانے۔" ان تمام معلُومات اور ازلی مرادات کو ممکن الوجود کے خارجی مرتبہ میں ظاہر کیا اور اس کا نام عالم امر اور عالم خلق رکھا۔ جب ذات وصفات مع اپنے غیب اور غیب الغیب کے تقاضوں کے اپنی حقیقی جمعیت کے ساتھ ازلی ہے اور مرتبۂ وجُوب اس کے ضمن میں ہے، تو اس مقام پر سیر کے اطلاق کو، جو تفصیل واجمال کا مقتضی ہے، جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ صفات کی مقتضیات کی جامعیت کو جو غیب الغیب

محض ہے، ایک نقطہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ظہور کو جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے مراتب پر واضح ہوا، دو خطوط میں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ جب سالک ظلیت کے مرتبہ سے عروج کی طرف جاتا ہے اور معلومات کے ظہور سے وہ، جس مرتبہ میں تشبیہاً مبتلا ہوا تھا اس سے ترقی کر جاتا ہے، اور نقطہ معلومات کو معدوم الکیفیت تک پہنچ کر علم اصلی کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے تو دونوں جہانوں کے مراتب مفصلہ کو، جو دو خطوں کی طرح ہیں، ظہورِ معلومات اور غیب الغیب کی ازلی مرادات میں پا لیتا ہے۔ یہ شعر یہاں تک کی خبر دیتا ہے، اور اس سے پہلے خاموش ہے۔ کیونکہ اس شعر کے مالک کا مقام متوسط معلوم ہوتا ہے اور جب غیب کے فضلِ اخص ہے مرتبۂ معلومات سے، جو علم حضوری کا مقدمہ ہے، ترقی پا کر علم کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس مقام پر حضورِ علمی متحقق ہے اور علم کا مرتبہ معلوم کے مرتبے سے اوپر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مرتبۂ علم میں علم حضوری ہو اور محض علم اور معلوم کچھ بھی نہیں اور چونکہ علم، عالم سے زیادہ نہیں اس لیے جامع کمالاتِ ذات اس مقام پر خود حاضر ہے یہ حضور در حضور کا وہ مقام ہے، جس کی خبر حضرت پیر دستگیر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنفات" میں دی ہے۔

"اے اللہ اگر ہم نے کوئی بھول کی ہو یا غلطی کی ہو تو اس پر گرفت نہ فرما" میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق کچھ باتیں کہی ہیں، انہیں سمجھئے۔

فائدہ: ۔ اللہ کے پاک نام سے۔ ذات وصفات سے جس شئے کا تصور پیدا ہوتا ہے، وہ لطیفۂ خیال کے صفا سے مغلوب ہوتا ہے۔ اگر تصور کردہ شئے شرع شریف کے سانچے کے مطابق نہیں، تو یہ خیال، لطیفۂ نفس کا پیش کار ہے اور اگر شرعِ شریف کے مطابق ہے، تو خیال لطیفۂ قلبی سے مستفیض ہے۔ پہلے خیال کا نتیجہ کفر، بدعت

اور اسلام سے محرومی ہے اور اسی طرح دوسرے لطائف کا قیاس کرلیں۔

فائدہ :۔ رباعی۔

ہر جا کہ وجود کردہ سیر است اے دل! دانی بیقین کہ محض خیر است، اے دل!

چوں شر نہ عدم بود، عدم غیر وجود پس شر ہمہ مقتضائے غیر است، اے دل!

(ترجمہ :۔ اے دل! جس جگہ بھی وجود نے سیر کی ہے یقین رکھ کہ، وہ محض خیر و نیکی ہے، چونکہ شر عدم اور عدم غیر وجود سے ہے، اس لیے شر غیر کا مقتضیٰ ہے۔)

ان اشعار کے معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ موجودات میں سے جو موجود شے اللہ کی مرضی سے موافقت رکھتی ہے اور اس کی موافقت امر وجودی سے ہے، اس کا وجود سراسر خیر ہے، اور جو موجود شے اللہ کی مرضی سے موافقت نہیں رکھتی اور چونکہ عدم موافقت، امر عدمی ہے، اس لیے عدم موافقت کی وجہ سے وہ سراسر شر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خیر امر وجود کا لازمی تقاضا اور شر امر عدمی کا مقتضا ہے، اور خیر و شر کا پیدا کرنے والا اللہ سبحانہ ہی ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست، معرفت کردگار

(ترجمہ صاحب ہوش کی نگاہ میں سبز درختوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالےٰ کی معرفت کا دفتر ہے)

ہر پتے سے معرفت کی خبر دو طرح سے ملتی ہے، یا تو استدلال سے، یا کشف سے۔ چنانچہ جو شخص ان میں سے کسی طرح معرفت کی خبر نہیں رکھتا، وہ غفلت میں پڑا ہے، اور یہ جو انسان اور جن کو خاص عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے وہ عبادتِ اختیاری ہے ورنہ یوں تو ہر مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لیکن وہ عبادتِ اضطراری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبادت اور اس کے وصف کی تشریح نہیں کی گئی۔

فائدہ :۔ جو مرید اپنے باطن میں اکثر اوقات راسخ العقیدہ ہونا چاہے، اس کے

لیے ضرورت کے وقت ظاہری خدمت بھی ضروری ہے اور اگر بلا ضرورت میسر نہ ہو سکے، تو اس سے عقبیٰ ہے میں نقصان اور کمی پیدا نہیں ہوتی۔ والسلام۔

فائدہ:۔ ایک عزیز نے کہا کہ مخلوق بات میں نہیں سماتی اور بات میں اس کی قیمت نہیں پڑتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی بات میں قیمت نہیں پڑتی۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مخلوق کی خرید کے لیے زر کی ضرورت ہے اور یہاں بے زر سخن کی کیا قدر و قیمت، دوسرا یہ کہ سخن کا مرتبہ بلند ہے اور وہ مخلوق، جو غیر حق سے مرتبۂ ادنیٰ رکھتی ہے اور اعلیٰ شے کو ادنےٰ شے پر خرچ کرنا نادانوں کا کام ہے۔ رہی یہ تحقیق کہ مخلوق (مکون) سخن میں نہیں سما سکتی، تو اس میں شک و شبہ ہے، کہ آیا عزیز مذکور اپنے کلام میں مذکورہ مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے، یا غیر مذکور مخلوق کی عدم گنجائش کا ذکر کرتا ہے۔ پہلی حالت میں ظاہر ہے کہ کلام میں گنجائش ہے۔ دوسری حالت میں جو غیر مذکور رہے، ذکر کے بغیر اس کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ذکر خواہ زبانی ہو یا نیت میں ہو۔ اگر یہ زبان سے ہوا، تو اس سے مراد اصل حقیقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس وقت میں لفظِ مخلوق کو اپنے مفہوم تک پہنچا دیتا ہوں، تو وہی عینِ حقیقت ہے، اور سوال کرنے والے کا غالباً مطلب بھی یہی ہے کیونکہ کسی لفظ کا بیان اس کے معانی کی اطلاع دیتا ہے، یعنی اس لفظ کے ذکر سے حقیقت تک پہنچا جاتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو پھر درست جواب حاصل نہ ہوا، بجز اس کے کہ یہ کہوں کہ عزیز کی مراد حضورِ حقیقی کی طرف نسبت کی ترغیب دینا ہے، کیونکہ وہ وصلِ عریاں اور وصلِ نومیدی ہے، تاکہ وصل سے مرتبۂ عالی کی طرف ترقی کا میلان پیدا ہو، اور لباسِ عمر کی قید سے رہائی نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ہدایت دے اور ہمیں منزلِ حقیقی تک پہنچائے۔

فائدہ:۔ موجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب الوجود دوسری ممکن الوجود، ممکن الوجود

مزید دو حصّوں میں قابلِ تقسیم ہے۔ اوّل یہ کہ جوہر ہو۔ اور اس کی پانچ اقسام ہیں۔ جسم[1] ہیولیٰ[2]، صورت[3]، عقل[4] اور نفس[5]، دوسرا حصّہ عرض ہے، اور اس کی نو[9] قسمیں ہیں کم[1]، کیف[2]، این[3]، متیٰ[4]، فعل[5]، انفعال[6]، ملک[7]، اضافت[8] اور وضع[9]۔ اور واجب اس سے پاک ہے۔

فائدہ: صانع کے وجود کو ثابت کرنے کا انحصار دو طریقوں پر ہے، ایک عقل سے، دوسرا ریاضت سے، اور عقل سے ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں، وہ جو دلائلِ عقلی سے اور انبیاء علیہم السّلام کی سنّت وسیرت سے شہادت لاکر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں متکلمین کہتے ہیں، اور وہ جو صرف دلائل عقلی سے انبیا کی پیروی کے بغیر ثابت کرتے ہیں۔ انہیں حکماء اور مشائین کہتے ہیں، اور وہ جو ریاضت اور انبیا کی پیروی کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، انہیں صوفیاء کہتے ہیں اور وہ جو صرف ریاضت سے انبیا کی پیروی کے بغیر پیدا کرنے والے کو ثابت کرتے ہیں، انہیں اشراقیں کہتے ہیں (حاشیہ مُلّا کا ترجمہ مواقف کی شرح پر ہے)

فائدہ: گمان چار قسم کا ہوتا ہے، پہلی قسم ماموُر بہ، اور یہ نیک گمان ہے، اللہ تعالےٰ اور مومنوں کی نسبت، اور حدیث میں آیا ہے کہ نیک گمان ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری قسم حرام گمان کی ہے اور یہ خدا اور مومنوں کی طرف بدگمانی ہے تیسری قسم "مندوب الیہ" کی ہے اور یہ امُورِ اجتہادیہ میں گمانِ غالب سے کام لینا ہے۔ چوتھی قسم مباح کی ہے اور یہ وہ گمان ہے، جو دنیا اور تلاشِ معاش کی مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس میں بدگمانی اکثر سلامتی کا سبب اور بڑے بڑے کاموں کے انتظام میں مفید ہوتی ہے، اور اسے اچھی صورت میں شمار کیا گیا ہے۔ رباعی

آنکس کو لوائے عَیب افراختہ است ... اُو از تنِ مردماں غذا ساختہ است
وانکس کہ بعیبِ خلق پرداختہ است ... زانست کہ عیبِ خویش نشناختہ است

فرد: بدنفس مباش، بدگماں باشش   دز فتنہ ومکر در اماں باشش

ترجمہ (رباعی) جس شخص نے عیب جوئی کا پرچم بلند کیا ہوا ہے، اس نے لوگوں کی آواز کو اپنی غذا بنایا ہوا ہے۔

اور جس شخص نے خلقت کی عیب جوئی میں اپنے آپ کو مشغول کر لیا ہے، وہ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے عیب کو نہیں پہچانا۔

فرد۔ بدنفس مت بن۔ بدگمان بے شک بن، اور اس طرح فتنہ و مکر سے اماں میں رہ

فائدہ:۔ حکم کے دو مرتبے ہیں، ایک ایجابی اور دوسرا ایجادی۔ حُکمِ ایجابی وہ ہے، جو واجب قرار دیا گیا ہو۔ بندوں کو کہہ دیا گیا ہو کہ فلاں کام کرو۔ چنانچہ حکم ایجابی میں اگر کسی بندے سے حکم کے خلاف بات ہو جائے، تو ممکن ہے، اور حکم ایجادی یہ ہے کہ کسی شے کو موجود ہونے کا حکم دیا جائے۔ اس کے خلاف ممکن نہیں، اس کو بھی حکم کہتے ہیں۔

فائدہ: جان لو، کہ نیکی رضا و محبت اور اللہ تعالےٰ کے امر، ارادے اور قضا و حکم سے ہے۔ اور بدی اس کے حکم و ارادت و قضا سے ہے، نہ کہ رضا و محبت و امر سے، اور رضا و محبت کی بہ نفی متعدّی ہے، لازمی نہیں۔

فائدہ:۔ جان لو کہ اللہ کے نام کے چار حروف[1] ہیں۔ الف کی حقیقت سے حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم باخبر ہیں۔ پہلے لام کی حقیقت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، باخبر ہیں اور دوسری لام سے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ باخبر ہیں اور ہائے (ھ) کی ایک آنکھ سے حضرت داؤدؑ اور دوسری آنکھ سے حضرت عیسیٰؑ روح اللہ واقف ہیں، ہمارے نبیؐ اور دوسرے انبیا پر صلوات و تسلیمات۔

---

[1] یہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کی تحقیق ہے۔

فائدہ :- حیرت کے دو مرتبے ہیں: ایک حیرتِ مقبول اور دوسری حیرتِ مردُود ، حیرتِ مقبول یہ ہے کہ اپنے باطنی حواس کو ادراک کے ممکنہ حاصلات سے خالی رکھے، اور تمام حواس کو تصوّری حاصلات سے خالی پانے کے لیے جتنا زیادہ غور کرے، کچھ نہ پائے اور اس نہ پانے کو پانے کی حقیقت سمجھے ، اور حقیقت نہ پانے کو ہی قرُب و معیت سمجھے۔ حیرتِ مردُود یہ ہے کہ حواس باطنی کے خلاء سے مضطرب اور پریشان ہو جائے۔ محبُوب کے قرُب سے دُور ہو جائے اور اس کی ہمراہی سے اپنے آپ کو محرُوم کرے۔

فائدہ : شرح امالی میں کہا گیا ہے کہ بعض گمراہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دنیا میں اس طرح ہے ، جس طرح گھاس کے اندر تری۔ اس یقین سے کفر لازم آتا ہے ، کیونکہ اللہ تعالےٰ کو نہ زمانے کے اندر کہا جا سکتا ہے اور نہ باہر۔ دونوں باتیں کفر ہیں۔ کیونکہ کسی جگہ کو خدائے تعالےٰ سے نسبت دنیا کفر ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جب عرش ، کرسی ، آسمان زمین ، آدمی اور پری ، کچھ بھی نہ تھا۔ خدا تھا ، اس کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ کسی چیز میں نہیں تھا اور کسی چیز کے اُوپر نہیں تھا اور اب بھی اسی طرح بے مکاں اور بے جگہ ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے۔ بات ختم ہوئی۔

سوال : یہ جو کہا جا سکتا ہے کہ خدا نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر ، تو یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ وہ اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے یا کہ تیسرا مرتبہ بیان کریں کہ وہ اندر اور باہر سے پرے ہے ، لیکن یہ تو وہی پہلی بات ہے۔ یعنی جس وقت میں نے اسے پرے کہا ، تو یہ بھی باہر ہی کی ایک قسم ہے ، اور پھر یہ کہ مصنّف نے خود اس سے پیشتر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مخلُوقات سے پہلے تھا اب جب کہ اور مخلوق بھی پیدا ہو چکی ہے ، وہ اسی طرح ہے۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم سے باہر ہے اور یہ بات دونوں باتوں کی ضد ہے۔

جواب :- اہلِ سنّت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نہ عالم سے باہر ہے نہ اندر۔ اور اس تحقیق کی دو وجوہ ہیں :-

اوّل یہ کہ جس کو عالم کے اندر اور باہر کہتے ہیں۔ اور اس نام سے پکارتے ہیں، وہ تمام عالم سے ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کو عالم میں کہوں، تو وہ عالم میں مقیّد ہو جائے گا اور اگر عالم سے باہر کہوں، خواہ اس باہر کو عالم سے باہر سمجھوں، تو کیسے ؟ کیونکہ وہ عالم سے باہر نہیں، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ پس یہ بات بھی کہی جائے گی کہ اللہ تعالےٰ عالم میں ہے اور اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو موجود و ثابت کہوں اور یہی عقیدہ رکھوں، لیکن اسے اندر یا باہر نہ کہوں، کیونکہ یہ دونوں حالتیں حادث ہیں۔ دوئم یہ کہ بالکل اندر کہنا اللہ تعالےٰ کی شان کے شایاں نہیں، اور باہر کہنے کے دو مرتبے ہیں: ایک یہ کہ ایک حد سے دوسری حد تک تجاوز کرنا۔ دوسرا ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے سے غیریت اور دوئی رکھنا۔ اگر پہلے معنی کا اللہ تعالےٰ پر اطلاق کروں، تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس کی جناب میں حدُود کی گنجائش نہیں، اور اگر دوسرے معنی میں کہوں، تو یہ درست ہے، کیونکہ وجوب کا مرتبہ امکان کے مرتبے سے پرے ہے۔ اور یہ خود ایمان ہے اور اس کی ضِد کُفر ہے پس نہ پہلا نصف مراد ہے نہ دوسرا نصف۔ کیونکہ دوسرے کے بارے میں خود کہا گیا ہے کہ جس جگہ خُدا ہوگا، عالم نہیں ہوگا۔

فائدہ :- اہلِ بصیرت کے نزدیک کوئی اسم اپنے مسمّٰی کے بغیر نہیں ہوتا۔ سمجھنا چاہیے کہ اسم کے تین مرتبے ہیں (۱) مرتبۂ لفظی، (۲) مرتبۂ وصفی اور (۳) مرتبۂ ذاتی جسے مرتبۂ علمی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسم مرتبۂ لفظی کے اعتبار سے مُسمّٰی کے بغیر ہے اور مرتبۂ وصفی کے لحاظ سے نہ عین مسمّٰی ہے نہ اس کے بغیر۔ جیسا کہ صفات کی نسبت کی تحقیق میں ہم اس سے پہلے مکتوبات میں بیان کر چکے ہیں اور مرتبۂ ذاتی یا مرتبۂ علمی کے اعتبار سے اسم

عینِ مسمّٰی ہے اور ہم مقتول، اجل کے مقطوع ہیں۔

فائدہ :۔ جو شخص کسی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے، اس کی اجل کا وقت کم نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے جو مہلت لکھی ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہوتی ہوتی۔ اس کی موت وقت مقرّرہ پر ہی ہوتی ہے اور جب کسی شخص کی موت آجاتی ہے، تو اس میں اتنی کمی و بیشی بھی نہیں ہوتی، جتنی کہ ایک چیونٹی کے قدم اٹھانے اور رکھنے میں ہوتی ہے۔ اس میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا، بلکہ وہ یقیناً اُسی گھڑی میں وفات پائے گا۔ لیکن گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر وہ فلاں کے ہاتھوں نہ مارا جاتا، تو کچھ اور مدّت زندہ رہ جاتا۔ اُن کی یہ بات کفر ہے۔

سوال . جب موت کا مقرّرہ وقت کم نہیں ہوتا، تو پھر اس کو قتل کرنے والا قابلِ عذاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب . جب کسی شخص کا مقرّرہ وقت آجاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُسے یقیناً موت دے دے گا۔ لیکن بندے پر واجب ہے، کہ جب اس کی اجل آجائے تو قتل نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے۔ اس ملکیت میں تصرّف بھی اللہ تعالےٰ ہی کا ہے اور چونکہ بندہ فاعلِ مختار ہے، اپنے اختیار سے خونِ ناحق کرنا، جس کا کرنا اس پر واجب نہ تھا، لائقِ عذاب ہو جاتا ہے۔ اس کی شرح کا علم خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال :۔ چونکہ تمام مخلوقات کی اَجل اللہ تعالےٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے، اور بلا شک و شبہ اپنے وقت سے تجاوز نہیں کرتی، اسی طرح فاعل کی حرکات و سکنات بھی خواہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری، اللہ تعالےٰ کی مرضی اور تقدیر سے ہیں، اور مقرّرہ حرکات و سکنات کی حد سے بڑھنا بھی گویا خدا کی تقدیر اور اس کے ارادے کے ظہور کے مطابق ہے، یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد ہیں۔ اس لیے

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کا عذاب قاتل پر ہو، کیونکہ اگرچہ اس کی حرکت اختیاری ہے، تاہم مقتول کی اجل اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور ارادے سے ہے۔

جواب:۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ افعال کی صورت کے مطابق اور دوسری وجہ حقیقت کے بموجب ہوتا ہے۔ صورت کے مطابق یہ ہے کہ جو کچھ ہے، وہ خدا کے ارادے اور قضا کی وجہ سے ہے۔ لیکن فاعل کی دو(۲) حیثیتیں ہیں، یا تو فعلِ منظور کا وقت خود امر و نہی رکھتا ہے اور اس فعل کے مطابق ظہور کرتا ہے، یا یہ کہ اسے منظور نہیں ہوتا۔ اگر منظور ہے، تو اس کے حق میں ارادہ و تقدیر، مع تقدیرِ فعلی اس پر تقدیرِ ثواب مقرّر کیا گیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو عذاب کی تقدیر اور امر و نہی کا ظہور قضا و قدر کے ظہور میں توقف کا جواز نہیں، بلکہ اس لیے ہے کہ خبیث طیب سے جدا ہو جائے۔ اور بموجب حقیقت یہ ہے کہ عالم کی تخلیق یا تو صفاتِ جمال کے ظہور کی بدولت ہے، یا صفاتِ جلال کے ظہور کی بدولت۔ جس کی تخلیق صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت ہے۔ چنانچہ اس کے افعال اللہ کی مرضی اور حکم سے مقرّر کیے گئے ہیں، جن میں کوئی تجاوز نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو کچھ ثواب و درجات سے ہوتا ہے، وہ یہی صفاتِ جمالیہ کے ظہور کی بدولت اس کے حق میں عطا کیا گیا ہوتا ہے۔ جس کی تخلیق اس کی صفاتِ جلالیہ کے ظہور سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس کے افعال کا ظہور صفتِ رضا کے خلاف ظہور میں ہوتا ہے۔ اس طرح جو کچھ عذاب اور طبقاتِ جہنم ہوتے ہیں، وہ یہی صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پس جب سوال کرنے والے کو معلوم ہو گیا کہ حرکت اور غیر حرکت، جو کچھ بھی ہے، وہ خدائی تقدیر ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ عذاب و ثواب کو بھی ازل سے مقرّر کردہ سمجھے۔ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائے اور بغض نہ رکھے۔

فائدہ:۔ رباعی:

روزی فلک ہر آئینہ بر ما جفا کند　　در ز دوستانِ ہم دم ما را جدا کند
آساں کنی اَز مرگ خدایا ہر آں کسے　　کیں نسخہ من بخواند مارا دعا کند

(ترجمہ) بے شک آسمان ہم پر کسی دن ظلم کرتا ہے۔ ہمیں اپنے عزیز دوستوں سے جدا کر دیتا ہے۔ اے خدا اس شخص کی موت آسان کر دے، جو میری یہ کتاب پڑھے اور میرے لیے دعا کرے۔

آسمانوں اور ستاروں کے آثار کی نسبت دو طرح کی ہے: ایک یہ کہ اس بات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ یہ حقیقی موثر ہیں۔ یہ کفر ہے۔ اگر یہ اعتقاد رکھے کہ مؤثرِ حقیقی تو اللہ تعالٰے ہے۔ یہ تو اللہ تعالٰے کے اسما کے احکام کے ظہور کے وسیلے ہیں اور ان میں سے کوئی اسما و صفات کے تقاضوں سے تجاوز نہیں کرتا، تو یہ ایمان ہے۔ پس اس رباعی کے مُصنّف کی مراد آسمان کے افعال کی نسبت دُوسری قسم کی ہے۔ پہلی قسم کی نہیں۔ اور چونکہ اس قسم کے وہم انگیز اطلاقات میں غیر شرعی معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اولیا اللہ نے اسی قسم کے اطلاقات کو جن سے وہم پیدا ہوتا ہے، ترک کر دیا ہوا ہے، اور دوسروں کو بھی منع فرمایا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالٰے فرماتا ہے "اے لوگو اگر میں چاہوں، تو تم کو دُور کر دوں اور تمہاری جگہ اَوروں کو لے آؤں"

سوال: اس آیت سے یہ مفہُوم پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مخلُوق کو ختم کر دیں اور اس کی جگہ اور مخلُوق کو لایا جائے، تو درست ہوگا۔ اور صُورت یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کو اپنی قدرت اور ارادے سے معلُوم ہے کہ جو مخلوق اس وقت دنیا میں موجود ہے، ان میں سے بعض کے لیے ابدی ثواب و عذاب مقرر ہے اور اس مرتبۂ ابدیت کے زوال سے محفوظ ہیں، جو ان کے حق میں ثابت ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مطابق اس کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ دوسری مخلُوق کو

پیدا کر دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابدی عذاب و ثواب کا معاملہ نہ کیا جائے تو پھر مقدور، مراد، اور ارادے میں نقصان کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بات لائقِ عقیدہ نہیں۔

جواب۔ خدائے قدوس کا مرتبہ اس کی قدرت اور ارادے کی صفات سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے دو کاموں کی تصحیح کرنے کی قدرت اور ایک کام کی تخصیص کے ارادے کی طاقت بھی ہے اس لیے اگر دو کاموں کی تصحیح کی قدرت کے باوجود جو ثابت ہے، اور ایک کام کی تخصیص کے، جو قدرتِ کاملہ سے ہو جائے اور صفاتِ افعالی کے ظہورات کی وجہ سے خالقیت وغیرہ ہے، وہی کام وجود میں لایا جاتا ہے اور ان سے ابدی معاملے کا سلوک کیا جاتا ہے، تو دونوں کاموں کی تصحیح میں جس کے لیے اس کی قدرت ثابت ہے، کیا نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس تحقیقِ مذکور کے بعد جو ارادۂ خاص کی صفت سے ظاہر ہوئی، اگر ہم قدرتِ کاملہ کو جو دونوں کاموں کی تصحیح سے ظاہر ہے، ظاہر کریں، تو کیا خوف پیدا ہوگا، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کمال ہوگا کہ ایک طرف کی تخصیص میں اس کی طاقت کے معاملے میں کوئی زوال نہیں آتا۔ چنانچہ ابدی معاملے کو ان اشخاص پر مرتب کرنے سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارادے اور علم کو معلوم کرنا ہے، نیز قدرتِ کاملہ کی خصوصیت کا ثبوت ہے۔ کہ دو کاموں کی تصحیح سے اس کی شان ظاہر ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے ارادے اور علم کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں زوال کہاں؟ پس سمجھئے۔

ما کہ واپس ماندہ، ذرّاتِ ویئم   اُو دو عالم آفتابی فی ایئم

(ترجمہ) ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں، اس کے ذرّات ہیں، وہ دونوں جہانوں کا آفتاب ہے اور ہم اس کے اندر ہیں۔

بعض اشعار میں حق تعالیٰ کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے اور مخلوقات کو ذرّات سے۔ اور حالت یہ ہے کہ آفتاب تقیّد و احتیاج کے مرتبے میں ہے اور تمام

ذرات اپنے آپ میں مستقل ۔اس پر سوال وارد ہوتا ہے اوّل یہ کہ مقیّد کو مطلق سے کس طرح تشبیہ دی جاسکتی ہے ۔دوسرے یہ کہ ذرّات جو مستقل بالذات ہیں، مخلوقات سے جو فناپذیر ہیں، کیا نسبت رکھتے ہیں، کہ ان سے تشبیہ دی جائے۔

فائدہ : مثال سے محدود کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس مثال سے آفتاب کی اپنی روشنی اور اس روشنی کے بغیر ذرّوں کا پوشیدہ رہنا مراد ہے۔چنانچہ نورِ مطلق کے وجُود کا فیض جب عدم کی ظلمت پر اپنا پرتو ڈالتا ہے اور ان کو عدم کے پردے سے وجُود میں لاتا ہے، تو وہ اس طرح ہے، جیسے آفتاب کی روشنی، کہ ذرّوں کو پوشیدگی کے مرتبے سے، جو عدم کے برابر ہے، ظہور میں لاتی ہے اور یہ تشبیہ کم نظروں کو سمجھانے کے لیے ہے، جن کی نظروں میں آفتاب کا معاملہ بہت واضح ہے، ان کے لیے آفتاب کی روشنی سے ذرّوں کا ظاہر ہونا زیادہ قابلِ فہم ہے۔اور ان کی نظروں سے حقیقی معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔مخلوقات کو فیض پہنچانے کی ضرورت کی بات، اُن کی سمجھ سے بہت دُور ہے۔ لہذا ایسے لوگ کسی ظاہری مخلوق شے سے کسی پوشیدہ شے کی تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح تسلّی پا لیتے ہیں۔

فائدہ : سوال ۔حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے "لبیک" بعید ہے۔اس کے کیا معنی ہیں ؟

جواب : لبیک کے معنی ہیں، مَیں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور اس معنی سے لازم آتا ہے کہ کلام کرنے والا اپنی رضا کا اظہار کرے اور جس سے بات کہی جائے، اس کی مرضی طلب کی جائے۔اس سے اس لفظ کے معنی مخلوقات کے درمیان منصورہ لازم ہیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کی نسبت ایسی بات دُرست نہیں ۔

فائدہ :۔تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کی آیت ذات وصفات وکمالات کے مراتب کو جمع کرتی ہے ۔

سوال : تسمیہ حروفِ تہجی کے چند حروف سے مُرکّب ہے وہ محدود ہے اور حادث۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات اپنے تمام مراتب کے ساتھ قدیم ہے اور حدود سے منزہ ہے اس لیے آیت تسمیہ کس طرح اس قدر عالی و مرتبہ اور قدیم ہو سکتی ہے ؟

جواب : اچھی طرح جان لیجئے کہ تسمیہ کے دو مرتبے ہیں: ایک مرتبہ تلفظ کا اور ایک مرتبہ ذات وصفات و کمالات کی حقیقت کا جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ مرتبہ تلفظ بھی حقیقت رکھتا ہے۔ پس جب ایسا جان لیا گیا تو سمجھ لیجئے کہ تلفظ کا مرتبہ جو تسمیہ سے ثابت ہے، ذات وصفات و کمالات کے مرتبے کا جامع ہے، اور مرتبہ حقیقت بھی جو تسمیہ سے ثابت ہے، اسی طرح ذات وصفات و کمالات کی حقیقت پر مشتمل ہے۔

فائدہ : جس جگہ کوئی وجود ہے، وہاں خدا کے لُطف کا ظہور ہے۔ اور جہاں وجود نہیں، وہاں خدا کے قہر کا ظہور ہے۔

فائدہ : شرعی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کو شے اور ذات تو کہتے ہیں، لیکن تمام ۶ سمتوں سے پاک۔

سوال : یہ عقیدہ اور اس عقیدے کو بے تردد ماننا، ہر اہل ایمان کے لیے لازم و واجب ہے، خواہ وہ اس تفصیل کی تحقیق کو جانے، یا نہ جانے۔ لیکن خواص کے لیے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس لئے بیان کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالےٰ ایک وجود رکھتا ہے، تو پھر سمتوں کی نفی کرنا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ ہے کہ وہ وجود ذاتی وسعت رکھتا ہے کہ اس کے عرض و طول کا سلسلہ لاانتہا ہے یا یہ کہ اس کی انتہا ہے! ان دونوں صورتوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے، پہلی صورت پر یہ اعتراض ہے کہ اگرچہ اس کی کوئی انتہا نہیں لیکن اس کے مرتبۂ وجود کی وجہ سے سمتوں کا ہونا تو لازم ہے، کیونکہ وجود کی حیثیت خود اس مرتبہ کی متقاضی ہے اور اللہ تعالےٰ ایسا نہیں اور دُوسری صورت پر اعتراض تو ظاہر ہے۔

جواب: واجب کے وجود کی تحقیق تعقل کی وجہ سے ہے یا معقول کی وجہ سے۔ اور طریقِ تعقل کے معنی ہیں وجوب کے مرتبہ کو تحقیق سے طلب کرنا، غور کرنا، اور فکر اختیار کرنا، جبکہ تعقل کسی شے اور ادراک کا مقتضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان دونوں باتوں سے منزّہ ہے چنانچہ رسُول مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ہے کہ اس کی ذات کے بارے میں سوچ بچار نہ کرو محقّق اس تحقیق میں ناکام رہتا ہے اور وجوب کے مرتبہ کی حقیقت جاننے سے دُور بلکہ بہت ہی دُور رہتا ہے، جیسا کہ فلسفی۔ حکما، چونکہ سائل کا سوال تعقل کے پہلو سے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ تنزیہ کی تحقیق چھ جہات سے کرنا درست نہیں اور وجوب کے مرتبہ کی تحقیق پر غور کرنا، مراتبِ جہات میں ہے چونکہ جہات میں تصور و ادراک کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث مقبُول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرو اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ بات کرنے والا اہلِ ایمان ہے اور عقل سلیم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ازلی قدیم، اور موجود ہے اس کی ذات کے سوا باقی سب کچھ مخلُوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق بے شک و شبہ عدم سے نکلی ہوئی ہے اس لیے ۶ جہات کو میں عینِ حق کہتا ہوں، یا غیرِ حق، صاف صاف ممتنع ہے، اس لیے لازم ہے کہ اسے غیرِ حق کہوں۔ اور جیسا کہ ہم اوپر تحقیق کر چکے ہیں، جو غیرِ حق ہے، وہ مخلُوق اور حادث ہے اور ہر مخلوق شے عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اس لیے لازماً ۶ جہات بھی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ اس لیے جو کچھ عدم سے وجود میں آیا ہو، اس کو مرتبہ قدیم میں ثابت کرنا غیر معقول ہے اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور جہت و مکان وغیرہ سب عدم سے وجود میں آتے ہیں۔ پس بات ثابت ہو گئی۔ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اس بات کی ہدایت بخشی اور اگر اللہ، جس نے ہماری طرف رسُول بھیجے، ہمیں ہدایت نہ

بخشتا، تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

مکتوب : ۵۴

فنا فی الشیخ کی ترغیب کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

عظمت و کبریائی اسی[1] کے لیے ہے، اللہ جل شانہٗ حضرت مولوی صاحبؒ کو اپنی خاص بلکہ خاص الخاص دولتِ بندگی سے سرفراز کرے تاکہ مولائی اور مولا کے ساتھ نام میں بھی شرکت پیدا نہ ہو۔ لفظ مولا کے دو معنی ہیں اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں، مولائی کے معنی بندگی کے بھی ہیں۔ اسی لحاظ سے مولانا رومؒ نے، خدا اُن کے راز کو پاک کرے، فرمایا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم   تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

ترجمہ: مولوی رومیؒ کو اس وقت تک ملک روم کی سرداری نہ ملی، جب تک وہ شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی خاص الخاص بندگی، بندے کے لیے فنا فی الشیخ کے اندر پوشیدہ ہے، یہ جوہر بہت نایاب ہے اور بہت کم لوگوں میں یہ جوہر رکھا گیا ہے۔ اور اگر اکثر مریدوں میں اطاعتِ شیخ یعنی فنا فی الشیخ کی استعداد پائی جاتی ہے، تو وہ اس لیے ہے کہ انہیں امامت حاصل ہو، اور لوگوں میں حکمرانی مل جائے۔ اور یہ شرکِ خفی ہے، اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے۔

آپ کے مکتوب گرامی کے آنے سے اس فقیر کو جمعیتِ خاطر نصیب ملی اور آپ کی طرف سے یاد آوری اس گنہ گار کے لیے تعریف کا باعث بنی۔ میرے عزیز

---

[1] : کبریائی میری چادر ہے۔ عظمت میرا تہ بند ہے۔ جس کسی نے ان دونوں میں سے کوئی شے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے عذاب دوں گا۔

کو نیستی مطلوب ہے اور وہ اپنے شیخ کی اطاعت میں اسی کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا، نیستی اور شے ہے۔ اور فنائے حقیقی اور شے ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ میری طرف سے دعا ہے، قبولیت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ مخصوص اوقات میں اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ اور ظاہری رابطہ میں بھی کہ ہمارے درمیان ہے، یاد کرتے رہیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب : ۵۵

فضیلت مآب مشیخت پناہ شیخ محمّد اکرم جیوؒ کی خدمت میں لکھا گیا۔

وہ جو چاہتا ہے، اپنی قوت سے کرتا ہے، کیونکہ وہ قوی و عزیز ہے۔ وہ اپنی حکمت سے جیسا چاہتا ہے، تدبیر کرتا ہے، کیونکہ وہ باخبر حکمت والا ہے۔ جب وہ کچھ کرتا ہے، تو اس کے بارے میں مت پوچھو، کیونکہ وہ اپنے ملک میں حکم چلاتا ہے، اور ہر شے کو حکمت سے بناتا ہے اس لیے مالکِ حقیقی اور حکیم قدیمی سے اس بارے میں کوئی سوال نہ ہو۔ عاشقوں کے دل محبوبوں کے ہجرت کر جانے سے زلزلۂ فراق سے متزلزل و حیران ہیں۔ اللہ سبحانہ، تعالےٰ نے وصل اور ہجر کے بارے میں جو کچھ تخلیق کیا ہے، اسے ماننا پڑتا ہے۔

صدقِ دل سے محبت کرنے والے، خلوصِ نیت رکھنے والے، گہرے حقائق سے جو طریقہ احسنیہ کے علوم کے ہیں، واقفیت رکھنے والے اور صاحب شریعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے علوم میں فضیلت رکھنے والے میرے بھائی کو جو آیت کریمہ "اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ شرف والا وہ ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے" کے کلام کے زیور سے آراستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو کمال تقویٰ کے زیور سے آراستہ کرے اور اس تجلی سے

جو صاحبِ طریقۂ احسنیہ نے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہے۔ اس پر بہترین سلام۔

سلامِ فقیرانہ کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ آپ کے خط سے، جو اخلاص کے معنی کے موتیوں اور خصوصیت کے گوہروں سے بھرپور تھا، خیریتِ حال معلوم ہوئی اور فرقت زدہ دلوں نے راحت پائی۔ گویا آدھی ملاقات میسّر ہو گئی۔ لیکن اس بات پر تعجب ہوا کہ زیارتِ حرمین شریفین سے اتنے سال تک فوائدِ معانی حاصل کیے، لیکن ان حقائقِ اصلی کے بارے میں، جو ان مقاماتِ متبرک سے حاصل ہوئے، ایک رتی بھی قلم کے سپرد نہیں کیے۔ اگرچہ قلم حقائق کی تصویر کشی سے عاجز ہے، لیکن عظمتِ شان کے باوجود اس عبارت میں بھی اس کے ظہور کا کچھ بیان ہے اور اسے جاننے والے تصویرِ قلمی کے مطالعے سے ظاہری تصویر کے بغیر حقائق معلوم کر لیتے ہیں۔

جس وقت اللہ تعالےٰ کا کلام اپنی پوری آزادی کے باوجود، ہمارے حافظے میں، ہماری تقریریں، ہماری قرأت میں اور ہمارے مکتوب کی کفایت میں، بے حلول اور قید ہوتا ہے اور اس کی آزادی کے باوجود تحقیق کرنے والا اس سے صرف فائدہ حاصل کرتا ہے، اس کے بیان سے تحقیق شدہ معلوم حقائق، لکھے ہوئے معلوم و متحقق بیان کی طرح یقیناً نہیں ہوتے۔ اس لیے یقیناً گھرے معلوم کردہ حقائق بے مکتوب بھی ہونے ہوں گے۔ اور اس حکم کے مصداق کہ "ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے" دونوں اطراف کی تحقیق، دونوں طرف کے آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر طرف کی تحقیق قابلِ شکر اور قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔

عزیز باتمیز، صاحبِ فضیلت و کمالات، عالی مرتبہ شیخ نعمت اللہ ملقب بہ سلیمان، جنہوں نے کئی ماہ سے طریقہ احسنیہ کی کئی ضروری کتب کے مطالعہ سے فضیلت حاصل کی ہے۔ وہ حرمینِ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، اپنی

مُلاقات اور آپ کے پُرخلوص مَراسلے ۔ کے مطالعہ کے بعد وہ بڑی محبّت سے پیش آئے، اس مُلاقات کے بعد حاجیوں کے طریقہ کی ضرُوریات کا ذکر ہُوا۔ جن کی وضاحت سے انھوں نے کوئی دریغ نہ کیا، وہ بڑی خوش خُلقی سے بات چیت سے لوگوں کو مائل کرتے ہَیں، تاکہ اُن کی صحبت کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مکتُوب : ۵۶

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضُور میں ایک عرضداشت ۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے جس نے اپنا بھید[1] انسان کی حقیقت کے ساتھ ظاہر کیا اور اس پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے، جو اللہ کے نُور سے ہے، اور جس کے نُور سے اللہ تعالےٰ نے دونوں جہانوں کو پیدا کیا۔ اے لوگو! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔ اے میرے اللہ! اس ذات پر صلوٰۃ وسلام بھیج ۔ اس کی بُزرگی میں اضافہ کر۔ اسے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر۔ اسے برکتیں دے، جو عرب وعجم کا سب سے زیادہ سعادت مند ہے، امامِ کعبہ وحرم ہے، علم وحکمت کا منبع ہے، خُلق واحسان اور سخاوت وکرم کی کان ہے، جو عرش ولوح کا مظہر ہے، جو کلامِ قدیم کا ترجمان اور معلّم ہے۔ جو ہمارا سیّد، ہمارا رہبر، ہمارا شفیع ہے، جس کا نام محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو تم پر اے احمد۔ اے اللہ کے حبیب، تم پر صلوٰۃ وسلام۔ اے حمید، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کی دلیل، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے برگزیدہ حامد، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے اللہ کے دوست محمُود، تم پر صلوٰۃ وسلام، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں ۔

اے اللہ کے رسول تم پر صلوٰۃ وسلام۔

اے مخلوق میں سے سب سے زیادہ فیاض، دنیا کے عطیّہ میں سے مجھ پر مہربانی فرما، اس دنیائے حوادث میں آپؐ کا وجود ہی کافی ہے۔ مجھ پر ٹوٹ پڑنے والے حوادث آپؐ پر اللہ کے عطا کردہ علم کی بدولت ظاہر ہیں۔ آپؐ کا یہ گناہگار غلام عبدالنبیؒ جو جنّت کی آرزو میں مستغرق ہے، عاصی اور شکستہ پا ہے۔ آپؐ کے قدموں اور آپؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے اب تک محروم ہے، جو سب سے زیادہ خسارہ پانے والا اور سب سے بڑا گناہگار ہے، وہ اپنے احوال کی عین حالت گناہ میں، التماس والتجا کرتا ہے، کیونکہ آپؐ کا علم سب سے زیادہ وسیع اور آپؐ کا خُلق سب سے زیادہ بسیط ہے۔

میرا دینی بھائی نعمت اللہ المعروف بہ سلیمانؒ اپنے کمال کے ذریعے زیارتِ حرمین الشریفین کا ارادہ رکھتا ہے، چنانچہ جب اسے حرم شریف کی زیارت حاصل ہو جائے، تو اسے آپؐ کے کمالِ کرم سے اُمید ہے، اس کی نظر آپؐ کے لطفِ کریمانہ پر ہے، تاکہ وہ ان دونوں وسیلوں کے طفیل حرمِ کعبہ کے جوار میں مقیم ہو اور وہاں قیام کرنے کے ثمرات سے بہرہ یاب ہو، اور اس سے زیادہ کی التجا سوئے ادب ہے۔

مکتوب: ۵۷

روضۂ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم کے نام۔

شروع کرتا ہوں، اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ فقیر حقیر عاصی عبدالنبیؒ کی طرف سے تسلیمات کے بعد جناب افضل الفضلا، حرم شریف کی برکات سے معمور کی خدمت میں معروض ہے، اور ان برکات میں سے یہ ضعیف و نحیف، حضورِ قلب

اور آدابِ حرم کے ساتھ حاضر ہے اور مہربانیوں اور بزرگوں کے ظہور کے مظہر اور ہمارے سیّد اور اشرف الاشراف سے فیض کا خواستگار ہے اور اپنے احوال کے ساتھ التماس کرتا ہے کہ یہ فقیر ولایتِ ہند میں مقیم ہے اور کثرتِ عوارض اور ظاہری جسم کی تنگ و دَو کے باوجود شرفِ زیارت کے مرتبۂ عالی سے اب تک محرُوم ہے اور قاصر ہے۔ اور اُمید رکھتا ہے کہ اس جسمِ ظاہر کے ساتھ یہ شرف بھی کسی وقت حاصل ہو جائے گا۔ پس آپ کے حضُور میں التماس ہے کہ میرے حق میں دُعا کریں، کہ میں اپنے مقصُود کو جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، حاصل کر لوں۔

نیز میرا بھائی نعمت اللہ عرف سلیمانؒ اپنے کمال کی بدولت، حرمین الشریفین کی زیارت کے ارادے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہے۔ پس جب اسے اپنا مقصود مل جائے اور اللہ کے فضل سے شرفِ زیارت سے باریاب ہو جائے، تو آپ کے علم و کرم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ آپ کی اعلے ہمسائگی میں قیام کرے اور ان دونوں برکتوں یعنی علم اور کرم سے استفادہ کرے، جیسا کہ کسی اہلِ کمال نے کہا ہے ؎

(ترجمہ) میں دونوں جہانوں کے غنی کے ہاتھوں سے لینے کی التماس نہیں کرتا ہجز اس کے کہ میں اُسے پکڑتا ہوں، جو نیکی اور ہمت والا اور سب سے بڑا سہارا ہے۔

پس جب ذریعہ مل گیا، تو طویل کلام ختم ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کے حبیب پر درُود و سلام۔

مکتوب ۵۸:

جناب پیر دستگیر مُلہم بطریقۂ اُحسنیہ کی خدمت میں لکھا گیا۔

شرُوع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس عالی مرتبہ کی خدمت میں، جس نے وہ طریقۂ اُحسنیہ معلُوم کیا، جو محبت اور محبُوبیت کے درجات سے مُلاقات

کراتا ہے۔ اے اللہ ہم اس کی تعریف کس طرح کریں، جب کہ تو نے اُسے قطب الاقطاب کے لقب سے مخاطب کیا ہے اور جو غموں کو دُور کرنے والا ہے۔

سلام کے بعد یہ فقیر حقیر عبدالنبیؒ عرض کرتا ہے کہ اپنے ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کی شامت سے ابھی تک حضرت پیر دستگیرؒ کی زیارت کے شرف سے محروم ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس گناہگار کے حق میں توجّہ کریمانہ فرمائیں گے، تاکہ رُوحانی مدد سے اس گناہگار کو توبۂ نصوح میسر ہو جائے اور تمام ظاہری اور پوشیدہ گناہوں سے زندگی کے آخری لمحات تک آپ کی توجہ کی بدولت محفوظ رہوں۔ اور توجہ مستقیم کے ذریعے جہاں تک فطری استعداد کا تعلّق ہے، چہرے کی سیاہی کو دھوکر آپ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

میرے دینی بھائی نعمت اللہ الملقّب بہ سلیمانؒ، صحیح عقائدِ شرعیہ سے آراستہ ہوکر حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ وہ روضۂ مبارک کے سامنے جاتے ہی ولایتِ حقیقی سے شرف یاب ہو جائیں گے اور قیاس وگمان کے حجابات اٹھ جائیں گے اور اس گنہگار کی طرف سے اذنِ مسلسل کی برکت سے وہ طریقۂ احسنیہ میں داخل ہو کر نسبتِ تعلیمی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اُمید ہے کہ وہ خُدّامِ خاص میں جگہ پالیں گے۔ اور انہیں خاص خصوصیّت حاصل ہو جائے گی۔

مکتوب: ۵۹

فضیلت مآب شیخ موسیٰؒ ساکن ہوشیارپور کے نام۔

جناب فضیلت مآب شیخ موسےٰ جیوؒ، فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ قرآن مجید اور حدیثِ قُدسی کے الفاظ کی قُربت کے مراتب میں،

جیساکہ فقہ کی کتابوں میں درج ہے، فرق بیان کیا جاتا ہے، لیکن اس فقیر نے اپنے قدسی اسرار عزیزوں سے جو کچھ بروئے تحقیق پایا، وہ یہ ہے: اوّل یہ کہ حدیثِ قدسی اللہ تعالےٰ کے کلام کے کمالات میں سے ایک کمال ہے، معنوی طور پر بھی اور لفظی طور پر بھی۔ لیکن معنوی طور پر حضرت جبرئیلؑ پر، یا لفظاً حضراتِ انبیا پر القا ہوتا ہے اور پھر ان معانی کو الفاظ کے تصوری لباس کے مطابق ان بزرگوں کی جماعت کے قلوب پر الہام کے طور پر نازل کیا جاتا ہے، اور وہاں سے زبان کے الفاظ کے لباس میں ان کے علاوہ پر بھی ظہور میں آتا ہے یعنی فرشتے سے انبیا پر اور انبیاؑ سے امت پر۔ اس طرح ظاہر ہوا کہ حدیثِ قدسی کو کسی غیر کے واسطے کے بغیر القا کیا جاتا ہے۔ جس میں خصوصی اسرار کو انبیا کے قلوب اور زبان پر معنوی طور پر ایک لباس میں ظاہر کیا جاتا ہے اور قرآن مجید جو آسمانی کتابوں کو جمع کرنے والا ہے اور احادیثِ قدسیہ، اس حکم کے مطابق کہ "کتاب مبین میں رطب ویابس نہیں" جامعیتِ کلام کے اعتبار سے ذات، صفات، اور کمالات سے معنوی اور لفظی طور پر اسرار و بیان سے باہر ہیں، اور حکمتِ بالغہ اور صانع حقیقی کی صنعت سے، ہماری صنعت کی شرکت اور ہمارے خیالات کے تصرف کے بغیر، نوری الفاظ کے لباس میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق حضرت جبرائیل کو سنائے گئے؛ جیسا کہ کہا گیا ہے " جبرئیل نے آواز سنی۔ اللہ کا کلام اور جو کچھ اللہ نے چاہا" آخر تک — وہی نورانی الفاظ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کے مظہر الفاظ کے لباس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، اور اس میں جبرئیلؑ کا کوئی تصرف نہ تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے ظاہر کیے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہی کو کسی قسم کے تصرف کے بغیر جسمانی زبان کے ذریعے اُمت کو پڑھ کر سنائے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نور سے، صاحبانِ بصیرت پر ان دونوں

کے مرتبہ کا فرق ظاہر ہو گیا اور چونکہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی استعداد مرتبہ حقیقی ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کو سُننے کی تھی۔ اور تمام مراتب کو جمع کرنے والی تھی، اس لیے کسی قسم کے لباس کے بغیر، نفسِ مُدّعا وغیرہ کو دُنیاوی حد کے لباس میں اپنے سُننے کے مرتبے کے مطابق، اس بے لباس کو جس کے متعلق قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے "اور کسی بشر کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے وحی کے یا پردے کے پیچھے سے ..... الخ" سُنا۔ چنانچہ اس استماع کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجّہ تھے، اور اللہ سبحانہٗ کے فضل سے وہ اپنے اصل مرتبہ تک، جو عرش سے اُوپر ہے، عُروج کرتے ہیں، اور وہاں سے اپنے بلند مرتبے کو، جو نُورِ محمّدی کا مرتبہ ہے، پہنچ کر ایسے مرتبے پر پہنچتے ہیں کہ لامکان بلکہ کل مکان، ان کے کمالات کے ظہُور کی درجہ سے دُوسرے مرتبے پر ہوتا ہے اور اس کے بعد ان کی حقیقی استعداد اللہ تعالےٰ کے فضلِ محض سے ظہُور فرماتی ہے، اور اللہ سبحانہٗ نے انہیں اپنے کلامِ پاک سے بغیر کسی وسیلے کے فیض یاب فرمایا، پس برکتیں دینے والے ربّ ارباب نے اپنے قابلِ سماع کلام کو اس دُنیاوی لباس سے عُروج بخشا، اور اس مرتبۂ عالیہ پر جو تمام مخلوقات کی تخلیق کے آغاز میں تھا، پہنچا دیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کے کلام کا یہ مرتبہ اس کی ذات سے الگ نہیں، اس لیے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کی ذات کو کیفیت اور جہت کے بغیر دیکھا اور اللہ تعالےٰ سے لفظ اور آواز کے بغیر کلام کیا۔ اور یہ بیان اس مرتبے کے بارے میں ہے، جس کے متعلق مُحبّ بیان نہیں کرتا۔

مکتُوب : ۶۰

سوال : اللہ دین کی طرف سے عرض کیا گیا :-

قطعہ

اے فخرِ بشر کہ در بلاہا مددی — وز خُلقِ حَسن شفیعِ ہر نیک وبدی

در چاہِ ضلالتم پریشاں حالم — فریاد رسا اخُذ بیدی بیدی

ترجمہ :۔ اے فخرِ بشر، تو ہی مصائب میں مددگار ہے، تو اپنے نیک اخلاق سے ہر اچھے اور بُرے کی شفاعت کرنے والا ہے میں پریشاں حال گمراہی کے گڑھے میں پڑا ہوں، اے فریاد کو پہنچنے والے مجھے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لے۔

اگرچہ یہ حقیر شخص رتی بھر قابلیت نہیں رکھتا، لیکن پھر بھی کریموں کے لیے مدد کرنا مشکل نہیں۔

جواب :اب جب کہ تم فقیروں کی صحبت میں پہنچ گئے ہو، سرِ تسلیم خم کردو۔ ذکر و تسبیح میں مشغول رہا کرو۔ جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔ کام یہی ہے کہ اپنی ذات کو درمیان سے خارج کردو۔

مکتوب : ۶۱

اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اُسی واحد اللہ کے لیے ہے۔ میرا بھائی اللہ دینؒ تکمیلِ دین کے لیے کمربستہ رہتا ہے اور تلخی کی تیرگی سے، جو حالتِ یقین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور ظہورِ بسط میں، جو آرام و دل جمعی کا سبب ہوتا ہے، تاخیر کی وجہ سے پریشاں نہیں ہوتا۔ محبّت کرنے والے کو آرام و لذّت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اگر لذّت و آرام مل بھی جائے، تو سالک کو اس استعدادِ ضعیف کو ضبط میں رکھنے کے لیے تسلی دیتے ہیں قبضِ محمود جلال کا جلوہ ہے، جو بارگاہ کے آخر میں ہے اور واصل کو ہر قسم کی جمعیت و آرام سے، جو سالک کی تسلی کے لیے ظہورِ جمال ہے، سے ہٹا کر آخر کار مکمل خلوت سے

ہم کنار کرتی ہے، اور حیرت اور بے چینی میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

بدرد و یقین پردہ ہا راخیال نماند سرا پردہ اِلّا جلال

ترجمہ:۔ دردِ و یقین کی بدولت خیال کے پردوں کے لیے سوائے جلال کے کوئی بارگاہ نہیں رہتی۔

میں اس بات کو ذرا زیادہ وضاحت سے بتاتا ہوں کہ فیضِ محمود انتہائے نہایت کی حقیقت کا ظہور ہے اور بسیطِ مُبتدی، متوسط یافت کا آغاز ہوتا ہے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (ترجمہ: فرق دیکھئے کہ کہاں سے کہاں تک ہے)۔ "ہر نہایت اپنے آغاز کی طرف لوٹتی ہے" کا مطلب یہی ہے۔ جب تک سالک کو لذت و جمعیت حاصل رہتی ہے، اُسے فنا سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اگر فنا ہو بھی، تو وہ محض خیالی ہوتی ہے، کیونکہ بشریت کا تتمہ اس کی بغل میں ہوتا ہے اور فنائے حقیقی میں بشریت کا معدوم ہو جانا موجود ہوتا ہے، جو جلال کی سطوتوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پس سبحان اللہ۔ اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا، کہ محبت کرنے والے کے لیے حقیقی جمعیت خاطر، اسی جمعیت میں ہے اور درد، حیرت و سرگرانی ہے۔ جس نے چکھا نہیں اُس نے سمجھا نہیں۔

فائدہ: اے سعادت مند! النفی و اثبات کے بارے میں تحقیق کی خاطر لکھا گیا ہے، اس عبارت کو سمجھ کر اس پر عمل کرے ؎

تا بجاروبِ لاَ نروبی راہ نرسی در سرائے اِلاَّ اللہ

ترجمہ: جب تک تو راستے کو لا کے جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا، الا اللہ کے گھر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

لفظ لا سے نفس کے مقام سے، جو زیرِ ناف ہے، خیالات کے گرد و غبار

کو، جو جھوٹے خدا ہیں، دائیں بائیں سے سمیٹ کر، اور اس میں ضمناً جو خباثتِ نفس داخل ہو گئی ہو، جس نے دِل اور رُوح کو اپنا محکوم بنا لیا ہو، اُسے اکٹھا کر کے راز کے مقام پر، جو سینہ ہے، راز کے سامنے جو تمام مراتب کا سردار ہے، حاضر کرے، وہاں سے خفی اور اخفیٰ کے مقامات تک جو علے الترتیب پیشانی اور دماغ ہیں، لے جا کر "لا" کے جھاڑو کے نیچے، جھوٹے خداؤں سے جو کچھ جمع ہو چکا ہو، دائیں طرف مُنہ کر کے پشت کی طرف پھینک کر دستِ ہمّت کو توحید کے الف سے مضبُوط کر کے، "اثبات" کے الف سے دل پر شدّت کی بیبش سے، لام کے ساتھ ملا کر ضرب لگانی چاہیے۔ چونکہ ایک دفعہ کی جاروب کشی سے، یعنی بار بار کرنے کے بغیر، کام مکمّل اور راہ صاف نہیں ہوتا، اس لیے حبسِ دم کو جو مختلف خداؤں کے ذرّات کو، ضبط کر کے جھاڑو کی زد میں لانے والا ہوتا ہے، اختیار کر کے بار بار اس کی ورزش کرنی چاہیے، حتیٰ کہ یا تو کام مکمل ہو جائے، یا جان نکل جائے، اور شہادت حاصل ہو جائے۔

میرے عزیز! لکڑی کا جھاڑو تو محض عارضی گرد و غبار کو سمیٹتا ہے، لیکن اگر اصل غبار کو، جو ذرّاتِ زمین پر مشتمل ہے، اٹھانا ہو۔ تو اس کے لیے طویل عُمر چاہیے، اور پھر یہ لکڑی کا جھاڑو تھوڑی سی مدت میں ہی پرانا ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس سے معلُوم ہوا کہ جب تک سالک کو عطا کردہ جسم نہیں دیا جاتا، اس وقت تک اصل بشریّت کے غبارِ غم سے رہائی نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل بشریت کا زوال، عطا کردہ وجُود کے سُپرد کرنے کے بعد ہے اور وہ ولایتِ انبیا کا مرتبہ ہے۔ ان پر درُود و سلام۔ اللہ کا فضل چاہیے تاکہ وہ کمال کا دروازہ کھول دے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ نفی و اثبات کا رستہ، جسے گزشتہ دَور کے بزرگ پندرہ بلکہ بیس سال تک طے کرتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں اس سے ایک ماہ کے اندر ہی بعض

کے دماغ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور بعض کی ہمت جلد گری کی طرف راغب ہو جاتی ہے اور نفی و اثبات کو ایک فالتو کام سمجھ کر ان کے لیے اس سے تعلق پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ مبتدی، متوسط، اور منتہی کا ایمان ہی نفی و اثبات سے ہے۔ اللہ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کے فضل کی اُمید، بغیر کسی بہانہ کے رکھنی چاہیے اور طاقت کے مطابق کوشش کرتے جانا چاہیے۔

فضیلت مآب، شیخ بدر الدینؒ اور فقرا کی تمام جماعت کو اور فقیرزادوں کو اس احقر کی طرف سے سلام و دعا کہیں، تاکہ 'بے حیثیتی' سے 'حیثیت' کی حالت میں آجائے۔

مکتوب : ۶۲

حقائق و معارف سے آگاہ حاجی محمد امینؒ کے نام۔

حمد و صلوٰۃ اور سلام کے بعد جامع علوم حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب شریف کے ملنے سے عزت افزائی ہوئی۔ اس مکتوب نے دقیق نکات سے مطلع کیا۔ حضرت مجددؒ کے ایک مکتوب کے بعض معانی کی تحقیق کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔

وصولِ نظری اور وصولِ قدمی میں فرق پوچھا گیا ہے۔ مجھ جیسے کم فہم اشخاص کو اتنی ہمت کہاں، کہ اپنے خط میں ان دونوں کے درمیان، جو فرق ہے، اُسے بیان کروں۔ اور اس بیان کی شرح کروں۔ لیکن ضرورت کے ماتحت اپنی ناقص سمجھ کے مطابق عرض کیے دیتا ہوں۔

یہ بات واضح ہے، کہ 'سلوکِ صوفیہ' سے مراد 'علمی حرکت' ہے، 'زمین یا آسمان

کے فاصلے طے کرنا نہیں، کیونکہ "بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، خواہ ہم کہیں بھی ہوں"۔ اور علمی حرکت سے مراد علم کو تاریکی کے بعض ان پردوں سے نکالنا ہے، جو علم کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں، اور اس تک رسائی کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے وسیلے میں "اصل زعم" (قیاس اصلی) حائل ہوتا ہے۔ لیکن نیرگی کے پردوں کو چاک کرنے والے نورِ علمی کے دو درجے ہیں، ایک یہ کہ کیا یہ شخص اس مرتبہ کا اہل ہے کہ وہاں اقامت کر سکے؟ دوسرا یہ کہ استعدادِ عالی کے مالک کو، بغیر اس کے کہ ابھی اُسے اس مرتبہ سے نکل جانے کی قوت عطا ہو، اس پر اس مرتبے کے اُوپر سے جلوہ دکھاتے ہیں اور اس کے فوراً بعد یا کچھ عرصہ بعد اسے پھر پہلے مرتبے میں لے جاتے ہیں اور اس سے چھپ جاتے ہیں یا اس سے تھوڑی سی آگاہی رکھتے ہیں، حتیٰ کہ یہی آگاہی اسے کھینچ کر اُوپر لے جاتی ہے، چنانچہ وہ وصولِ مقامی جس کا یہ شخص اہل اور جس میں قیام کرتا ہو، وصولِ قدمی ہے اور جس وصولِ مقامی کو اس نے جلوہ کے ذریعے دیکھا ہو، وصولِ نظری ہے۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ عروج کے مراتب میں جب نیرگی کے پردوں کو پوری طرح دُور کرنا حاصل ہو جائے اور کسی نیرگی کے شائبہ کے بغیر اصل الاصول تک رسائی ہو جائے، تو اس عرصہ میں وصولِ نظری سے جو عروج کے وقت حاصل ہو جائے، فارغ ہو جائے، وصولِ نظری کیلئے جو نزول کے مراتب میں رونما ہو، تیار ہو جائے۔ پہلے وصولِ نظری میں "سیر الی اللہ" اللہ کی طرف سیر ہے اور دوسرے وصولِ نظری میں اللہ سے اللہ تک کی سیر اشیاء کے اندر ظہور فرماتی ہے۔ اس لیے اصحابِ عروج میں اسی نسبت سے فرق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اصحابِ نزول آپس میں فرق پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ان مراتب والوں پر مخفی نہیں، پس خواہ یہ نظری اول ہو خواہ نظری ثانی، اس کا حامل دُور سے جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ صاحبِ قدم، حق الیقین کا مالک ہوتا ہے، اگرچہ

وہ نبی ہو۔ اور صاحبِ نظر عین الیقین یا علم الیقین کا مالک ہوتا ہے اور صاحب عروج کو حقیقی حق الیقین کا حصول تمام تیرگیوں کو دور کرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے ، اور صاحبِ نزول کو حق الیقین کا حصول اس ساری جہالت کے دور ہونے کے بعد ہوتا ہے، جو حقائقِ اشیا کی تفصیل میں حائل ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلا، کمال کے حساب سے ولایتِ انبیا میں رکھی ہے اور دوسرا، کمال کے حساب سے نبوّتِ انبیا میں اکمل ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے ، دیتا ہے۔

مکتوب : ٦٣

حضرت پیرِ دستگیرؒ کے ارشادِ الہامی کی تحقیق میں۔

حضرت پیرِ دستگیر بنوریؒ کے الہامی ارشادات کی تحقیق میں، جن کے کمالات کے نور کی بدولت قصبۂ بنور ، پُرنور ہے اور جہاں کے نور کی وجہ سے انشا اللہ اطرافِ عالم، قیامت تک منوّر اور مسرّت آمیز رہیں گے۔ اور اس کی سرور آوری پر مجھے بھی فخر ہے، بلکہ ہر اس کو ہے، جو حُزن و قصور کا وارث ہے نفس، بدن کی روح سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اِنسانی رُوح عالمِ ارواح میں اپنی انتہائی لطافت کے ساتھ موجود تھی۔ اور جو کچھ اس کی نُورانی قابلیتوں کا تقاضا تھا، ان کی انتہائی پوشیدہ لطائف کی بدولت عناصرِ اربعہ عرش کے نیچے غیر مفصلہ پیدا تھے اور ان کی تیرہ اور مفصلہ جبلّیات کی وجہ سے کمالات کا ظہور مُخفیہ تھا ، اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق یعنی رُوح اور عنصر، اللہ تعالٰے کی حکمتِ بالغہ سے حق سبحانہ و تعالٰے کے مراتب کے ظہور اور جلوہ گری کے لیے تھی۔ اللہ تعالٰے نے اپنی حکمتِ بالغہ سے پہلے عنصرِ مُجمّل کو آسمانِ دنیا کے نیچے الگ کیا اور جب ہر رُوح کے خاص بدن کو ان عناصرِ اربعہ سے ترتیب دے لیا، تو روحِ مذکور کو بڑے اعزاز سے ایک معیّن

وقت پر اس بدن کے اندر پھونکا۔ ان دونوں مرتبوں یعنی روح اور بدن کے اجتماع کے بعد، اس میں ایسی قابلیتیں پیدا ہوتی ہیں جو نور کو گھٹاتی اور جسم کی تیرہ حیثیات کو بڑھاتی ہیں، چنانچہ انہیں عالمِ برزخ میں ظہور بخشا گیا اور چونکہ صرف اپنے مرتبہ کی جدائی اور تنہائی کی وجہ سے ان کی خصوصیت کا خاص ظہور تھا اور ایک کو دوسرے سے کوئی سروکار نہ تھا اور ان دونوں مرتبوں کی تخلیق میں حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کا ظہور، جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے لیے تھا، ان دونوں کے امتزاج کی ترکیب کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے ان دونوں یعنی رُوحانی قابلیتوں اور جسمانی قابلیتوں کے ظہور سے عین برزخیت میں چاند کی طرح ایک واحد صُورت میں ان دونوں مرتبوں یعنی مرتبۂ رُوح اور مرتبۂ بدن سے ایک تیسرا عالم پیدا کیا گیا اور اس کا نام نفس رکھا گیا۔ یعنی ذاتِ مقدّس کا مظہرِ کامل۔ جس میں جمالی قابلیتیں ہیں، جو نُورانی مخلوقات کی موجودگی کا باعث ہیں، اور جلالی قابلیتیں بھی، جو تیرگی کی حیثیات کا مظہر ہیں، چونکہ بدن کے مکان کے اندر رُوح بالکل پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے اس کی قابلیتوں کا ظہور بھی پوشیدہ ہوتا ہے اور بدن کی حیثیت غالب ہوتی ہے۔ جب تک اس کا یہ استکبار دُور نہیں ہو جاتا، نفس کفر کرنے اور حکم دینے میں لگا رہتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ کے فضلِ عام سے نُورِ جمال یعنی صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہوتا ہے، تو پھر تیسرا حصّہ یعنی انانیت و تکبّر زوال پذیر ہو جاتا ہے اور نورِ ایمانی سے مومن کا سینہ کُھل جاتا ہے اور نفس کے اس مقام کو ملامت سے یاد کیا جاتا ہے۔ (یعنی نفس امّارہ، نفس لوامّہ بن جاتا ہے اور دنیاوی خواہشات رکھنے کی بجائے گناہوں پر ملامت کرتا ہے)۔ اور جب اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے اس ظہورِ عام کے بعد، ظہورِ خاص سے اُسے حقیقتِ انسانی کی خلعت پہناتا ہے اور جو کچھ جاننے کے قابل ہے اُسے بتاتا ہے، اور اس کے

باقی دو حصّوں کی پرورش کی جاتی ہے، تو اُس وقت نفس کو نفسِ مُلہمہ کہا جاتا ہے۔
اور یہ مرتبہ ولایتِ اولیا تک کا ہو سکتا ہے اور چونکہ اولیائے امّت کو اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی واطاعت میں نبی کی ولایتِ معصومہ کے کمالات میں سے حصّہ حاصل ہوتا ہے، اگرچہ حصّہ ملنے کے بعد وہ نہ تو معصوم ہو گا اور نہ معصوم جیسا، اس لئے اللہ تعالےٰ، سنّت کی پُوری پُوری پیروی کرنے کے طفیل، اُسے نُور سے منوّر اور پُر کر دیتا ہے اس مقام پر اس ازلی نیک بخت کو نفسِ مُطمئنّہ کہتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اے نفسِ مُطمئنّہ! اپنے ربّ کی طرف اِس طرح لوٹ کہ تُو ربّ سے راضی ہو اور ربّ تجھ سے راضی ہو۔
میرے عزیز! اس وقت یہ نادرِ زمانہ، نفسِ لطیفہ قابلِ تعریف و مدح ہو گا۔ کیونکہ جاہلیت کے وقت تمام رُوحانی لطائف پر اسمائے قہریہ کے منظہر کے قریب ہونے کی وجہ سے عناصر کو غلبہ حاصل تھا، اس وصل کے عالم میں دُوریاں دُور ہوتی جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں کمال اطمینان کے بعد اسمائے لطیفہ کا مکمل مظہر ہونے کی بدولت، جو اس کی تخلیق کا مقصُود ہے، وہ ذاتِ مقدس سے واصل ہو جائے گا۔ اور اس پر قربتوں کا دروازہ کُھل جائے گا۔ اس مقام پر اس حدیث کا مفہُوم سمجھنا چاہیے کہ تمہارے جاہلیت کے نیک، اسلام کے بھی نیک ہوں گے ــ اگر غور کیا جائے!

مکتُوب: ۶۴

حاجی الحرمین حاجی محمّد امینؒ کے نام۔

حاجی الحرمین الشریفین حاجی محمّد امینؒ کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔
میں نے ایک سابقہ مکتوب میں لکھا ہے کہ کلمۂ صاحبِ نظر، حق الیقین نہیں، بلکہ

میں نے صاحبِ قدم اہل حق الیقین، صاحبِ نظر اہلِ عین الیقین یا اہلِ علم الیقین لکھا ہے اور چونکہ صاحبِ نظر کے لیے تتمّہ سلوک باقی ہوتا ہے اور عین الیقین اور علم الیقین والے دونوں راہ میں ہوتے ہیں، اس لیے لاچار وہ ان دونوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ جو حضرت مجدد رح نے مکتوب میں لکھا ہے، برحق لکھا ہے اور اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ ایک اصول ہے کہ سالک کو عروج کی راہ میں جو تفاصیل پیش آتی ہیں، اور جب وہ تیرگیوں سے گزر کر اصل تک پہنچ جاتا ہے، تو ایسے مقام پر حق، حق کی طرف ترقّی کرتا ہوا بڑھتا ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا سلوک یا جذبہ سے ہوتی ہے لیکن جذبہ و سلوک کے مرحلے طے کرنے کے بعد حق تک پہنچ جاتا ہے، جبکہ ترقّی کا تتمّہ ابھی باقی ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شروع سے اصل میں ہوتا ہے اور سلوک و جذبہ کو روک کر حق سے ابتدا کرتا ہے، حالانکہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے سلوک و جذبہ طے کیا ہوتا ہے۔ پس اس سے جذبہ و سلوک متحقق ہو گیا۔

اور مکتوب مع ہدیہ کے مل گیا، دعا اور فاتحہ پڑھی، توقّع ہے کہ اس طرح معانی کی تحقیق اور بزرگوں کی عبارتوں سے آپ بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ فقیر زادوں اور شیخ موسیٰ جیو کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ٦٥

اللہ سبحانہ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید[1]، سات حروف یعنی سات قراتوں

---

[1] معلوم ہونا چاہیے، کہ قرآن مجید کے کلام کے سات مرتبے ہیں تین مرتبے وجوبی، اور چار مرتبے امکانی۔ تین وجوبی مرتبے یہ ہیں، وجودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام متکلّم پر۔ اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں۔ اوّل نفسِ مدعا، کہ حرف و آواز اگرچہ نورانی ہوں اسکی گنجائش نہیں رکھتے۔ دوم حرف و آواز نورانی جس سے حضرت جبرئیلؑ کو حصہ ملا، چنانچہ کہا گیا ہے جبرئیلؑ نے آواز سنی۔۔۔ الخ" یہ دو مرتبے اگرچہ مخلوق ہیں، لیکن ان میں کسی مخلوق کو کوئی تصرّف حاصل نہیں۔ سوم حرف و آواز جرمانی، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا فرشتوں کی زبان میں بات کرنا جسکی سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو کوئی اطلاع نہ تھی۔ چہارم حرف و آوازِ جسمانی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صحابہ کرامؓ سے اپنی طرف سے اضافہ کے ساتھ بیان کرنا۔

پر نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام قاری حضرات کے نزدیک یہ تحقیق شدہ بات ہے اور اس کے معانی بھی سات طرح کے ہیں۔ اور علمائے ظاہر کے مطابق بھی یہ بات پکی ہے اور اہلِ باطن کی دو تحقیقات ہیں سے ایک تحقیق کے مطابق ہے اور ہفت بطن (معنی) کی دوسری تحقیق بھی اہلِ باطن کی ہے اور اس دوسری تحقیق کی تفصیل حضرت پیر بنوری قُدّس سرّہٗ کے نزدیک اس طرح ہے: اللہ تعالےٰ کے کلام کے تین مرتبے ازلی اور قدیمی طور پر درجۂ وجوب میں ہیں، اور ان تینوں مرتبوں کا نام وجُودِ کلام، نورِ کلام اور ظہورِ کلام ہے۔ ان تینوں مرتبوں کا متکلّم اپنی تمام قابلیتوں کے ساتھ کسی اور کے وجُود کے بغیر جانتا ہے۔ اور یہ تینوں مرتبے دوسرے چار مرتبوں کی مظہرّیت کے ساتھ، جو مخلُوق اور مُحدَث ہیں، عالمِ اصل الاصُول، عالمِ انوار، عالمِ اجرام اور عالمِ اجسام میں ظاہر ہیں۔ ان میں سے دو مخلوق واسباب کے واسطے کے بغیر مخلوق ہیں۔ ایک نفسِ مدعا ہے جو حرف وصَوت کے لباس کے بغیر ہے، نہ نُورانی اور نہ غیر نورانی۔ یہ نُورِ اوّل کی مظہرّیت کے طفیل ہے اور مظہرّیت اوّل کے ذریعے وہ تین مرتبے بغیر کسی پردے کے وُجوب کے سامنے ہیں، چنانچہ اہلِ صفا پر "القاء سِرّی" (پوشیدہ القا) اس پر گواہ ہے۔ دُوسرا نورانی حرف وصَوت ہے، جو عالمِ ارواح میں ان مراتبِ وجُوب کی جامعیت کا مظہرِ ثانی ہے، جیسے حضرت جبرئیلؑ نے سُنا۔ چنانچہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے کلام کو آواز سے سُنا یا جیسا اللہ تعالےٰ نے چاہا، مثلاً اہلِ نُور کے دل میں بات ڈالنے کی طرح۔ اور کلام کے چار مظاہر میں سے دو مخلُوق کے واسطے سے مخلُوق ہیں، ان میں سے ایک جسمانی حرف وصُوت، جس کا حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ پر ظہور کیا۔ اگرچہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ظہُور غیر کے واسطے سے نفسِ مُدّعا کے لیے ہے، جیسا کہ اُوپر تحریر کیا گیا، اور حدیث کہ "آدم کی بنیاد پانی اور کیچڑ پر رکھی گئی"، اس مفہُوم پر گواہ ہے اور دوسرے درجہ پر آنحضرتؐ کے جسمانی حرف وصَوت

ہیں، جن کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام بلند مراتب کے ساتھ اس کلام کو قیامت تک کے لیے تمام مخلوقات پر ظاہر کیا. پس جو کچھ ہمارے پاس محفوظ ہے، وہ مذکورہ بالا مظاہر کے طفیل ہے، وہی اللہ تعالےٰ کا کلام ہے. کچھ اور نہیں اور اس کا محفوظ ہونا، قاری کی قرأت کے احاطہ سے پاک ہے. جس طرح ہمارے احاطہ کے باہر اللہ تعالےٰ ہے. اسی طرح اللہ تعالےٰ کو بے کم و کاست سمجھنا چاہیے. پس سمجھیے۔

مکتوب: ۶۶

"تحیّر فی ذاتِ سواہ" کے ضمن میں:

پاک ہے وہ ذات جس کے بارے میں کسی نے سوچ بچار کی، اور وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور پاک ہے وہ جو اپنی ذات کو چھوڑ کر اس کی ذات میں متحیّر ہے. یعنی اللہ سبحانہ کی جناب میں عین حالتِ ایمان میں مقام بلند کی "نایافت"، "تحیّر" کے معنی نایافت: (نہ پانا) ہے اس لیے نایافت سے پہلے جس کی آپ کو تعلیم حضوری تھی، اور وہ حضوری ظلی تھی اور "یافت" کے ساتھ جمع تھی اور چونکہ یافت کے معنی، ادراک (پانا) ہے اور ادراک کو اللہ تعالےٰ تک رسائی نہیں، خواہ یہ ادراک خفی ہو. اس کے بعد "نایافت" کی تعلیم نفیِ ذات کے لیے ادراک کا احتمال رکھتی ہے، نفیِ حضور کا نہیں، جس وقت سالک نفیِ یافت کی تعلیم کے بعد "نایافت" میں مشغول ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ حضوری کو کم کر دیتا ہے اس وقت پھر حضورِ تعلیم سے گزر کر عین نایافتِ حضور میں جو وصول بشری کا خلاصہ اور اصلیت یا نایافت کے دائرہ میں داخل ہے، شامل ہوجاتا ہے چنانچہ نایافت، آخرت میں روایتِ بصری حاصل کرنے کے بعد ثابت ہوجاتی ہے البتہ اس جگہ "یافت" ہے، جس کا تعلق تجلّی سے ہے، ذاتِ پاک سے نہیں. جب ذاتِ پاک

پاک سے تعلق ہوگیا، تو گویا نایافت کو ظاہر کر دیا گیا۔ اس لیے چاہیے کہ عین نایافتِ شہود میں نورِ ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ کی حضوری سے، جو حاصل ہونے والی یافت سے پاک ہے۔ بہرہ ور ہو کر غفلت سے احتراز کرے۔

پس تحریر: اگر کوئی شُبہ ہے۔ تو انشا اللہ ملاقات کے بعد روبرُو دُور کر دیا جائے گا۔ مختصر یہ ہے کہ حضُوری کی طرف توجّہ کیے بغیر محض "نایافت" میں وقت گزارنا چاہیے، یہاں تک کہ مطلُوب کے بغیر توجہ قائم ہو اور حق کی حضوری غالب آجائے۔

مکتُوب: ۶۷

میاں عبدالہادیؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

بے غرض دوست کی طرف سے مکتوبِ محبّت آمیز نہایت اچھے وقت میں ملا۔ مضمُون سے آگاہی ہوئی۔ وبا کے پھیلنے کے متعلّق لکھا گیا تھا۔ اور بچوں کی سلامتی مطلُوب تھی۔ میرے مشفق! کوئی شئے تقدیر سے بے نیاز نہیں کرسکتی۔ اور مَوت ہر ایک کو ایک ایسے طریقے سے بہرحال آتی ہے، جو مقدر ہو چکا ہو۔ اس کا ٹالنا ممکن نہیں۔ ہاں اگر کم اندیشوں کی تسلّی کی خاطر تعویذ یا علاج کرتے ہیں، تو یہ مَوت کا علاج نہیں، بلکہ وہ تسلّی نامہ ہوتا ہے، جو اس کے حال کے لیے ہوتا ہے پوشیدہ امر کے ظہُور کو روکنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ غم میں پریشان نہ ہو۔ دانا آدمی کو چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کا کوئی علاج نہیں، اس لیے وہ تعویذ طلب نہیں کرتا البتہ بعض امراض کا علاج اللہ نے دوا سے کیا ہے اور مَوت ہرگز کسی ایک شئے میں نہیں۔ یہ ایک ہی بار ہے۔ بار بار نہیں آتی۔ ہم نے آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو خالقِ موت کے سپُرد کیا۔ خُدا آپ کو صبر و شکر عطا فرمائے۔

آپ نے چند مسائل کے متعلّق لکھا ہے، تو میرے مشفق! فرائض ہر حالت میں فرض

ہوتے ہیں، کسی اور کی طرف سے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتے۔ البتہ نوافل جس کسی کے لیے چاہے، وہ اپنا ہو یا بیگانہ، خواہ تمام خواہ آدھے، خواہ تہائی، عطا کرنے کے مطابق پہنچائے جاتے ہیں۔ اور ان کا ثواب پہنچتا ہے۔

وقتی نکاح (مُتعہ) ہمارے مذہب میں باطل ہے۔

بعض روایات میں دفن کرنے کے بعد راستے سے لوٹ کر کسی چیز سے میت کی امداد کرنا جائز سمجھا گیا ہے۔ لیکن جمہور کا یہ طریقہ نہیں۔

قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آجائے، تو جائز ہے۔

جس عورت کو ایک یا دو بار، پانچ روز یا سات روز کی عادت ہو، اور بعد میں عادت سے تجاوز کر جائے، تو یہ دیکھنا چاہیے، کہ اگر مدتِ حیض اکثر اوقات کم ہو جائے، تو اس صورت میں پہلی عادت ختم ہو جائے گی اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مدتِ حیض اکثر اوقات بڑھ جائے، تو پہلی عادت ہی معتبر رہے گی۔ ایامِ حیض عادت کے مطابق گنے جائیں گے۔ اور زیادتی کے دنوں کی نمازیں قضا ہوں گی اور ان کا ادا کرنا ضروری ہو گا۔ مثلاً عام عادت پانچ دن کی ہے اور بعد میں سات یا آٹھ یا دس دن میں پاک ہو اور پھر یہ عادت بن گئی۔ تو یہ تمام دن ایامِ حیض شمار ہوں گے اور باقی تمام دن ایامِ استحاضہ شمار ہوں گے۔

مُردے کے ساتھ کاغذ لکھ کر رکھنا منع ہے البتہ اگر خشک انگلی سے میت کی پیشانی یا سینہ پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا چاہے، تو یہ برکت کے لیے ہے۔

ولد الزّنا کا جنازہ درست ہے۔

ہلالی کی رات یا عید وغیرہ کے دن مبارک باد دینے کی تیاری میں غلو کرنا اور اسے لازم کرنا یا جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا یہ تمام باتیں ممنوع ہیں اور لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے ملاحظہ ہو شرحِ کافی "باب المکروہات"۔

مکتوب : ۶۸

میاں عبدالہادیؒ کے نام

برادرم میاں عبدالہادیؒ کی خدمت میں سلام ۔خط ملا۔ سفارش لکھ کر دے دی گئی۔

اور عنین (نامرد) کے بارے میں جو مسئلہ پوچھا گیا، تو عنین وہ ہوتا ہے جو عورت کے قابل نہ ہو، یا شادی شدہ عورت کے تو قابل ہو، مگر کسی دوسری عورت کے قابل نہ ہو۔ اس لیے اگر عنین خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت کو طلاق دے، تو اس پر پورے حق مہر کی ادائیگی لازم ہے اور عدت واجب ہو گی اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد عورت مجامعت کا انکار کرے، تو اگر وہ کنواری ہے، تو دوسری عورتیں اس کا ملاحظہ کریں، اگر اس کا کنوارپن زائل ہو گیا ہو، تو پھر مجامعت ثابت ہو گئی اور اگر عورت کنواری نہ ہو، تو پھر شوہر کی بات یا قسم مانی جائے گی۔ خلوتِ صحیحہ وہ ہے کہ عورت جو مرض سے اور حیض سے پاک، رمضان کے سوا دوسرے ایام میں اپنے شوہر کے ساتھ کسی خالی مکان میں، جہاں کوئی دوسرا نہ جا سکتا ہو، رہے۔ یہ خلوت حکمِ مجامعت رکھتی ہے اس لیے عدّت کے ایام لازمی ہیں۔

مکتوب : ۶۹

اللہ سبحانہ کی ذات وصفات کے مرتبہ کی تحقیق میں۔

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ اپنے تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کے ساتھ ازلی وابدی ہے اور ذاتی وصفاتی نشانوں کے کمالات کے اسرار پوشیدہ ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ کی بلند ذات کو معلوم ہیں، اور کوئی شے اس کی ذات سے دُور اور اس کی معلومات سے پرے نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے یہ مرتبے مختصر یا تفصیل کے

ساتھ ظہورِ خارجی کے لیے کسی شے کے محتاج نہیں، اور اس کے حُسن کا تقاضا، اس کی ہر صفت اور ہر شان کے بارے میں عالم و بصیر ہے، لیکن چونکہ ہر صفت کا حُسن اپنی ظاہریت کے باوجود، خارجی ظہور کے تقاضا کرنے کی حد تک اللہ سبحانہ کے علم میں ہے، اور ہر صفت کے حسن کا یہ تقاضا ظہورِ اظہر کا مقتضٰی کہلاتا ہے، اس لیے اپنے انتہائی استغنا کے باوجود، اس نے ذاتی وصفاتی شانوں کے اقتضا کے مطابق اپنے خارجی اور عدم سے وجود میں آنے والے مرتبے کو اس عالمِ شہود میں ظاہر کیا۔

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہٗ کی صفات کے دو مرتبے (پہلو) ہیں. ایک لطیفہ اور دوسرا قہریہ. حُسنِ صفاتِ لطیفہ کے تقاضے کے مطابق، اس کے مظاہر دنیا میں ظاہر ہوئے. چنانچہ اس دنیا میں ایمان و اطاعت اور اوامر کی تعمیل اور نواہی کے اجتناب میں سے جو کچھ ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ لطیفہ کا ظہور ہے اور اس ظہور کی جزا آخرت میں جنت الفردوس میں مستقل قیام اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے، اور اس مقام کی تمام نعمتوں میں افضل و اعلیٰ نعمت، اللہ سبحانہٗ کا دیدار ہے۔

اسی طرح حُسنِ صفاتِ قہریہ کے مظاہر بھی اللہ تعالےٰ نے دنیا میں پیدا کیے ہیں، چنانچہ جو کچھ کفر اور گناہ اور اللہ کے حکم کی نافرمانی وغیرہ دنیا میں ہے، وہ سب حُسنِ صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور اس ظہور کی جزا کے مراتب آخرت میں جہنم میں مستقل ٹھکانہ اور طرح طرح کے عذاب ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا عذاب اللہ سبحانہٗ کے دیدار سے محرومی ہے۔

اے عقل مند باخبر دار. اگر تو اس ذاتِ پاک کی صفاتِ لطیفہ کے حُسنِ کمالات کے کا مظہر ہے، تو اس معرفت کو عرفاں کی نظر سے دیکھے گا اور قدم کو شریعت کے سیدھے راستے پر رکھے گا، ورنہ عین معرفت میں استقامت کے بغیر ظہورِ قہریہ کے سیدھے

راستے پر اپنے آپ کو الحاد کے گرداب میں پائے گا۔

العرض ملحد صفاتِ قہریہ کا ظہور ہے اور عارف صفات لطیفہ کا ظہور۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ربّ کی تربیت سے ہٹنے کا چارہ نہیں اور اس سیاہ جنوں کے ثمرات سے خلاصی نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات، اس فیض بخشی اور عدم اور مظاہر کے قریب ہونے کے باوجود مظہر میں حلول کرنے سے پاک اور مبرّا ہے پس اسے سمجھئے۔

فائدہ: رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں، یعنی اسے معرفت میں کسی شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

فائدہ: تیرے دو دانتوں کے اوپر تیرے دو فرشتوں (کرامؑ کاتبین) کی نشست گاہ ہے، تیری زبان اُن دونوں کا قلم ہے اور تیری تھُوک ان کی سیاہی، چنانچہ وہ پوری حکمت سے تیری زبان اور تیری تھُوک سے تیرے اچھے اور بُرے اعمال کو لکھتے ہیں۔ ان میں سے تیری کوئی شے نہیں۔ اور تو نے فرشتوں کے قد وقامت کے بارے میں سُنا ہوگا، لیکن اس عظمت وجلال کے باوجود تیرے دو دانتوں کی تنگ جگہ میں انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے، اور تجھے کچھ محسُوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ ان لوگوں پر حیرت ہے، جو اس آیت کے مفہوم "حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ" (حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے) کو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے بعید سمجھتے ہیں، اور عقلی محال کو خدائی محال قرار دیتے ہیں۔

اے مومن سُنّی۔ آگاہ رہ۔ کہ ہم بندوں کے ساتھ قبر، عذاب اور حساب اتنا نازک اور پوشیدہ ہے کہ حساب وعذاب کا معاملہ عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور حساب کے معاملہ میں قبر کی زندگی اسی طرح ہے، جس طرح دنیاوی زندگی میں بیداری ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی مُردہ شخص کی قبر پر کوئی جانور بیٹھ جائے تو صاحب

قبر جانتا ہے کہ وہ جانور نر ہے یا مادہ. جو لوگ قبر کے معاملے کو ایک محسوس معاملہ نہیں پاتے، وہ فطری جہالت سے لاچار ہو کر اس معاملہ کو خواب کی طرح خیال کر لیتے ہیں، اور اس عقیدے کی وجہ سے اہلِ سنّت والجماعت کے مذہب سے دُور ہو جاتے ہیں. انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں معلوم نہیں ہم اس جہل مرکب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں. جسے اللہ گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں.

مسئلہ: حمل خواہ لونڈی کا ہو یا شریف خاتون کا، جب تک اس میں جان نہ پڑے، اس کا ضائع کیا جانا جائز ہے. لیکن جب اس میں جان پڑ جائے، تو پھر اس کو ضائع کرنا منع ہے. لیکن اس زمانے میں بعض عُلما نے کہا ہے کہ یہ فساد کا زمانہ ہے. اکثر اولاد بدکار ہوتی ہے اگر جان پڑنے کے بعد بھی حمل ضائع کر دیا جائے تو جائز ہے لیکن پہلی بات پر ہی عمل کرنا چاہیے یعنی جان پڑنے کے بعد ضائع نہیں کرنا چاہیے، اگر کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہے، تو حمل کا ضائع کرنا بالکل درست نہیں، خواہ اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو.

مسئلہ: کسی شئے کا، جو وزن میں برابر ہو، ہاتھوں ہاتھ اُدھار لینا دینا جائز ہے. لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ دو ماہ کے بعد اس سے اعلیٰ ادا کروں گا درست نہیں، کیونکہ یہ سُود ہے. الغرض ایک جنس میں زیادتی اور دوسری طرف سے وعدہ، دونوں منع ہیں. خواہ وزن میں برابر ہی کیوں نہ ہوں. لیکن ایک چیز کا لینا اور دوسری کا وعدہ کرنا ایک ہی جنس میں منع ہے. اور دوسری جنس میں ایک طرف سے زیادتی جائز ہے. تاہم اُدھار اس وقت جائز نہیں، جب کہ دونوں وزن یا پیمائش میں برابر ہوں. اور اگر دونوں غیر جنس ہوں، ایک پیمائش میں اور دوسری وزن میں تو پھر اس طرح کا اُدھار جائز ہے.

مسئلہ: سوتے وقت اگر قرآن مجید پاؤں کی طرف ہو، اور وہ انسان کے

قد کے برابر بلند ہو۔ تو پھر سونا جائز ہے اور اگر بلندی اس سے کم ہو۔ تو جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی صاحبِ ایمان سویا ہوا اور نماز کا وقت ہو جائے، تو اسے بیدار کرنا جائز ہے، اگر اس کی مرضی معلوم ہو۔ ورنہ اسے بیدار کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی مرضی یا غیر مرضی کا علم نہ ہو، تو اسے آخر وقت تک نہ جگائے۔ اور اس کے بعد اُسے جگا دے۔

مسئلہ:۔ اگر غسل خانہ کی چھت ہو، تو اس میں ننگے بدن ہونا اور غُسل کرنا جائز ہے۔ اگر اس کی چھت نہ ہو، تو اختلافِ روایت سے مکرُوہ ہے، البتہ دونوں حالتوں میں بات کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر سجدّہ کے وقت پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو، تو ایک روایت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کے عُرف یا ذات کی وجہ سے حقیر جانے اور کہے کہ فلاں جولاہا ہے اور فلاں موچی ہے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ نہیں مرا، جو مر گیا۔ ہاں البتہ وہ مر گیا جس نے موت سے پہلے موت کی آرزو کی۔ اگر وہ نیک ہے، تو وہ اپنی نیکی کی طرف جائے گا، اس لیے اس کی تدفین میں جلدی کی جائے اور اگر وہ گنہ گار ہے، تو بھی جلدی کی جائے، تاکہ اس کے گنہ کم ہوں۔

مکتوب: ۷۰

ایک عزیزہ کو ان ابیات کے جواب میں لکھا گیا:۔ ؎

چشمِ چشمانہ تواند دید نت در خیال آرد غم و خندید نت

ترجمہ:۔ ان آنکھوں سے تیری آنکھیں دیکھی جاسکتی ہیں، لیکن پھر اپنے غم اور تیری ہنسی کا خیال آتا ہے۔

من چہ باشم لائقِ ایں وصفِ پاک　　عاصیم، حیران و لا ملجا سواک

میں اس پاک صفت کے لائق کہاں ہوں؟　　میں ایک گنہ گار ہوں جس کی پناہ تیرے سوا کہیں نہیں

خاک را بر داشتی از زیرِ پائے　　خود نہادی بر سرِ گنبدِ عُلا

تو نے اپنے پاؤں کے نیچے سے مٹی کو اٹھایا　　اور پھر اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا

نیاز مندانہ سلام اور مطالعۂ مکتوب گرامی کے بعد عرض ہے کہ اس مکتوبِ گرامی کا بیان اس سیہ رُو گنہ گار کے لیے ایک شہادت ہے اور دعا ہے، حضرت مولٰنا رومؒ کے بیت کے معنی خُوب لکھے گئے ہیں، لیکن دوسرے مصرع میں صرف تائے (ت) موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ اس کے معنی بہت عمدہ ہیں اور میرے ناقص ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ پہلا مصرع استفہامیہ انکاری ہے۔ اور جس وقت عاشق نے اپنی آنکھوں سے اپنے جسم کو محروم پایا، تو مجبوراً تسلّی کے لیے غم اور خندۂ معشوق کا خیال کیا۔ یعنی اس کی ناراضی اور خوشی کے بارے میں خیال کرتا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ میری آنکھوں میں یہ بساط نہیں، تاہم ناراضی و رضامندی کا مشاہدہ، جو بیم و رجا کا ثمرہ ہے۔ خیال میں لاتا ہوں تاکہ میں ان دونوں باتوں سے محروم نہ رہوں۔ چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے ؎

از ہر چہ در خیال، خیالِ تو خوشتر است　　وز ہر چہ در وصال، وصالِ تو خوشتر است

ترجمہ: جو کچھ بھی میرے خیال میں ہے، اس میں سے تیرا خیال ہی سب سے اچھا ہے، اور جو وصال بھی ہے، اس میں تیرا وصال ہی سب سے اچھا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ صحیح کیا ہے۔

مکتوب: ۱۷

صاحبزادہ میاں عبدالمجیدؒ کے نام لکھا گیا۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد — فدائے یک تنِ بیگانہ، کاشنا باشد

ترجمہ: سینکڑوں رشتہ دار جو خدا سے بیگانہ ہوں، اس ایک اجنبی پر قربان، جو اللہ سے آشنا ہو۔

اے برخوردار، عزیز القدر، اس ملک کے لوگ اس طرح قربان و فدا ہیں اور یہاں کے صالح لوگوں کی ایک جماعت دِن رات اللہ کی یاد میں اس طرح معروف ہے، کہ میرا ان سے جُدا ہونا، جان سے جانے کے برابر ہے۔ بہر حال چونکہ دُور رہنے والے رشتہ دار بھی دُنیا داری کی وجہ سے خواہش رکھتے ہیں، اس بیلے آنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، ایک ذاتی سبب کی وجہ سے پانچ چھ دن کے لیے رُک گیا ہوں۔ لہٰذا صاحبزادہ کو یہ خط لکھا ہے کہ آپ اتنے دن میرے غریب خانہ کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز کریں۔ اس طرف آنے کا ارادہ نہ کریں، اور آپ کو چاہیے کہ ہر طرح ان کی خدمت میں رہیں۔ اور آداب بجا لائیں۔ اس فقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ تشریف آوری کی خبر سُن کر رُک جاتا، لیکن ایک وجہ سے چند روز رُکنا پڑا ہے۔ انشاء اللہ ان پانچ چھ دنوں کے بعد خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ شیخ عبدالغنی جیو اور شہر یار جیو اور تمام حاضرینِ مجلس کی طرف سے دعا و سلام۔

مکتوب: ۷۲

میاں محمد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

گر شود عالم پُر از خوں مالا مال! — کے تبرسد اہلِ حق غیر از جلال؟

(ترجمہ) اگر ساری دنیا بھی خُون سے لبریز کیوں نہ ہو جائے، اہلِ حق سوائے اللہ کے جلال کے اور کسی سے کہاں ڈرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات کا ظہور اللہ تعالےٰ کے جلال کی تجلیات ہیں۔ جو لوگ اوامر کی پابندی اور نواہی سے پرہیز نہیں کرتے،

ان کی تنبیہ کیلئے اللہ تعالےٰ کے جلال کی ایسی شکلیں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ تاکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد اگر لوگ توبہ اور ندامت کی طرف رجوع کریں، تو ایسی باتوں کا ظہور اُن کے حق میں جلال کے پردے میں جمال کا ظہور ہوگا، اور معاذ اللہ اگر وہ بے ادبی کے طریقے سے باز نہ آئیں اور دنیا اور آخرت کی رسوائی میں مبتلا ہو جائیں، تو اس قسم کے واقعات ان کے حق میں عذاب کی دلیل ہوں گے۔ جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کے پانی خون بن جایا کرتے تھے۔ میں بات کو مختصر کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات غیب سے کسی واسطہ کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں یا جنوں کے ذریعے یعنی جنوں کو اس بات پر لگایا جاتا ہے کہ ان کو بازیچہ اطفال دکھائیں۔ چنانچہ جن لوگوں پر اس طرح کا واقعہ ہو جائے۔ انہیں چاہیے کہ وہ غسل کر کے تمام اہل خانہ کے ساتھ دل وجان سے توبہ اور ندامت کا اظہار کریں اور غسل اور وضو کے پانی کو کسی برتن میں جمع کر کے جس جگہ خون کے قطرے پائے جائیں، وہاں چھڑکیں اور مغرب کی نماز کے بعد اس گھر میں حضرت پیر دستگیرؒ پر درود بھیجیں اور تین دن تک خشوع وخضوع سے اس کام کو کریں اللہ نے چاہا، تو توبہ کی سچائی کی برکت سے ان آفات سے نجات کی امید ہے اور اگر خالص حلال مال میسر ہو، تو اس کا صدقہ کریں اور جتنی توفیق ہو، فقیروں اور غریبوں میں خیرات کریں۔ اگر اُس شخص نے کسی کا کچھ دینا ہو، تو اسے راضی کرنا پسندیدہ ہے۔

میاں محمد فاروقؒ کو جس کے نام یہ مکتوب لکھا گیا ہے، چاہیے کہ اپنا وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے ہاتھ نہ اٹھائے اور لمبی لمبی امیدیں نہ باندھے۔ اور اس حالت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے جو کچھ میسر ہو، اسے جمعیت دل کے ساتھ یا اس کے بغیر حال اور مستقبل کی جمعیت سمجھے۔ بہت سے لوگ زیادہ کی طلب میں تھوڑے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کی طرح تم بھی

ہو جاؤ اور دونوں طرف سے محروم ہو جاؤ۔ تھوڑے کو بہت سمجھو، تاکہ عطا کرنے والے کا شکر ادا ہو سکے۔ اور یہی شکر، کثیر کے حصول کا سبب بن جائے۔ اگر یہ دولت ہزار سال میں بھی میسّر ہو، تو پھر بھی غنیمت سمجھو۔

مکتوب : ۷۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

مکتوب کے مطالعہ کے بعد سوالات سے آگاہی ہوئی، چونکہ دوسرے اہم مسائل میں سے اہم تر مسئلہ حق تعالےٰ کی ایجاد ہے، اس لیے سب سے پہلے اسی کی تحقیق سے شروع کرتا ہوں جاننا چاہیئے کہ مسئلہ ایجاد کی پہچان کا کمال، عذاب پانے والے کافر اور توبہ کرنے والے مومن کے لیے حقائقِ اشیا کی پہچان پر دارومدار رکھتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے ہمارے اللہ ہمیں حقائقِ اشیا اس طرح دِکھا، جس طرح کردہ ہیں۔ بہت سے مذاہب حقائقِ اشیا کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے قضا و قدر کی تحقیق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اور ایمان سے ٹوٹ کر کفر سے جڑ گئے ہیں۔ تمہاری یہ ناقص عقل جو عدم ایجاد کو ترجیح دے کر کافر ہو گئی ہے، ایمان سے ٹوٹ کر کفر سے جڑ گئی ہے۔ اس سے توبہ کریں اور تجدیدِ ایمان کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اس کی تحقیق دو قسم کی ہے۔ ایک مجمل اور ایک مفصل۔

مجمل یہ ہے کہ جان لیں کہ اللہ تعالےٰ حکیم مطلق ہے اور اس حکیمِ مطلق کا کام پوری حکمت سے ہے وہ ترجیح دیئے جانے سے پاک ہے۔ ایک طرف کو دو طرف پر ترجیح دینا، اس کے اختیار کے ماتحت اور اس کی حکمت کے مطابق ہے۔ اس کا اختیار دوسری طرف کے تابع نہیں، یعنی ترجیح کے دو اطراف میں سے ترجیح شدہ طرف اس کے اختیار اور ارادے سے ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے ارادے سے قبل ہی وہ ترجیح شدہ

طرف تھی، اور اختیار اس کے تابع تھا۔ یہ محض کفر اور واضح جہالت ہے۔

اور یہ کہ اگر عقل بعض دقیق باتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تو یہ عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی ایجاد و حکمت کا قصور نہیں، کیونکہ حکمت سے باخبر نہ ہونا ہماری اپنی کوتاہی ہے۔ یہ عجیب بے عقلی ہے کہ انسان خود اپنی عقل کے ناقص ہونے کا قائل ہے لیکن اس کے باوجود اس کی عدم دریافت کو نقصان کا سبب سمجھتا ہے۔ اور ایجاد میں نقصان کی تجویز کو نقصان سے پاک ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس مجمل پر ایمان رکھے، کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کیا ہے، وہی ہونا چاہیئے تھا اور متفرق خیالات کو شیطانوں کے تیر سمجھے، اور ان کے دُور کرنے کی کوشش کرے تاکہ راہِ راست سے نہ ہٹ جائے۔

اور مفصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات، صفات اور شانوں کے ساتھ ازلی اور قدیم ہے، نیز کہ اس کا ارادہ جمال و جلال کی صفات کے کمالات کے حُسن کے ظہور کے لیے دوسرے درجے میں شہادت ہے، اور اس کے ظہور کے باوجود غیب ہونا درجۂ اوّل ہے، یعنی مرتبۂ صفات ہے اور استغنا کے باوجود اللہ تعالےٰ ظہورِ ثانی سے ازلی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانے۔ پس اللہ تعالےٰ کا ارادہ "لا" سے مخصوص اور غالب ہو کر قہر کی نازک صفات کے حُسنِ کمالات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور پھر مغلوب و معدوم ہو کر عدمِ ظہور کی طرف آیا اور چونکہ جلال کی صفات کا حُسن اس بات کا مقتضی ہے، کہ مظہر سے حُسن سلب کر لیا جائے اور جمال کی صفات کا حُسن مظہر کو بخشا جائے۔ اس لیے لاچار ان دونوں کامل صفات کے تقاضے سے، کہ ان کی مخالفت ممکن نہیں، کافر، جلال کی صفات کا مظہر ہے، اور چونکہ اس کا وجود، صفتِ مذکور کے تقاضائے حُسن کے ظہور کی وجہ سے

ازلی تھا۔ اس لیے سلوک کے حُسنِ ایمان کی وجہ سے کُفر مغلوب و معیوب ٹھہرا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا، تو صفتِ جلال کا حُسن ظہور میں نہ آتا، اور یہ بات غیر معقول ہے، کہ کافر کا وجود، حسنِ جلال کے ظہور کے لیے ازلی مراد کے تقاضے کے مطابق ازلی ہوتا اس لیے وہ کون صاحبِ عقل ہے، کہ اس کے ظہور کی نفی تجویز کرتا۔ مختصر بات یہ ہے کہ اگر صفات کے تقاضے کے لحاظ سے بھی نہ دیکھیں، اور عقل کو ہی اپنا حاکم بنا لیں، تو عقلِ سلیم بھی حُسنِ صفات کے وجودِ ظہور پر حاکم ہو گی نہ کہ عدمِ ظہور پر پس ہماری رمزوں کو سمجھئے۔ اے بھائی دامنِ کاغذ تنگ ہے۔ اس لیے مفصّل بات کو مجُمل انداز سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اگر اللہ نے چاہا، تو کسی دوسری ملاقات میں باقی ماندہ شُبہ بھی دُور ہو جائے گا۔

اضافہ:۔ ذبح اور صدقے کا مسئلہ میں نے لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اور ترکہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کا مُہر شوہر کے ذمّہ ہے اور وہ شوہر کا ترکہ فروخت کر کے یا قیمت لگا کر اس میں سے مہر اپنے پاس رکھ لے، تو جائز ہے اور اگر اس کی قیمت مُہر سے کم ہو، تو اتنا نقصان عورت کا ہو گا۔ اور اگر مُہر شوہر کے ذمّہ نہ ہو، اور غلط طور پر شوہر کے ترکے کو بیچ دے، تو بالغ بچّے بلوغت کی عُمر کو پہنچنے کے بعد اپنے حِصّے کی بیع فسخ کر سکتے ہیں، خواہ وہ سب سلامت ہوں یا ہلاک ہو گئے ہوں۔ اور خریدار سے اپنا حصّہ لے سکتے ہیں والسلام۔

مکتوب: ۴۷

فضیلت مآب محمدؐ اکرمؒ کے نام۔

مجبّی اکرمؒ۔ اس آیت عظیمہ کے نُور سے کہ "اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے"۔ آپ کے لکھے ہوئے شفقت آمیز

خط نے وہاں کے حالات سے مطلع کیا، اور یہاں کے حالات جاننے کی خواہش سے آگاہ کیا۔ میرے عزیز! چند دن کے لیے یہاں بھی بہت سی خرابی دیکھنے میں آئی، چنانچہ بہت سے لوگ اپنے قبیلوں کے ساتھ بے وطن ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ اطلاع محض افواہ تھی۔ بعض لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے ہیں۔ میں بھی شہر میں آگیا تھا۔ ابھی تک اکثر لوگ خوف زدہ ہیں، دیکھیں غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ توقع ہے کہ دشمن و دوست کے خلاف جو بھی پیش آئے، اسے رضائے خدا سمجھ کر تمام امورِ عبادت میں پورے توکل اور صبر سے کوشش کرتے رہیں کہ دراصل یہی کام ہے اور باقی سب کچھ ہیچ۔ اگر آپ کو موقعہ ملے، تو کسی وقت قدم رنجہ فرمائیں۔

مکتوب : ۷۵

فضیلت مآب محمد اکرمؒ کے نام۔

اللہ کے پاک نام سے، اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بلند معانی سے لبریز آپ کے مراسلے کی آمد نے دل کو فرحت بخشی، اور سعادتِ ازلی کے آثار سے جو حقیقی اہلِ تقویٰ کا حصہ اور نبوتِ مصطفویؐ کے کمالات سے بہرہ ور ہیں، کا پتہ دیا۔ اے اللہ! جو مستعدین سے دانائی حاصل کرتے ہیں ان میں اضافہ کر، اور انہیں مرتبہ حق الیقین کے حاملین میں سے بنا، میرے عزیز! جو کچھ بلندیٔ نسبت کے متعلق لکھا گیا تھا، تو یہ سب کچھ نسبتِ سابقہ کا ماحصل ہے ہر چند سابقہ نسبت درجے کے اعتبار سے زیادہ روشن اور زیادہ کامل نیز زیادہ لطیف اور زیادہ غالب ہے، لیکن چونکہ بعض مستعد حضرات ذاتی مناسبت کی بدولت تنہائی کے مرتبہ سے آگاہی پانے کی وجہ سے تفصیل اور مظہریت کے درجہ سے بالکل قطع تعلق

چاہتے ہیں اور تخلیص کا یہ مرتبہ، مقامِ تفصیل کا محیط و مرکز ہے اور حقیقی مظہریت اس مقام پر بے تامّل حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے آپ کو مکمّل طور پر تنہائی کی اس حیثیت کے، جو معلوم ہو چکی ہوتی ہے، اور اس سعادت کے، جو مل چکی ہوتی ہے، سپرد کر دیتے ہیں، اور فکر و اندیشہ سے رہائی پا لیتے ہیں، کیونکہ یہ نسبتِ عالی، سابقہ معانی کو اپنے دامن میں لیے ہوتی ہے، اور ذاتِ حقیقی کے وصال سے بہرہ اندوز ہو کر لاانتہا قابلیتوں کی مالک بن جاتی ہے، اس لیے سابق مرتبہ، صفات کی پیوستگی سے باخبر ہوتا ہے، کیونکہ معدوم الکیفی کی نسبت حقیقت میں غیرت رکھتی ہے لیکن چونکہ مرتبۂ خلوُ کے بعض حقائق سے آگاہی دینا ملاقات پر موقوف ہے، اس لیے انشاء اللہ اگلی ملاقات پر اُن باریک نکات سے بھی واقفیت دی جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اپنے آپ کو اسی مختصر حیثیت کے، کہ یہی مرتبۂ خلوُ ہے، سپرد کر کے اوقات کو اسی طرح مرتب کریں، کہ کوئی وقت بھی اس مقصد سے خالی نہ رہے اور مسلسل ترقی ہوتی رہے اور اعمال کی درستی، اور اخلاق کی بلندی کے لیے انتہا درجے کی احتیاط روا رکھی جائے۔ اور توکّل کی کمر مضبوط باندھ کر، اور فقر و فاقہ کو اہلِ طریقت کا خلاصہ جان کر ظاہری اور باطنی نظر کو ہر لحاظ سے اہلِ جہاں سے پوری طرح پاک رکھیں۔ حیف، صد حیف اس شخص پر، جو اصل سے ملنے والا ہو، مگر مظہریت، وصولِ صفاتی اور درجۂ تفصیلی اس کے لیے حجاب بن جائیں، اور اللہ تعالےٰ کے بغیر یہ سب تقصیریں اور گناہ ہیں۔

میرے عزیز! ایا یہ کوئی کمال نہیں ہے کہ اہلِ صفا ظاہری اعمال کی آراستگی اور تہذیبِ اخلاق کریں۔ اور ظاہر کی آراستگی اسی بات کی خبر دیتی ہے اگرچہ باطنی کمال کے بغیر، ظاہری آراستگی اس کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس کا مقام اور ہے۔ اور اس کا مقام اور۔

اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں اور اگر موقع ملے تو تمام اعزّہ

کو بھی سلام پہنچائیں۔ میاں پیر محمد کو ایک اسم کی یاد داشت سے واقف کرایا تھا۔ اگر قلّتِ صحبت کی وجہ سے کوئی شک رہ گیا ہو تو اس کو جلدی سے پُورا کر دیں اور اپنی صحبت کے ذریعے اس پر توجّہ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ زیادہ وقت تنہائی، خاموشی اور مراقبہ کو دیں اور بہت تھوڑا، بلکہ بہت ہی تھوڑا وقت مسائل ضروری کے بارے میں کلام کریں۔ اکثر باوضو رہیں، کیونکہ ظاہری طہارت باطن سے اتفاق کرتی ہے۔ اور جب صورت یہ ہو جائے، تو معاملہ نُورٌ علیٰ نُور ہو جاتا ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب : ۷۶

محمّد فاروقؒ کے نام لکھا گیا۔

برادرم محمّد فاروقؒ خدا کی تائید سے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنے۔ انہوں نے ہمارے حضرتِ ایشاںؒ کے چند مبارک کلمات کے بارے میں جو بہت دقیق اور گہری عبارت میں لکھے گئے تھے، اس احقر سے اُن کے معانی کی تحقیق کے لیے تکلیف فرمائی، جس سے مجھے سعادت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس حقیر میں اتنی طاقت کہاں، کہ اتنے دقیق اور گہرے کلمات کے معانی میں دخل دے۔ لیکن سوال کرنے والے کو جہاں تک ممکن ہو، جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق چونکہ ان کی اصطلاحات سے قدرے واقف ہوں۔ اِس لیے ہر کلمہ کے معانی الگ الگ بیان کرتا ہُوں، ذرا توجہ سے سنیں۔

لکھتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے "کہ حق تعالےٰ میرے معاملے میں اتنی غیرت رکھتے ہیں، کہ وہ نہیں چاہتے کہ میری تربیت میں کسی غیر کا واسطہ ہو" اس عبارت سے حضرت سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کی نفی ہوتی ہے، اور یہ ممنوع ہے۔

میرے مشفق! واسطہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مُثبتُ الحجاب (حجاب برقرار رکھنے والا) اور دوسرا مُرتفع الحجاب (حجاب اٹھانے والا)۔ مُثبتُ الحجاب وہ واسطہ ہے، جس میں کسی زبان کی تعلیم پیشوا و سردار کی وحی اور تعلیم کے ذریعے ہوتی ہے اور مرتفع الحجاب پیشوا و سردار کی اطاعت کا واسطہ ہے۔ جب حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی پیروکار کمال پیروی کے واسطے سے مکمل استعداد پیدا کر لیتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانی اور رُوحانی تعلیم کے واسطے کے بغیر علم لدنّی کی تعلیم سے تربیت پا لے، تو اللہ تعالےٰ اس قدر اطاعت کی استعداد رکھنے والے کی تربیت خود فرماتا ہے۔ اور یہ تربیت درحقیقت پیشوا کی پیروکاری کے واسطے کے تحت ہوتی ہے اور اس کے نبی کے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے، جو ان کے پیروکار کی پیروکاری کی بدولت ظہور میں آیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی واسطہ نہیں لیکن حقیقت میں حقیقی واسطہ ہے، جو پیشوا کی پیروی کا واسطہ ہے۔

چنانچہ جب ہمارے حضرت ایشانؒ کو کمال پیروی سے، جو اللہ تعالےٰ نے حضرت ایشانؒ کو عطا کی، مذکورہ بالا استعداد میسر آ گئی اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا، تو غیرتِ خداوندی کا ظہور ہوا، اور علم الدنّی کے ذریعے اصلی تعلیم عطا فرمائی، تاکہ یہ محبوب خدا کا محبوب، راستے میں نہ رہ جائے اور اس کے پیشوا کی بزرگی ظاہر ہو جائے۔ سُبحان اللہ یہ کتنا عظیم الشان پیرکار ہے اور بُرہانِ عظیم کا محبُوب ہے کہ اس نے اپنی تعلیم سے پیروکار کو حریم کبریا کے قابل بنا دیا اور اس کی تعلیم کا کام اللہ تعالےٰ کے سپُرد کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کی غیرت نے اپنے محبُوب کی عزّت افزائی کے لیے اس کے پیروکار کو کسی اور کے حوالے نہ کیا۔ یہ بزرگی درحقیقت پیشوا کی بُزرگی ہے، بے بضاعت پیروکار کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس بارگاہ کے قابل ہو۔ حقیقت میں یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا فیض ہے، کہ

انہوں نے مہربانی کی۔ اللہ کے فضل نے اس خادم پیرو کار کو پیشوا کی فیض بخشی کے طفیل، اور اُسے اللہ تعالیٰ کے سپُرد کرنے کی بدولت اپنے پیشوا کی طرح تعلیم دے کر سرفراز کیا، جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

ما مریدانیم و شاگردانِ حق　　علم ما از علمِ حق گیرد سبق

(ترجمہ) ہم اللہ تعالیٰ کے مرید اور شاگرد ہیں۔ ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے سبق لیتا ہے۔

نیز اس دولتِ تعلیم سے وہ اپنے پیشوا کا ساتھی بن گیا اور ساتھی بننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ برابر ہو گیا، کہ ایسا ہونا معدوم ہے، البتہ وہ شرکت، جس سے برابری کا سوال پیدا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص سبق میں شرکت ہے، نہ کہ ایک معلّم کی تعلیم میں شرکت۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ ایجاد میں عام و خاص شریک ہیں، لیکن مخصوص موجُودیت اور خاص تربیت میں وہ باہم شریک نہیں اور پہلی شرکت میں برابری ملحوظ ہے، لیکن دوسری شرکت میں برابری نہیں، سُبحان اللہ۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ نے، اللہ اُن کی خطا معاف فرمائے، حضرت ایشاںؒ کے قول کی حقیقت پر، جو شرکت سے ظاہر ہوتی ہے، اس گروہ کی اصطلاحات کو نہ جاننے کی وجہ سے اعتراض کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا جو کچھ کہا۔

اور یہ جو محبتِ حقیقی کے وصولِ اوّل کو مرکز سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا کا حصّہ ہے اور وصُولِ ثانی کو دائرہ تمائیل میں دکھاتے ہیں، جو اصل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت ایشاںؒ نے، جو حضرت خاتم الانبیا اور حضرت خلیل اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے، اسی پیروی کی مناسبت سے اس دائرہ محبّت میں راہ پیدا کر لی۔ اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم، جو عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے مرکز سے وصل کرنے والے، اور مکمّل تفصیل ہیں، مرکز میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ دائرہ کی تفصیلات حاصل کرنے کی طرف توجّہ

نہیں رکھتے۔ اس لیے ہمارے حضرت ایشاںؒ کی حیثیتِ تفصیلی سے پیوستگی، جو دائرہ سے عبارت ہے، "جس نے ان کی سُنّت کو روشن کیا، اس کے لیے اجر ہے، اور جس نے اس پر عمل کیا، اس کے لیے بھی اجر ہے" کے حکم کے مطابق مرکز کے مجمل کمال کے باوجود، جو خاتم الانبیاء کے لیے ثابت و مسلّم ہے، آنحضرت کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اور ضمنی امانت صاحبِ امانت کو پہنچ جاتی ہے۔

نیز حضرت ایشاںؒ کے اس قول کی تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیلی محبوبیت کا مرتبہ میری بدولت، جو کہ اُن کا کمترین غلام ہوں، حاصل ہوا، محبت کے مرتبے کی تحقیق سے واضح ہو گئی اور اس میں کوئی مشکل نہیں۔ اور چونکہ ولایتِ ظلّی کا مرتبہ شہودِ حق ہے اور جو شہود ہے، وہ وصلِ پوشیدہ اور ظہور کے دائرہ میں داخل ہے اور جب تک شہود سے غائب میں نہیں آتا۔ ظاہرِ حقیقی کا وصول وصلِ یاس سے میسّر نہیں ہوتا۔ اس لیے اربابِ شہود کے لیے ظاہرِ حقیقی کے وصل کو کل پر اٹھا رکھا گیا ہے اور چونکہ ہمارے حضرت ایشاںؒ نے مرتبۂ شہود سے گزر کر مرتبۂ غیب تک، ظاہرِ حقیقی کے مطابق اور علمِ لدنی کی تعلیم سے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، پہنچنے کا شرف حاصل کر لیا ہے، لہٰذا اصحابِ شہود کے لیے جس شے کی امید آخرت میں ہے، وہ انہیں دُنیا ہی میں حاصل ہے۔ چنانچہ غیب سے شہود میں آنا ظاہرِ حقیقی سے حجاب میں ہونا ہے، اس لیے واصلانِ غیب کے حق میں یہ معنی لینا محض شرک ہے۔ پس اسے سمجھیے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ سے حقیقتِ کعبہ افضل ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرتِ کعبہ کی دو حقیقتیں ہیں۔ ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے اور یہ نورِ اوّل کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے۔ نورِ اوّل نورِ محمدیؐ ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے، جو معبودیت یعنی جس کو سجدہ کیا جائے، کی حقیقت ہے

اور کعبہ کی یہی حقیقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی مقتضی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دو حقیقتیں ہیں، ایک حقیقت مرتبۂ مخلوق کی ہے۔ جو نورِ اوّل کی ذات ہے اور تمام قابلیتوں کو جمع کرنے والی ہے اور کعبہ بھی ان قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے اور دوسری حقیقت مرتبۂ وجوب کی ہے، جو ذات کی قابلیت ہے۔ اور علمی اعتبار سے ہے، تاکہ تمام شیون و صفات کو اجمالی طریقے سے جمع کرنے والی بنے۔ اور یہ قابلیت معبودیت کی قابلیتوں میں سے ایک قابلیت ہے، چنانچہ ہمارے حضرت ایشاںؒ کا قول فضیلتِ کعبہ کے متعلق دوسری حقیقت ہے نہ کہ پہلی پس اسے سمجھئے۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ میری تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سرشت کے بقیّہ میں سے ہے، تو جاننا چاہیے کہ ہر نبی کی حقیقی انسانیت کی تخلیق کا الگ مرتبہ ہے، جس میں اپنے کمال کے تمام تابع حقائق شامل ہیں۔ اور انسانی حقیقت، علمی قابلیّت ہے' اس لیے ہر نبی کو اس حقیقت سے ایک مخصوص بلکہ نہایت مخصوص حصّہ ملا ہوتا ہے' اور ان کے پیروکاروں کو بھی باقی ماندہ میں سے کچھ حصّہ میسّر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ایشاںؒ کا قول بھی آنحضرتؐ کی بقیّہ طینت میں سے حصّہ لینے کا مطلب اس فقیر کے نزدیک یہی ہے۔ اور اس کے بارے میں حدیث نبوی بھی ہے: اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمْ لِاَنَّهَا مِنْ بَقِيَّةِ طِينَةِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام: "بزرگوں کی عزت کرو کیونکہ وہ حضرت آدمؑ کی طینت کے بقیّہ میں سے ہیں" مناسبت انسانی کی خبر دیتی ہے اور وہ جو لکھا ہے کہ بعض اولیا، بعض صحابہ کرام سے، بلکہ کئی ایک انبیا سے افضل ہیں اور اُن کو تمام اولیا پر شرف حاصل ہے، تو میرے مشفق! یہ تحقیق خبر کے سلسلے میں ہے اور اس کا جواز حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہم السلام سے ظاہر ہے، جو

کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اور وہ جو لکھا ہے کہ آنحضرت کے چاروں یاروں میں سے میں ہر ایک کے درجے سے آگے گزر گیا، اور درجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا۔ اور میں نے اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگا ہوا پایا۔ اس قول کی تحقیق اس طرح ہے، کہ بعض اولیائے کمال کو کسی مقام پر متمکن ہو جانے، استعداد کی فراوانی اور راہِ سلوک کی سیر سے فراغت کے بعد یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اور انبیائے علیہم السلام کے مقامات کا معائنہ کیا جائے، تاکہ پیروکاروں کے مرتبے کی پستی اور پیشواؤں کے مرتبے کی بلندی کے حقیقی فرق کو معلوم کر کے اس تقلیدی اور سماعی عقیدے کی، جو ان کی نسبت رکھا جاتا ہے، تحقیق کی جائے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان بلند مراتب کا معائنہ، ادنےٰ پیروکار کو ان مراتب کی نورانیت کے تھوڑے بہت رنگ سے محروم نہیں رکھے گا اور دریائے اشارہ کے طے کرنے کا مطلب اپنی استعداد کی تنگی کا آنحضرت کی استعداد سے مقابلہ کرنا ہے، جو بے شمار مراتب حاصل کرنے کے بعد بھی مزید ترقی کے خواہاں ہیں، چنانچہ "قُل رَبِّ زِدنِی عِلماً" کی آیت اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، سُبحان اللہ کیسی بات کہی ہے کہ اس میں ایسے معنوی اشارے بیان کر دیے گئے ہیں کہ اکثر ظاہر بیں انہیں نہیں سمجھ سکے، بلکہ انہوں نے اس کے برعکس مطلب لیا ہے ؏

بس کنم، خود زیرکاں را ایں بس است (ترجمہ) اسی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ سمجھ داروں کے لیے یہی کافی ہے۔

مکتوب : ۷۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس کی ہر روز ایک نئی شان ہوتی ہے، اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ، کی کئی شانیں ہیں۔ اور ہر شان ایک مخصوص تعیّن کو پیدا کرتی ہے، اور تمام تعینات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے بعض انتہائی ادنےٰ ہیں، اور یہ مناسب نہیں کہ ان میں سے بعض کو کثیر واسطوں کے بغیر حاصل کرلیا جائے، اور بعض کے لیے یہ مناسب ہے کہ انہیں واسطوں کے بغیر پالیا جائے اور وہ لوگ جو بغیر وسیلے کے پا لیتے ہیں، وہ انبیا ہیں۔ دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں، جو اولیا ہیں اور ان کے درمیان بھی درجات کا فرق ہے بعض ہمیشہ کئی وسائل کے محتاج ہوتے ہیں اور بعض صرف ایک وسیلے کے۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ کثیر واسطوں والوں کی ابتدا سلوک سے، اور انتہا جذبے سے ہوتی ہے۔ اور ان کے درمیان بھی بعض میں ابتدا ہی سے فرق ہوتا ہے۔ بعض میں وسط میں، اور بعض میں آخر میں۔ جو لوگ ابتدائے جذبہ میں ہوتے ہیں، وہ ولایت خاصّہ کے سایہ میں ہوتے ہیں، جسے ولایتِ اولیا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور بعض محققّین کے نزدیک وہ ولایتِ صغریٰ میں ہوتے ہیں۔ اور ابتدا کے لوگوں کے لیے یہ عجب نہیں کہ وہ مسنونہ عبادات میں کوتاہی کریں۔ چنانچہ وہ بظاہر بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ، مراتبِ قیود میں سخت پابند مرتبہ ہے۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک اس مقام سے رہائی پا کر درمیانے جزُ کے ظہور کے ذریعے ولایتِ خاصّہ نفس کے کمالات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مقام پر اگرچہ وہ بدعات کے ارتکاب اور ترکِ نماز سے محفوظ رہے گا۔ لیکن توحیدِ وجُودی سے مغلوب ہو جائے گا، اور سُکر کے غلبہ کی حالت میں کبھی کبھی فرائض پنجگانہ سے قاصر رہے گا۔ کیونکہ یہ محفوظ صورت ہے، اور حبیب خاص فضل سے بغیر کسی بہانے کے اس سے خلاصی مل جائے گی اور مرتبۂ انتہا کو پہنچنے والے جزُ کا ظہور ہوگا۔ تو وہ

شخص توحیدِ شہودی کا مالک بن جائے گا اور اہلیتِ نفس سے ولایتِ خاصہ کی بزرگی
حاصل کرے گا۔ اور ان دونوں مراتب پر پہنچ کر علمِ مطلق کے کمالات یعنی معلوماتِ ازلی
کے ظہور سے، مختلف درجات کے حساب سے آئینہ عرفانیت میں ظاہر ہوگا۔ پس
اس کے وصول کا تعلق ولایتِ کامل کے وسط میں محصول الکیفیت کے علم سے اور
ولایتِ کامل کے آخر میں مجہول الکیفیت کے علم سے ہوگا۔ اس اثنا میں اس کا علم، ظلی علم لدنی
سے جو عرفان کی تعبیر کرنے والا ہے، منسوب ہوگا۔ اور علمِ حضوری اور اصلی علمِ لدنی آئینہ
عرفان میں ظہور نہیں کرے گا اور جب بے حد خاص فضل کا ظہور ہوگا، تو اصلی علم حضوری
کے ظہور سے غیب کی معلومات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مرتبہ پر پہنچ
کر معلومِ حصولی اور مجہول الکیفی سے ترقی کر کے اور معلوم سے معدوم الکیف تک۔ جو
معلومات کی حقیقت ہے، غیب کی حقیقت پا کر اصل کے مرتبے پر پہنچ جائے گا، لیکن
ابھی اس کا علم ادھورا ہوگا۔ چنانچہ اس اثنا میں علمِ حضوری کی ابتدا سے مشرف ہوگا اور
یہ ابتدا انبیا کی ولایت ہے۔ اس مرتبہ پر علم کے کمالات میں سے کچھ حصہ میسر ہو جائے
گا۔ لیکن ابھی اس حضوری کی حقیقت بہت آگے ہے اور جب اللہ تعالےٰ کا فضل
مدد فرمائے گا، تو اللہ کی صفتِ علم تک پہنچ سکے گا اور اس حضوری کو اللہ تعالےٰ
کے علم سے حضوریِ ذات پائے گا۔ اس مقام پر علم محض اور معلوم ہیچ ہوگا۔ اس مقام
و مرتبہ کو حضوریِ علم کا نام دیتے ہیں اور یہ مرتبہ ولایتِ انبیا کے وسط سے تعلق رکھتا
ہے اور جب پتہ چل جائے گا۔ کہ ذات خود علیم ہے، اور علم اس کی ذاتی قابلیت ہے
اور ذات پر زاید امر نہیں، تو اس اثنا میں نبوت کے کمالات میں سے وہ کچھ حصہ پا
لے گا۔ (ہمارے اور تمام انبیا پر صلوات) اور اس مرتبہ کو حضوری میں حضور کہتے ہیں
اور کمالاتِ نبوت اور ولایتِ انبیا میں سے کچھ حصہ پانے کے بعد وہ کمال کو پہنچ جائے
گا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

مکتوب : ۷۸

شیخ محمد اکرم درویشؒ کے نام جو ان دنوں مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے ہیں۔

اے اللہ مجھے متقیوں میں سے آگے بڑھنے والا بنا، کیونکہ ہم نے تیرے ہاں کے متقی لوگوں کو بزرگ مانا ہے۔

اور صلاح پیشہ اور سعادت اندیشہ شخص اپنے مقصود کی طرف کوشش کرنے میں مخلص و صادق ہوتا ہے، اور اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ وہ جس شے کی کوشش کرتا ہے، اسے پالیتا ہے، اور اس کا مقصود کعبۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ ہوتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی علامت پُرسکون آبادی اور اس پُرنور دیار میں وقار کا وجود ہے۔ اور اس کی استقامت اور اس کا تقویٰ روز بروز بڑھتا ہے جیسا کہ اہلِ ہدایت شیخ اعظمؒ پر پوشیدہ نہیں۔ اے میرے اللہ! اُسے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اور اس معاملے میں اس کا اِتباع کرنے والوں میں بنا تاکہ ہم بھی اس کی طرح مقصودِ معرفت تک پہنچ جائیں۔

اے شیخِ قوم! ہم آپ کو السلام علیکم کہتے ہیں، اور اس میں کوئی تکلف اور ریا نہیں۔ اور پھر ہم آپ سے قیام شریف کے اوّل مناسک میں ہمیں یاد رکھنے کی درخواست کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات اور گناہوں کے اندھیرے سے نکالے جو اس طویل عمر کے دوران سرزد ہوئے ہیں، اور جن کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ سے ان کے عفو کی اُمید رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس گنہ گار کا ایک متقی بھائی مقام شریف پر اس کا ذکر کرے گا۔ اور وہ ذکر قبولیت سے خالی نہیں ہوگا۔ اور ہم اس بات کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے خالص توبہ کرنے والوں میں بنا، اور اس دیارِ امن میں ایمان پر خاتمہ کر۔ اس عریضہ کا حامل، ایک مُخلص درویش و قلندر ہے۔ اس نے صرف دلی محبت کی وجہ سے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اسے شرفِ ملاقا[ت]

بخش کر دعظ و نصیحت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ: مرتبۂ ولایتِ خاص میں نایافت مطلوب ہے، اس لیے توجہ معدوم نہیں، بلکہ گم ہے۔ یعنی معمولی سے توجہ ہے، لیکن معلوم نہیں ہوتی۔ جانتا ہے کہ معدوم ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کا فضل رہبری کرتا ہے، تو توجہ مفقود یعنی توجۂ خفی پر اطلاع پا لیتا ہے۔ اس وقت سمجھ جاتا ہے کہ ابھی توجہ باقی ہے، اور جب توجہ باقی ہوتی ہے، تو اس کا حصول بھی اللہ کے فضل سے باقی ہوتا ہے۔ ولایتِ انبیا کا آغاز ظہور فرماتا ہے اور توجۂ خفی کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ چنانچہ جب ولایتِ اخص (خاص الخاص) میں علمِ لدنی کی تعلیم سے ابھی بہرہ مند نہیں ہوتا، تو علم حصولی، خفی ہوتا ہے، اور علم حصولی سے کام نامکمل ہوتا ہے، اور ولایتِ انبیا میں علمِ حصولی ہر لحاظ سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی علمِ حضوری سے شرف یاب ہوتا ہے، اور مجبوراً توجہ معدوم ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

میرے عزیز! مفقود و معدوم توجہ کا بیان لکھنا اور کہنا آسان ہے، لیکن اس کی پوشیدہ بصیرت کو اگر اللہ کا فضل بے توجہی کی نسبت بخش دے، تو یہ ایک نادر بات ہے، چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا ہے۔ تنہائی کی متخیلہ بات کو کہنا آسان ہے، لیکن اس تک پہنچنا میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

مکتوب: ۷۹

شیخ عبدالغنیؒ کے نام جو حاجی حرمین الشریفین میاں فیروز شاہؒ کے مخلصین میں سے ہے، لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب پر، جو اسی شے کا علم رکھتا ہے، جسے اللہ نے دیا ہے۔ سلام اس

کی آل پر اور صحابہ پر جو امت کے بہترین لوگ ہیں جنہوں نے کشف العلا کے ذریعے حق کو پایا۔

میرے مشفق بھائی شیخ عبدالغنیؒ، سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس حدیث کی تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں "احمد بلا میم" ہوں اور اس کی شرح میں بعض عزیزوں نے فرمایا ہے کہ جب لفظ احمد سے حرف 'م' کو نکال دیا جائے تو لفظ 'احد' رہ جاتا ہے اور میم کا حلقہ، حلقۂ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے، اور ثبوت فراہم کرتا ہے اور جب آنحضرت کی ذاتِ پاک نے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لی اور اضافات و نسبتی سے فارغ ہو گئی۔ تو پھر دُوئی نہ رہی، اس وقت سوائے 'احد' کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ عینیت کے قائلوں نے یہی کہا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں آنحضرت کو عینیت کے قائلین پر جوڑ لیا ہے متاخریں ہیں، کوئی بزرگی نہیں رہتی۔ اور ہمارے طریقۂ عالیہ کے بزرگوں نے (خدا ان کے اسرار پاک رکھے) نے بھی اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں۔

میرے عزیز! اس بے سرو سامان کو اتنی طاقت کہاں کہ اس قسم کی عبارت میں جو رموز و اشارات پر مبنی ہے، کوئی دخل دے، تاہم میں نے اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے، اور امانت رہ گیا ہے اسے بیان کرتا ہوں معلوم ہونا چاہیے، کہ حضراتِ انبیاءؑ کی ذات مغلوبیت اور عینیت کے مرتبے سے ماورا ہے۔ وہاں صرف صحوِ خالص، عبدیت اور التجا ہے، اس لیے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مطلب صحوِ خالص کے اعتبار سے یہ ہے۔ کہ "میں تمہاری طرح ایک بندہ ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ حق سبحانہ تعالےٰ اپنے فضل سے غیب کا علم مجھ پر وحی کرتا ہے، اس لیے علمِ لدنی کے مخصوص علم کی تعلیم سے میں "احمد بلا میم" ہوں اور میم سے مراد مثل ہے۔ یعنی میں ایسا اللہ کی حمد کرنے والا ہوں، جس کی کوئی مثل نہیں، اور جس کا حمد میں کوئی شریک نہیں، بلکہ جو شخص بھی

اللہ کی حمد کرتا ہے، وہ میری حمد کے کمالات میں سے ایک کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔

حاشیہ:۔ میں احمد بلا میم ہوں یعنی میں اپنی آرزو اور امید سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس وقت میں حق کے ساتھ ہوں۔ اس لیے حق کے ساتھ باقی ہو گیا ہوں۔ اب جو کچھ میں کہتا ہوں، حق کے فرمان کے مطابق کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ باقی ہوں۔ اس طرح عینیت لازم نہیں آتی۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

مکتوب: ۸۰

فضیلت مآب شیخ عبدالغنیؒ کی خدمت میں بعض سوالات کے جوابات میں۔

اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ سلامتی صرف اس کے لیے ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اس عقیدت مند اور سعادت کیش کی طرف سے جو فقر کی نعمت سے صاحبِ افتخار ہے، دو خطوط یکے بعد دیگرے وصول ہوئے جن میں بعض امور کی کشائش اور دل جمعی کا حصول شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ دوسرے کے عروج میں پہلے کا نقصان پورا ہو۔ اور جو کچھ شرافت کے سایہ سے مطلوب ہے، اس کی حقیقت کھل جائے، اور اسے ترقی ملے۔ پہلا واقعہ جس نے دل پر ہجوم کیا ہوا ہے، اور اس کی وجہ سے گناہوں کی عادت پڑ گئی ہے۔ قرآن مجید کی آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دے گا) سے کچھ حصہ عطا کیا ہے اور اس آیت کے آخر میں کہ "جو بعد میں ہونگے، امیدوار ہیں"۔ ایک عمدہ واقعہ ہے، اور یہ جو بھیڑ کو آپ کے سامنے چیر پھاڑ کیا گیا ہے، تو اس سے آپ کی مثال حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح ہے۔ وہ شدید تکلیفیں جو آپ کے وجود

پر نازل کی گئیں۔ گویا فدیہ ذبح پر اکتفا کیا گیا، یہ ایک خوشخبری ہے، لیکن اس انعام کے باوجود ریاضت و محنت کو عبادت کا لازمی جز سمجھ کر جہاں تک ممکن ہو بجا لانا چاہیے۔
اس گنہ گار کے بارے میں آپ جو اعتقاد رکھتے ہیں، وہ ہمارے بزرگوں کے نُور نے نیک گمان سرایت کر کے اس فقیر کے ذریعے آپ کے عقیدے میں جگہ پیدا کر لی ہے۔
اس تمام واردات کو ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب کریں اور اس فقیر کے واسطہ کو درمیان میں نہ لائیں اور اللہ آپکو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے اور اسی طرح سے لوگوں کو عجیب و غریب حالات و واردات سے روشناس کرایا جاتا ہے، تاکہ ربط وضبط میں اضافہ ہو۔

مکتوب : ۸۱

میاں اللہ دینؒ کے نام تحریر ہوا

سعادت شعار، قائم خدمت، صاحب ہمّت میاں اللہ دین جیو کو فقیر عبد النبیؒ کی طرف سے سلام۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی صُلح ہو چکی تھی چنانچہ سواروں اور بندوقچیوں کو رخصت کر دیا گیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ چند روز کے بعد فقیر خود حاضر ہو گا اور شہر کے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دے گا۔ اور استفادہ کرے گا۔ آپ اس طرف آنے کی زحمت نہ کریں فقیر وہیں آپ سے ملاقات کرے گا۔

مکتوب : ۸۲

اس امر کی تحقیق میں کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل "سُورہ یٰسین" ہے۔
اول و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ میرے بھائی میاں اللہ دینؒ، دینِ مستقیم پر قائم رہے اور راہِ حق کی تلاش میں میرے جیسے پیر کی قید میں نہ رہے، کیونکہ اس

کی صحبت میں اس کے کام میں ترقّی نہیں ہوگی اور اس طرح کے مقیّد انسان سے راہِ طریقت کے بزرگ راضی نہیں، ضرورت بہتری کے دن کی ہے نہ کہ اس مریدی کی، جو رسمی، بیکار اور غفلت میں مبتلا ہو۔ خط مع سوال کے ملا۔ میرے بھائی! ہر شے کے دل سے مراد اس شے کا خلاصہ ہے، جس پر جسم اور روح کے تمام مراتب کی ترقّی کا انحصار ہو لیکن چونکہ اس خلاصہ کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے اس لیے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کی تعلیم کے بغیر اس کے بیان میں اپنی زبان میں نہیں کھولتے اور جب ہم نے انسان اور دوسرے حیوانات میں دل کو آیتِ قرآنی اور حدیثِ رسُول کی رُو سے جسم کا خلاصہ معلوم کرلیا ہے اور اسی طرح جمادات، نباتات وغیرہ میں دِل کے ہونے پر ایمان لاتے ہیں، کیونکہ ان کا بھی خلاصہ ہوتا ہے اور اس خلاصہ کو دل سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس قسم کے تمام جسمانی اجزاء کے خلاصہ کی تعلیم نہیں دی گئی، لہٰذا ہم اس پر غور نہیں کرتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ جب ہم نے یہ طے کرلیا اور سمجھ لیا کہ قرآن مجید کا خلاصہ سُورۂ یٰسین ہے اور اس سورت کے قرآن کا خلاصہ ہونے کا باعث حدیث یا آیت نہیں، بلکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اور ایسا سمجھنے کی وجہ پر ہم غور نہیں کرتے، دوسری بات یہ کہ کلامِ خداوندی، کلام کی ذات اور اس کلامِ مطلق کی برحق آیات کے کمالات کا نام ہے چنانچہ نفسِ کلام کے ساتھ کلام کی نسبت "لاھوٗ" اور "لاغیرہٗ" کی نسبت سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود کمالات کو اطاعت پذیر اور کلامِ مطلق کو قابلِ اطاعت سمجھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ نفوسِ کمالات کو حقیقت کی نظر سے **"لاھوٗ" اور "لاغیرہٗ"** جانتے ہیں اور ظہور کے اعتبار سے بعض کمالات کے ظہور کو قید کے مرتبے میں ظہور کے برابر اور بعض کو بعض پر برتر اور بہتر سمجھتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی آیت کو اس وقت تک منسوخ یا فراموش نہیں کرا دیتے، جب تک اس سے بہتر یا ویسی ہی

آیت نازل نہیں کر دیتے۔ یہ فرق آیات کے ظہور میں ہے۔ مثلاً کسی وقت دو بہنوں کا بیک وقت ایک کے نکاح میں ہونا حلال تھا۔ پھر بعد میں حرام ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے کمال کا ظہور، پہلے کمال کے ظہور سے بہتر ہے۔ اور پہلا کمال اپنے ظہور کے کمال پر بہتر ہونے یا دوسرے کمال سے متفق ہونے کی وجہ سے اس کے ماتحت ہے۔ چنانچہ فضیلت مآب میاں محمد فاضل جیو نے آیات کے ظہور کے بارے میں ان کی کمی اور بیشی اور افضل یا غیر افضل کے متعلق کہا ہوگا، ان کی حقیقت کے بارے میں نہیں کہا ہوگا۔ کیونکہ آیات کی حقیقت اصل میں "لا ھُو" اور "لا غیرہٗ" کی نسبت سے ہے۔ پس اسے سمجھئے۔ فقیرزادوں اور فقرا کی طرف سے سلام۔

مکتوب: ۸۳

صلاح آثار صوفی بلندؒ کے نام، جو حاجی محمد نیر دزؒ کے مخلصین میں سے ہے۔

سعادت شعار صوفی بلند کی ہمت ارجمند ہو۔ جب فقیر کمالِ فقر کو پہنچ جاتا ہے تو غیرِ حق کی خواہش اس کے پوشیدہ دل میں کانٹوں پر چلنے کے برابر ہوتی ہے، اور انتہائی غنا کا کمال، حقیقی غنی پیدا کرتا ہے، اور اس وقت اس کی استعداد کو کُن فیکُون، کے قول کا مظہر بنا دیتا ہے، لیکن اس میں یہ صفت اللہ کے حکم "کُن" کے ظہور کی مقید ہوتی ہے، کیونکہ حق تعالےٰ مطلق ہے۔ اور وہ ہر وقت اور ہر آن اس امر کا حاکم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ اس معنی میں کہا گیا ہے، کہ فقیر وہ ہوتا ہے، جو کسی شئے کو جب کہے ہو جا، تو وہ ہو جائے، اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ سے خالی ہو جائے۔ اور اپنے آپ سے خالی ہونے کے دو مرتبے ہیں، ایک ولایتِ خاص کے مرتبہ میں، جب اللہ کے سوا ہر شئے کو بھلا کر نشۂ محبت سے مغلوب ہوتا ہے، اس وقت امرِ "کُن" کا ظہو

اس کے وصفِ غنا کی بدولت کائنات کے امور میں تصرف کرتا ہے، لیکن تصرفات ہیں، تحقیقِ علمی کی رُو سے اسے اللہ تعالیٰ کے مراتب سے کوئی نسبت نہیں، جب تک محض توجہ سے علوم کے مراتب مناسب تحقیق کے بعد واضح نہ ہو جائیں اور طلبت کے لباس سے الگ نہ ہو جائے، کیونکہ امرِ کُن کا مظہر اس مفہوم میں حقیقی متخیلہ کے خالی ہونے پر موقوف ہے، اور ولایتِ خاصہ کے مرتبہ میں خلوئے متخیلہ ایک صورت ہے۔ یہ عرفان ہے علم نہیں اور اس کے پوشیدہ مراتب خیال کے تصرفات سے الگ نہیں، چنانچہ حضرت پیرؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کی بات صحیح ہے کہ خلوتِ متخیلہ ضروری ہے، یعنی علمِ حقیقی میں تصرفات کے حصول کی تحقیق خلوتِ متخیلہ پر موقوف ہے، اور یہ مقام حضراتِ انبیاؑ کے مرتبۂ ولایت میں داخل ہے اور ولایتِ خاصہ کے مرتبے میں سالک کو توجہ سے ملتا ہے۔ یہ بات متحقق ہے۔ اس حالت میں عرفان حاصل ہوتا ہے، اور ولایتِ اخص کے مرتبے میں صرف نایافت کی طرف توجہ رہ جاتی ہے، اور خاص الخواص کے مرتبے میں نفسِ توجہ معدوم ہے۔ جان لینا چاہیے کہ خلوتِ متخیلہ میں جب خاص الخواص کی ولایت میں علمِ ازلی کی جانب توجہ حاضر ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو غالباً صفاتی وصل حاصل ہوتا ہے، اور وہ صاحبِ علم ہوتا ہے، لہٰذا وہ علمِ حق سے حاضر ہوتا ہے، نیز اس کے دل میں کمالاتِ خلافت کا ظہور ہوتا ہے اور خلافت کے کمالات کے ظہور کی وجہ سے یہ مرتبہ امامت کا مرتبہ ہوتا ہے ابھی یہ شخص خلافت کے مرتبہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ جب وہ اس مرتبے سے ترقی کرے گا اور اخص الخواص کے مرتبہ کو حاصل کرے گا تو اس کی خلوتِ متخیلہ ایک اعلیٰ شان کی مالک ہوگی، اور وہ اللہ کے علم کی بجائے ایمان باللہ کو دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور خلافت کے منصب پر علم کے ذریعے قائم ہو کر علمِ مطلق تک پہنچتا ہے اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ

شخص نایاب ہے، اور مکمل و کامل ہو کر فقیر بہرہ ور بن جاتا ہے اور صفات و ذات کی ذاتِ جامع کے سوا راہِ وصل میں کوئی شئے حائل نہیں ہوتی۔ یہیں سے فقرا کا یہ قول درست معلوم ہوتا ہے کہ میری ذات "ہو اللہ" ہے۔ اگرچہ اُسے ولایت خاصہ، ولایت اخص اور ولایت خواص الخواص میں نیز اس کے مرتبے کی مناسبت سے فقر میں کاملیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی کاملیت اخص الخواص کے مرتبے میں طے شدہ ہے، اور نکات الاسرار میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ یعنی اس کے علم کے بارے میں سوائے ایک تصوری اور مثالی حیثیت کے اور کچھ نہیں، اور محض دخل و تصرف، ایک خیال ہے اور وہ علم کے ساتھ معلوم ہے۔ لیکن یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ وہ خلافت کے ظہور میں معلوم ہے، لیکن اس کے غیر کی طرح اس وقت تک نہیں، جب تک وصل و شہود نہ ہو جائے اور نفسِ خلافت کے مرتبہ میں، جو حضور در حضوری کا مرتبہ ہے، اس کا علم بھی ظہور ہے اور ایمان محض ہے۔

کاغذ تنگ ہے اور معنی زیادہ۔ ع

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے یہی کافی ہے۔)

مکتوب : ۸۴

پُرخلوص حافظ عیسیٰ کے نام چند سوالات کے جواب میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے مشفق بھائی حافظ جیوؒ کے نام، جس پر اللہ کا لطف ہو۔ ان کے خامۂ مہربان کے لکھے ہوئے خطوط، جو حافظ جیو، نواب اعزّ خاں الحال نواب صاحب عنایت اللہ خاں اور مشفقی عطا اللہ خاں کے نام تھے، پہنچ جائیں۔

نیز میاں اسمٰعیلؒ کا لکھا ہوا مکتوب بھی موصول ہو جائے گا۔ یہاں ہر طرف سے تسلی رکھیں۔ سابقہ سوالوں کے جوابات مفصل لکھے گئے، اُن کا مطالعہ فرمائیں۔ اثبات کی نفی میں حضورِ معنی ضروری ہے، اگر لطیفۂ قلبی کی توجہ کے وقت لطیفۂ روحی کی توجہ الٹ ہو جائے، تو بہتر ہے، اگر اتنی طاقت ہو تو مختلف مخصوص رنگوں کے لطائف کا مشاہدہ بابرکت ہوگا۔ ذکر کی لذت کی ضرورت ہے، اگر نفس کا تصور نہ بھی ہو، تو مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی جانور اُونچے گھونسلے سے گر پڑے، تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے اعضائے جسمانی درست ہیں، خواہ اس کے پر و بال نہ نکلے ہوں اور زندہ ہے، تو ذبح کر لینا چاہیے، تاکہ وہ مُردار نہ ہو جائے۔

تلاوت کے وقت اگر معانی کا علم نہ ہو، تو اتنی توجہ سے ضرور کام لے کہ اللہ سبحانہٗ متبرک الفاظ کے ذریعے کلام ازلی سے بول رہا ہے، اور سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں کلام سن رہا ہوں۔

فنا فی الشیخ کے بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مبتدی کسی معاملے میں بھی اپنی حد تک شیخ کی رضا کے خلاف کوشش نہ کرے، متوسط کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیخ کی محبت کا غلبہ اس کو اس حال پر پہنچا دیتا ہے، کہ جدھر نظر کرتا ہے، صورتِ شیخ نظر آتی ہے حتیٰ کہ خود کو شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ رہ جاتا ہے۔ اور وہ خود محو ہو جاتا ہے اور پھر اس دید کا علم بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

جس وقت نمازی، نماز کے لیے کھڑا ہو گیا، تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اللہ تعالےٰ کے کلام کی طرف متوجہ ہوا، تمام دنیاوی تعلقات سے فارغ ہو گیا، اب ان گزرے ہوئے اوقات کی نسبت جب اس کا تعلق غیر سے تھا، اس کے لیے معراج کا وقت ہے۔ معراج عالی اور بلند وقت کو کہتے ہیں۔

اگر بے علمی میں معاش میں کوئی فساد پیدا ہو جائے، اور ایسا مال، حلال مال

ہیں مل جائے اور ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے، تو سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی ادائی بھی ثواب سے خالی نہیں۔

بعض دفعہ جب محنت کم ہوتی ہے، تو یہ استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اگر استعداد محنت میں پختگی نہ پیدا کرے، تو کسی وقت پختگی پیدا ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں امید بخشتہ ہے، خوف نہ کرے۔ استقلال سے کام کرے۔

اگر کسی شخص کی منکوحہ گناہ کی مرتکب ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دے۔ یہی اچھی بات ہے، سوائے اس کے کہ جب کلماتِ کفر کا ارتکاب کرے، تو اس وقت اسے چھوڑ دینا بہتر ہے۔

سوالات کے جواب جلدی جلدی لکھے گئے ہیں، ان کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔

مکتوب: ۸۵

سالک کے قبض و بسط کے بیان میں

پاک ہے وہ ذات، جس نے سالکین کے لیے بسط کے بعد قبض اور قبض کے بعد بسط بنائی۔ اولاً اگر کسی کوتاہی یا واضح گناہ سے قبض ہو جائے، اور سالک کو اس کے سبب کا علم نہ ہو، تو دونوں صورتوں میں احتمال تقصیر کی وجہ سے استغفار واجب ہو جاتا ہے۔ اور وہ استغفار کرتا رہے، حتیٰ کہ رضائے ایزدی سے بسط ظاہر ہو جائے۔ اور ثانیاً اگر اس کے بعد پھر پہلے کی طرح قبض ہو جائے، جیسا کہ اس کا امکان ہے، تو وہ ظلال و محیط کی قید میں ہے، اور اس کے بعد قبض ممکن نہیں، گویا وہ اس قید سے رہا ہو گیا، اور جو اس قیدِ ظلال میں ہوتا ہے اُسے قعرِ نسیاں میں گرا ہوا کہا جاتا ہے، اور جب یہ قید ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا بشریت کی طرف اعادہ ممکن ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا تتمہ باقی رہتا ہے۔ اور جو قیدِ ظلال سے ترقی کر جاتا ہے اُسے قعرِ نیستی میں گرا

ہوا پایا جاتا ہے۔ اور جو اس سے نکل کر اصل فنا تک جا پہنچے، اس کا بشریت کی طرف لوٹنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نہ اُسے لوٹایا جاتا ہے اور نہ وہ امن کے طریقے سے واپس ہوتا ہے۔ اور یہاں اس کی مراد بشریت سے ہے، وہ بشریت جو اصلی ہے۔

مکتوب: ۸٦

حقایق آگاہ میر محمدؒ کے نام

حمد و صلوٰۃ و تسلیمات کے بعد، صاحب دانش و آگاہی، میر محمدؒ کی خدمت میں سلام محبت کے بعد عرض ہے، کہ خاکسار کے عریضہ کے جواب میں آپ کا مکتوب شریف ملا۔ اور اس کے مطالعہ سے لکھی ہوئی باتوں سے اطلاع ملی۔ ان کا لبّ لباب یہ معلوم ہوا، کہ چونکہ اس فقیر نے اپنے کسی گزشتہ خط میں غیبت سے منع کیا تھا، کیونکہ یہ شریعت میں ممنوع ہے، تو اس سے یہ قیاس کر لیا گیا، کہ امر بالمعروف سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں قرآن مجید کی وہ آیت لائی گئی، جو مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہی گئی ہے۔ کہ "وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور بدی سے روکتے ہیں"۔ یہ نہیں سمجھا گیا کہ میں نے منکر (بدی) سے منع کیا ہے۔ کیونکہ غیبت مسلمانوں کی جماعت کی طرف بدگمانی اور ان کے حالات کی ٹوہ لگانا ہے، اور یہ وہی بات ہے، جسے آپ نے خود بھی لکھا ہے۔ "اور جو بدی سے روکتے ہیں" اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ بدی سے روکنا دراصل نیکی کا حکم دینا ہے، اور اس مہربان کی عبارت جو مکتوب شریف میں درج تھی، اسی طرح یہاں نقل کرتا ہوں، تاکہ آپ معروف و منکر میں فرق معلوم کر سکیں اور وہ عبارت یہ ہے "اور وہ لوگ جو تمہارے ہاں پسندیدہ ہوتے ہیں، اُن میں سے اکثر دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور وہ اکثر دنیا کی مرادوں کے لیے اللہ کی عبادت

کرتے ہیں۔ اور وہ اس غرض کے سوا نہیں ملنے کے لیے نہیں آتے۔ اکثر کا حال اسلام کو کمزور کر دیتا ہے۔ اور یہ منافقین کا حال ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کہا ہے، کہ "وہ ایمان نہیں رکھتے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام لائے......"
اور یہ نہ صرف غیبت کی طرف اشارہ کرتی ہے، بلکہ اس کی تصریح کرتی ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ غیبت کیا ہے۔ یعنی کسی مومن بھائی کی غیر حاضری میں اس کے گناہوں کا ذکر کرنا، اور اگر معاصی نہ ہوں، تو غلط طور پر گناہوں سے مُتّہم کرنا۔ اس لیے آپ کی یہ عبارت دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو اس فقیر کے پاس آنے والے گناہ گار ہوتے ہیں یا گناہگار نہیں ہوتے۔ اگر وہ گناہ گار ہوتے ہیں، تو اُن کی غیر حاضری میں اُن کی یاد گناہوں سے کرنا غیبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ اس گروہ کا نام منافق ہے۔ اور بدگمانی غیبت سے بھی بڑی ہے۔ "اے صاحبِ بصیرت لوگو، عبرت حاصل کرو"۔ اور اگر وہ لوگ گناہ گار نہ ہوں، تو یہ صریح جھوٹ ہے، بلکہ منافقوں سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے کُفر کا خوف ہے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے اور یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے"۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک دفعہ جب کہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اور وہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تشریف رکھتی تھیں، دیکھا کہ ایک شخص جا رہا ہے۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا، تو بی بی عائشہ رضؓ نے فرمایا، "اے اللہ کے رسُول، یہ آدمی کتنا لمبا تھا"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "عائشہ رضؓ تو نے ایک مسلمان کی غیبت کی ہے، گویا تو نے مُردار کھایا ہے" بی بی صاحبہ نے فرمایا، "یا حضرتؐ میں نے سچی بات کہی ہے کیونکہ میں نے صرف لمبے کو لمبا کہا ہے"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، "عائشہ رضؓ غیبت یہی تو ہے کہ کسی شخص کے عیب کو اس کی غیر حاضری میں حقارت سے بیان کیا جائے اور اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو پھر ایسا ذکر جھوٹ

ہوگا" مزید یہ کہ ایک دفعہ بعض صحابہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی غیر حاضری میں انہیں سبز قدم (منحوس) کہا تھا۔ اس کے بعد جب دربار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارے منہ سے مردار کے گوشت کی بدبو آرہی ہے صحابہ نے متعجب ہوکر پوچھا "یا حضرت ہم نے تو مردار نہیں کھایا"۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے کسی مومن کی غیبت کی ہوگی۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔

"میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اے ایمان لانے والو۔ ظن سے بے حد بچو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ٹوہ نہ لگاؤ اور غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے"۔ پس اس سے کراہت کرو۔"

میرے عزیز امر اور نہی کے ظہور کا جو مقام ہے تو یہ تحریر کسی بھائی کی غیبت میں اس کے گناہوں کا ذکر ہے اور یہ نواہی میں شامل ہے اور حکم معروفات میں داخل ہے۔ پس اسے سمجھئے اور گمان سے بچیے۔ اور اس گمان سے بچیئے جو تم نے میرے اور میری پسندیدہ جماعت کے بارے میں قائم کر رکھا ہے۔ اور وہ جھوٹ اور غیبت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ تم شکر گزار بنو۔ کیونکہ ہمارے علم کے مطابق تم نے ایک عطا کردہ نعمت کو جھٹلایا۔ اور نعمت پر شکر واجب ہے۔ اس لئے تم کوتاہی کرنے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو۔ نبوت کی دوستی نہیں ہوتی ہیں۔

مکتوب : ۸۷

حضرت میر محمدؒ کے نام۔

اس ذات پاک کے نام سے اس کی مدد چاہنے کے بعد۔ شاید میں نے جواب میں کوئی کوتاہی کی ہے، جس کی وضاحت آپ نے طلب کی ہے۔ اور میں کہتا ہوں،

"اے ربّ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں" اور میں مزید کہتا ہوں، کہ سمجھ لو، کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک روح کے ذریعے اور دوسری بدن کے ذریعے۔ روح کے ذریعے کی عبادت زیادہ تر مرتبۂ ولایت پر واجب ہے، اور روح اور بدن کی ملی جلی عبادت انبیا اور ہمارے نبیؐ، سب پر صلوٰۃ و تسلیمات، پر واجب ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں کہا ہے ؎

اے بسا ناآوردہ استثنا بگفت — جان شاں با جانِ استثنا است جفت

ترجمہ:- اکثر ایسا ہوا کہ استثنا کیے بغیر بات کی گئی۔ حالانکہ ان کی جان استثنا کے ساتھ پیوست ہوتی ہے۔

اولیا اللہ کا حال یہ ہے کہ ان میں سے بعض اکثر اوقات عالمِ سکر میں رک گئے ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں، کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نبوّت کے عطا ہونے سے پہلے غارِ حرا میں چھ ماہ تک مقیم رہے، اور نزولِ احکام کے نہ ہونے کی وجہ سے اُن پر بدنی عبادت واجب نہ تھی۔ اور وہ اس زمانے میں باطنی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب انہیں علم ہو گیا، اور ان کا دل مضبوط ہو گیا، تو انہیں طریقۂ عبادت کا پتہ چل گیا۔ اس وقت تک ان کے دل میں طریقۂ انبیاءً مسلّمہ اور متحقق تھا۔ لیکن اسے زبان پر لانا موجبِ عتاب تھا، کیونکہ اس کے بارے میں احکام واضح نہیں تھے۔ اور یہ توقف خطا کے احتمال کی وجہ سے تھا، اور یہ لغزش کوئی بڑی لغزش نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ معصوم عن الخطا تھے۔ اور توقف کی یہ حالت چالیس دن تک رہی۔ اس توقف کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی جسے شفقت و کرم کی جہت سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس کے بعد وہ آداب میں کوتاہی نہ کر جائیں، اور دوسری یہ کہ وہ ان کی قدرت میں نہیں تھی۔ کیونکہ دعوتِ نبوّت کا ظہور چند گنتی کے دنوں میں لازم تھا۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ عدمِ ظہور اور ظہورِ نبوّت کے درمیان ساٹھ دن کا عرصۂ جاہلیت تھا، تاکہ اس اثنا میں وہ اس امر پہ قدرت حاصل کر لیں۔

اور یہ حُسن جلالی کے ظہور کا تقاضا ہے، بالخصوص جن کو دعوت دی گئی ہو۔ اور آپ کے حُزن پر کوئی تعجب نہیں، کیونکہ آپ کا حُزن والم عدم اطلاع کی وجہ سے تھا، کہ وحی میں کیوں رکاوٹ پڑ گئی ہے، اور اس حُزن والم کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو اتنا عرصہ دعوت نہ دی جا سکی، اس کا لازمی تقاضا حُزن تھا، کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ حُزن کسی نقصان پر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ آنحضرتؐ کی طرف توجہ نہ کی گئی تھی، اور نبوت کا ابھی پوری طرح ظہور نہیں ہو رہا تھا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے، اور آپ سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والے اور آخری نبی تھے۔ اور اسی طرح سورۂ اسریٰ میں فرمایا گیا "لوگ تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ رُوح امر ربی ہے، اور تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے، وہ بھی واپس لے لیں، اور پھر تو ہم پر کوئی زور نہیں ڈال سکے گا، سوائے اپنے ربّ کی رحمت کے۔ بے شک آپ پر اس کا فضل بہت زیادہ ہے" اور جیسا کہ تحریر کیا گیا، اس سوال کا جو تم نے "سِرّ استغنا" کے بارے میں کیا تھا، جواب لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ اس ضعیف نے اپنی استعداد کے مطابق ظاہر کر دیا ہے، اور میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ لوگوں کے حال کو ان پر واضح نہیں کرتا، اور قاصر رہتا ہے، ہم اللہ تعالےٰ سے اس کے بیان میں خطا کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے اہل عقل، سمجھ لو کہ ساری کائنات ایک جملۂ واحدہ ہے، جو اس کی دو حسین صفات یعنی صفتِ جمال اور صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ اور اس کی ہر صفت کا خاصّہ اس کا ظہور ہے، اور صفتِ جمال، "میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی" کے مطابق ہے، اور ہر وجود کا سبب اور ہر مظہر کا ثبوت، مظہر کے اندر ہوتا ہے، جو ظاہری اور باطنی طور پر اس کی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے

قبل کہا گیا، وہ تقاضائے حسن کے مطابق وجود کے ظاہر اور باطن سے ظہور میں آتا ہے۔

اور صفتِ جلال کا ظہور ایک خیرِ محض ہے، جو مظہر کے اندر ظہورِ اطلاقی کی حیثیت سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے بنانے سے قبل تھا، اور وہ ظہور کی حیثیت سے خیر تھا۔ اور وہ ظاہر جو کہ اس کے حقیقی فعل کی طرف منسوب ہے، اس کی تخلیق کے اندر خیرِ محض ہے، جیسا کہ باطنی ظہور کے وقت تھا، جبکہ اس ذاتِ پاک کے لیے مخلوق کا نفسِ مقیّد، شرِ محض تھا، اور اس میں صرف عذاب دیے جانے اور انعام واکرام سے محروم رہنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ ان پر زیادتی بھی کی گئی۔ نعمتوں کا سبب جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، کہ "ہم نے ان کی جلدوں کو دوسری جلدوں سے بدل دیا، تاکہ وہ عذاب چکھیں"۔ اور یہ صفتِ جلال کا تقاضا تھا، کہ ان کو نعمتوں سے محروم رکھا جائے۔ اور ان پر آناً فاناً عذاب نازل کیا جائے۔ اس طرح اس کے کمالاتِ حسنہ کے مطابق اس کے وجود اور آثارِ شر کا نام لیا گیا ہے۔[1]

---

[1] بے شک جنہوں نے حق کو چھپایا۔ اور توحید کے دلائل، قرآن کی آیات اور پیغمبر کے معجزات کے باوجود اس کی طرف مائل نہیں ہوئے، ہم جلد ہی ان کو ایسی آگ میں ڈالیں گے۔ جو ان کی کھالوں کو پکا دے گی، یا جلا دے گی۔ اور ہم ان کی کھالوں کو بغیر اس کے کہ وہ پختہ ہوں یا جل جائیں، دوسری کھالوں میں تبدیل کر دیں گے، اور یہ تبدیلی ایک ساعت میں سو بار ہو گی۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ جلدیں گیارہ سو بیس ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ ان کی تحقیق ہے کہ جلدیں جب جل جایا کریں گی، تو پھر اصلی حالت میں آجایا کریں گی۔ یہ تبدیلی صفت میں ہو گی، ذات میں نہیں ہو گی۔ اور یہ عذاب کی صورت ہو گی۔ یعنی انسان کو ہر لحظہ تازہ کیا جائے گا۔ اور اسے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اور یہ عذاب دائمی ہو گا۔ بے شک خدا غالب ہے، اور کوئی اُسے عذاب دینے سے منع نہیں کر سکتا۔

اور جب میں نے دونوں مذکورہ متصل ظہوروں کو دیکھا، اور ان پر غور کیا، تو میں نے معلوم کیا کہ ان کے قریب رہنے والے لوگوں پر واجب ہے، کہ وہ ہر وقت ظاہری ظہور کی طرف دیکھیں، اور کبھی اس باطنی حقیقت پر نظر نہ کریں جس کو شرک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس طرح شرک کے ساتھ صدق ثابت ہو جاتا ہے۔ سوائے اس وقت کے جب کوئی شرعی ضرورت لاحق ہو جائے، یا انہیں ردا کا حکم دیا جائے، یا جب حدود اور اس طرح کی کوئی شے شریر کے ساتھ واقع ہو جائے۔ اور اس وقت، عارفوں کے لیے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ حدود کے اندر رہ کر اس کے حق میں دعا کریں۔ اور وہ مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف طاری کرے۔

جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا، تو میری زبان اور دل پر سکوت واجب ہو گیا، تاکہ اس کے گناہ میرے دل پر نہ پڑیں، یا دل میں مذکورہ ضرورت سے پہلے اس کی عیب چینی کرنے لگ جاؤں اور جب تمہیں اس بات کا پتہ لگ گیا، جو میں نے کہی، تو تم پر بھی ضرورت سے پہلے خاموشی واجب ہو گئی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر فقراء کو میں نے بلاضرورت غافل پایا ہے پس اس نے اولیاء کی اصطلاح میں مرتبۂ کُل سے گرا دیا ہے، اور جب یہ لغزش طویل ہو جائے، تو پھر گزشتہ احوال پر توبہ لازم ہو جاتی ہے، اور مستقبل میں استغفار بغیر عمل کے زبان سے ترک کرنا ضروری ہے۔

اے دوست! ہم نے عربی زبان میں قدرت حاصل نہیں کی، اور اب ارادہ ہے کہ فارسی میں لکھیں، اور جب ہم نے قلم اٹھایا، تو لوحِ محفوظ سے عربی کے کلمات ٹپکے جس طرح کہ خشک زمین پر بارش کے قطرے گرتے ہیں، اور اس کے حسن و نعمت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ کہ تو نے اس اُمّی سے پوچھا، اور اللہ کا شکر ہے کہ میں ان علوم کے ظہور کا سبب بنا ہوں تاکہ ہدایت پانے

والے نفع پاسکیں، اور سوال کرنے والے دوست کو اس کی جزا عطا ہو۔

مکتوب : ۸۸

فیضِ عام و خاص کے بیان میں تحریر کیا گیا

پاک ہے وہ ذات، جو دونوں جہانوں پر دو طرح سے فیض کرتی ہے، ایک فیضِ عام اور دوسرا فیضِ خاص۔ فیضِ عام والے لوگ وہ ہیں، جو جلال و جمال کی مشترکہ خصوصیت کے ظہور سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتے ہیں، اور اس کے جمال کے انوار کے مظاہر ان کے وجود و ثبوت کے لیے ہیں۔ لیکن وہ اس قابل نہیں، کہ ان سے شریعت کے پردے اٹھا دیئے جائیں، اور انہیں بخشے ہوئے وجود عطا کیے جاتے رہیں، یہاں تک کہ وہ مقامِ قرب تک ان ظلماتی اور نورانی حجابات کو اٹھاتے ہوئے پہنچ جائیں، جو حکمتِ بالغہ سے صفتِ جمال کے تقاضے کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ اور ان کے درمیان پڑ گئے تھے۔ شاید رعبِ جلال اور ذاتِ پاک کی اس پاکیزگی کی وجہ سے وہ کہیں مضمحل نہ ہو جائیں، جو ان پر پڑ رہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالےٰ نور و ظلمت کے ستر ہزار پردوں میں ہے .... تا آخر" اور یہ فیضِ عام کے لوگ ہیں، جو بشری وجود میں موجود ہیں۔ ان کے عروج میں اللہ تعالےٰ کے جلال کی سطوت مانع ہے۔ یہ لوگ برگزیدہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں لباسِ بخشش عطا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے فیضِ خاص کے ظہور سے اللہ کے رنگِ اخلاق میں رنگے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالےٰ کے خاص جمال کا ظہور ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی، تو پھر انبیا، اولیا اور اہلِ جنت پر ایک نگاہ ڈالیں، اس لیے کہ انہیں دوسری مرتبہ زندگی دی گئی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے فرشتے آسمانوں میں اس وقت تک داخل نہیں ہوتے، جب تک انہیں دوسری زندگی نہیں دی

جاتی۔ اور بشری وجود اور اس کے کمالات سے وہ ہر طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں اس طرح کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اللہ پاک کے اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ پس اب یہ لوگ اس طرف نہیں لوٹ سکتے، جو ایک حدیث میں اس کلمہ کی صورت میں واقع ہے" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالے کے اخلاق پیدا کر لیے ہیں"۔

جب یہ ثابت ہو گیا، تو یہ بات بھی ثابت ہوئی۔ سارا عالم انوارِ جمال کے فیض سے عالمِ وجود میں ہے، اور جلنے سے محفوظ ہے۔ چونکہ جلانا۔ اللہ تعالے کے جلال کے انوار کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اور اس کا ظہور حجاب کے اٹھنے کے بعد ہوتا ہے اور وہ لوگ جو مرتبۂ عام میں ہوتے ہیں، ان کا حجاب اٹھایا نہیں جاتا۔ جمال وجلال کے مشترکہ انوار کا اظہار ان کے اس مرتبہ میں تربیت کے لیے صفتِ جمال کے ساتھ کہا جاتا ہے، اور تربیتِ جمال اس وقت تک منقطع نہیں ہوتی جب تک وہ انوارِ جلال کے برداشت کرنے کے قابل رہتے ہیں، اور جب وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتے، تو پھر انہیں بخشے ہوئے وجود کے ساتھ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور نہ ہی انہیں اللہ تعالے کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے" بے شک اللہ سبحانہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے"، یعنی ان لوگوں سے جو وجودِ لینہ سے باہر نہیں آتے، اور اس کی صفات کے ساتھ اپنے آپ کو متصف نہیں کرتے۔ اور جب وہ متصف ہو جاتے ہیں، تو اللہ سبحانہ' ان کے حق میں فرماتے ہیں کہ "میں (ایسے بندے کا) کان ہوں، اس کی آنکھ ہوں، اس کا ہاتھ ہوں اور اس کا پاؤں ہوں۔ وہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ بولتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے"۔ اس لیے وہ مردِ کامل ہوتا ہے۔ وہ دو مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ ایک مرتبۂ مظہریت، جو کہ وجودِ بشریت کی جہت سے ہے، اور دوسرا مرتبہ مظہریت، جو اس کے اخلاق میں رنگے جانے کی وجہ سے ہے۔

مرتبۂ بشریت کی حیثیت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھول جاتے ہو۔ چنانچہ جب میں بھول جاؤں، تو مجھے یاد کرا دیا کرو"۔ اور اللہ کی صفت سے متصف ہونے کی بدولت آپ نے فرمایا، "میں احمد بلا میم ہوں۔ اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب اللہ میرے ساتھ ہوتا ہے، اور کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل وہاں نہیں ہوتا"۔

پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی شریک نہیں، اور انبیاء اور اولیاء میں سے کوئی اس ذاتِ مقدس تک نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے بخشنے ہوئے وجود کے، اور اس کی صفات سے متصف شخص کے۔ پس ایسے شخص کے لیے کوئی خوف نہیں سوائے اس کے کہ اس کی تجلی سے جل جائے۔ ع۔ بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است

(ترجمہ) اس پر ختم کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

سلام کے بعد مطالعہ فرمائیں۔ اس فقیر درماندہ کی اتنی بساط کہاں کہ احادیث کی حقیقت کے بارے میں تحقیق کی جرأت کروں۔ لیکن سوال کا جواب دینے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے چند باتوں کا دروازہ کھولا۔ اگر کوئی شبہ باقی رہ گیا ہو تو دوبارہ لکھ بھیجیں۔ تاکہ مجھے پتہ چل جائے۔

مکتوب: ۸۹

حضرت خواجہ بزرگ کے قول کی تحقیق میں۔

روحِ انسانی، اللہ سبحانہ، کو غیر سمجھتی تھی، لیکن پہچانتی نہیں تھی، کیونکہ پہچان شہود سے پیدا ہوتی ہے اور وجود، شہود کے منافی ہے، اس سے خواجہ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) صاحب کی مراد بشریت اصلی ہے، لیکن عارضی بشریت، بشر کے لیے لازمی ہے اور انبیائے کرام سے بھی بشریتِ الگ نہیں۔ غرض یہ ہے

کہ علم مختصر طور پر ، عقل کا نام ہے اور رُوح تخلیق سے پہلے اور جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے اللہ سبحانہٗ کو جانتی تھی ، کہ وہ میرا خالق ہے ، لیکن اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات کے ظہور کے طریقے سے اپنی ذات و صفات کی حقیقت کی تفصیل کو نہیں جانتی تھی ، مظہریت کی حقیقت ، اور بشریتِ اصلی کی مظہریت ، جو ایک وجود دِ دانا ہے ، ایک مسلمہ بات ہے ، اور یہ مختصراً کسی شئے کے جاننے کو کہتے ہیں ، اور جب اُسے اپنی مظہریت اور اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات کی مظہریت کے بارے میں علم دیا گیا ، اور اس نے اپنے ہر مرتبہ پر خواہ وہ اسم ہو ، خواہ صفت ، اسماء اور صفات کا مشاہدہ کر کے ، اور اس کے ان آثار کو جو بشریت کی وجہ سے اس سے منسوب تھے ، اللہ تعالےٰ کے آثار کا مظہر پایا ، تو بشریت کے وجود کو فنا پذیر پایا ۔ اس کو پہچاننا کہتے ہیں ۔ چنانچہ رُوح کو شہود سے نسبت ، جسم کے تعلق کے بعد عطا کی گئی ۔ تعلق سے قبل کو جاننا کہتے ہیں ، پہچاننا نہیں ، کیونکہ اس کا انحصار شہود پر ہے ۔

مکتوب : ۹۰

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا ۔

سعادت شعار اس بات پر شکر ادا کرتے ہیں ، کہ ایک ہی صحبت میں جمعیتِ خاطر حاصل ہو گئی ، اور ترکِ دنیا منظورِ نظر بن گیا ۔ اور اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہیں ۔ دنیا اور دنیا داروں کی صحبت مبتدی اور متوسط کے لیے زہرِ قاتل ہے ، اور جو صاحبِ کمال منتہا پر پہنچا ہوا ہو ۔ وہ دنیا داروں کی صحبت میں بھی اور مال و دولت کے جمع کرنے میں بھی اہلِ دنیا اور مالِ دنیا سے الگ تھلگ ہوتا ہے ۔ ایسا صاحبِ کمال شخص اللہ کا نائب ہوتا ہے ، جو غافلوں کو تربیت دیتا ہے ، اور تربیت بلا صحبت حاصل نہیں ہوتی ، حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض بندے ایسے

ہوتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہمارے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ اور دنیا سے دلی تعلق پیدا کرنے میں آنکھیں بند کر لینی چاہییں۔ گویا دنیا سے الگ ہیں دوسرے پر نظر نہیں ڈالنی چاہیئے، سوائے نیک گمان کے۔ اور اپنے بارے میں جتنی کوشش کی جائے، نیک بختی ہے۔

رہا دوسرا اور تیسرا واقعہ کہ، آپ نے اپنے آپ کو ہماری صورت میں پایا، تو یہ عقیدے کے کمال کی دلیل ہے اور شیخ میں گم ہو جانے کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں۔ یہ ذکر کا نتیجہ ہے کہ مرید، پیر میں فنا ہو جائے۔ اور رہا اپنے آپ کو کم دیکھنا، تو یہ دل کی نورانیت کی دلیل کا آفتاب ہے۔ چونکہ کام ابھی ترقی پر ہے، اس لیے آپ نسبتۃً کم حصہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات مبارک ہے اور جتنا زیادہ حصہ ملے گا۔ اتنی ہی ترقی کی علامت ہے۔ کوشش کرتے جائیں کہ اپنے آپ کو گم کر دیں، تاکہ حق کی ہستی اور مرشد کی مرضی کے سوا کچھ بھی پسند نہ رہے۔ والسلام۔

مکتوب : ۹۱

مذکورہ بالا عزیز کے جواب میں لکھا گیا۔

تیسری بات کہ جب دل ذکر سے معمور ہو جاتا ہے، تو جو شخص جتنی دیر تک ناپختہ رہتا ہے، جوش میں رہتا ہے، جب پختہ ہو جاتا ہے، تو جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ الغرض اپنے آپ کو اس طرح پیش کریں کہ دل ان مقامات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، منتہیہ مقامات کے سامنے اس کا مرتبہ ایسا ہے، جیسا دریا کے سامنے قطرے کا۔ والسلام۔

واقعہ اوّل کی تعبیر۔ اس شخص کے ۶ لطائف اس طرح ہیں، جیسے قلب اور روح اس واقعہ میں تجلیات بخشتے ہیں۔ کبھی ستارہ کی شکل میں، کبھی چاند کی صورت میں اور

کبھی آفتاب کی مانند: یہ تمام دل کی صفائی کی علامتیں ہیں، بہت اچھی بات ہے۔
دوسرا واقعہ۔ اس صفائیِ دل کا ثمرہ ہے، اور لوگوں کو پھول دینا اس بات کی بشارت ہے، کہ جو ثمرہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا ہے، اُسے عوام میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے۔ کہ یہ دونوں لطائف یعنی روح اور دل دو شمعوں کی طرح ہیں۔ اور ہماری صُورت دیکھنا اس بات کی بشارت ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کے لیے موجُود ہیں تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ ان تمام بشارتوں کو سعادت مندی سمجھ کر مراقبہ کے کام پر کمر بستہ ہو جاؤ: تاکہ انوارِ سفلی، انوارِ لطیفہ کی صُورت میں ظاہر ہوں، اور یہ کیفیّت ختم ہو جائے۔

مکتُوب : ۹۲

خواجہ فیض اللہ کو تعبیرِ واقعات کے ضمن میں تحریر کیا گیا۔

جو لوگ اللہ کا شُکر ادا کرتے ہیں، انہیں سولی پر چڑھایا جاتا ہے، اس سے مُراد طریقت میں مجاہدہ و ریاضت ہے، اور آپ جو خوف زدہ نہیں ہوتے، تو یہ بلندیِ استعداد ہے۔ کیونکہ آپ مجاہدہ کو راہِ محبت سے اختیار کرتے ہیں، اور وہ جو انوار کم ہو جاتے ہیں۔ اور آپ خدا کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، تو یہ کلامِ حق کی تجلیات ہیں، اور وہ جو اپنی تمنّا کو گھٹاتے ہیں، تو سالک کی انتہائے فنا یہ ہوتی ہے کہ سب کو گُم کر دیتے ہیں، یہ سُکر و مستی کی ابتدا ہوتی ہے۔ روٹیوں کا آجانا حق تعالےٰ کا انعام ہے۔ جو آپ کو عطا ہوتا ہے، اور لوگوں میں تقسیم کرنا، اس امر کی خوشخبری ہے کہ اللہ کی نعمت کا ذکر عام کرو۔ جو کچھ آپ کو ملتا ہے، دوسروں کو دو۔ یہ تمام مبشّرات (خوشخبری) ہیں جو سالکوں کو ملا کرتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا شُکر ادا کر کے اس کے حضُور متوجّہ ہونا چاہیئے۔

مکتوب : ۹۳

مذکورہ بالا سائل کے جواب میں لکھا گیا۔

میرے مشفق! سلام عرض ہے۔ ایک نورانی برتن ہے، جسے کھینچا نہیں جاتا، یہ تمام معاملہ جو تحریر کیا گیا ہے، اسی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اطلاع نہیں ملتی، اور دوسرا برتن جو سیاہ بھی ہے اور نورانی بھی۔ آپ نے اس کا بیان طلب کیا ہے اور اس کے ٹوٹنے اور جڑنے تک پہنچے ہو۔ دوسرے ظرف کا بیان ظاہر ہے چاہیے کہ پہلے صرف نورانی برتن کے بارے میں اطلاع دیں، اگر آپ جانتے ہیں، تو تفصیل سے لکھیں، تاکہ دوسرے ظرف (برتن) کے بارے میں لکھا جائے اور آپ کو آگاہ کیا جائے۔

مکتوب : ۹۴

سائل کی درخواست پر شبہات کے جواب میں۔

مشفق عزیز! چونکہ آپ نے سوال کے مطابق جواب نہ لکھا اور اس برتن کے بارے میں کچھ نہ بتایا، جو بالکل نہیں ٹوٹتا، اور وہی پرانی کیفیت لکھ دی، اس لیے معذرت کر دی گئی، ورنہ ضرور جواب لکھتا۔

میرے عزیز! سب سے پہلے آپ کو شہودِ اول، شہودِ ثانی اور شہودِ ثالث کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ شہود غیب کے مقابلے میں ہے "مرتبۂ غیب اللہ تعالےٰ کی قدیمی، ازلی اور بے کیف ذات وصفات کا مرتبہ ہے" شہودِ اول، نورِ اول کا مرتبہ ہے، جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ اگرچہ یہ مرتبہ حادث ہے، لیکن یہ مخفی البدائت اور مخفی الکیف ہے۔ لہٰذا اس مرتبے کو یعنی شہودِ اول کو، غیب نسبی، قدیم نسبی اور مجہول الکیف بھی کہتے ہیں، اور شہودِ ثانی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی شہودِ اوّل کی عظیم رُوح ہے اور شہودِ ثالث ان کا جسم مبارک ہے جو عرشِ اعظم کے اُوپر ہے۔ اور تمام اصُولِ مفصل کا عنصرِ اوّل اور عنصرِ مجمل ہے اور اس جسمِ مبارک سے جو محض نُور ہے۔ تمام مراتبِ مجمل اور عناصرِ مفصل نے ظہور پایا ہے، پس جو سالک فنا کا رُخ کرتا ہے۔ احاطۂ عناصر جو مخلوقات کے اجسام کے مراتب کو احاطہ کرتا ہے، لطافتِ محض سے راہِ حق کے سالک وطالب کو اپنی ذات میں جذب کر لیتا ہے، اور سالک تمام داخلی اور خارجی مراتب اس سے حاصل کرتا ہے اور کسی طرف سے بھی اس کو نسبت نہیں دی جا سکتی۔ چونکہ ظرفِ شہود سے یہ تعلق قائم رہنے کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے سالک کو اس شہود سے آگے ترقی کرنی چاہیے، اور اس سے وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے، سابقہ علم کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے، اور ظرفِ شہود اس کو شامل کرنے والا اور جائے بازگشت ہوتا ہے۔ اسے جو کچھ ملتا ہے، یہیں سے ملتا ہے، اسی طرح ترقی کے مدارج ہیں، جو اسے جا بجا ملتے ہیں۔ وہ پہلے سے بے اختیار ہو کر دوسرے میں جذب ہو کر ترقی کرتا ہے اور آخرکار تمام مراتبِ شہود تک پہنچ جاتا ہے، اور وہ شہودِ اوّل ہے اور یہ شہودِ اوّل کا مرتبہ ہے، جب کہ اس سے اُوپر کوئی شہود نہیں۔ اور اصحابِ شہود پر باقی رہتا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس شہود سے ترقی کر کے کوئی غیبِ حقیقی سے جا ملے۔

چونکہ کاغذ تنگ تھا، اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔ کچھ باقی رہ گیا ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ یہ شہود جو ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ ولایتِ اولیا کے سایہ میں شامل ہیں اور اس ولایت کو بعض "ولایتِ خاصّہ" اور بعض "اولیا صغریٰ" کہتے ہیں۔ یہ شہود اپنی اصل کا کچھ رنگ رکھتا ہے، لیکن اپنی اصل سے بہت دُور ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کس کو اس سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مکتوب ۹۵:

سوال: مشفقِ عزیز! آپ نے جو تحریر کیا ہے، وہ سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذب کے متعلق لکھا ہے، اور یہ سائل کے کام کی بات نہیں کہ وہ ظرف چھوٹا ہے مخلوق ہے، بنا ہے، اور دوسری اطراف سے آنے جانے والا ہے۔ وہاں ہر مستحق کو اس کے استحقاق کے مطابق پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں۔ اس معاملے پر غور کر کے مسائل کے جواب لکھیں۔

جواب: مشفقِ عزیز، میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس میں سے کیا مرتبۂ جذب اور کیا مرتبۂ سلوک، کوئی شئے خارج نہیں۔ چنانچہ اپنی تحقیق کے ضمن میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہر ایک کو پوشاک پہناتے ہیں اور اس ظرف کو توڑ دیتے ہیں۔ یہ جذب کتنی ہے۔ تعجب ہے کہ میری تحقیق کو نظر انداز کیا ہے اور اپنی طرف سے بات کو مختلف معانی پہنا دیئے ہیں۔ یہ طریقہ خلافِ حدیث ہے۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آسانی والے بنو، نہ کہ تنگی والے" اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لباس کے متعلق تھوڑی سی بات کی جاتی ہے، تو یہ ایک امتحان ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ آزمانے والا محروم رہتا ہے۔ اس سلسلے میں تین اشخاص کی ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے دو کی نیت بزرگ کو آزمانے کی تھی۔ اس لئے وہ بے نصیب واپس آئے۔ تیسرا خوش اعتقاد تھا، وہ مقبول ہوا۔ جب کبھی میں نے سلوک، جذب، توبہ، اجتہاد، اور اصطفا کے مراتب کے بارے میں کوئی جامع اصول پیش کیا ہے، تو سمجھا نہیں گیا، میں کیا کروں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ سلوک کیا ہے اور جذبہ کیا؟ اور کس مقام میں ہوتا ہے اور توبہ کیا ہے اور قبولیتِ توبہ کیا؟ اس مقام کے حامل کون ہوتے ہیں؟ اصطفا کیا ہے؟ اور کس مقام کا کیا خاصہ ہے؟ اگر آپ لکھ بھیجیں تو بہتر۔ ورنہ لکھ بھیجو کہ معلوم نہیں، اس وقت ان پانچوں

مراتب کی تفصیل لکھ کر بھیج دوں گا۔

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ایک برتن اسی قسم کا ہے۔ تو معلوم ہونا چاہیے، کہ سلوک و مراتب کی راہ میں قرب، ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب مراتب کی تفصیلات ہیں، جنہیں کم فہمی کی وجہ سے سالک، مرتبۂ لطیف کو نقیل صورت، مثلاً برتن میں دیکھتا ہے۔

مکتوب: ۹۶

میاں محمد کاظم کو صدائے ہویت کے استفسار کے جواب میں لکھا گیا۔

"کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے، سوائے اس کے کہ اُسے وحی کی جائے یا پردے کے پیچھے سے ......" اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا، کہ جو کچھ آواز کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے، وہ یا تو نورانی آواز ہو گی یا جسمانی آواز۔ تمام لباس حادث و فانی ہیں، بلکہ آواز و حرف کے مرتبے سے پرے ہے، جو مقصد و مدعا ہے۔ اور کلام مطلق کا پہلا لباس بھی تقیّد و حدوث کے مرتبے میں ہے لیکن کلام کرنے والا یا تو قدیم ہے یا حادث۔ اگر قدیم ہے، تو وہ ذات، وصفات کے اعتبار سے، ذات وصفات کی جامعیت سے وحدت وکثرت کے بغیر، زمان و مکان کے بغیر کئی لباسوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہور کے بھی دو مرتبے ہیں۔ ظہورِ اطلاقی یا ظہورِ تقییدی۔ اگر یہ ظہور اطلاقی ہے، تو یہ جامع حقیقی کی ذات کا حقیقی ظہور ہے اطلاقی طور پر اپنی پوشیدہ صفات کے کمالات کا ظہور ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اگر یہ ظہور تقییدی ہے، تو یہ کمالاتِ مخفی کا ظہور ہے۔ "پہلے ظہورِ اطلاقی کی مظہریت کے لیے متکلم ازلی کا یہ بیان دو مرتبوں سے ہے، اگر متکلم

حادث ہے، تو پھر اس کی تقسیم کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ ہر لحاظ سے حادث ہے، اور کمالاتِ مخفیہ کے ظہور میں داخل ہے، اور اسے پہلے مرتبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ متکلم دو طرح کے ہیں۔ واجبی کلام کے ظہور نفس والے، اور ان کانوں کے لیے یہ بات غلط نہیں کہ وہ علمِ لدنی اور اصلی کی تعلیم سے ہے، اور ان کے اِتباع میں بعض اولیا کو بھی یہ مقام حاصل ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں، جو تجلی ولایتوں کے درجات سے ترقی کر کے مرتبۂ ولایتِ انبیا تک پہنچ جاتے ہیں، اور یہ کلامِ نفس کے ساتھ مرتبۂ ثانیۂ حادثیہ کہلاتا ہے، جو کہ شہودِ اوّل میں درج ہے، اور جسے نورِ محمدیؐ سے موسوم کیا گیا ہے۔

عزیزِ من، اس بیان میں مَیں اصل آواز ہوں۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اُسی کی ذات سے موجود ہوں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب: ۹۷

ایک عزیز کے نام تحریر ہوا۔

شروع اس ذاتِ پاک کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو میرا رب ہے جس کی تجلیات اور ذات و صفات سے اولیاء تربیت پاتے ہیں، اور جو پھر صفات کی تربیت سے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں، اور ان کے اکثر معاملات تجلیاتِ ذاتی کی بدولت ہیں۔ اگرچہ وہ تجلیِ ذاتی سے بہت کم بہرہ یاب ہوتے ہیں، اور اس تجلی کو ان کے حق میں ترقی کہا جاتا ہے۔ اگر تجلیِ ذاتی اور تجلیِ صفاتی کے درمیان فرق کے بارے میں پوچھا جائے۔ تو میں کہوں گا کہ جب رب اپنی تجلی کرتا ہے، اور اپنے لباسِ صفات میں صورتِ معنوی کو جلوہ گر کرتا ہے۔ جو اس صفت کے لیے مخصوص ہے، اور وہ شخص اس معنیِ محض کی خصوصیت تک پہنچ جاتا

ہے اور پھر دُوسرے وقت دُوسرے معانی کے ساتھ اس طرح، جیسا کہ اللہ چاہے۔ اور اسے صفات کے اندر سیر در سیر کہا جاتا ہے۔ اور جب اس کی استعداد کے بعد اُسے یہ سیر حاصل ہو جاتی ہے، تو یہ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک یہ کہ سیر کرنے والا ایک مقام پر کھڑا رہے اور حالتِ خوف میں رہے، اور یہ معانی بیان ہو چکے ہیں، اور موت تک اس میں قید رہے، اور دوسرا یہ اُسے اپنی استعداد کے مطابق سیر حاصل ہو جائے، اور اس پر ذاتِ متجلّی تک پہنچنے کا ذوق و شوق غالب آجائے، اور اس کا باطن کثرت سے وحدت کی طرف آنے سے کراہت کرے۔

اور پھر یہ بھی دو طرح سے ہے۔ ان میں سے بعض مقامِ دنیا پر کھڑے رہتے ہیں، اور بعض اس کے بَین بَین رہتے ہیں، اِلّا ماشاءاللہ۔ اور بعض اس مرتبۂ فضیلت سے بلا توقف ترقی کر جاتے ہیں، اور یہ مراتب تجلّیات و صفات سے مرتبۂ اجمال تک ہوتے ہیں۔ اور یہ تجلّیِ ذات کا مرتبہ ہے، اور اس پر مقامِ اجمال کثرتِ معانی کے بغیر جامع واحدہ کی تجلّی کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ تجلّیات و صفات کی شان ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی، تو یہ بھی سمجھ لیں، کہ واصلِ اوّل مقیّد ہے، اور یہ ولایتِ خاصّہ کے کمالات کے مرتبے میں ہے، جسے بعض کے ہاں ولایتِ اولیا اور بعض دوسروں کے ہاں ولایتِ صُغریٰ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ولایتِ مذکورہ کے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اس ولایت کے لوگ صراطِ مستقیم کی شرط سے مشروط ہیں۔ اور جو کوئی اس مقام پر ہوتا ہے، وہ تجلّیاتِ صفاتیہ والوں میں سے ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر ان کی قید کا سبب اغراض سے عدمِ خلوص ہے، چاہے وہ مخفی ہو۔ اور یہ اہلِ فنا مقیّد ہیں۔ اور ان کے لیے فنا میں فنا داخل نہیں ہوتی وہ دونوں مرتبے جن کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ گروہ ظلال کے فرق کے ساتھ مراتبِ ظلال کے لوگ ہیں، اور اس مرتبے کی قلّت ہے، کیونکہ وہ سب تجلّیات سے

مغلوب ہیں۔ مثلاً کیا تم جانتے ہو کہ تجلّی کیا ہے؟ وہ کس چیز کی صفت کا ظہور ہے؟ یا کوئی ذات ہے، جو حجاب میں ہے چاہے وہ اہل تجلیات کے ہاں قلیل ہو یا کثیر۔ جب آپ نے یہ بات سمجھ لی، تو بس باقی بھی سمجھ لیں۔

مکتوب : ۹۸

ایک عزیز کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اور سب تعریف اُسی کے لیے ہے، جو دو مرتبوں میں "حامد اور محمود" ہے، ایک قدیم اور ازلی، اطلاق کے مرتبے پر، جو حدوثی تقیدی اور شہودی ہے، اور کسی واسطہ کے بغیر اوّل ہے، اور دوسرا احدوثی مظاہر کے واسطے سے۔

پاک ہے وہ ذات، جس نے خلقت سے بذریعہ نور حجاب کیا، اور جو نور کے ظہور کی شدّت سے پوشیدہ رہا۔ اور وہ ایسا ظاہر ہے جس سے بڑھ کر کوئی ظاہر نہیں، اور وہ ایسا پوشیدہ ہے۔ کہ اُس سے بڑھ کر کوئی پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا اکیلا ہے جو پوشیدگی میں ظاہر ہے اور ظاہر میں پوشیدہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ لطیفہ مشفقانہ کو معانی مِل گئے اور سینہ کُھل گیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

مکتوب : ۹۹

چند واقعات کی تعبیر کے بیان میں

ایک عزیز نے فرمایا ؎

خاک شو خاک تا بر وید گُل	کہ بجُز خاک نیست مظہر گُل

(ترجمہ) خاک ہو جا خاک، تا کہ پھول اُگیں، کیونکہ خاک کے بغیر گل کا مظہر اور کوئی نہیں، خاک کے چھڑکنے سے پھولوں کی افزائش ہوتی ہے، خوب بات ہے، اس

سے مراد طفلِ نفس ہے۔ وہ جب موافقت پیدا کر لیتا ہے، اور سرکشی سے باز آ جاتا ہے، تو علم و معانی کی کثرت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔

دُودھ سے مراد علم کا خزانہ ہے۔ جو شخص خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ میں دُودھ پی رہا ہوں، تو حدیث میں آیا ہے کہ اسے کثرتِ علم کی بشارت ہو۔ حق تعالےٰ اس بشارت کو کہ مقدمہ فنا ہے، منتہٰ ظہور میں لاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے اے اللہ نُور کو میرے اُوپر، میرے نیچے، میرے سامنے اور میرے پیچھے پیدا کر دے یا مجھے نُور بنا دے، یہ نُورٌ علیٰ نُور کی بشارت ہے۔

سالکانِ طریقت کے حق میں یہاں دریا سے مُراد وحدت و معانی کا دریا ہے، اور ظاہر ہے کہ دریائے معانی حق تعالےٰ کے لاانتہا اسرار میں سے ہے۔ لہٰذا قرآن شریف میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے فرمایا گیا "کہہ! اے رب، میرے علم میں اضافہ کر!"

کشتی اپنے پیر کا وسیلہ ہے، کہ اس وسیلہ در وسیلہ کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے

اور آبِ حیاتِ دائمی سے مراد دریائے معانی کا پانی ہے، اور دل میں ظلمت کے گمان ہونے کے مطلب یہ ہے کہ انوارِ الٰہی کی ظلمت ایک پوشیدہ لطیفہ ہے کہ سالک آخر کار اس نُور تک جا پہنچتا ہے، اور آپ کو شروع ہی میں اس کا نظر آنا عالمِ مثال کی تمثیل میں استعدادِ قوی کی خوش خبری ہے۔

یہ واقعات اور ان کے جوابات جو لکھے جا رہے ہیں، ایک الگ کاغذ پر نقل کر کے رکھ لیں۔

شب برات کا دیکھنا، یہ مطلب رکھتا ہے، کہ حساب سے چھٹکارا دے دیا گیا ہے، سُورج کے کم دکھائی دینے سے مراد یہ ہے، کہ اس میں بعض مکروہ اور

بعض مُباح داخل ہوگئی ہیں۔

گھوڑے سے مراد نسبتِ قلبی ہے، اور قبلہ رُو ہونے سے مطلب قوّتِ ایمانی ہے، اور دریائے نُورِ وحدت ہے، جو قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔ تاکہ گھیرے۔ گھوڑے کے پانی پینے کا مطلب نفع بخش نظر نہیں آتا، یہ جذبِ غیبی ہے کہ اس میں اختیار نہیں۔

آپ کو جو خوف آتا ہے، وہ اس خاکی جسم کا تقاضا ہے، جس نے رُوح کے حکم کو قبول نہیں کیا اور جو وحدت کے سمندر میں اپنے آپ کو سپُرد نہیں کرتا۔ اور جو دنیا میں تمہیں نُور کا احاطہ نظر آتا ہے، وہ تمہاری تسلّی کے لیے ہے۔

وہ نُور جس میں دھواں ملا ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ سائے کے مراتب ہیں اور حقیقت کا ظہور سائے کے لباس میں ظاہر ہو رہا ہے اور صاف نُور کا معاملہ ابھی دُور کی بات ہے ؎

تو مباش اصلا، کمال انیست بس　　　گُم شدن گُم کن وصال انیست بس

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے۔ کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے، وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت دے، اور اپنے فضل وکرم سے مراتبِ ظلال کی طرف اور اصل اصول کی طرف روز بروز ترقی دے۔

جوابِ واقعہ:- یہ سب لطائفِ روحی کے انوار ہیں، جو ان تجلیات کے لباس میں نظر آتے ہیں، اور یہ اس امر کی علامت ہیں، کہ لطائف، جسم کے غبار کے زنگ سے صاف ہو چکے ہیں، جواہرات سے بھرے ہوئے طبق سے مراد، قُربت کے مراتب کا درست ہونا ہے۔ اور عَلَم (پرچم) نشانِ پیر کی علامت ہے جو آگے آگے چلتا ہے اور مرید کا رہبر ہے، تاکہ وہ غلطی سے کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

اور غرق ہونے والے آدمی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شریعت کے

تابع اور سنّت کے پیرو کو اس حالت میں دیکھے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر فنا فی اللہ ہے اور اگر گاہے گاہے دیکھے، تو معاملہ وسط میں ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص بدعتی ہے۔ اور شرع کے خلاف چلتا ہے، تو یہ اس کی مکمل گمراہی اور کامل محرومیِ سنّت کی علامت ہے الغرض اگر ان واقعات سے پہلے اور بعد میں تضرّع وزاری ہے، اور غیرِ حق کی خواہشات کی نفی ہے۔ تو یہ رحمانی ظہورات ہیں، اور اگر اس سے پہلے یا بعد میں دل میں پراگندگی اور اندیشوں کی کثرت ہے، تو ایسے انوار سے دست کش ہو کر استغفار کرنا چاہیے کہ ان سے غیر رحمانی (شیطانی) باتوں کی خبر ملتی ہے" ان کو سنا دو، کہ میرا داؤ بڑا سخت ہے" اللہ تعالےٰ نے اسی دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ ظلمت و نور میں سے جو کچھ نظر آئے، اُسے شرع کے ترازو پر تولنا چاہیے۔ اور غافل لوگوں میں شمار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ نورانی اور دوسرے واقعات اچھے ہیں، لیکن ہر واقعہ کے ظہور سے پہلے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضُور میں سر جُھکا دینا چاہیے۔ اور کسی واقعہ کا انتظار یا اس کی طرف توجّہ نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اگر یہ خود بخود ظہور فرمائیں، تو نور بخش ہیں۔

مکتوب : ۱۰۰

واقعات کے جواب میں۔

پہلا واقعہ کہ رحمتِ الٰہی کا پانی حق کا ذکر کرنے والے شخص کے دل اور جسم پر گراتے ہیں، اس امر کی علامت ہے کہ یہ آبِ رحمت، جو دائیں طرف سے آتا ہے اور زمین پر نہیں گرتا، بلکہ تمام کا تمام بدن میں چلا جاتا ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب۔ یہ ایک نورانی خلعت ہے، جو میرے وسیلے سے تمہیں

عطا ہوتی ہے۔ اور تمہارے سر پر باندھنے ہیں۔ اور وہ نورِ سفید لطیفۂ رُوحی کا نُور ہے کہ اس کے ظہور سے شہُود کے سامنے محو ہو جاتا ہے، اور بدن پر دانوں کا گرنا جواہر کی طرح ہے کہ ان کی تاثیر سارے بدن میں ہوتی ہے۔

تیسرے واقعہ کا جواب یہ ہے۔ کہ کبوتر نفس ہے، جو اس شکل میں ظاہر ہو کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہے، حقیقت باپ کی صُورت میں ظاہر ہوئی ہے، اور تمہیں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کی تعلیم دیتی ہے تاکہ تم زینتِ نفس کے دھوکے میں نہ آجاؤ۔

چوتھے واقعہ کا جواب کہ پہاڑ پر چڑھ رہے ہو۔ عرُوج و ترقّی کی خوشخبری ہے، اور راستے میں پتھر کا حائل ہونا ذکر کا چھُوٹ جانا ہے، اور ان چیزوں کے بعد دُوسری چیزوں کا ظہُور یعنی پہاڑ کو پھاڑنا اور نُور کا ظاہر ہونا رفعِ قبض اور نُور کے ظہُور کی علامت ہے، اور پتھر کا اڑنا عرُوج کی روکاوٹوں کے دُور ہونے کی علامت ہے۔ اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پانچویں واقعہ کا جواب بَین بَین ہونا چاہیے۔ نماز کی رعایت کی وجہ سے، ہر اختیار مختارِ حقیقی کے پاس ہے، اس لیے اگر بے خودی کے عالم میں رکُوع و سجُود کی خبر نہ رہے، تو اس نماز کی قضا دُوسری نماز کے وقت ادا کر لینی چاہیے۔

دُوسرا جواب یہ ہے، کہ آپ نے واقعہ میں فرمایا ہے کہ میں عاشق کو قتل کر رہا ہوں چھُری کا ظاہر ہونا اور اس کا قبُول ہونا، تمہارے مرتبہ عشق کی تصدیق کرتا ہے۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر۔

تیسرے واقعہ کا جواب بہت خوب ہے۔ یہ شرع کی پیروی کی خبر ہے۔ اور نیکی کا حکم دینے کی کوشش کے قبُول ہونے کی علامت ہے اور نفس و شیطان کے علم سے حفاظت اور رسالت پناہ کی طرف آنے اور عقیدے کو یاد رکھنے کا نشان ہے۔

اور پتھر کے اندر سیر کرنا، تصرفِ اولیا کا نمونہ ہے۔

دُوسرے واقعہ کا جواب اللہ کی جناب میں گریہ وزاری اور نیازمندی کی حقیقت، پانی کی طرح ہے، جو موتی بن بن کر آنکھوں سے ٹپکتا ہے اور چونکہ جو پانی زمین پر گرتا ہے، وہ ضائع اور برباد ہو جاتا ہے، اس لیے یہ عاشقوں کی آنکھ کا پانی جسم میں غرق ہو کر ہر عضو کو نُورانی مدد پہنچاتا ہے اور سستی اور کاہلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

ایک اور واقعہ کا جواب نُور پر نُور، لطیفۂ قلبی سے ظہُور فرماتا ہے اور کشتی غیبی امداد ہے کہ اس سے دریا کی مسافت آسانی سے طے ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے اللہ تعالےٰ کے حضُور میں لاتے ہیں، اور جو کچھ حق کے خلاف ہوگا، اسے سینے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ "نہ آنکھ چُندھیائی، نہ حد سے تجاوز کیا" کو شاملِ حال جانیں۔ اس واقعہ سے کثرتِ انوار اور غیبی واردات کی خبر ملتی ہے۔ ترقی کی امید رکھیں۔ ؎

تو مباش اصلا، کمال این است و بس گُم شدن گُم کن وصال این است و بس۔

(ترجمہ) کمال بس یہی ہے کہ تو قطعاً کچھ نہ رہے۔ وصال بس یہی ہے کہ تو گُم ہو جائے اور اپنے آپ کو گُم کر دے اسی لیے چاہیے کہ ہر خلافِ شرع بات کو نقصان دہ سمجھیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ جو کچھ بھی نقش و کیفیت حاصل ہو، اللہ تعالےٰ کو اس سے پرے سمجھیں، اور اس کی نفی میں کوشش کریں اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا تھا، فی الحال اخلاص و یقین و عشق کے اسی طریقہ پر قائم رہیں۔ چونکہ معاملہ سابقہ کی طرح پیروِی شرع ہے اس لیے یہ بھی عرُوج و ترقی کی بشارت ہے۔ فی الحال اسی قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس واقعہ کی تاویل سمجھ میں نہ آتی ہو اور مشکل ہو، اُسے ضرور لکھ بھیجا کریں اور اپنا زیادہ تر وقت مراقبہ میں گزاریں۔ جس واقعہ کی سمجھ نہ آئے اُسے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ کا جواب نیک

بشارت ہے۔ وہ ظلمت و غبار جو نفسِ سفلی کی وجہ سے دل پر جمع ہو گیا تھا، رحمت کے پانی نے اسے دھو ڈالا ہے اور دل کو صاف کر دیا ہے۔ تاکہ دل میں وسوسے پیدا نہ ہوں۔ اچھی بشارت ہے۔ مبارک ہو۔

واقعہ کا جواب اچھا ہے۔ دل جمعی سے اپنے کام میں مشغول رہیے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بڑا فضل کرنے والا اور عظمت والا ہے۔ یہ نعمتیں آپ کی استعداد کی خوبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ حضور پُرنور اس مقام پر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے لیے شروع میں اللہ کی تعریف بجالاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر طرح سے حضور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ تمام دنیا حضور پرنور کے سامنے اس طرح گم ہو جاتی ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے، اور حضور اپنے آپ کو اس طرح محو کر دیتے ہیں، کہ اپنی ہستی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب، کہ عاشقوں کا دل خواب میں بھی بیدار ہوتا ہے یہ ہے: مسجد سے مراد اللہ تعالےٰ کا قرب ہے۔ اور آخر کار سالک کا قرب اپنی اصل سے ہو جانا ہے، اور باپ سے ملاقات سے مراد اپنی اصل سے ملاپ ہے، اور باپ کی مہربانی سے مراد اُس ملاپ کا حاصل ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنی اصل سے مل جاتا ہے، تو اس وقت حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اس مقام پر حجابات کا مقصد حضور محض ہے۔ بے حجاب اور محو ہو جانے سے مُراد بالکل اصل رنگ میں رنگا جانا ہے۔

اور دو فقیر جو راہ میں دیکھے گئے، وہ دربان ہیں، جو بیگانوں کو روکتے ہیں جب وہ راستہ عبور ہو گیا، تو ان سے یگانگی پیدا ہو گئی۔ اور پاؤں کھینچ لینے سے یگانگی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان دو کو مہربان پایا اور اپنی خصوصیت بیان کی کیونکہ انہوں نے ایک دوسرے سے نیکی کی بات کی اور کہا کہ ایک کی خاطر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں، اور اُمید دلائی، تاکہ ہمت سے اس راہ کو طے کریں۔ بہ اللہ تعالےٰ

کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے، اُسے عطا کرتا ہے۔

اور واقعہ کا جواب جاننا چاہیے، کہ تلوار کو ڈاکوؤں اور کافروں کو ختم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ سلوک کے راستے میں شیطان ڈاکو ہوتا ہے۔ اور اس کو ختم کرنے کے لیے سالک کی ہمّت بلند ہوتی ہے، جو نفس اور شیطان کے کسی فریب سے بھی ترقّی سے نہیں رُکتا۔ اور ہمت کی تلوار سے نفس اور شیطان کے ہر فریب کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک عزیز نے ڈاکوؤں سے جہاد کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں صاحب ہمّت قرار دیا ہے۔ اور یہ خوش خبری ہے کہ اس واقعہ کے مالک کی فطرت میں ہمت رکھ دی گئی ہے، تاکہ وہ حرص و ہوا کو کاٹ کر رکھ دے۔

اور وہ جو برہنہ تھا، اس سے مُراد اضطراری ہمّت ہے۔ جب قُربت کے مرتبہ میں ترقّی کی، تو اسے ہمّتِ اختیاری دی گئی۔ اور غلاف سے مراد اس مقام پر سالک کے اختیار کا غلاف ہے، تاکہ ہمّت سے کام لے، اور غلط طور پر خرچ نہ کرے ب

رونق عہدِ شباب است اگر بُستاں را مژدہ گُل بُلبلِ خوش الحاں را می رسد

مشو اے بُلبل ایمن تو خود از بادِ خزاں کہ نیابد فرح از رونقِ گُل، مُرداں را

(ترجمہ) اگر باغ میں عہدِ جوانی کی رونق ہے، تو سریلی بُلبل کے لیے پھُول کی خوش خبری ہے۔

اے بُلبل تو اپنے آپ کو خزاں سے محفوظ نہ سمجھ، کیونکہ مرجانے والوں کو پھُولوں کی رونق سے کوئی فرحت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا، "امت اِتراؤ، کیونکہ اللہ تعالےٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔

مکتوب : ۱۰۱

سوال : فیض اللہ بیگ لاہوریؒ کی طرف سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے ۔ خداوند کریم کی مہربانی سے ، اور حضرت کی برکت سے ہر طرح دل جمعی ہے ۔ حضرت جی کے فضل و کرم سے اُمیّد ہے ، کہ اس خاکسار کی ترقّی کے لیے آپ اپنی ظاہری اور باطنی توجہ فرمائیں گے ۔ آپ سے بات پوشیدہ نہ رہے ، کہ

(۱) حالتِ مراقبہ میں کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں ۔ میں ایک روز مراقبہ میں تھا کہ سُوتی کپڑا لایا گیا ، اور میرے لیے کُرتہ سیا گیا ۔ اس کی تعبیر لکھیں ۔

(۲) نیز اکثر مراقبہ کی حالت میں قبلہ گُم ہو جاتا ہے ، اس کی تعبیر کیا ہو گی ؟

(۳) ایک اور دن جب میں مراقبہ میں تھا ، تو ایک مور میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ۔ وہ مور بے حد خوبصُورت تھا ۔ اس کے چند بچّے بھی تھے ۔ اتنے میں ایک جانور آیا اور اس کا ایک بچہ اٹھا کر لے گیا ۔ مور ہوا میں اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنا بچہ چھین کر لے آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مور کس طرح اتنی جلدی اڑا اور جانور کے پنجے سے اپنے بچے کو چھُڑا لایا ۔ ابھی میں اس واقعہ پر تعجّب ہی کر رہا تھا ۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چھ یا سات مور ہیں اور ان کے کئی بچے ہیں ۔ اس کی تعبیر لکھیں ۔

(۴) ایک روز میں رسالت پناہؐ کی طرف توجہ کیے ہوئے تھا کہ میرے دل نے یہ آواز سُنی ۔ کہ حضُور تشریف لاتے ہیں ۔ زیادہ دیر نہ گُزری تھی ، کہ سیام کی طرف سے کئی شعلے اٹھے ۔ اس وقت مجھے ایک باغیچہ نظر آیا ، جو نُور سے معمُور تھا ۔ اسی اثنا میں رسالت پناہؐ میری طرف تشریف لائے اور انھوں نے مجھ سے مُلاقات کی ۔

(۵) ایک اور دفعہ میں مراقبہ میں تھا ، کہ مجھے ایک بہت بڑا عَلَم دیا گیا ۔ اس کا سرا آسمان تک پہنچتا تھا ۔ میں ہر ایک کو کہتا پھرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے

بہت بڑا جھنڈا دیا ہے۔ اس پر ایک شخص نے مجھے کہا کہ نوابوں کے پاس علم ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تو یہ جھنڈا اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اور نواب تو اپنا جھنڈا خود بنایا کرتے ہیں۔ براہِ کرم اس کی تعبیر فرمائیں!

جواب : فیض اللہ بیگؒ کو واقعات کی تعبیر میں لکھا گیا۔

فقیروں کے دوست مرزا فیض اللہ بیگؒ کی خدمت میں سلام۔ آپ کا خیریت کا خط، جس میں واقعات درج تھے، موصول ہوا۔ میرے مشفق یہ تمام واقعات تجلیاتِ الٰہی کا ظہور اور روحانی ترقیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں تضرع اور فقر کی حالت طاری ہو، اور خوشی و مسرت محسوس ہو۔

پہلے واقعہ کی تعبیر حق تعالےٰ کی طرف سے انعام و نوازش کی علامت ہے۔ کُرتہ کے لباس سے مُراد تقویٰ کا عطا کیا جانا ہے دُوسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرنا مقدمۂ فنا کی نایافت ہے، اور اس کی بشارت تقویٰ ہے۔

تیسرے واقعہ کی تعبیر یہ ہے: خوش نما اور دلکش موروں کا آنا مختلف قسم کی تجلیات ہیں۔ جو حق تعالےٰ کی جامع صفات کے ظہور سے، ہر صفت میں اپنی خصوصیت کی وجہ سے جلوہ نما ہے۔ ان کے بچوں سے مراد تجلیات میں مزید نسبت اور ترقی ہے۔ کیونکہ بعض صفات جمادات کی طرح ہوتی ہیں کہ ان میں نشو و نما نہیں ہوسکتی۔ اور وہ اسی مرتبہ پر انحصار رکھتی ہیں۔ جبکہ بعض نباتات کی طرح مزید ترقی کی مقتضی، اور مفصّل سیر کو پہنچانے والی ہوتی ہیں، اور بچے کو لے جانا جو ترقی میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے، شیطان کا کام ہے، لیکن چونکہ ان اہل تجلی کی استعداد میں ترقی کا تقاضا ہے، اس لیے وہ فعل، جو رکاوٹ کی وجہ ہے صاحبِ واقعہ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لیے شیطان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا۔

چوتھے واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا آغاز آنحضرت

پر اعتقاد و خلوص کا کمال ہے؟

شاید کہ تیرے رب کی رحمت تیری سچائی کے مطابق تجھ پر چھا جائے، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب بن جائے۔

اور اسی طرح ظلمت کے مقام سے ترقی، تجلّی کی نشان دہی کرتی ہے اور بزرگی کے مراتب کی طرف لے جاتی ہے۔ اور سبام کی طرف سے شعلوں کا اٹھنا، اس فقیر کی نا اہلی کے باوجود سلسلۂ نقشبندیہ کے انوار کی بدولت ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے اور عَلَم کی نمود، ولایتِ محمدیؐ کے عَلَم کے ماتحت ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلاطین و امرا کے جھنڈوں کو آنحضرتؐ کی ولایتِ نُورانی کے علم سے کیا نسبت؟ یہ جوہر نفیس ہے، جبکہ وہ ایک حقیر سی ٹھیکری۔ الغرض ان تمام مشاہدات سے اپنے باطن کو خالی کر کے قوّتِ متخیلہ کو حق تعالےٰ کی جنابِ بے کیف کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، اور جو کچھ نظر آئے، اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے اور اسی کی طرف مشغول ہونا چاہیے اور قلب و نفس کی عدم تفریق کی وجہ سے جو فرحت و لذّت حاصل ہوتی ہے، اسے باہر نکال دینا چاہیے، اور حضورِ حق میں زاری کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۰۲

فیض اللہ بیگؒ کے نام جس میں مُبتدی اور منتہی کو تعلیم مراقبہ دی گئی اور عادات سے دُوئی کو دُور کرنا، کہ یہی حجاب ہے، سکھایا گیا۔

خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا جس میں چند عجیب واقعات کا ذکر سنا اور ان کی تاویل طلب کی گئی تھی ان واقعات سے آپ کی استعداد معلوم ہوئی جس میں کئی کمالات پوشیدہ ہیں۔ حق تعالےٰ واقعات سے نظر آتا ہے۔

چنانچہ میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق ہر واقعہ کی تاویل و تحقیق لکھ بھیجی جو مطالعہ میں آچکی ہو گی محض واقعات پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بہت کوشش کرنی چاہیئے تاکہ محبوب کا نظارہ آئینۂ عالم کے واسطے کے بغیر حاصل ہو سکے۔

دُوسرے عزیزوں، بالخصوص چھوٹے بھائی کو، جو اس طریقہ میں شامل ہے، سلام پہنچائیں، اور یارانِ محفل کو بھی سلام کہیں۔ مراقبہ کیا کریں۔ آنکھیں بند، پاؤں کھلے، مراقبہ کریں۔ مراقبہ کے دو درجے ہیں ایک درجہ مراقبۂ سالک اور دوسرا درجہ مراقبۂ مُنتہی، سالک کا مراقبہ اغیار کے دخل اور مزاحمت کو دُور کرتا ہے اور مُنتہی کا مراقبہ سینہ و دل سے دخلِ اغیار کی تیرگی کو دُور کرتا ہے۔ اس سے اغیار کی مزاحمت کے بغیر وہ مطلوب حقیقی کی حضُوری حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ تمام ظاہری اور باطنی حواس مطلوبِ حقیقی کی حضُوری و موجودگی پر متفق ہو جائیں ع شاہی بارگاہ میں سوائے جلال کے اور کچھُ نہیں رہتا۔ چنانچہ ایک بُزرگ نے فرمایا ہے ؎

چنداں بُرواِیں رہ کہ دوئی برخیزد | در ہست دوئی بہ رہروی بر خیزد
تو او نشوی ولے اگر جہد کنی | جائے برسی کز تو توئی بر خیزد

ترجمہ: اس راہ پر یہاں تک چلتا جا، کہ دوئی ختم ہو جائے۔ اگر دوئی ہوگی بھی، تو ہر طرح سے ختم ہو جائے گی اگرچہ تو وہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر تو کوشش کرے۔ تو ایسی جگہ ضرور پہنچ جائے گا کہ تو خود ختم ہو جائے۔

بہترین بات وہ ہے، جو مختصر اور مدلّل ہو۔

مکتُوب: ۱۰۳

حضرت پیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق نفسانی و شیطانی خطرات کے بیان میں۔

پیر دستگیرؒ، اللہ ان کے راز کو پاک کرے، کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خیال و اندیشہ یا تو نفس کا کام ہے یا شیطان کا کام۔ جب تک دِل غالب نہیں ہوتا، دل کا نُور، اندیشہ کے بعد تمیز نہیں کرتا کہ یہ اندیشہ باہر سے آیا ہے یا نفس سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو مکرُوہ سمجھا جاتا ہے، اور اسے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جب تک دل غالب نہیں آتا۔ نفس اور شیطان اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اگرچہ اندیشوں کی کثرت کی نسبت جمعیّتِ خاطر کم ہوتی ہے، لیکن جب دل کا نُور تمیز کر لیتا ہے کہ یہ اندیشہ شیطان کی طرف سے ہے، یا نفس کی طرف سے، اور اسے مکرُوہ سمجھتا ہے، تو اس کا سارا وبال ان دونوں پر پڑتا ہے اور اس شخص کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلُوم ہو گیا کہ عناصرِ اربعہ میں عدم اعتدال کی وجہ سے یہ دونوں دشمن دخل دیتے ہیں۔ اور اگرچہ عناصرِ اربعہ کا اعتدال پر رہنا کمال پر موقوف ہے، لیکن دل کا نُور اس کے آنے کے بعد اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے، اس لیے اسے مکروہ سمجھنا چاہیے۔ اور دِل کے نُور کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنے دینا چاہیے اور اس سے بیزار رہنا چاہیے۔

حضرت کی تحریر سے معلُوم ہوا، کہ کمال سے پہلے اور بعد بھی اندیشہ آتا رہتا ہے، لیکن کمال کے بعد اور جب تک عناصرِ اربعہ میں اعتدال ہو، قدم آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اور ناقص مقبُول نہیں ہو سکتا۔ اور جب دِل کے نُور سے تمیز ہو جاتی اور دُشمن کا خطرہ و اندیشہ معلُوم ہو جاتا ہے، تو اسے مکرُوہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس کا روکنا ممکن نہیں، لیکن اس کے تابع نہیں ہو گا۔ جب یہ معلُوم ہو گیا تو پھر اس خیال سے کہ میں کاملوں کی طرح کیوں نہیں، تاکہ اندیشہ ہرگز دل میں داخل نہ ہو، پریشان نہیں ہونا چاہیئے اور مجاہدہ کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک کہ اللہ چاہے۔ تمام کام اپنے وقت کے پابند ہوتے ہیں"، چنانچہ اس خیال سے دل کو تسلّی دے لینی چاہیے کہ اکثر

لوگ اندیشوں سے مغلوب ہو کر خود اندیشہ بن جاتے ہیں، اور اسے پسند کرتے ہیں کہ دل کا وہ نور جو تمیز کر سکتا ہے، ابھی ان میں ظاہر نہ ہوا ہوتا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ دل کے نور سے تمیز پیدا ہو گئی ہے اور دل اندیشہ کو اندیشہ ہی سمجھتا ہے۔ اپنا مقصود نہیں سمجھتا۔

مکتوب : ۱۰۴

اللہ تعالےٰ ایمان لانے والوں کا دوست ہے، وہ ان کو تاریکی سے نکال کر اپنی قدرت کے کمال سے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ اس کے کمالِ قدرت سے امید کرتے ہیں کہ وہ نور سے نور کی طرف عروج بخشے گا۔ اور اس کا حصول شیخ المشائخ عبدالقادر نقش بندیہ کے کمالِ توجہ کے طفیل ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس مدد اور تقویت کی جزائے خیر دے۔ اور سلام ہے ان کے ہم نشینوں اور نزدیکیوں پر، اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے۔

مکتوب : ۱۰۵

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

حق تعالےٰ کے پاک نام سے، اس بے بضاعت کی طرف سے، اس جامعِ علوم پیرو مرشد کے نام، جو اللہ کی مشیت سے حکمتِ دینی کے رہبر و رہنما ہیں سلام۔ دعا کرتا ہوں کہ اس پیاسے کا سرمایہ، تنقید و دلیل کے مرتبے سے گزر کر اُن مظہرِ عجائب کی توجہ سے تحقیق تک پہنچ جائے، اور وہاں سے بسہولت آگے نکل جائے۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں، اور ان کے ہم نشینوں کو سلام اور اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور میں آپ سے قربت رکھنے والوں سے دعائے خیر

کی اُمید رکھتا ہوں۔

فائدہ: "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ صاحب بصیرت لوگوں کے ضمیروں سے یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ اہل ظاہر کی اصطلاح میں جو ولایتِ عامہ سے واقف ہیں، خدائے باطل کی نفی کرنے والی یہ آیت آفاقی ہے۔ کیونکہ کافروں نے سورج، چاند اور تاروں کو مستحقِ عبادت سمجھ کر ان کے لیے خدائی آداب اختیار کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان کے بے استطاعت ہونے کے بارے میں تھوڑا سا غور کرنے سے بھی پتہ چل جاتا ہے، اور اس کام کے لیے کوئی زیادہ مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور ولایتِ خاص کے لوگوں کے نزدیک کثرت کا وجود، بلکہ کثرت کا ثبوت، خدائے باطل کے اعتراف میں شامل ہے، چنانچہ اس ولایت میں آیت کریمہ میں کثرت سے تعلق کی نفی کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُس صاحبِ ولایت کی ذات وصفات کو بھول جانا، اس علمِ نسیاں کے نسیاں سمیت ضروری ہے، بلکہ وہ کثرت کے مراتب میں عین وحدت کو پاتے ہیں، بلکہ کثرت کو عین وحدت سمجھتے ہیں۔

اور یہ حالت فیضِ عام کے ظہور کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے شخص کی نظر میں کثرت، وحدت کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور غلامی کے دائرے سے نکل کر خدائے باطل کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے اور جب سالک کی نظر میں کثرت، آدمی کی توفیق کے مطابق وحدت کا حکم اختیار کر لیتی ہے اور وحدت کا نور ہر شخص کثرت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، تو اس پابندی سے تعلق توڑنا مجاہدات واقعی بلکہ خصوصی فضل سے تعلق رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس طریقے سے عارف کا جوش وخروش اعتدال کی حد پر آجاتا ہے۔ اور غلامی کا وہ داغ جو قلتِ بصارت کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے، اور غلبہ

کا وہ غبار، جو دل کی بصیرت پر پڑ گیا ہوتا ہے، فضلِ اخص سے مٹ جاتا ہے۔ سمجھ لو کہ یہ وہ بندہ ہے، جو اللہ تعالےٰ کا خالص بندہ ہے اور وہ عبد اور معبود میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ ولایتِ اخص سے اس طرح تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی دوسرا ولایتِ خاص سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر وہ غیب پر ایمان لانے والا بن جاتا ہے، اور ترقی کر کے مرتبۂ شہادت و شہود و کثرت پر پہنچ جاتا ہے، اور کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہ تحقیق شدہ بات ہے۔ لیکن چونکہ ابھی اس کا وصل توجہ سے وابستہ ہوتا ہے، خواہ یہ توجہ بے کیفی کی ہو، اس لیے اس کا تعلق توجہ کے ذریعے خدائے باطل کے تعلق کی حیثیت رکھتا ہے، اور جب ایسے شخص کی توجہ بے کیفی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے، تو اس توجہ کو قطع کرنے کے لیے مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب توجہ ختم ہو جائے، تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ وہ "عبدہٗ" رہ جاتا ہے اور اس کا تعلق ولایتِ خاص الخواص سے ہوتا ہے، اور یہ ولایتِ انبیا ہوتی ہے، ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر درود و سلام ہو۔ اس موقع پر یہ شخص حقیقی شرک کے تمام اثرات سے آزاد ہو جاتا ہے، اور وہ ایمان بالغیب والا مومن بن جاتا ہے، جیسا کہ کوئی اور مومن ایمان بالغیب والا ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ "علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں"۔ پس اس فرق میں، جو ولایتِ اربعہ میں ہوتا ہے، جا ملتے ہیں۔ لیکن ابھی حقیقی صفات کا لباس، پاکیزہ ذات کے وصال پر موقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس دوران میں اس کا تعلق پاکیزہ صفات سے ہوتا ہے، اور چونکہ وہ صفات، جو قائم نہیں ہوتیں، دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک پہلو ذات کی حیثیت سے وجوب کا، اور دوسرا پہلو نفوس کی حیثیت سے امکان کا۔ اس عارف کا تعلق ان نفوس کے ساتھ غالبانہ ہوتا ہے۔ اور اس غلبہ کا سبب خواہشات کی باقی صفات کی خوشبو ہے، اور خواہش اگرچہ

تھوڑی ہو، لیکن پھر بھی اسے ایک خدائے باطل کا درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا، جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا تھا" اس لیے اس خواہش سے قطعِ تعلّق کرنا اور اس ذاتِ جامع کی طرف ترقی کرنا، اخص الخواص سے وابستہ ہوتا ہے۔ اس میں مجاہدہ کو کوئی دخل نہیں۔ اور جب یہ مرتبہ مل جاتا ہے، تو یہ محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور وہ خود اطاعت کے ذریعے کمالاتِ نبوّت سے جا ملتا ہے۔ لیکن اس شخص کو بُت نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس آخری مرتبہ کے بارے میں تحقیق کی جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ حق سبحانہٗ کے فضل و کرم سے عام نبیوں کے انوارِ نبوّت میں سے ایک حصّہ ہے، جو ہمارے نبیؐ اور ہمارے نبیؐ کی بیری میں دُوسرے انبیا کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان تمام انبیا پر سلام و درُود۔ پس معلوم کیجئے، کہ تمام انبیا اور اولیا اس ذاتِ جامع سے ملنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے نبیؐ کی نسبت، حصولِ ذات کی طرف سے ہے، جس میں صفات کی طرف تھوڑا سا میلان ضروری ہے، اور یہ تھوڑا سا میلان تھوڑی سی خواہشات کی وجہ سے ہے، اور اگر یہ خواہشات اباحت و عزیمت کے مرتبے تک ہیں، تو اس کے کٹنے کی متقاضی ہیں، اور یہ شانِ عزیمت ہمارے نبی اکرمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

"اے اللہ ہمیں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ان کی تھوڑی سی متابعت کی برکت سے سہولت بخش۔"

مکتوب: ۱۰۶

میاں الہ دینؒ کے سوال کے جواب میں

اللہ تعالےٰ کی صفات کے فیض کا ظہور عام و خاص ہے، اور اس کے ظہورِ عام

کا رُخ خاص طور پر مظہر کی طرف ہے، جس طرح انسان کی صفات مثلاً سُننا، دیکھنا، بات کرنا وغیرہ کو حق تعالےٰ کی صفات کا فیض کہتے ہیں۔ لیکن ہم اُنہیں صفاتِ حق نہیں کہتے، صفاتِ انسانی کہتے ہیں۔ اور ظہورِ خاص ہیں ان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے جوڑتے ہیں۔ اسے انسانی صفت نہیں کہا جا سکتا، جیسا کہ کلامِ حق کی صفت ہیں، جو متعدد کتبِ آسمانی میں ظاہر ہوا ہے اور حرف و آواز کے لباس میں سامنے آیا ہے۔ ان سب کو ہم کلامِ حق کہتے ہیں۔ اور حقیقت اس طرح ہے کہ انسان کو جو صفات ملی ہیں، ان کے فیض سے ان کا ظہور انسان کی صفت کا فیض قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ انسان کا بات کرنا، اور دیکھنا، اور انسانی علم وغیرہ اور ان دُوسری صفات کا یہی ایک پہلو ہے، جو کلام کی صفت کے خلاف ہے، کیونکہ یہ صفت دو طرح سے ظہور میں آتی ہے۔ ایک عام اور ایک خاص۔ عام صفت کے ظہور سے انسان میں کلام کی صفت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے وہ کلام کرتا ہے صفت کا یہ ظہور اور کلام کرنا انسان سے منسوب ہے۔ بشر کے کلام کو، جو کلامِ حق کا مظہر ہے، ہم کلامِ حق نہیں کہتے۔ کیونکہ بات کرنا انسانی صفت ہے اور انسانی کوشش سے تعلق رکھتا ہے، حرف اور آواز انسان کی کوشش اور حصول سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ظہورِ خاص کی بدولت اُن آسمانی کُتب سے، جو انبیا علیہ السلام پر نازل ہوئی ہیں، حق تعالےٰ کلام کرتا ہے یہ کلام حرف و آواز کے لباس میں ہے، اور اس لباس میں جو کلام ہیں مدعا کی شکل میں ہے، نورانی حرف و آواز ہے۔ اس میں مخلوق کی کوشش کا کوئی حصّہ نہیں، بلکہ حق تعالےٰ نے اپنے کلام کو کسی واسطہ کے بغیر حرف و آواز کے لباس میں ظاہر کر کے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں فرمایا، ہم آپ کو بہترین قصّہ سناتے ہیں"۔ اور اگرچہ شہودِ اوّل مخلوق کے واسطہ کے بغیر ہے، لیکن اس جامعہ شہودیہ

کے مرتبے کو حق تعالےٰ نے ہرگز اپنی ذات وصفات نہیں فرمایا، بلکہ مخلوق فرمایا کہ ہماری مخلوق ہے اور جو کچھ ذات وصفات میں سے پہلی مخلوق موجود ہے، اُسے حق تعالےٰ کی ذات وصفات نہیں کہتے، بلکہ اسے ذات وصفات کا فیض کہتے ہیں۔ جیساکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ دنیا میرے نُور سے ہے اور میں اللہ کے نور سے ہوں، یعنی اپنے آپ کو ذات اللہ نہیں کہا، بلکہ نُور اللہ کہا۔ اور اس طرح عالم کو اپنا نُور کہا، اس طرح مَیں دُنیا کے ہر انسان کو حضرت کی ذات یا نُور نہیں کہتا، بلکہ نُور کا فیض کہتا ہوں۔ سوائے کلامِ مطلق کے کہ اس کو ظہُورِ خاص کی صفت جیساکہ اُوپر ذکر کیا گیا، مخلوق حرف وآواز کے لباس کے باوجود ذاتِ حق کا کلام کہتا ہوں۔ اور یہ نسبت صفتِ کلام کا محض خاصّہ ہے، جو صفات کے فیض کی طرح، فیضِ عام سے مستفیض ہے اور فیضِ خاص سے دُوسری صفات کے فیض سے ممتاز ہے۔ جو محض کلام نفس سے ظاہر ہے اور کسی بھی صفت کو اس معاملہ میں شرکت نہیں۔ اس بات کو میں زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں کہ فیضِ عام سے ہر صفت، صفت کی ایجاد اور انسان کی صفات میں سے ہے اور اس صفت کے ذریعے انسان خود عالم کی بنیاد اور کلام کرنے والا ہے۔ اور انسان کی یہ صفت کلام کرنے کا باعث بنی، اور انسان کے کلام کی حیثیت میں کلام کرنا ایک اضافی بات ہے۔ اور حق تعالےٰ اپنے فیضِ خاص سے نفسِ مدعا کے لباس میں خود بخود کلام کرتا ہے، جبکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مظہرِ خاص ہیں۔ اور نُورانی حرف وآواز کے لباس میں حضرت جبرئیل مظہر ہیں۔ اس تکلّم میں کلام کی صفت نہ غیر ہے نہ کوئی غیر متکلّم ہے۔ کلام کرنے والا خود اپنے نفس سے کلام کرتا ہے، پس اس طرح حق تعالےٰ کی صفاتِ کاملہ کی توحید کے شہودِ اوّل کا فرق ظاہر ہو گیا۔ ان کا خلاصہ انسانی حقائق ہے، اور اس مقامِ حقائق پر انسانِ کامل یعنی

آنحضرتؐ کی حقیقتِ انسانیہ اور انسانوں کے حقائق شہودِ اول میں درج ہیں۔ اور شہودِ ثانی میں تمام انسانوں کے حقائق ہیں، جن میں سے ہر ایک انسان کے رُوح اور جسم پر حاوی ہے، اور اس نے خارج میں مفصّل ظہور کیا ہے، بالخصوص اس اثنا میں ہر ایک کو مقررہ اوقات پر رُوح اور جسم کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام پر روح اور جسم کی جامعیت پر وہی حقیقت ایک نشان پر موجود ہوتی ہے اور اس مقام پر روح اور جسم کے اسرار خصوصیت خاص سے مقررہ اوقات پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ابدالآباد تک رہتے ہیں۔ اسرار کے ظہور کا یہ معاملہ اس دوسری جامعیت کی بدولت واقع ہوتا ہے۔ اہلِ جنّت کے لیے جنّت میں اور اہلِ دوزخ کے لیے دوزخ میں۔

شہودِ ثانی کے بعد ہر وہ حقیقت جو اس شہود میں ہوتی ہے، اپنی خاصیت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے اور آتی رہے گی۔ تاہم یہ تمام ظواہر، واجبی اعتبار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہر حقیقت دُوسری حقیقت سے جُداگانہ ہوتی ہے۔ تاہم اس فیض کے ذریعے جو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا خاصّہ ہے، یہ حکمت بالغہ سے فیض یاب ہیں اور کسی کو بھی اس سے گریز نہیں۔

مکتُوب : ۱۰۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

آپ کا گرامی نامہ جس میں کئی معانی و اسرار مع چند سوالات درج تھے، وصول ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے شرحِ صدر حاصل ہوئی۔ لیکن چونکہ اس مکتوب میں بعض عبارات حضرت پیر دستگیرؒ کے طریقۂ احسنیہ کی اصطلاح کے مطابق نہیں، اس لیے ان کی تحقیق میں عرض خدمت ہے۔ کہ ان کی ثابت شدہ تحقیق کے مطابق عالم کو موہُوم

کہنا غلط ہے، کیونکہ عالم کی موجودگی صفتِ حقیقت کے اظہار کے لیے ہے نہ کہ صفت موہوم کے لیے۔ اور جو لوگ عالم کے عدم استقلال کے پیشِ نظر اسے موہوم کہتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اسے تیزی سے موجود و موہوم دیکھ کر اس پر اس بات کا اطلاق کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موجود ہونے اور معدوم ہونے کے دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو بھی موہوم نہیں، بلکہ وجود کے پہلو سے اپنے وقت پر حقیقی وجود ہے۔ اسی طرح عدم کا پہلو اپنے وقت پر حقیقت کا وجود ہے، اور وجودِ عالم سے مراد، وجود کا پہلو ہے نہ کہ معدوم کا پہلو ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

چنانچہ اس لیے ہم وجود کے پہلو کو جو حقیقت کا عالم ہے، جانتے ہیں لیکن یہ غیر مستقل اور ہر لحظہ متبدّل و متغیّر ہے، ہم جانتے ہیں، کہ یہ تغیّر و تبدّل حقیقی ہے، وہم نہیں اس لیے تغیّر و تبدّل وہمی نہیں۔ پس جس پر دو واقعات گزر سکتے ہیں، وہ وہم کیسے ہو سکتا ہے یہ عجیب تحقیق ہے۔ کہ جانتے ہیں کہ یہ شہود و غیب دُوسرے مرتبے میں مطلق ہے، تاکہ اس شہود میں صفتِ حقیقی کا ظہور ہو۔ اس لیے شہود جو حقیقت کا مظہر ہے، کس طرح وہم ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ استقلال لازم نہیں، اس لئے اگر اسے وہم کہیں، تو ضروری نہیں کیونکہ اس کا تغیّر و تبدّل صاف صاف عدم استقلال کی نشان دہی کرتا ہے، اس لیے ہم عالم کو حقیقی کہتے ہیں۔ اور عین تغیّر و تبدّل میں جو نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ بھی وہم نہیں ہوتے۔ نکات و خلاصہ کی کتابوں میں غور کریں، تاکہ اُن کی اصطلاحات سے واقف ہو جائیں، دوسرا یہ کہ آیت کریمہ "ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی کرو" کو پیشِ نظر رکھو۔

میرے عزیز، آنحضرتؐ اگرچہ تمام مخلوقات میں سے افضل اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، اور راصل میں ان کے شہودِ اوّل کی تخلیق سے علوم و معانی اُن کے

حصے میں دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی اطلاع وقت مقررہ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے خلافت کے طریقے سے علوم و معانی کے حساب سے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں، شہود اوّل میں اپنے مرتبۂ مخصوصہ میں ظہور فرمایا ہے۔ اور جامعیت مذکور کو ملتِ ابراہیمی سے منسوب فرمایا ہے اور دوسرے انبیا کو بعض کمالات و معانی کے حساب سے خلافِ ظلیت رکھا ہے۔ اور ایک منفرد ملتِ جامع پیدا کی ہے، اور اس جامعیت و انفرادیت کے مطلب کی اطلاع اللہ تعالےٰ کے علمِ حقیقی پر موقوف تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے تجھے وہ علم دیا، جو تو نہیں جانتا تھا"۔ نیز یہ بھی فرمایا "اور ہم نے تجھے نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا" اور جب آپ کے ظہور کا وقت آیا اور آپ ظاہر ہوئے، اور بشریت کے تقاضے کے مطابق لباس کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی ملت کو اختیار کرتے، لیکن چونکہ ان کی جامعیت کا سرچشمہ ملتِ ابراہیمی تھا، اس لیے ان کی پیروی پر مامور ہوئے، تاکہ اس کے مطابق جامعیت کے تمام مرتبے وضع کریں اور مرتبۂ تفصیل پر جلوہ نمائی کریں اور "وَاتَّبِعْ" (پیروی کرو) کا لفظ معاملے کو آگے بڑھانے کے لیے ہے، تاکہ جامعیت کی تفصیل کے مرتبے کو حاصل کیا جا سکے۔ ورنہ حقیقت میں مقدمہ جامعیت کی تفصیل کے تحت ہے اور مقدمہ سے مقصود تفصیل ہے اور جب تم نے اسے سمجھ لیا تو یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت ابراہیمؑ اور ہمارے نبی کریمؐ پر درود شریف ان کے مقدمے کی شان کی وجہ سے ہے۔ اور ہمارے نبیؐ پر ان کی شان اور جامعیت، جو کہ اصل مقدمہ ہے کی وجہ سے ہے اور مقدمہ سے مراد اس کا اجمالی ظہور ہے، اور نبوتِ ابراہیمی تو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن ہمارے نبی کریمؐ کی نبوت یوم قیامت تک قائم رہے گی۔ اور اسی طرح ان پر قیامت کے دن تک درود شریف رہے گا۔ اور امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے حق میں، اُن کی شان کی بلندی

اور ان کی دلیل کی جامعیت کی وجہ سے قیامت تک درود شریف پڑھتے رہیں۔

مکتوب : ۱۰۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تھا، اور اس کے سوا کوئی نہ تھا۔ اللہ کی ذات ظاہری کمال کی صفات کی جامع ہے اور اس کی ہر صفت اس کے مخصوص حسنِ ازل، جس میں مظاہر سے بے نیازی بھی شامل ہے، کے مظاہر کا تقاضا کرتی ہے، پس اس نے اللہ کی قدرت کو غیب الغیب میں ظاہری وجود کی جہت کی تخصیص سے دو فعلوں کی تصحیح کے ساتھ دیکھا۔ کسی نے بھی اس کی موجودیت کے اوقات کو جس طرح وُہ چاہتا تھا، نہیں جانا۔ جس طرح اس کی ہر صفت اپنے تقاضے سے پہلے علم سے متعلق ہے، اس طرح اس کے ساتھ علم کا تعلق ہے اور یہ مرتبۂ غیب الغیب ہے، یہ ایک مخفی خزانہ ہے اور یہ حقیقتِ عالم ہے، جو کہ اس حیثیت سے مقدر ہے، اور مرتبۂ تقدیر میں وجودِ علمی نہ کہ تقدیری کے نام سے معروف ہے، اور خارج میں اصلی اعتبار سے موجود نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا، کہ وہ موجود ہو، تو پھر اس نے غیب الغیب کے مرتبے سے تعلق کا ارادہ کیا۔ صفتِ تخلیق اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ ہے۔ جو اوّلاً مجموعی اعتبار سے منظورِ محض ہے اور یہ جامع ظہور ہے، جس کی ترتیب میں اطلاقی طور پر تمام صفات شامل ہیں۔ اب یہاں وہ ایک ایسی مقدور اور معلوم و موجود ذات ہے، جو کسی شے میں نہیں، سوائے ایک شئے کے، اور اس مرتبہ کو دو ناموں یعنی معلوم، اور مُراد سے موسُوم کرتے ہیں اور مقدور تعلقِ قدرت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کے ساتھ ارادہ و علم ہے، اور مخلوق و موجود،

تخلیق وایجاد کے تعلّق کی وجہ سے ہے۔ جب یہ پوچھا جائے، کہ عالم کی حقیقت کیا ہے، تو جواب میں کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کے تقاضوں کا ظہور ہے، جو پوشیدہ تھیں۔ اور جو عین پوشیدگی میں دنیا کے خارج کے ابتدائی اوقاتِ مقدورہ میں ظہور کے لیے مطلوب و مراد و معلوم تھیں۔ اور نورِ محمدی کی تفصیل نکات میں مذکور ہے اور یہ طریقۂ احسنیہ کے بانی کی روشنی اور تحقیق سے حاصل کیا گیا ہے، کیونکہ ہمارے پیرو مرشد کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفات، ذات واجبی کی طرح ظاہر ہیں۔ اور ظاہر کی ظاہریت تحصیلِ حاصل کو دہرانا ہے۔ بلکہ غیب الغیب میں ضمنی تقاضے خارجِ دنیا میں اس ثواب وعذاب سے بلا شبہ و زنادیل، تعلّق کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں، اور صوفیائے کرام، جو اہلِ ولایتِ خاصّہ ہیں، کے نزدیک صفات عین ذات ہیں، اور ذات اضافات سے خالی ہے، اور صفات علم واجبی کے مرتبہ کے سوا ذات سے علیحدہ ہیں، اور ان کے نزدیک تحیّر دو طرح کا ہے، اجمالی اور تفصیلی۔ پہلے کو وحدت، اور دوسرے کو واحدیت کہا جاتا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ پہلا عکس اجمالی ہے اور دوسرا عکس تفصیلی ہے، اور دُوسرے کو اعیانِ ثانیہ کا نام بھی دیتے ہیں، اور بعض دُوسرے کو صُوَرِ علمیہ کا نام بھی دیتے ہیں۔ اس مرتبۂ ثانیہ کو حقیقتِ عالم اور عالمِ انعکاس بھی کہتے ہیں، یہ دوسرا مرتبہ ظاہری وجُود میں نور کا آئینہ ہے، اور اس تحقیق میں ثواب وعذاب مشکل ہے، سوائے دُور از کار تاویلوں کے، جیسا کہ اہلِ سُکر کی شان ہے، اور اسے علمی اعتبار سے حق اور عالم سے خارج قرار دیتے ہیں، اور انہیں اس سلسلے میں کوئی شبہات واقع نہیں ہوتے، جیسا کہ "تقابل الصفات فی نکات الاسرار" میں ذکر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک عالم کی حقیقت اللہ تعالےٰ کی ان صفات کا عکس ہے، جو عدم کے

کے آئینے میں ہیں۔ اور عالم اس کے وجود کا فیض ہے، جو ان تمام سایوں اور عدم کے ساتھ اور وجود اور صفت کی حیثیت سے، وہم کے مرتبہ میں ہے، اور وہم کا یہ مرتبہ صانع کی ایک قسم کی صفت سے پیدا ہوا ہے، جسے دُور نہیں کیا جاسکتا، یہاں عذاب و ثواب کا ترتیب پانا، تاویلات سے بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ ان نکات اور تحقیقات کے درمیان فرق کو معلوم کیجیے۔ اہلِ بصیرت کے نزدیک ان کی اصل ایک ہی ہے۔

مکتوب : ۱۰۹

حضرت صوفی بلندؒ کی طرف لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے، حمد و ثنا کے بعد محبِ صادق، طالبِ حق اور بلند ہمت کی خدمت میں سلام پہنچے۔ آپ کا شفقت نامہ ملا۔ جس میں حضرت کی عبارت کے بعض نکات کی شرح کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے۔ ہم بے مایہ کو اتنی جرأت کہاں، کہ وہ کلام جو مرتبۂ خلافت سے تعلق رکھتا ہو، اسے بیان کریں۔ اور اپنے خیال سے اس حقیقت کے متعلق لکھیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ بزرگ خلافت و نبوت تک پہنچنا آسان نہیں سمجھتے۔ لیکن جو کچھ بزرگوں سے سُنا ہے اور جو کچھ مری ناقص سمجھ میں آیا ہے، اُسے بیان کر دینا چاہیے۔ جان لیجیے کہ ولایتِ خاصہ میں علم کے ذریعے پہنچنا اور اس سے فیض یاب ہونا معلوم الکیف اور ولایتِ اخص میں علم کے ذریعے پہنچنا حضوری ہے۔ لیکن اس علم میں سے تھوڑا سا باقی رہتا ہے۔ اور اس کا حاصل مجہول الکیف ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی توجہ میں معلوم اور دوسری توجہ میں مقصود ہے، اور ولایتِ انبیا کے کمالات میں علمِ حضوری تک پہنچنا حصول کی بو نہ

رکھتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر یافتِ مطلوب، اوراک کی یافت کے بغیر ہے۔ اس کے برخلاف مرتبۂ اخص، جو توجۂ خفی کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتا ہے، جیسا کہ توجۂ خفی کی شان ہوتی ہے۔ پس یہ اصل سے ملنے والا اللہ کے علم کے ساتھ اللہ کے علم کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ مرتبہ، توجۂ معدوم کا ہے، عرفان بھی غیر موجود ہوتا ہے، کیونکہ عرفان علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر یافت بلا ادراک بھی تحقیق شدہ ہے۔ اور چوں کہ علم ازلی کے ساتھ حاضر ہے، علم کا جاننا ضروری ہے۔ پس حق علم سے معلوم ہے اور اس کے سوا نہیں۔ یعنی نہ اہلِ ولایتِ خاصہ کی طرح، کہ وہاں معلوم، حصول کے طریقے سے ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ ولایت اخص کی طرح کہ وہاں معلوم مجہول الکیف ہوتا ہے اور ولایتِ انبیا میں، یہ اگرچہ معلوم ہے، لیکن مجہول الکیف نہیں۔ بلکہ معدوم اور معدوم الکیف ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ معلوم، ہیچ نہیں، نہ محصول تو مجہول کے معنی کو ظاہر کرتا ہے، اور مشیّتِ معلوم معدوم الکیف ہے اور یہ امامت کا مرتبہ ہے جو علم کے حضور میں حاضر ہے، اگرچہ وہ واصلِ اصل ہے، لیکن واصلِ صفات بھی ہے، اور ابھی وصولِ ذات میں صفات کا حصول ہے اور یہ جو فرمایا ہے "معلوم ہیچ نہیں، نہ محصول نہ مجہول۔ اور اللہ تعالےٰ کی، جیسے تعریف کی جاتی ہے، مجہول الکیف ہے لیکن معلوم بلا کیف ثابت ہوا ہے۔ اور انبیاءؑ کے کمالاتِ نبوّت میں سے اسے حصّہ حاصل ہے، کیونکہ ذات، اپنی ذات کے ساتھ حاضر و علیم ہے اور علم اس کی قابلیتِ ذاتیہ ہے، اور ولایتِ انبیاؑ کے مقام پر علم کے ساتھ حاضر ہے، اور علم کے ساتھ حاضر ہونا گویا، ایک زائد صفت، صفتِ علم، کے ساتھ حاضر ہونا ہے، اور یہ صفت زاید یہ عجیب معلوم ہوتی ہے اور ذات کا اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہونا، قابلیّتِ ذاتیہ کے علم کا محقق ہونا ہے اور یہ اس پر زائد نہیں

اور جب ذاتی طور پر حاضر ہو اور تعلق معلوم ہو تو یہ علم ہے، چنانچہ "معلوم" کچھ نہیں جیساکہ مرتبۂ ولایت میں ہوتا ہے کہ علم حاضر ہے اور بے کیفی کی معلومیت موجود. اور مرتبۂ نبوت میں کہ ذات خود حاضر ہے اور معلومیت غیر متحقق. معلومیت تین اقسام کی ہوتی ہے اور مرتبۂ خلافت میں اس کا آنا متحقق ہے. کیا حق اور کیا غیر حق، کمالِ خلو موجود ہوتا ہے. خلو غیر حق سے ظاہر ہوتا ہے، اور حق یعنی مرتبۂ خاصہ واخص سے جو کچھ ملتا تھا، اُسے حقیقی حق سے جا ملنا چاہیئے، اور عرفان کے مرتبے سے آگے نکل جانا اور ادراک کے ماحصل کو پا لینا، ولایت انبیا میں پسندیدہ ہے، اور یہ اللہ کا فضل ہے. اور خلافت میں بہتر طریقے سے حاصل ہوتا ہے.

اور جو کچھ میاں محمد شریف (اللہ انکے راز کو پاک کرے) نے فرمایا ہے، تو جاننا چاہیے کہ یہ معلومیت کی نفی حضرتِ ذات کے حصول میں علم کے ظہور کی بدولت ہے. نہ کہ وجودِ علم کی راہ سے، یعنی جو کچھ حضور و ظہورِ علمی میں معلوم ہوتا ہے اُس کا خود حضورِ ذات پر اطلاق نہیں کیا جا سکتا: تاہم صفتِ وجودِ علم کے قابل ہونی چاہیے.

میرے عزیز، سوالات کے تتمہ کا جواب اس عبارت میں درج کر دیا گیا ہے، اسے غور و فکر سے سمجھ لو اور اسے اسی طرح یاد کر لو. اسی تھوڑے پر اکتفا کیا گیا ہے

مکتوب: ۱۱۰

فضیلت پناہ شیخ خان محمدؒ وغیرہ کے جواب میں تحریر کیا گیا.

اوّل و آخر سب تعریف اللہ کے لیے ہے، آپ کی ذات بابرکات ہمیشہ سیدھے راستہ پر رہے. سوالات اور روایات کے مطالعہ، نیز اللہ تعالےٰ کی کمالِ قدرت

کے بیان میں مسودہ تصنیف، اور اس کے استثنا سمیت جو اس کی قدرت میں ہے، کا ملاحظہ کرنے سے پُوری حقیقت واضح ہوگئی، اور ان دوستوں کی زبان سے بھی جو استفتاء نے کرائے تھے۔ آپ کی خواہش و طلب معلُوم ہوگئی تاکہ اُسے پُورا کیا جائے۔ اس فقیر کے خیال میں حقیقت یہ معلُوم ہوتی ہے کہ جس شئے کو قدرت کے تحت دینا، قادرِ مطلق کے کمال میں نقصان ہو، اسے قُدرت کے تحت دینا غلطی ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات اور اس کے عدم ممتنع الوجود میں، جو باری تعالےٰ کا شریک ہو، اگر اس کے ماننے سے اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کو نقصان نہ پہنچے، تو بعض حالات میں محض قبُول، جیسا کہ ممکنات ہیں۔ اور بعض حالات میں سکُوت جیسا کہ محال عقلی باتوں میں، اور اس کا علم اس علام الغیوب پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا اگر اس بات سے اہلِ مجلس کی تسلی ہوجائے، تو ٹھیک ہے ورنہ آپ خود دانا ہیں، کسی اَور کی ضرُورت نہیں۔

مکتُوب : ۱۱۱

مذکورہ بالا بزُرگ کے نام ہی تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے، اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ آپ کے نوازش نامہ کے موصُول ہونے سے گمان وقیاس واضح ہوگیا۔ ہر مبتدی اور متوسط اپنے کمال سے جو کچھ حاصل کرتا ہے، اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ ولایتِ عالیہ کی انتہا تحصیل علم کے ذریعے اجتہاد کے درجے تک ہے۔ اس ولایت کے کمال کے لیے جمعیّتِ باطن شرط نہیں ہے۔ اگر جمعیت مل گئی، تو اس مرتبہ کے مناسب ہے اور ولایتِ خاصّہ کے سایہ کی انتہا، انوارِ روحانی کا سایہ ہے، اور روحانی کمالات کا ظہُور اور اس کا آرام ظاہری، باطنی اور نُوری تجلیات میں ہے۔ اس کا پالینا اس

پر منحصر ہے۔ اگر تجلیات کے ظہور میں توقف ہو جائے، تو وہی وقت بے آرامی کا ہے اور وہ نور کو بعید سمجھتا ہے اور اہلِ ولایتِ خاصہ کے وصل کی انتہا انوار نفس کا ظاہر ہونا نیز مراتب ارواح کا پالینا ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ شیوخ نے فرمایا کہ میں تیس سال تک خدا کی جگہ روح کی پرستش کرتا رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل میری دستگیری نہ کرتا، تو اس ہلاکت خیز مقام سے نجات پانا محال تھا۔ اور اُن کا کاروبار شہود سے متعلق ہے۔ اور ان کے اکثر بلکہ تمام معارف بے شہود اور بے آرام ہیں، اور ان کا کچھ حاصل نہیں، ان کا اکثر یہ کہنا ہے ؎

دمے بے حق زدن محض این گناہ است　　بخود مشغول بودن کفرِ راہ است

ترجمہ (حق کے بغیر ایک سانس بھی لینا محض گناہ ہے، اپنے آپ میں مشغول رہنا، راہ حق سے ہٹ جانے کے مترادف ہے۔)

شہود کے مقام پر غیریت کا ثبوت دینا، اُن کے نزدیک کفر اور زندیقی ہے، اور اس مقام پر ان کی منزلِ مقصود، اپنے مطلوب سے مل جانا ہے۔ اور ان کا وصل، وصلِ تلبیس ہے، یعنی تلبیس کے بغیر، انہیں اپنے مراتب نہیں ملتے۔ اور اہلِ ولایت کی آخری منزل ملائے اعلیٰ ہے، جو انوار روحانی کے مراتب سے پرے ہے۔ اور اس کی معرفت محسوساتِ خمسہ سے بہت آگے ہے، اور شریعت کی زبان سے بڑھ کر جو بات کی جائے، ہرگز پسندیدہ نہیں ہوتی، اور یہ اس حد تک ہے کہ اگرچہ اس مقام پر عرفان مطلوب ہوتا ہے، لیکن ابھی اس کا معلّم بھی موجود نہیں۔ اور اس مرتبے کے لوگ اہلِ جہالت ہوتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقتِ مطلوبہ سے ناواقف ہوتے ہیں اور اکثر کی زبان پر یہ ترانہ ہوتا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود، دام باز چیں　　کانجا ہمیشہ باد، بدست است دام ما۔

ترجمہ عنقا کسی سے شکار نہیں ہوتا۔ اپنا جال اٹھا لیجئے۔ کیونکہ اس جال سے صرف

ہوا ہی قالو میں آتی ہے ۔

اور ان کا وصل، عُریاں وصل کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ ان کا باطن ظلی، کشفی، نوری اور شہودی حیثیتوں سے خالی ہوتا ہے۔ اور ان کا مقصد ہمیشہ اپنے مطلوب کو نہ پانا ہوتا ہے، اگر ایسے شخص کے باطن میں کشفِ شہودی کی کوئی بُو آجائے، تو وہ حد درجے کا انکار و استغفار کرتا ہے اور اس مقام پر حدیث "جب میرے دل میں کشمکش برپا ہوتی ہے......" کا سہارا لیتا ہے۔

ولایتِ انبیا کے اہلِ کمال کی آخری منزل سایوں سے پرے، اور جہالت سے پاک ہے۔ بلکہ عرفانِ ظلی مفقود ہے اور علم اصلی موجُود، اپنے آپ میں بے خود ہے۔ لیکن کسی تعریف کے بغیر۔ ایسا شخص عقل کے دائرے اور کشف ظلی سے دُور ہوتا ہے۔ اور اشیائے خاصّہ کی حقیقت تک پہنچنے میں یگانۂ روزگار ہوتا ہے۔ اور ایسے عزیز کا وصل یاس سے ہوتا ہے اور اس وصلِ سعید میں نایافت کی حقیقت میسّر ہوتی ہے ۔

وصفِ ترا چنانچہ توئی، چوں کنم بیان کز ہر چہ درخیال من آید زیادہ ای

ترجمہ۔ تو جیسا ہے میں اس کا وصف کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ جو کچھ بھی میرے ذہن و تصوّر میں آتا ہے۔ تو اُس سے کہیں زیادہ ہے۔

اہلِ کمالاتِ نبوّت کی اہلیّت کے بارے میں کیا بیان کروں، اور جو کچھ بیان ہوگا، بہت کم آدمیوں کی سمجھ میں آئے گا۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

شرُوع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے منتقی لوگوں کے لیے یہ مناسب نہیں، کہ وہ ان لوگوں کے لیے دعائے نجات یا استغفار کریں، جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو، ان کی مثال مُردہ لوگوں یا لشہ بازوں کی ہے یا ان کی، جو دُوسروں کا مال جان بُوجھ کر یا ظلم سے ہتھیاتے ہیں، جب تک وہ توبہ

نہ کرلیں اور اصلاح نہ پالیں ، بے شک اللہ تعالیٰ ۔ وہ امور کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے ۔ "جس طرح کہ وہ ظلم کرتے تھے ، اور آپ ان کو سہنے والے تھے ۔"

مکتوب : ۱۱۲

بحقائق آگاہ محمد نافع کے تحقیق تسمیہ کے سوال کے جواب میں ۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے ۔



(ا) چشمہ اوّل میں جو "لام" کی طرف ہے ، تین سو اسماء ، جو زبور میں درج ہیں ، ملاحظہ فرمائیں ۔

(ب) رحمٰن کے نام کے اسرار کتب انبیا میں ایک ہزار ہیں ۔ اور ان کے علاوہ چار اور مذکور ہیں ، جن میں ہمارے نبی پر تسبیح کی گئی ہے ۔

(ج) رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جن کی تسبیح ملائکہ کرتے رہتے ہیں ۔ اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوگا ۔

۴ جیم ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں چار انبیاء کا ذکر ہے۔ ہمارے نبی پر سلام و درود۔

۵ لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں، کہ اُن کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

۶ اور لام اول میں قرآن میں مذکور ۹۹ نام ہیں۔ اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

۷ لام کے ساتھ میم کے اتصال سے اسم اعظم ملاحظہ ہو کر الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی الف اور لام اوّل مندرج ہیں۔ کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اسم رحیم کے مراتب، لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اسماء کا رجوع الف ہے، کیونکہ یہ غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔ اس مختصر کو جا بجا ملاحظہ کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ان سب کا ملاحظہ علم حضوری سے ہے۔ تاہم جس قدر میسر آ جائے، قرأتِ تسمیہ کا ملاحظہ غنیمت ہے۔ دوسرا یہ کہ ایسا ہی تسمیہ کے بارے میں سمجھنا چاہیے، کہ الف، لام اور میم سے مراد ذات، صفات اور کمالات ہے۔ الف سے مرتبۂ ذات اور لام سے مرتبۂ صفات، اور میم سے مرتبۂ کمالات۔ اور اس کے ساتھ پہلے بیت یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں الف لام میم کے نقطۂ تدویر (گولائی) میں ذات کا بیان ہے، اور نقطہ، اور دائرہ، اور محیط کہ جو لکھا گیا ہے، اطاعتِ ذات کی مثال ہے۔ کیونکہ تسمیہ کو اس معنی میں الف لام میم کا نقطہ تدویر کہا گیا ہے، اور تدویر کا ذکر محیط کے ساتھ رمز یہ ہے، کیونکہ ذات کا مرتبہ، صفات اور کمالات کے تمام مراتب کا سردار ہے اور دونوں مراتب بے کیفی کے تابع ہیں۔ چنانچہ نقطہ سردار اور مقدم ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ دائرہ کے وجود اور اس کے محیط کی حقیقت ہے، اور چونکہ تسمیہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا مظہرِ کامل ہے، اس لیے تسمیہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کو کمالِ ذات کے مظہر کی حیثیت سے

نقطہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ان تینوں حروف مقطعات کو اس کے ماتحت کیا گیا ہے کہ سیدھا الف درمیان میں لایا گیا ہے اور دوسرے بیت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے کیونکہ اگرچہ ذات کی نسبت سے کمالات کو مرتبہ نقطہ حاصل ہے لیکن کمالات کی نسبت سے خود بمنزلۂ نقطہ ہے۔ اور چونکہ کمالات کو محض پوشیدہ رکھا گیا ہے اور ذات و صفات ظاہر، اس لیے نقطہ سے ذات کو اور محیط سے صفات کو یاد کیا گیا ہے اور محیط کا ارشاد کمالات کی طرف خطاب کرتا ہے اور تیسرے بیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں الف لام میم نے نقطہ کے دائرہ کا ارشاد کمالات کی طرف ہے۔ اور چونکہ کمالات صفات کے اندر درج ہیں، اور دائرہ بھی نقطہ اور محیط کے درمیان درج ہے، اس لیے کمالات کو دائرہ میں بیان فرمایا گیا اور چونکہ ذات، صفات اور کمالات میں بے کیفی کی نسبت ہے، تینوں ابیات میں الف لام میم لائے گئے ہیں، حالانکہ خصوصیت کے لحاظ سے ہر ایک حرف میں "لاہو" اور "لاغیرہ" سے حضرت جیو قدس سرہٗ کی مراد یہی ابیات مفصل ہے۔

آن جناب نے ان ابیات کے معنی خوب سمجھے ہیں اور اس مختصر کو اس تفصیل کے ساتھ جمع کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ چونکہ تسمیہ کے گرد حرف اللہ اور دوسرے اسما ہیں جن کا تسمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے، تین ہزار اسما کا اندراج کیا گیا ہے اس لیے ہر ایک حرف اور اسم پر سے خاص خط کھینچ دیا گیا ہے۔ شاید اس کے دیکھنے سے سمجھ میں نہ آئے، اس لیے اس بات کو تفصیل سے عبارت میں بیان کرتا ہوں۔

تسمیہ میں اللہ کا نام ہزار اسماء کا جامع ہے اور یہ چہار انبیا یعنی حضرت سرور کائنات، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام

پر سلام درود) اس نام کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ۹۹ نام جو تمام کے تمام اسمائے قرآنی ہیں الف لام میں درج ہیں۔ لیکن غالباً پہلے لام میں اور تین سو تسبیحی نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو دی گئی توریت میں مذکور ہیں۔ اور لام ثانی میں حقیقت کے کمالات ہیں۔ اور تین سو اسماء، جن کی تسبیح کا حکم حضرت داؤدؑ کو دیا گیا، زبور میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ چشمہ اول "ھ" کے کمالات حقیقت میں اسم اللہ میں ہیں، جو لام کی طرف ہیں اور تین سو نام، جن کی حضرت عیسیٰؑ تسبیح کیا کرتے تھے انجیل میں درج ہیں۔ اور حرف "ھ" کے چشمہ ثانی میں جو طرف رحمٰن میں ہے، حروف درج ہیں۔ اور چشمہ ثانی کے کمالات حقیقت حروف ہیں۔ اور اسم اعظم الف اور لام اول میں ہے، لیکن غالباً اسم اللہ کے الف میں ہزار نام درج ہیں، جو اسم اللہ کے بیان میں آتے ہیں۔ ایک ہزار اسماء جو چار مذکورہ انبیاء کو تسبیح کے لیے دیئے گئے، وہ اسم رحمٰن کے اسرار ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک ہزار اسم جن کی تسبیح کی جاتی ہے، اسم رحیم کے کمالات ہیں۔ اور اسم رحمٰن کے مراتب اسم اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں۔ اور اسم رحیم کے مراتب لام اور ہا کے حقائق کے ظہور ہیں۔ اور تمام اسماء جو تعداد میں لاانتہا اور ان گنت ہیں، اللہ کے الف سے رجوع کرتے ہیں، جو غالباً اسم اعظم کا مظہر ہے۔

چنانچہ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ جو کوئی تسمیہ پڑھتا ہے، بظاہر تمام اسماء کو پڑھ لیتا ہے۔ اندراج کرنے میں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اضطراراً اور دوسرے جہلاً۔ ہم میں سے بعض عالم ہیں اور بعض جاہل۔ اور یہ فرق مراتب ہر ایک کے لیے ہے، جو یا تو جماعت کی تقلید کے لیے اضطراری طور پر بولا جاتا ہے۔ یا اختیاری طور پر۔ اور اسی طرح بزرگی کے بھی تعلیم مرشد کی وجہ سے دو مرتبے ہیں،

جیسا کہ پہلا نادی امکانی ہے، اور یہ بھی تقلیدی ہے، اور ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، یا حضورِ ہری یا علمِ حضوری کا اطلاق ہے۔ اور یہ عارف ہے جو تسمیہ کا کلام حضورِ علم سے کرتا ہے، اور تسمیہ میں تمام اسمائے الٰہی حقیقی طور پر بغیر گنتی اور بغیر جزء کے شامل ہیں۔

آپ کا خط بے انتہا انتظار کے بعد فقیر کو ملا۔ جو کچھ میری ناقص فہم میں آیا، اور جو کچھ میں نے حضرت پیر جیو سے سمجھا، اسے پیش کر دیا۔ اس نعمت کی تحقیق کے لیے دور و نزدیک سے لوگ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

مکتوب : ۱۱۳

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اگر سالک نے تمام لطائف کی سیر کر لی ہو، اور بے کیفی کی حالت کو پہنچ گیا ہو، اور اس کی نظر اوپر کی طرف چلی گئی ہو، تو پھر جب وہ چاہے گا کہ اسی طریقے سے دوبارہ نزول کر کے اس کی تفصیل معلوم کرے تا کہ اس طریقہ کی خصوصیت میں شامل ہو جائے، تو وہ تبرک کے طور پر پانچ روز تک ہر ایک لطیفہ کی سیر کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی لفظ میں مبتلا ہو کر نہ رہ جائے۔ اور اگر اسمِ ذات کی تکرار میں زبان اور دل کو اس بے کیفی کی طرف متوجہ رکھے، جیسے اس نے حاصل کیا ہو، تو یقین ہے کہ صاف ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب اسمِ ذات کی یادداشت پر پہنچ جائے، تو رفتہ رفتہ اس طرح عروج کرے گا۔ کہ نظر اسم پر نہیں رہے گی، اور اس کا مطلوب محض بے کیفیت ہو گا۔ تکرار میں نظر اسم پر ہو گی، اور مسمّٰی کو ہمیشہ نظر رکھے گا۔ اور اسم کی یادداشت میں نظر اسم سے مسمّٰی کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اور جب بے کیفی پر نظر مضبوط ہو جائے گی تو

نظر لطائف سے اُٹھ جائے گی، اور اس کا تعلق جسم کے پرے سے ہو جائے گا۔ اور جب یہ ہم سے پرے متوجہ ہو گی، تو پھر یہ نظر روحانی ہو گی۔ اور اگرچہ یہ مراتب بے کیف ہوں گے پھر بھی ایک طرح داخلِ وصل ہو گی۔ اور اس مرتبہ کو نفسِ ولایتِ خاصہ کے ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے، یہ فضلِ خاص ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسی مقام پر کئی کئی سال گزر جاتے ہیں۔ اگر مرشد صاحب اصل ہو تو اس ... مرتبے سے کسی کو توجہ کے ذریعے اور اکثر کو تعلیم کے ذریعے باہر نکال لاتا ہے، سالک اس کی تعلیم سے آگاہ ہوتا ہے، اور صاف صاف دیکھتا ہے کہ میرا ... فی الواقع ظلی وصل تھا۔ اور جہاں تک ہمارے علم میں ہے اگرچہ یہ ... بہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل سایہ ہوتا ہے اور ... سمجھ جاتا ہے کہ ... کے بغیر کسی اور میں اُلجھا ہوا ہوں، اور حق کے فیض سے مرشد کی توجہ ... سے یا تعلیمِ جلی سے اس شہود و معلوم کی نفی میں جو سرتاپا سایہ ہے، کوشش کرتا ہے۔ جو کچھ ملتا ہے، وہ دانش ہے اور حقیقت میں نفی کے تحت لا ہوتا ہے۔ اگرچہ نفیِ شہود حاصل ہوتی ہے، لیکن آخر کار ایک طرح بے کیفی کے لباس میں اس کی معلومات میں پوشیدہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بے کیف نمائی کی وجہ سے وہ اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔ جب تک یہ سالک سایہ کی مزاحمت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کی نفی کرنے میں لگا ہوتا ہے، وہ نایافت کا طلب گار ہوتا ہے اور جب اکثر سایوں کی مزاحمت سے فارغ ہوتا ہے سوائے آخری سایہ کے، جو نورانیت کی توجہ کا مطلوب ہوتا ہے، تو اس کو صاحبِ نایافت کہتے ہیں۔ اور وہ صاحب ولایتِ اخص ہوتا ہے اور اس پر فضلِ اخص ہوتا ہے۔ پہلے مرتبہ میں متوسط، اور دوسرے میں منتہی اخص۔ یہ مقام برزخ کا ہے۔ جو ولایتِ الخاصیہ اور ولایتِ خاص الخواص کے درمیان ہے اس مقام پر مرتبہ نایافت میسر ہوتا ہے۔ لیکن یافت

کی حقیقت غیر حاصل ہوتی ہے اور وہ صفات سلبیہ سے واصل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور سلب سے کام میں نقصان ہوتا ہے، اگرچہ اثبات سے مقصودِ حقیقی معلوم ہوتا ہے، لیکن ابھی خاص الخواص کا فضل میسر نہیں ہوتا کہ اس مرتبہ سے نکل کر اثباتِ حقیقی تک پہنچا دے۔ ولایتِ خاصہ میں نفی اعلیٰ ہوتا ہے اور اس مقام میں حصولِ نفی، کیونکہ حضوری کا لباس پہن کر سالک اس طرح مستعد ہوتا ہے، کہ لباس کی حضوری کو بھی نفی میں شمار کرتا ہے، لیکن حضورِ حقیقی سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے ع قلم ایں جا رسید، سر بشکست (قلم یہاں تک پہنچا تھا کہ اُسکا سر ٹوٹ گیا۔)

دوسرا جواب

تجددِ امثال کے جواب میں، کہ ثواب و عذاب کی خاطر ان کی توجیہات لکھی گئی ہیں، لیکن ان توجیہات کے باوجود نفس مرنے کے بعد نفس با ذات کی حیثیت سے کوئی خبر نہیں دیتا سوائے اس المتجدد کے، جو مرنے کے بعد متجدد الاوّل کے علاوہ ہو اور یہ بیان، بیان اللسانی پر مبنی ہے اور چونکہ تجددِ امثال کا مسئلہ مشکل اور نازک ہے، اور صاحبِ حصول کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچتا، خواہ متجدد کا مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس لیے مشاہدۂ تجدد اور علم کے باوجود اس کی کیفیت صحیح طور پر اہلِ حق اور اصلی صاحبانِ علم حضوری کے سپرد کر دینی چاہیے۔ تجدید پر اعتقاد رکھنا چاہیے، اور عذاب و ثواب اُخروی کا قائل ہونا چاہیے۔ اور دو علم کیفیت جس کو عذاب و ثواب اُخروی کا پیدا کرنے والا سمجھنا چاہیے، اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے تاکہ صوفیا اور علمائے ظاہر دونوں کی بات درست شمار ہو۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۱۴

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

خدائے تعالےٰ کی حمد اور اس کے رسول پر درود و سلام کے بعد اور سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا شفقت نامہ موصول ہوا۔ اور اس نے اللہ تعالےٰ کی عنایات سے اپنے اور یاران محفل کے بارے میں اطلاع دی، میرے عزیز! اس فقیر کی طرف سے اگرچہ درستا کارہ ہے اور اس کی وجہ سے فقرا کا نام باعث ننگ ہے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمام انبیا ذاتِ جامع صفات سے واصل ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے متابعت کی وجہ سے۔ اسی طرح اللہ کے نام کا الف قابلِ اطاعت ہے۔ اور دوسرے تبعور حروف اس کے مطیع ہیں۔ چنانچہ قابلِ اطاعت کو الف کے حرف سے اطاعت حاصل ہوتی ہے۔ اور اطاعت کرنے والوں کو باقی حروف کے بارے میں اس لیے جان لینا چاہیے۔ کہ اللہ اسم ذاتی ہے اور رحمٰن و رحیم اسم صفاتی ہیں، چنانچہ تمام انبیا کے وصول کے باوجود اور سب کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابع ہونے کے باوجود بعض کا وصولِ ذاتی غالب ہے۔ ان کو غالباً اسم ذات کے حرف سے حصّہ حاصل ہے۔ اگرچہ انہیں اسم صفاتی کا کچھ حصّہ بھی حاصل ہے، اور یہ نسبت زیادہ تر حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسٰیؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسٰیؑ کو حاصل ہے۔ لہٰذا وہ اسم ذات کے ہر حرف کے اسرار سے بہرہ یاب ہیں اور چونکہ ان کی نسبت دوسروں کو وصول صفاتی کا حصّہ زیادہ حاصل ہے، اس لیے وہ اسم رحمٰن اور اسم رحیم سے زیادہ بہرہ ور ہیں۔ اور ان کی مبارک کتابوں میں ان دونوں متبرک ناموں کے اسرار کا ذکر زیادہ ہے، اسی طرح چونکہ اللہ کے نام کی حقیقت

متبوع ہے اور دُوسرے حرُوف تابع ہیں۔ اور ذات متبوُع ہے اور صفات تابع، اس لیے مجبُوراً ذاتِ جامع صفات کا وصول حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصّے میں آیا ہے، اور اُنکی نسبت سے چونکہ دوُسروں کو صفات سے جو تابع ذات ہیں حصّہ ملا ہے، اس لیے حضرت محمُد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے وہ صفات سے منسُوب ہوئے ہیں، اگرچہ انہیں وصولِ ذاتی بھی حاصل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے تین ہزار ناموں کی تفصیل حق تعالےٰ کو ہی معلوُم ہے۔ یا حضرتؐ کو اللہ تعالےٰ کی تعلیم خاص کے ذریعے حاصل ہے۔

مکتوب : ۱۱۵

جناب میر محمّدؒ کے نام لکھا گیا۔

آپ کے نوازش نامہ سے یہ گنہ گار بے حد مستفید ہوا۔ اور اس کے مطالعہ نے حیران کر دیا، کہ اس قدر متقی اللسان، صاحب، دنیا لوگوں کے متعلق بے موقع بات کرتا ہے۔ اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔ ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لیے تو با حکمت ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ غیبت آمیز بیان سے بہت صدمہ ہوا۔ لیکن جب آپ جیسا صاحب وعدہ شخص ستّر بار خدا کے ساتھ باتیں کرتا ہو، تو سکوت کو ضرور سمجھ کر وعدہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ وعدہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وعدہ الہامی، جو مخصوص ہوتا ہے اور دوسرا وعدہ لوحی جو عام ہوتا ہے۔ ہر وعدہ الہامی خاص ہوتا ہے، جو عارفوں کے لیے مخصوص ہے اور وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ وعدہ لوحی عام ہوتا ہے، ہر ایک کے لیے، چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے بعض لوگ بعض کی غیبت کرتے ہیں۔ اور اُسکا ترک کرنا جس کا سب کو حکم ہے۔ لازم ہونا

چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے، زبان تو درکنار اگر دل کے اندر بھی اس کا خیال آئے، تو وہ بھی ایک مسلمان کی غیبت ہو گا۔ پس قلم اور زبان کی تو بات ہی مشہور ہے۔ بس اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ غافلوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب : ۱۱۶

میر محمد حبیبؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے، کہ حضرت ایشاں کلاںؒ نے اپنے ایک مکتوب میں، جو قلب کی تحقیق کے بارے میں ہے، اس کا بیان مختصر طور پر کیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے اس کی تعبیر وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے اس طرح فرمایا ہے۔ کہ حضرت ایشاںؒ کا دل ایک مرتبہ ہے، اور اس دل کے دائرے میں چار اور دل ہیں، دائرہ در دائرہ۔ چنانچہ پہلا دل چھ لطیفوں پر مشتمل ہے، یعنی لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قلب تو ہیں ہی۔ لطیفۂ روح، لطیفۂ سرّی، لطیفۂ خفی، اور لطیفۂ اخفیٰ بھی ہیں۔ ہر مذکورہ قلب میں مذکورہ لطائف موجود ہیں لیکن اس قلب میں جو پہلے قلب کے بعد ہے، تنگی کی وجہ سے لطیفۂ نفس اور لطیفۂ اخفیٰ ظاہر نہیں۔ اور تیسرے قلب میں لطیفۂ خفی بھی ظاہر نہیں اور چوتھے قلب میں لطیفۂ سرّی بھی ظاہر نہیں، اسی طرح پانچویں قلب میں لطیفۂ روحی بھی ظاہر نہیں، اور یہ آخری قلب جسے پانچواں قلب کہا گیا ہے، سوائے اس قلب کے جس کی طرف تمام قلوب ہیں، کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تمام قلوب میں اسرار و روایات کی طرح کا ظاہر ہے، اس پانچویں قلب میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے، اور اس مرتبہ کو باقی تمام مراتب کی انتہا سمجھا جاتا ہے، اور اس کی مظہریت کے لائق اور کمال کی مناسبت کے اعتبار

سے کسی اور شئے کو پیدا نہیں کیا گیا، انہوں نے اسے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے، تاہم حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق اس بیان کی انتہا سے جو پانچویں لطیفہ قلب کے بارے میں ہے اور ولایتِ ملائے اعلے تک جو نبوّتِ انبیا کے تحت ہے، ولایت اخص کے نام سے موسُوم ہے، اور ولایتِ کمالاتِ انبیا کے بیان کے بارے میں خاموش ہے۔ اللہ ہی اس راز کو جانتا ہے، اور اس کا بیان نہیں ہوگا۔

حضرت بنوریؒ (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) کی اصطلاح کے مطابق قلب چھ ہیں۔ پہلا قلب حقیقتِ انسانی ہے، اور باقی تمام قلوب کی اصل اس کے تحت ہے۔ اور دُوسرے پانچ قلُوب، پہلے قلب کے سایہ میں ہیں، اس لئے ولایتِ عامہ کا تعلق دیکھنے میں قلبِ اوّل سے ہے اور اس قلب اوّل کا ظرف مُضغہ ہے۔ اور ولایتِ خاصّہ کا سایہ اس قلب اوّل سے متعلّق ہے، اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے صاحبانِ کمال، قلب ثانی سے، جس کا ظرف قلبِ اوّل ہے، تعلق رکھتے ہیں اور نفسِ ولایتِ خاصّہ کے اہالی کمال تیسرے قلب سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہرِ ولایتِ اخص کے صاحبانِ کمال اس چوتھے قلب تک، جس کے ایک طرف تیسرا قلب ہے، پہنچتے ہیں۔ اور وہاں سیر کرتے ہیں اور نفسِ ولایت، جو ولایتِ ملائے اعلےٰ کے نام سے مشہور ہیں، کے صاحبانِ کمال پانچویں قلب کے لوگ ہیں کہ اُن کے ایک طرف چوتھا قلب ہے۔ اور پانچویں قلب کے لوگ تمام چاروں نچلے مراتب کو طے کر کے اصل کی طرح صاحبِ مرتبہ ہو جاتے ہیں۔ اور چاروں نچلے قلوب کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ظلّ تک پہنچ جاتے ہیں، اور پھر نچلے سایوں سے خلاصی پا کر وصل سے وصل تک اور یافت سے نایافت تک پہنچ جاتے ہیں، اور

صاحبِ کمال ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ اپنے نچلے مرتبوں سے سو مرتبہ اُوپر اُبھرتے ہیں، اور حصول کی بافت سے اس میں کوئی بُو نہیں رہتی، لیکن نایافت کے باوجود، توجہ کی بُو باقی رہتی ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری کے ظہور کے بعد توجہ سے قطعِ مطلق ضروری ہے۔ اور ایسا شخص نفسِ ولایتِ اخص کا عالی منزلت صاحب ہوتا ہے اور یہ ولایت انبیاؑ کا خاصہ ہوتا ہے، اور علمِ حصولی اور علمِ حضوری کے مرتبے میں برزخ کی طرح ہے۔

اسی لیے حضرت پیر دستگیر بنوری قُدس سرہ نے اس مرتبے کے حق میں فرمایا ہے کہ پوشیدہ توجہ سے وہ رنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے البتہ ایسے عالی ہمت کا کوئی ثانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ چھٹے قلب والے کا مرتبہ، کہ وہی حقیقت انسانی ہے، نچلے تمام پانچوں قلوب سے واصل ہوتا ہے اور کمالاتِ ولایت انبیا، اور کمالاتِ نبوتِ انبیا کے صاحبان کا خاصہ ہوتا ہے (ہمارے نبیؐ اور تمام نبیوں پر سلام و درود) اور چونکہ یہ دونوں مرتبے تمام نچلی ولایتوں میں شرف رکھتے ہیں، اس لیے ان دونوں مرتبوں کے صاحبان قلبِ وصلی پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شرافتِ حقیقت، میں مرتبہ نایافت کو پہنچ کر، علمِ حصولی سے گزر کر، علمِ حضوری سے، حضورِ علم اور حضور در حضور پہنچ جاتے ہیں اور تمام قلوبِ تحتانیہ کے مالک ہو کر تمام قلوب کو آخری قلب کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، اور ان قلوب میں علمِ حصولی کی بُو تک نہیں چھوڑتے۔ سوائے علمِ حضوری کی مظہریت کے، اور ان تمام چھ لطائف کے حقائق و معانی کے مالک بن جاتے ہیں لیکن ان پانچوں قلوب میں علمِ حصولی کی بدولت ان مراتب کے حقائق کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور اس آخری دل کے مالک کو تمام اُوپر اور نیچے کے حقائق کا علم ہو جاتا ہے۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے ؎ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست

تابکجا (اور دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک کتنا فرق ہے)، اور وہ جو لطائفِ خمسہ کی پوشیدگی کا قلب کے علاوہ مختلف مقامات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تحقیق یہی ہے

مکتوب : ۱۱۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اے ہمارے ربّ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک وسیلہ فضیلت اور بلند درجہ عطا کر، اور انہیں وہ مقامِ محمود دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت عطا فرما۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مقامِ محمود اور "مقام نصیرا" کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ مرتبہ جو آنحضرتؐ کو زندگی میں دنیا ہی میں عطا ہوا۔ اور اس مرتبے کے پھر دو حصے ہیں۔ کمالِ مرتبۂ نصیرا اور کمالِ مرتبۂ بصیرت سرّی، آنحضرتؐ کو دائمی طور پر عطا کیے گئے۔ اور یہ بصیرت تمام انبیا میں عام اور آنحضرتؐ میں خاص ہے۔ دوسرا مرتبہ رویتِ بصری کا ہے، جو آپ کو معراج میں میسّر ہوا۔ اور آنحضرتؐ کو اس مرتبے سے سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ اسی کی دو نشانیں سرّی اور بصری ہیں یعنی بصیرت اور رؤیت۔ اس مقام پر آنحضرتؐ نے فرمایا "اللہ سے میرے تعلّق کا ایسا وقت آتا ہے، جب کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبی اور کوئی مرسل وہاں نہیں ہوتا"

اور جو دائمی ہے، وہ مقامِ محمود ہے۔ جس کا آنحضرتؐ سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ دعا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کی ہے، اور مرتبۂ شفاعت میں ہے، جو امت کے حق میں آخرت میں بوقتِ حساب ہے۔ اسی وقت کسی شخص کو شفاعت کی جرأت

نہیں ہوگی۔ تمام دوسرے انبیا اور اولیا خدا کے حضور "نفسی نفسی" کہہ رہے ہوں گے اور آنحضرت "اُمتی اُمتی" پکار رہے ہوں گے۔ اللہ اللہ کیا بزرگ شان ہے۔ اور یہ جو بعض فقرا کہتے ہیں کہ عرش کے اُوپر دو مقام ہیں۔ تو یہ ایک کمزور بات ہے، جس جگہ آنحضرت معراج کے وقت پہنچے ہوں گے۔ وہاں نیچے اور اُوپر کے مقام کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ پس اے سمجھنے والو، بات کو سمجھو۔

مکتوب : ۱۱۸

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ فُقرا کے مراقبہ کی تحقیق کے بارے میں پُوچھا گیا تھا۔ معلُوم ہونا چاہیے کہ مراقبہ کی چار قسمیں ہیں۔ مراقبہ کی صُورت ہے معنی ہیں، حقیقت ہے، اور حقیقت الحقائق ہے۔ مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ دل کا ذکر جاری کرنے کے لیے سر کو جُھکا لیا جائے۔ مراقبہ کے معنی انتظار کرنے کے ہیں، اور اس کے دو مرتبے ہیں ایک ولایتِ خاصّہ میں یعنی تجلّیات کے وارد ہونے کا انتظار، دوسرا ولایت اخص میں یعنی نایافت کی حقیقت کا انتظار اور مراقبہ کی حقیقت علم حضُوری میں اور حضُورِ علم میں ہے کہ وہ ولایتِ انبیا میں ہے اور حقیقت الحقائق یہ ہے کہ حضُور در حضُور میں ہُوا جائے اور یہ نبوّتِ انبیا کے کمالات میں سے ہے۔ ہمارے نبی اور تمام انبیا پر سلام و درُود۔

معلُوم ہونا چاہیے کہ انتظار کا مطلب توسّط میں ہے، اور ظلال، حقیقت اور حقیقت الحقائق، انتہائے حقیقی میں ہیں۔ اور یہی اصل مرتبہ ہے۔ اس لیے جن عزیزوں نے مراقبہ کے مطلب کو صرف انتظار پر ٹھہرایا ہے، انھوں نے صرف ولایتِ خاصّہ کے مراقبہ کا ذکر کیا ہے اور مراقبۂ ولایتِ انبیاء اور کمالاتِ

نبوّتِ انبیاء کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ اکثر ولایت خاصّہ سے ہی گزرے ہیں اور بہت کم نے اُوپر کی ولایتوں تک رسائی حاصل کی ہے اور "نادر معدوم ہوتا ہے" کے مصداق اُن کا بیان حذف کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی صحیح علم رکھتا ہے۔

مکتوب : ۱۱۹

عالی قدر بیگم جیوؒ کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ عالی قدر مکرّمہ حضرت بیگم جیوؒ کا نوازش نامہ مبارک وقت پر موصول ہوا اور اس سے ذاتِ مبارک اور برخوردار عالی قدر خواجہ محمّد یوسف جیؒ اور چھوٹی بیگمات کی خیریت کی اطلاع ملی۔ اور اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بالخصوص یادِ حق کے بیانِ شوق سے اطاعت گزاروں کی خیریت معلوم ہوئی۔

چاہیے کہ اللہ (جل جلالہٗ) کے نام کو دل پر نقش کیا جائے اور سر کو نیچا کر کے، زبان کو تالو سے چپکا کر، پُوری طرح یقین کر کے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بھر اُوپر آ جانے تک اسی طرح متوجہ رہیں۔ اور تقویّتِ ذکر کے لیے کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کا وِرد بھی نمازِ اشراق کے بعد کریں۔ اور یہ اس طرح ہو کہ آنکھیں بند کر کے، خیال کی نظر ناف پر ڈالیں۔ 'لا' کے لفظ کو ناف سے اُوپر کھینچ کر اپنے سانس کو بند کر کے اس کی مدّ کو سینے کے راستے پیشانی تک لے جا کر 'اللہ' کا اشارہ دائیں طرف خیال کریں، اور لا الٰہ کا مطلب، غیرِ حق کی نفی میں تصوّر کر کے 'الا اللّٰہ' کو دائیں بازو سے کھینچ

کر دل پر جو بائیں پستان کے نیچے ہے، خیال میں ضرب لگائیں، اور مطلب یہ لیں کہ میرا مقصود اللہ ہے، اور سانس کو ناک سے گزار کر قلب کے اوپر اللہ کے نقش کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر خیالی نظر ناف پر ڈال کر سانس کو روک کر لاالٰہ کو اوپر کھینچیں۔ اس طرح نمازِ اشراق کے بعد مسلسل اکیس بار کر کے دعا پڑھیں اور زبانی وظیفہ جتنا ہو سکے، کریں۔ اگر شوق ہمت دے، تو اسی طرح پھر اکیس بار سانس کھینچ کر اور دل کو ہر شئے سے خالی کر کے دعا کریں۔

مکتوب : ۱۲۰

صُوفی بُلندؒ ساکن جلال آباد کو تحریر کیا گیا۔

مشفق و مہرباں جناب صُوفی صاحب، سلام کے بعد عرض ہے کہ حضرت پیر دستگیر میاں محمد شریف جیوؒ نے اللہ اُن کے راز کو پاک کرے اس عبارت میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، وہ صاف صاف ہے، اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اور عزیز نے اس کی جو شرح لکھی ہے۔ وہ بھی عارف کی نسبت سے اور عارف کی نظر سے ہے اور ذات وصفات کی حقیقت کی نسبت سے بالکل خاموش ہے۔ جیسا کہ حضرت پیر دستگیرؒ فرماتے ہیں۔ رباعی ؎

حق ہستیِ مطلق است بالذات وصفات　　　باوی زقیاس و جُملگی مفہومات
عینیّت وغیریّت، مفہوم الکیف　　　او پاک تراز تحقیق ایں اطلاقات

(ترجمہ) حق اپنی ذات وصفات کے ساتھ ہستیِ مطلق ہے۔ اُس کے بارے میں یہ قیاسات اور مفہُومات، عینیت، غیریت اس کی ذات سے دُور ہیں، اور کیف کے مفہوم سے پرے ہیں۔ وہ ان تمام اطلاقات سے پاک ہے۔

چنانچہ اس رباعی کے مطابق حضرت میاں محمدؒ شریف جیوؒ نے نُور کو "لاھو" اور "لاغیرہ" کی صفات سے نسبت دی ہے۔ اور یہ دُرست ہے، لیکن نُورِ ذاتی

کے ظہور کو جو عین ذات فرمایا ہے وہ اوپر درج شدہ رباعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مذکورہ بالا رباعی میں کیا "عین" اور کیا "غیر" کے اطلاق کو مفہوم الکیف بیان فرمایا ہے۔ حقیقتِ ذات اور ہے، اور حقیقتِ ذات وصفات اور ہے، صفات مفہوم الکیف سے آزاد ہیں کیا "عین" اور کیا "غیر" اور اس میں کوئی کلام نہیں۔

اور وہ جو لازمیہ اور متعدیہ کہا گیا ہے، وہ عارف کی نظر سے ہے۔ ذات وصفات کی حقیقت کی شان، اطلاقِ محض سے علیم و عالم حقیقی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا، "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہیں تھی۔ یعنی وہ اطلاق محض سے علیم اور عالم تھا اور اب تک جیسا تھا اسی طرح بلا تفاوت اور بلا قید وہ علیم و عالم ہے۔ اور یہ بات عارف پر اصلی علمِ لدنی کے ظہور کے بعد دو طرح سے ثابت ہوئی۔ ایک ذات وصفات کے حضور در حضور میں تعلقِ معلوم سے خلوِ محض کی بدولت اور دوسری صفات مع کمالات اور اس کے مقتضیات کے بلا کیف تعلق معلوم اور حضوری علم اور علم حضوری کے نقص سے، اور علمِ حضوری کے ظہور کی کیفیت سے جو علم حصولی کے آئینہ میں عرفان کے لیے ہے۔

چنانچہ حضرت محمد شریف جیو نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی ذاتِ پاک کا ظہور عارف کی نظر میں دو قسم کا ہے۔ آثار یا احکام کی حیثیت سے حقیقت الذات وجودِ محض ہے اور وحدتِ حقیقی سے ظاہر و اظہر ہے۔ یہ عارف کی نظر میں ظہور ہے۔ اور ظہور سے ظاہر تک پہنچنا ہے پہلے ظاہری صفات سے مراتب کی ترتیب کے حساب سے، اور حقیقی واحد کے مرتبۂ اطلاق میں کوئی ترتیب نہیں۔ اور پھر یہ کہ ذات نورِ محض ہے اور صفات بھی نورِ محض ہیں۔ اور نورِ اول کو جو ذات ہے، نورِ ثانی کے ساتھ جو نفس صفات ہے، "لاہو" اور "لاغیرہ" کی نسبت تحقیق شدہ

ہے۔ اور نورِ اوّل کو جو ذاتِ محض ہے اپنے ساتھ عین کی نسبت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ وہ مقولۂ کیف سے ہے۔ چنانچہ ہر دو عین کی نفی، اور ذات کے ساتھ سوائے صفات کی نسبت کے، اُسی طرح لازم ہے۔ جس طرح وحدتِ ذات کے مرتبہ میں عین کی نسبت کیفیّت کے اعتبار سے ممنوع ہے والسّلام۔

سوال کی قُربت کے اعتبار سے جواب اسی خط کی پشت پر تحریر کر دیا گیا ہے، اس سے کچُھ اور نہ سمجھیں۔

مکتوب : ۱۲۱

میاں محمّدؒ نافع کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کے اسم نافع کی مظہریت کی وجہ سے آپ نافع المسلمین تسمیہ (بِسمِ اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحِیم) کے مطالعہ سے دلی طور پر اُس سے کہیں زیادہ نفع حاصل کریں، جو آپ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے اور حقِ سبحانہ آپ کو حروفِ مقطعات کے اسرار سے واقف کرے۔

معلُوم ہونا چاہیے کہ الف، لام، میم اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور کمالات کے حقائق کے اسرار ہیں۔ تسمیہ شریفہ ان حقائق کا مجمُوعہ اور ان کا بیان کرنے والا، بہت درست ہے۔ اور یہ معنی کہ آپ جیسے حقائق آگاہ نے تیسرے شعر کے معنی میں جس میں مصنف نے تسمیہ کو الف، لام، میم کے نقطہ کا دائرہ فرمایا، فی الاصل الف۔ لام میم سے تسمیہ میں زیادتی بیان کی ہے۔ اس میں پریشانی اور تردّد کی کوئی بات نہیں، کیونکہ کسی شے کے مجموعہ میں اور اس کے بیان کرنے

والے کے درمیان کسی شئے میں رمز کے طور پر زیادتی صریح ہے، اس لیے کہ رمز میں کسی شئے کا ملانا، اور بیان کرنا سوائے اشارہ کرنے کے اور کچھ نہیں، اور تسمیہ میں صاف صاف زیادہ کرنے اور جزا دینے کے معنی درج ہیں۔ اور اس کے ساتھ مصنف علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔ ان تین اشعار کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروفِ مقطعات کے ہر حرف سے ذات، صفات اور کمالات کا الگ الگ مفہوم نکلتا ہے اور ہر حرف دوسرے حرف کی حقیقت کی زیادتی کی خبر دیتا ہے۔ اور تسمیہ شریفہ ہر حرف کی حقیقت پر زیادہ سے زیادہ حقیقی معانی کی اطلاع دیتا ہے جو "لا ھُو" اور "لا غیر ھُو" میں شامل اور بیان کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً تسمیہ مرتبۂ ذاتیہ کی حیثیت سے صرف حقائق ذاتیہ کا نقطہ ہے، نیز حقائق دائرہ اور محیط دائرہ کا۔ اور دائرہ اور محیطِ دائرہ سے مراد مرتبۂ کمالات صفات ہے۔ یہ بے کیف اور بلا زیادتی کُل ہیں جیسا کہ اہل الکلام کہتے ہیں اور بے عینیت ہیں، جیسا کہ وہ اہل تصوف کہتے ہیں، جو کثرت میں وحدت کے قائل ہوتے ہیں اور یہی تسمیہ کمالاتِ صفات کی حیثیت سے تفصیلاتِ ذات کے ظہور کا دائرہ ہے۔ اور وہی تسمیہ مرتبۂ صفائی کی حیثیت سے الف لام میم کے محیط کا نقطہ ہے یعنی ان کمالات کا جن پر دائرۂ تحتانیہ مشتمل ہے اور میم اس کی رمز ہے۔ چونکہ میم حروفِ ثلاثہ میں شامل ہے، اس لیے حروفِ ثلاثہ کے ذکر میں مصنف مرحوم نے یہاں میم کا ذکر کیا ہے، اور وہی تسمیہ جو صفاتِ دائرہ کے کمالات کی حیثیت سے ہے۔ صفات کی تفصیل کا ظہور ہے۔

اس لیے تسمیہ شریفہ محض بے کیفی کی معیت میں الف لام میم کے حقائق پر، اور مراتب کے حقائق کے ظہور پر بے عینیت اور غیریت کے اطلاق کی بدولت

مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ تینوں بلند مراتب یعنی ذات، صفات اور کمالات کی تفصیل بھی ہے۔ اور یہاں حضرت مصنفؒ کے ابیاتِ ثلاثہ اور الف لام میم کے حروف کا ایک اور مطلب لکھا گیا ہے اور ابیاتِ ثلاثہ کا مطلب ایک الگ حاشیہ میں تفصیل سے بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے آپ لطف اندوز ہوں۔ اور اس حاشیہ کو آپ کے نامۂ مبارک کی پشت پر اس لیے لکھا گیا ہے تاکہ سوال و جواب آمنے سامنے رہیں۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۲۲

میاں محمد نافعؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کی وجہ سے سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اور درود اس کے رسول اور وسیلۂ کونین اور وسیلۂ متحیرین پر ہو۔

صاحبِ استعدادِ عالی، اور مظہرِ انعاماتِ الٰہی، اللہ تعالیٰ اسے نفعِ کثیر سے مالا مال کرے، فقیر حقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام کے بعد عرض ہے، آپ کا نوازش نامہ مع ایک الگ کاغذ کے جس میں بڑے اہم سوالات درج تھے، موصول ہوا۔ ہر لطیفہ کا سلوک واردات سے پُر تھا اور آپ کی استعداد کی خوبی کی خبر دیتا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ ہر لطیفے کے استعمال سے پانچ دن کے اندر اس کے عجائبات آپ کو نظر آئے، اور انہوں نے آپ کو لذت بخشی۔ اور اسی طرح یادداشت کے تعلق سے اسم کو ترقی دے کر مسمّٰی کر دیا گیا، اور مسمّٰی کی لذت

سے اسم کی یاد کی فرصت نہیں ملتی بجز تکلف کے۔

اے مشفق! یہ تمام سلوک جو تکرار سے لطائف اور جلوہ مسمّٰی کے لیے یادداشت ہے، جب جلوہ مسمّٰی، حقیقت بن عطا کیا گیا، تو اسے پھر تکرار اور یادداشت میں لانا شرک انگیز ہے۔ اس حالت میں محض بے کیف ذاتِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جسے بے جہتی اور لامکانی کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے، کہ "جس نے وصول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ تعالےٰ سے شرک کیا"۔ سبحان اللہ کیا لطیف بات کہی، جو پُر معنی اور تمام مراتب کی حامل ہے اور جو مُبتدی اور متوسّط کے حسب حال ہے اور انہوں نے ہر وصُولی و کامیابی کے نچلے مرتبے کو عبادت سمجھا۔ اور اوپر کے مرتبے کو نسبتہً یا حقیقتہً وصُول سے تاکید کیا۔ وہ اس طرح کہ جب مسمّٰی کو جلوہ سے غلبہ کرے، تو ماتحت کو سلوک و مقدمات سے سمجھے، اور حتیٰ الامکان اپنا چہرہ ہر وقت مسمّٰی کی طرف رکھے۔ اور بزرگی کے لیے کوشش کرے، تاکہ مسمّٰی کے شہُود سے ترقّی کر کے، غیبِ حقیقی کو کہ دراصل وہی مسمّٰی ہے، نفیِ توجّہ اور بے توجہی سے حاصل کرے۔ اور عین بے توجہی میں نظر ڈالنی چاہیے تاکہ، توجّہِ خفی رخصت ہو جائے اور نایافت سے نایافت کی حقیقت مل جائے۔ اور بے توجہی کا پھل علمِ حضُوری کی صُورت میں مل جائے۔ اور اس حقیقی علم حضُوری کو حضُورِ علم سے زیادہ واجب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ حضُورِ علم کا مرتبہ علم حضُوری سے بلند ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے ؎

علمِ حضُوری کجا، وحضُورِ علم کجا — بر بیں تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا

ترجمہ: کہاں علمِ حضُوری اور کہاں حضورِ علم، دیکھئے ان دونوں میں کہاں سے کہاں تک فرق ہے۔

لیکن ابھی علمِ واجبی کا واسطہ جو وصولِ صفات میں داخل ہے، باقی ہے۔ اور زاہدیت

بُو ظاہر ہے اگرچہ یہ زاہدیت کی بُو علمائے ظاہر کی زاہدیت کی بُو سے بہت مختلف ہے، اوراس مرتبہ کے حاصل کرنے والے نفسِ ولایتِ انبیا کی پیروی کی بدولت بہرہ مند ہیں. چنانچہ اگر وہ مہربانی کریں اور اخص الخواص کے فضل سے رہبری کریں تو سالک اُسے بصیرت کی نظر سے بغیر توجّہ کے حاصل کرلیتا ہے. کیونکہ ذات، اپنی ذات میں علیم ہے، اور علیم اس کی ذاتی قابلیت ہے، اور ذات اپنی ذات میں بصیر ہے اور بصر اس کی قابلیّت ذاتی ہے اور باقی تمام صفات کا بھی اسی طرح قیاس کرلیجئے.

اس مقام پر ایسا شخص مرتبۂ نبوّتِ انبیا کی مقبوُلیت سے بہرہ مند ہوگا، اوراس کے بعد اگر وہ مشربِ محمدّی پر ہے، تو مرتبۂ نبوّتِ محمدّی سے بہرہ مند ہوکر کمالاتِ مرتبۂ نبوّت سے بہرہ ور ہوگا اور یہ اللہ کا فضل ہے. بس پھر یادداشتِ مسمّی کے مرتبہ کی تاکید ہوں. کہ جب مسمّی اور بے کیفی کی یادداشت کی لذت ظاہر ہوتی ہے، ارادے سے پچھلے مرتبے کی طرف رُخ نہیں کرنا چاہیے اور اگر بلا ارادہ ایسا ہوجائے، تو اسے اُوپر اٹھانا چاہیے اور مسمّٰی سے مل جانا چاہیے.

میرے عزیز، وصل غیر کا تقاضا کرنا ہے، اور یہ وصل اپنے آپ سے چھٹکارا پانا ہے۔ اور وہ جو الگ کاغذ پر سوالات لکھے ہوئے تھے، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناقص مقلدانہ عقل سے خاص تحقیق کرکے ہر سوال کے آگے اس کا جواب لکھ کر اس مکتوب کے ساتھ ملفوف کر دیا ہے اگر اتفاق سے کسی سوال کا جواب رہ گیا ہو، تو اس کی اطلاع دیں.

مکتوب: ۱۲۳

میاں محمد اللہ دین کے نام تحریر کیا گیا.

اچھی طرح سمجھ لیجئے، کہ صورتِ متخیلّہ صرف خیال کی تراشِش خراشِش ہے جان

لینا چاہیے کہ صُورت، رنگ، شکل جو کچھ دانش و بینش میں آتا ہے، وہ سالک کے لیے دید و دانش کی لامِ نفی ہے۔ لیکن صُورتِ متخیّلہ سے خود صُورت تراش سے قُربت و معیّت کی وجہ سے بے کیفی کی نسبت صاف صاف معلُوم ہوتی ہے۔ احاطہ و معیّت کا کیا مطلب، صُورت تراش کی صُورت سے ظاہر ہے۔ کہ کسی صُورت کا تراشنا قُربت، تعلّق وغیرہ کے بغیر محال ہے، کیونکہ صُورت تراش اگر صُورت سے دُور رہے گا، تو وہ کس طرح تصرف کر سکتا اور صُورت بنا سکتا ہے اور معیّت اور احاطہ بے کیفی کے بغیر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ صُورت تراشے۔ اس کے باوجُود کہ کمال کی قُربت کی بدولت اس نے صُورت کو تراش لیا، وہ خود تمام صُورتوں میں اپنے جیسا کسی کو نہیں پاتا۔ "اس جیسا کوئی نہیں"۔ جب تراشنے والے کے لیے معیّت و قُربت کی حقیقت، تراش کی بدولت ثابت ہو گئی، تو یہ تحقیق ہو گیا۔ کہ ماسوائے حق کوئی شے حق سے مماثلت اور مجانست نہیں رکھتی۔ اس لیے صُورت تراش کی، اس کی اپنی تراشی ہوئی صُورتوں سے کوئی مماثلت نہیں۔ پس یہ ثابت ہوا کہ صُورت اور صُورت تراش کو ذہن سے دُور کر کے محض بے کیفی سے حق تعالےٰ کی ذات و صفات کو پہچان کر بے توجّہی سے اللہ سبحانہ کی ذات و صفات کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے۔

اگر یہ عبارت آپ کی سمجھ میں آ جائے۔ تو بہتر، ورنہ رُوبرُو بات ہو گی۔

مکتُوب: ۱۲۴

میاں گُل محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

سب تعریف اس محمودِ حقیقی کے لیے ہے، جس نے اس پریشاں اور حرص سے معمور تعلقات میں اپنے ذکر و فکر سے اس سچے عاشق کو لذت و شوق عطا کیا، اور معطّر خوابوں کے باغ اسرار سے بہرہ ور کیا، اور حمد پر حمد کا اضافہ کیا، اور جو سانس نہیں آتا اُسے واپس لایا جاتا ہے۔ اگر اچھے واقعات حالتِ بیداری میں بارور ہوں، اور رائے کو آناً فاناً بُرے تعلقات کی قید سے باہر لے آئیں، اور اس شخص کے عیُوب سے واقفیت رکھیں، تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر اسی خواب کو معذور رکھیں اور غیر ضروری امُور سے دُور رہیں، تو یہ مصیبت پر تنبیہ ہے۔ اور اس نعمت کا شکر ادا کریں اور حالتِ بیداری میں اللہ کی اطاعت، اور اللہ کے حبیب کی پیروی میں کمرِ ہمت مضبوطی سے باندھیں، اور کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ "اے اللہ مجھ سے محبت کرنے والے کو، اس ذات کی حرمت سے جو اوامر و نواہی کے ظہور کا وسیلہ ہے، وہ کچھ کرنے کی توفیق دے، جس کا تُو نے حکم دیا ہے۔" ذکر میں لفظ کا تصوّر اس وقت کا ہے، جب تک ذکرِ قلب سے جاری نہیں ہوتا۔ جب ذکر جاری ہو جائے تو تصوّر کی بجائے ذکر کی پاسبانی زیادہ ضروری ہے اور ذکر کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے، جب تک ذکر کیے جانے والے کا ظہور نہ ہو۔ جب ظہور ہو جائے، تو تصوّر اور ذکر، مذکور کے حضُور میں مضمحل ہو جاتے ہیں، بلکہ اس جگہ تو ذکر بھی عین شرک بن جاتا ہے، اگرچہ یہ شرکِ طریقت ہے، لیکن طالب کو جو کچھ پیر سے حاصل ہو جائے، اسے اس کی نشو و نما میں کوشش کرنی چاہیے، اور وہ اس معاملے میں ہرگز پس و پیش نہ کرے، کیونکہ وہی پہلا دانہ جو مرید کے دل میں پیر کا بویا ہوا ہوتا ہے آہستہ آہستہ درخت بن جاتا ہے اور پھل لاتا ہے۔ اگر باغباں دانہ کی پرورش نہ کرے، تو درخت کس طرح بن سکتا ہے؟

اے سعادت شعار! آپ کے خواب، نُور بخش اور ترقی کے اُمید دار ہیں۔ اور

ذکر جتنی بھی حالتِ استغراق پیدا کرے، اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہیئے

ے از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا روش کم بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشنائی پیدا کر، باہر سے بیگانہ رہو ایسا اچھا طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

خوف کے خطرے کو دُور کرنے کے لیے آیت کریمہ " اِنَّ اَولیاء اللہ لا خوفٌ علیھم ولا ھُم یحزنُون"۔ "تحقیق اللہ کے اولیا کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں"۔ کا وِرد کرنے کے بعد وضو کے بعد کا چلو بھر پانی پی لیا کریں۔

مکتوب : ۱۲۵

میاں گُل محمدؒ کو لکھا گیا۔

اوّل و آخر سب تعریف اللہ ہی کے ہے۔ عقیدت مند اور سعادت کیش گُل محمدؒ کے خط نے خوشی بخشی۔ واقعات کی حقیقت نور بخش ہے، اور واقعات کی درستی، ذکر اور اعمال صالحہ سے لذت حاصل کرنا بیداری کا دروازہ ہے۔ امید ہے کہ واقعات کا نور براہِ راست حالتِ بیداری میں ظاہر ہوگا، اور خودی و انانیت سے نکال کر، نیستی میں لے جائے گا۔ چونکہ یہ سب کچھ ذکر اور نفیِ ماسوا کا ثمرہ ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس کی آمد و رفت اور نشست و برخاست کا سلسلہ جاری رکھیں، کیونکہ ذکرِ عالی سے انفاس کی پاسداری مسلّمہ ہو جاتی ہے۔ اور تمام تعلق ذکر سے قائم ہوتا ہے۔ ہمتِ بالغہ سے صبر کو طریقہ بنانا چاہیے اور اپنے تمام اوقات احکام بجا لانے میں غنیمت جاننے چاہیں۔ اور حواس کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھتے رہنا چاہیے۔ اور وضو کے بعد بچے ہوئے پانی میں سے تھوڑا

سا پی لینا چاہیے۔ اور گیلا ہاتھ سر پر ملنا چاہیے۔ برادر عزیز شیخ اسفندیار کی خیریت کی اطلاع دیں اور فقیر زادہ، جماعتِ فقرا بالخصوص محمد فاضلؒ اور محمد عیسیٰؒ کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

مکتوب : ۱۲۶

میاں گل محمد کو تحریر کیا گیا۔

مکتوبِ خلوص کے آنے سے جو پھول کی طرح تھا، طبیعت میں فرحت پیدا ہوئی۔ اور آپ کی خیریت کے لیے دعا کے ہاتھ بلند ہو گئے، جس کام میں حصولِ رضا کی آرزو ہو اس میں مشغول ہو جائیں۔ میرا بھائی گل محمدؒ، محبتِ محمدی کی خوشبو سے ہمیشہ خوش دماغ رہے۔

مکتوب : ۱۲۷

ایک عزیز کے نام لکھا گیا۔

میرے مشفق! آپ نے یہ جو لکھا تھا، کہ بعض عزیز، جو اپنے آپ کو طریقۂ احسنیہ سے وابستہ کہلاتے ہیں، وہ اپنی اصطلاح میں عالمِ مثال کے دائروں کو ایک سَو (۱۰۰) سے زیادہ شمار کرتے ہیں، افلاک کو بھی عالمِ مثال کہتے ہیں، اور پھر حق تعالےٰ کو جزیاتِ مفصّل کا عالم نہیں سمجھتے، تو اُن کی یہ بات طریقۂ احسنیہ کے اصُول میں سے نہیں۔ وہ یہ بات اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ طریقۂ احسنیہ کے بانی نے (خدا ان کے بلند راز کو پاک کرے) سُورہ فاتحہ کی تفسیر میں رَبّ العالمین کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ عوالم قیاس سے باہر ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ شبِ معراج کو جب حضورؐ آسمانِ بالا پر گئے تو انہوں نے ایک قطار اونٹوں کی دیکھی، جو چلی جا رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا، اے جبریلؑ یہ قطار کب سے رواں دواں ہے؟ حضرت جبریلؑ نے جواب دیا کہ جس روز سے میں پیدا ہوا ہوں میں اس قطار کو اسی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ربّ العالمین کی درگاہ میں عرض کیا کہ خداوند میں چاہتا ہوں کہ اونٹوں پر جو کچھ ہے، میں اس کی حقیقت سے واقف ہو جاؤں۔ حکم ہوا کہ ایک اونٹ کو بٹھایا جائے۔ جب بٹھایا گیا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر اونٹ پر دو صندوق ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک صندوق کو کھولا گیا، اور اس کے اندر دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ ہمارے اس عالم کی طرح صندوق میں ایک اور عالم ہے اور اس عالم کے اندر ظہورِ سرورِ کائناتؐ ہے۔ اور ہر عالم کا حشر و نشر ہے۔ چنانچہ اس قول سے معلوم ہوا۔ کہ عالموں کی تفصیل کا علم صرف حق سبحانہٗ کا خاصّہ ہے، اور وہ بیان سے باہر ہے۔

مزید برآں طریقۂ احسنیہ کے صاحب نے "نکات الاسرار" میں اللہ تعالیٰ کو عالم جزو کُل فرمایا ہے۔ اور انکار کرنے والے کو، جو علم جزئیات نہیں رکھتا، ملحد اور بدعتی قرار دیا ہے، اور سمٰوات کی تخلیق پر آیاتِ ناطق موجود ہیں جیسا کہ "اس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کو چھ دن میں پیدا کیا، کی آیت کریمہ میں فرمایا۔ اور اسے عالم خلق میں داخل کیا ہے، نہ کہ عالم مثال میں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ ممکن ہے، اس بات کے کہنے والے نے طریقۂ احسنیہ سے کوئی سند لے لی ہو، لیکن جیسا کہ ہونا چاہیے، وہ اس سے واقف نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ احسنیہ ہو، لیکن یہ اصطلاح، جس کو وہ طریقۂ احسنیہ سے منسوب کرتا ہے، ناپختگی کی وجہ سے

ہے۔

اور وحدتِ وجودی اور وحدتِ شہودی کے بارے میں، جو لوگ باتیں کرتے ہیں اور دونوں حالتوں کے بیک وقت قائل ہیں، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر وہ لوگ اس ایک واحد میں دونوں نسبتوں کو جمع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو بات ٹھیک ہے، کیونکہ اوّل سے بے عروج، نسبت ثانی کا ظہور، ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص وحدت الوجود کی نسبت سے معلوم ہو گیا اس پر وحدت الشہودی کی نسبت قائم نہیں کی جا سکتی اور اسی طرح اس کے برعکس، تو یہ ایک ناممکن قید ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وحدت الشہود کی نسبت ہوتی ہے اور وحدت الوجود کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح اس کے برعکس، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر پہلے وحدت الوجودی کی نسبت ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اُسے عروج میسر آتا ہے اور وہ وحدت الشہودی کی نسبت سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص پہلے وحدت الشہود کی نسبت پر فائز ہوتا ہے، وہ وحدت الوجود کی نسبت پر نیچے نہیں اُترے گا۔ سوائے کسی استثناء کے اور استثناء کا درجہ معدوم کا درجہ ہے۔ وہ اس لیے کہ توحیدِ وجودی کی نسبت لطیفۂ قلبی سے اٹھتی ہے، جو تمام لطائف سے مقدم ہے اور توحیدِ شہودی کی نسبت لطیفۂ روحی سے ظہور فرماتی ہے، جس کا مقام لطیفۂ قلبی سے اُوپر ہوتا ہے۔ توحیدِ وجودی، عنصری رنگ کی وجہ سے ہے۔ جو قلب ہے، اور وہ کثرت کا ملاحظہ کرنے کے بغیر وحدت کا رستہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے وہ وجوداتِ کثیر کو وجودِ واحد سمجھتا ہے۔ اس جگہ سالک پر حق کی تجلّی پڑتی ہے اور یہ تجلّی اسم رحیم کی ہوتی ہے، جو اپنی حکمت بالغہ سے اپنے آپ کو سالک کی استعداد کے پیشِ نظر کثرت میں ظاہر کرتی ہے۔ اور جب سالک اس مقام سے ترقّی

کر کے لطیفۂ روحی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو لطیفۂ روحی جو رنگِ عناصر سے ممیز ہوتا ہے، تعلقِ بدن کی عین حالت میں عناصر سے ممیز ہو کر اور عناصر کے غلبہ سے، جو کثرت کی طرف کھینچتے ہیں، الگ ہو کر عناصر کے امتزاج کے بغیر اُسے وحدت کی طرف لے آئے گا اور کثرت کو نظر سے گزارے گا۔ اور صاحبِ وحدت الشہود بن جائے گا۔ اور کثرت کو چھوڑ کر وحدت الشہود میں ظہور فرمائے گا۔ اس مقام پر حق کی تجلّی بجا طور پر تجلّی ہو گی۔ اور یہ تجلّی، اسم رحمٰن کی تجلّی ہو گی۔ اس کے بعد سالک نے جس طرح لطیفۂ روحی میں کثرت کے تعلّق سے چھٹکارا پایا تھا، اسی طرح وہ ترقّی کر کے شہود کے مقام سے خلاصی پا لے گا۔ کیونکہ صاحبِ شہود نے اگرچہ کثرت سے رہائی پالی ہوتی ہے، لیکن اُسے آخر کی خبر نہیں ہوتی، اس لئے ابھی اس نے کثرت سے جو شہود کے اندر ہوتی ہے ضعفِ استعداد اور قلّتِ بصیرت سے رہائی نہیں پائی ہوتی۔ اور چونکہ دوسرے لطائف کا بیان طوالت چاہتا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قلم کو ادھر سے کھینچ کر کسی اور طرف لے جاؤں، کہ اس سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے مشفق! وہ جو لکھا گیا تھا۔ کہ اگرچہ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، لیکن مبتدی کے لیے جو طریقہ بھی ہوگا، اس سے توبۂ عام کی خبر نہیں ہو گی۔ تاہم توبۂ عام کے کے بھی درجے ہیں۔ جس کا مرشد توبۂ حقیقی تک نہ پہنچا ہو، ایسے مرشد کے مریدوں کی توبہ تین نچلے درجوں کی ہو گی اور یہ تینوں قسم کی توبہ نسبتی توبہ ہو گی۔ اور ایسا کوئی مرشد حقیقی توبہ کے تینوں مراتب میں سے ایک بھی اپنے مرید کے سینے میں داخل نہیں کر سکے گا۔ اس لیے حقیقت میں وہ توبہ اعتبار کے درجے سے گری ہوئی ہو گی اور جس کا مرشد توبۂ حقیقی کے مقام پر پہنچا ہوا ہو گا۔ اور اسی قبولیت حاصل کر چکا ہو گا، بلکہ اپنی استعداد کے اعتبار سے کمالات کے مراتب

سے بہرہ یاب ہوگا، وہ اپنے مریدوں کے سینوں میں حقیقی توبہ داخل کر سکے گا، اگر اللہ چاہے، اس لیے سلوک دراصل مذکورہ توبہ سے ہوگا۔ خواہ فی الحال وہ سلوک کی اسی صورت میں ظاہر ہو۔ پس اسے سمجھیے۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ جس طرح عذاب اپنی ذات کے لیے تیار ہوتا ہے، اسی طرح دوست کے لیے بھی تیار ہوتا ہے، تو میرے مشفق، یہ اس وقت ہوتا ہے، جب میں حبیب کو ساری خلق کا عین کہوں۔ بلکہ ایک دوسرے کے سوا۔ لیکن اگر میں تمام عالم کے بارے میں کہوں جیسا کہ خلق کی مظہریت اور غیریت میں حق تعالیٰ کا ذکر ہوا اور جیسا کہ رسول اللہؐ کے بارے میں ذکر ہوا کہ عالم ان کے کمالات کے ظہور کا مظہر ہے، ان کے کمالات کا کوئی ثانی نہیں اور عین کے قول پر عذاب کا وقوع ہوتا ہے۔ جب عینیت بیں اٹھ گئی، تو حبیب پر عذاب کا شبہ بھی اٹھ گیا۔

اور وہ جو لکھا گیا تھا کہ ولایتِ خاصہ میں پرانے اولیأ مثلاً حضرت جنیدؒ وغیرہ تھے، تو ان کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں علم حضوری اور علم اصلی کا حضور حاصل نہیں۔ میرے مشفق اصول بیان کرنا چاہیے نہ کہ نام۔ حضرت جنیدؒ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جو کوئی ولایتِ خاصہ میں، جو حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، اور ولایتِ اخص اور خاص الخواص کے تحت ہے، وہ یقیناً علم حضوری اور حضورِ عالم ظلّی میں ہے۔ حضرت جنیدرح، ولایت ظلّی سے یقیناً ترقی کر گئے ہونگے۔ کیونکہ انہیں ولایتِ خاصہ جو حضرت پیر قدس سرہ، کی وضع کردہ اصطلاح ہے، میں شمار کرنا چاہیے، اور اس سے کم میں نہیں۔ اور وہ جو کمالاتِ صفات کی تحقیق میں دوبارہ لکھا گیا تھا، تو پہلے یہ حضرت ایشانؒ اور حضرت پیر قدّس سرّہ، کی تحقیق اور فرق کے پیش نظر لکھا تھا۔ اس پر غور کرکے بات کو سمجھیں اسے

مختصر طور پر دوبارہ تحریر کرتا ہوں۔

جس وقت صورِ علمیہ اور اعیانِ ثابتہ، جو اُن صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، جو ولایتِ خاصّہ کے رہنے والے ہیں، دُوسرے مرتبہ میں، جو نورِ محمّدی ہے ہوتے ہیں، اور ازل کی معلُومات کے کمالاتِ غیب، جو حضرت پیرؒ کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کے پہلے مرتبہ میں ہوتے ہیں، تو اُن عیانِ ثابتہ کا جو صُوفیائے کرام کی وضع کردہ اصطلاح ہے، کمالات و معلُومات کی اس اصطلاح سے جو حضرت پیر قدس سرہ نے وضع کی ہے، مقابلہ کرنا دانائی سے بعید ہے، وہ مرتبۂ ظِل (سایہ) سے اور یہ مرتبۂ اصل میں ہے اور ان دونوں میں اتنا بڑا فرق ہے، جتنا کہ زمین اور آسمان میں ہے۔ غیب کے پہلے مرتبہ میں صرف کونیّہ (جو شے وجُود میں آچکی ہو) اور امکانیہ (جس کے وجُود میں آنے کا امکان ہو)، معدُوم ہوتے ہیں اور دُوسرے مرتبہ میں نُورِ اوّل شامل ہے۔ فوقِ امکانیہ کی نسبت اور اپنے ماتحت کی نسبت، جو موجودات ہیں، وہ محض کونیہ ہیں۔ اس لیے حضرت پیر قدس سرُہٗ کی تحقیق کے مطابق یہ ثابت ہے کہ کونیّہ بے ثبوت اطلاق ہے۔ اور امکانیہ تقیُّد (بندش ہے) اور صُوفیہ کی تحقیق میں جو مرتبۂ ثانیہ ہے، امکانیہ بندش ہے۔ اگرچہ شہادت کو غیب سمجھتے ہیں اور مقیّد کو مطلق جانتے ہیں اور یہ عقل کی کمزوری ہے، جیسا کہ اس مرتبہ خاصّہ کی شان ہے۔ پس حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جب حقیقتِ عالم کو عدم محض فرمایا، تو اس معنی میں کوئی ثبوت نہیں اور حضراتِ صُوفیہ نے جب حقیقتِ عالم کو اعیانِ ثانیہ اور صورِ علمیہ کا نام دیا، تو امکانیہ مقیدہ کا ثبوت کونیّۃ المطلقہ کے تحت تحقیق کیا اور حضرت پیر قدس سرہٗ کے نزدیک، عالمِ کونیّہ کی حقیقت مطلق الثابتہ تحقیق ہوئی، اور قدرتِ ازلی ایسی ہے کہ اس میں عدم کا دخل یا شرکت نہیں، جیسا کہ مجدد الف ثانی قُدّس سرّہٗ نے فرمایا ہے عالم کی حیثیت

میں عدم کو مع ارادت، شریک کرنا ثابت ہے۔ امکانیہ میں ثبوت کا کوئی نشان نہیں۔ اس لیے مرتبۂ امکانیہ میں شہود ہے اور مرتبۂ ثانی میں ظہور ہے۔ اور صوفیائے کرام یہی خیال کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ کونیۂ عالم کا غیب میں ہونا ایک امر ثابت ہے، جو علم اور قدرت سے ہے اور عدم اور اعیانِ ثابتہ کی شرکت کے بغیر ہے۔ صوفیہ کی تحقیق کے مطابق پہلا ظہور نورِ محمدی کے مرتبہ میں ہیں۔ اس سے تینوں مذاہب میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اس لیے کہ صوفیہ کی تحقیق نورِ محمدی کے مندرجات میں ہے اور حضرتِ مجدد قدس سرہٗ کا بیان برزخ میں ہے تاکہ وہاں سے ترقی کی جا سکے۔ اور حضرت پیر قدس سرہٗ کی تحقیق اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمالات کے مرتبۂ اصل سے ہے۔ میرے عزیز اس تمام وضاحت کے باوجود چوں کہ اس کا مطلب بہت بلند ہے، اس لیے متخیلہ کو چھوڑے بغیر، اس کے سایہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

مزید برآں بعض عزیزوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام پر بھی بات کی ہے، اور اس سلسلے میں وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے فقیر سے پوچھا گیا تھا۔ میرے مشفق و حضرت پیر دستگیر بنوریؒ کی تحقیق کے مطابق سات حروف کی تحقیق اس طرح ہے۔ سات حرفوں یا سات درجوں میں مرتبۂ وجوب کے تین درجے مقرر ہیں۔ نفسِ کلام، نورِ کلام اور اس کلام کا متکلم پر ظہور۔ یہ تینوں مراتب کلام ازلی ہیں۔ اور عدد و کثرت کے بغیر، حرف اور آواز کے بغیر، اور کیفیت کے بغیر ہیں۔ اور یہ کلام، ظہورِ ثانی سے مرتبۂ شہودِ اوّل میں بغرض مدعا و مطلب ہیں۔ اس جگہ حروف اور ان کی آوازیں بھی نہیں، تاہم ایک ناقابلِ فہم کیفیت ضرور موجود ہے۔ اس جگہ اطلاقی اور تقییدی ظہور ہے۔ نفسِ کلام کا ظہور جو ظاہر ہے، اطلاقاً ہے اور کلام کے مخفی کمالات کا ظہور بذاتِ خود پوشیدہ ہے۔ اور یہ ظاہری مرتبہ ایک ناقابلِ فہم کیفیت میں مقید

ہے۔ اور یہ مرتبہ شہودِ اوّل کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں، خواہ وہ حق تعالےٰ کا مقرّب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے یہ چاہا۔ کہ اس نفسِ مدعا کو نُور کے حرف و صوت کا لباس پہنائے تو اسے حرف سب سے بزرگ فرشتے حضرت جبرئیلؑ پر ظاہر کیا، جیسا کہ فرمایا گیا" بے شک جبرئیلؑ نے آواز سُنی"۔ جو اللہ تعالےٰ کے کلام اور ارادے پر دلالت کرتی تھی۔ اور یہ دونوں مرتبے یعنی نفسِ مدعا اور نُورانی حرف و آواز، مخلوق کے واسطہ کے بغیر مخلوق ہیں، اور ان میں کسی مخلوق کے دخل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس نُورانی حرف و آواز کے مرتبے کو سوائے جبرائیلؑ کی سماعت کے کسی فرشتے یا کسی رُوح کے سننے کا یارا نہیں تھا، کیونکہ اس کا مرتبہ بہت بلند تھا، اور جب اس وحی کے پہنچانے کا حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوتا تھا، تو وہ اپنے جسم کے حرف و آواز کے لباس میں انبیا حضرات اور ہمارے نبیؐ پر، اور وہ مخصوص اوقات اور ضروری حالات میں امت کی تعلیم کے لیے انسانی حرف و آواز میں خود بیان فرماتے تھے۔ اور ان ملکوتی اور جسمانی حرف و آواز میں پہلے حضرت جبرئیلؑ اور پھر حضراتِ انبیاء کا تصرّف ہوتا تھا۔

حضرت جیو قدس سرہٗ نے سات حرُوف کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ حضرت پیرؒ کی اصل عبارت دیکھے، تو وہ ان کی تصنیف "درخلاصۃ المعارف" میں دیکھ لے۔

مکتوب: ۱۲۸

میاں عبدالقادرؒ کے نام دنیا کے اندر رویتِ باری کے عدم وقوع کے بارے میں لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تحقیقِ علم کا سالک علمِ حضوری کے مرتبے میں ہوتا ہے، تو وہ تین مرتبوں سے جبلّی طور پر ملا ہوتا ہے۔ اور جب وہ حضورِ علم میں پہنچ جاتا ہے، تو جانتا ہے، کہ یہ حضوری اللہ تعالےٰ کے علم سے ہے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی مظہریت علم سے نوازا گیا ہے۔ اس وقت مظہریتِ علم بلکہ تمام صفات اس طرح غلبہ کرتی ہیں، کہ مظہریتِ بصری کے غلبہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ حق کو دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس دید سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں دیکھتا۔ چنانچہ ایسے شخص نے علمِ حضوری کے مرتبے میں علمِ حضور کو اپنا علم جانا۔ جاہل لوگ حضورِ علم میں پہنچ کر سمجھتے ہیں کہ علم سے اللہ تعالےٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پرانی جہالت، جسے وہ علم سے جانتا ہے ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ جو کچھ مظہریّت کے غلبہ کی وجہ سے جانتا ہے، کہ وہ دیکھ رہا ہے، ابھی تک اس کی بصیرت پر جہالت چھائی ہوتی ہے چنانچہ علمِ حضوری میں علم پر جہالت ہوتی ہے اور جب وہ حضور کے حضور میں باریاب ہو گیا، تو اس نے جان لیا کہ ذات خود ہی علیم ہے اور ذات خود ہی بصیر ہے، اور اس خبر کا یقین ہو جاتا ہے کہ ذات خود ہی بصیر ہے۔ کسی اور کا حصّہ نہیں، اور ہمارے دیکھنے کی خصوصیّت جو اللہ تعالےٰ کے دیدار سے شرفیاب ہو گی۔ اُسے آخرت میں بہشت میں اُٹھا رکھا گیا ہے۔ اس میں بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس اثنا میں مظہریّت سے ترقی کر کے صاف صاف، یقین پر پہنچ کر سوائے یقین صاف کے، کہ وہ خود دیکھنے والا ہے، حق تعالےٰ کے بارے میں کامل یقین کی خبر نہیں ہوتی۔ اور مظہریّت کے ظہور کو آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت کو آخرت پر اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس وقت آنکھوں سے دیکھنے کا گمان، جو اسے تھا ختم ہو گیا اور وہ مرتبہ اخص الخواص پر فائز ہو گیا ہوتا ہے۔ یہ عارفِ محقق اگر اس وقت ذات میں جامع صفات کا غلبہ رکھے گا، تو مظہریت

کو وصولِ ذاتی میں داخل و شامل پائے گا۔ اور خلوتِ خاص سے معزز ہو گا اور اس کے ساتھ جلوتِ خاص سے بھی جو مظہریت ہے۔ اور مظہریت کے وقت خلوتِ خاص یقینی ہو گی۔ لیکن اس جہالت کے ختم ہونے سے، کہ جس سے دیکھنے کا گمان تھا، اس شخص کو، ہر وقت دو عیدیں حاصل ہوں گی۔ یعنی ایک بقین خاص کے مرتبے پر، اور دوسری مظاہر کے مرتبے پر، اور اخص الخواص حقیقی کے مرتبے کی دلیل یہ ہو گی کہ وہ جو رؤیت بصری کا گمان پیدا ہو گیا تھا، اور رؤیت کی حقیقت کا خیال کیا تھا، تو اس سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ مومنوں کے حق میں اللہ تعالے کا دیدار بہشت پر منحصر ہے، اور مظہریت کی خصوصیت کا ظہور یقیناً جنت میں ہو گا۔ اور اگر کوئی یہ جانے، کہ میں دیکھتا ہوں۔ تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اُس کی دید میں ابھی شہودِ خفی کا تتمہ باقی ہے، جو نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ولایتِ اخص کی طرف توجہ باقی رہتی ہے، لیکن وہ اسے نہیں پاتا۔ اسی طرح حضورِ علم کے مرتبہ میں شہود کا تتمہ باقی رہتا ہے، وہ رؤیت کا قائل رہتا ہے اور عقل کی کمی کی وجہ سے اسے نہیں سمجھتا۔ اُس مستحاضہ عورت کی طرح، جو ایامِ طہر اور ایامِ حیض سے واقف نہیں۔ وہ استحاضہ کو کہ اُسے حیض سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رہتی ہے، ناواقفیت کی وجہ سے حیض ہی سمجھتی ہے، اور جب اُسے علم ہو جاتا ہے اور ایامِ طہر اور ایامِ حیض میں واضح فرق پاتی ہے، تو پھر وہ استحاضہ کو استحاضہ ہی جانتی ہے اور حیض کو مخصوص ایام تک ہی محدود سمجھتی ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے۔

مکتوب : ۱۲۹

فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کے نام لکھا گیا۔

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ہدایت دی ہے تاکہ ہم ہدایت یافتہ ہوں۔ اور اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی، تو ہم کچھ بھی نہیں تھے اور ہمارے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آئے۔

مُخلصِ دانا، صاحب تمیز، فضیلت مآب شیخ محمد اکرمؒ کو خداوند تعالےٰ شرع سے زائد باتوں سے خلاصی دے، اہلِ تحقیق نے حضرت پیر دستگیر بنوریؒ (اللہ ان کے راز کو پاک رکھے) کے "رسالہ دربیانِ اصطلاح" پر اپنی تحقیق بیان کی ہے، اور اپنے خیالات کے مطابق اکثر قواعد پر بحث کی ہے۔ چونکہ اکثر مقامات، حضرت پیر کی اصطلاح کے خلاف ہیں، اور اصطلاح کے خلاف بیان کیا گیا ہے، اور بعض جگہ تو بالکل غلط ہیں، ان کی تحقیق اور حق و باطل میں فرق کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ اور انبیا علیہم السلام کی برکت سے اور حضرت پیرؒ کی دُعا سے اپنے فہم کے مطابق اہلِ دانش کے سامنے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں کے لیے لازم ہے کہ سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہ جائیں، اور نگاہِ عبرت سے ان چند باتوں پر نظر ڈال کر اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کریں۔

میں شیطانِ مردُود سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کسی ظاہری اور باطنی قوّتِ ادراک میں کُل کی آرزو باقی نہیں رہتی۔ اس تحقیق کے مقصد اور اس بیان سے یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پیرؒ نے خلاصۃ المعارف، فصل سوئم، فصل دوئم اور قسم ثانی میں علمِ حضُوری کی حقیقت کے بیان میں فرمایا ہے کہ "جس وقت وجُود سوائے حق کی ذات و صفات سے خود سے اور غیرِ خود سے اٹھ گیا، تو محض خدائے تعالےٰ کے حضُور میں تحقیق اور یقینِ صادق سے اس نے بلا تردّد قرار حاصل کرلیا۔ لیکن وہ یقین

جو صرف کشفی و باطنی نہ ہو، بلکہ اس میں ظاہری اور باطنی حواس نے عقلی قلبی اور علمی یافت سے ایک مقام حاصل کر لیا ہو،...." ظاہر ہے کہ یہاں ظاہری سے مراد خیالی، عقلی وجدانی اور قلبی ہے۔ نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دید، مراد یہ ہے علمِ حضوری کے مرتبے کا ایقان واطمینان، صرف تخلیص بشری سے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ خلوت متخیلہ جمع نہ ہو جائے اور متخیلہ راز کی حیثیت اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ کلام کا خلاصہ جان سے بھی زیادہ روشن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح یقین وایمان میں سماعی تقلید برابر کی شریک ہوتی ہے اسی طرح اس یقین وایمان میں اللہ کی دین بھی برابر، بے شک وشبہ اور بلا تردد ضرور شامل ہوتی ہے ..... الخ۔

جہاں تک غور کیا جائے کہ کچھ معلوم ہو جائے، مگر اس سے اپنے حصے میں سوائے یقین کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ علم الیقین ہے، مرتبۂ ولایت انبیا کے اہلِ کمالات کا۔ ان پر صلوٰۃ وتسلیم ــــ لاقولہٗ

پس یہ علمِ حضوری ہونا ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے ادراک کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس لیے جان لیا کہ حقیقت میں یہ اس نفسِ علم کے مرتبۂ پاک میں حضوری ہے، جو اللہ تعالےٰ کی ذات کی صفات کلّ ہے۔ انتہیٰ۔

اے میرے عزیز! یہ وہ عین الیقین ہے جو ولایتِ انبیاؑ کے مرتبہ کے اہلِ کمال کو حاصل ہے اور علم مطلق کی نفسِ صفت کے حضور سے تعلق رکھتا ہے ــــ انتہیٰ،

فرماتے ہیں کہ حضور در حضور کے حقائق کی دریافت ایسی ہے کہ جس وقت اس نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ علم ذات کے بغیر نہیں، کیونکہ حضوری ذات میں رکھی گئی ہے، نیز یہ کہ ذات اپنی ذات سے علیم ہے، نہ کہ غیر ذات کے وصف زائدہ سے۔ الیٰ قولہٖ

پس کمالات کی ذات خود بخود حاضر ہوتی ہے۔ وہ غیر ذات کی صفت نہیں، کہ

اُسے ذات سے جانا جائے۔ یہ ہے حضور در حضور اور یہ ہے مرتبۂ ولایتِ انبیاء کے اہلِ کمالات کا حق الیقین جو صرف حضور ہے۔ انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے، کہ جنہوں نے اس سلسلے میں مذکورہ تینوں مرتبوں سے کسی مرتبہ میں بھی دنیا میں رؤیت کا ثبوت اور آنکھوں سے دیکھنے کے بارے میں کوئی اشارۃً یا کنایہ نہ کیا ہو، بلکہ اس کی ممانعت میں صاف اشارہ کیا ہو۔ اور پھر اسرار کے اس منبع اور پاک انوار کے مطلع سے کسی قسم کا کوئی اشارہ یا کنایہ بھی اس بارے میں نہ کیا ہو، بلکہ اس کی مطلق ممانعت کی ہو، اور حبیب پیر پیراں حضرت ایشاں قدس سرہ نے بھی اس معاملے میں سختی سے منع فرمایا ہو، تو پھر اس قسم کی باتوں کو کس سے منسوب کیا جائے؟ اور کس طرح کہی جائیں؟ پھر یہ بھی ہے، کہ اس قسم کے کشف ویقین کا ظہور اور حصول، کہ آنے والے کل کی کوئی آرزو نہ رہے، دو لحاظ سے خالی نہیں، یا تو مرتبۂ علمِ حضوری کے لیے مطلقاً لازم ہے، یا حضورِ علم کے لیے۔ اور اس میں ان دونوں مرتبوں کا ہر مالک شامل ہے۔ عبارت کا سیاق وسباق اس بات کا گواہ ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاؑ اس کشفِ بصری یا حجاباتِ خارجی کو دُور کرنے کی بدولت دنیا میں سب سے زیادہ لائق ہیں، اور اس پردے کے اُٹھ جانے، اور کل کی تمنا نہ رکھنے کی وجہ سے وہ زیادہ شایاں و مستحق ہیں، اور حالت یہ ہے کہ وہ یہ تمنا ہی لے کر چلے گئے۔ حضرت موسیٰؑ اسی آرزو کی وجہ سے دنیا میں "لن ترانی" (تو نہیں دیکھ سکتا) کی ڈانٹ سے معتوب ہوئے، اور حضرت شعیبؑ تین بار آرزوئے دیدار کرنے کی وجہ سے آنکھوں سے محروم ہو گئے۔ اور انہیں "رد پھر رد اور پھر رد" کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور پھر میں کہتا ہوں، یہ مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اپنے نبی کی وراثتِ خاص میں ملا ہے اور وہ حضور در حضور ہے۔ درجہ علمِ حضوری اور حضورِ علم میں نہیں کیونکہ اُن میں مشترک ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ یہ عارفِ کامل اسے انہی دو میں بلکہ پہلے میں ثابت

کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علمِ حضوری کا حصولِ مرتبہ، حالِ کامل کے بغیر ہے۔ چنانچہ کل کی آرزو باقی نہیں رہتی اور یہ بھی ظاہر ہے، کشفِ بصری کے حصول کے بغیر کل کی آرزو باقی رہتی ہے چنانچہ اس لحاظ سے باقی کے دو مرتبوں سے بھی بے نیازی پیدا ہو گئی، اور یہ بات متضاد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیرؒ نے (اللہ اُن کے راز کو پاک کرے) جس طرح سابقہ عبارات میں دنیا ہی میں خارجی حجابات کے اٹھنے کے بارے میں، سوائے ہمارے نبیؐ کے، اشاروں میں منع فرمایا ہے، اسی طرح انہوں نے دُوسری عبادتوں میں بھی ممانعت کی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالتِ مخصُوص، معراج شریف کے موقعہ پر حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے خلاصۃ المعارف کی پہلی فصل، دُوسرے باب اور دُوسری قسم میں لکھا ہے۔ کہ خارجی حجابات کو دُور کرنا کسی کے بس میں نہیں، سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے، کہ انہوں نے جسم و روح کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ لیکن جسم و روح کے ساتھ جبکہ جسم بے بصر ہو، بعض، دُوسرے انبیاءؑ اور امتِ محمدی کے بعض افراد کو بھی حجابات دُور کرنے کا شرف حاصل ہے، خواہ یہ شاذ و نادر ہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "علماء وارثانِ انبیا ہیں" اور "میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیا۔"

نیز انہوں نے باب ثانی کی دُوسری فصل کے دُوسرے قول میں فرمایا ہے کہ طویل راہِ سلوک کے بعد کئی اذکار و افکار، اور تصورات، صوری، نُوری اور معنوی تجلیات کی مدت تک سیر کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں ..... الی قولہ

چنانچہ اس جگہ سے اکثر لوگ باہر نہیں آتے سوائے چند ایک کے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کو اسی دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے جو کچھ منظور و محسوس ہے، وہ بے کیف نہیں، خواہ اسے بے کیف ہی کیوں نہ

سمجھا جائے۔ انتہٰی۔

اور باب ثانی کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ انتہائی دُوری کی حالت میں قدامت کو پانا، ظاہری اور باطنی طور پر صرف معراج سے مخصوص ہے، اس لیے اولئے نماز کی حالت میں بھی آنحضرت کے کمال کی بدولت اس کمال کو پالینا کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ اور ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے اندر رؤیت صرف آنحضرتؐ کا خاصّہ ہے اور اُن کے سوا کسی اور کو ہرگز جائز نہیں۔

اور صفات کی مظہریت کے ثبوت کے معنی یہ ہیں، کہ جب بھی علم کی صفت اپنے آپ کو یا اپنے بغیر دیکھتی ہے، تو اُس کے ساتھ علمِ حق تعالےٰ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ اس کا ظہور ہوتا ہے اور جس وقت مخلوق کی نظر پہ نظر ڈالتا ہے، تو اللہ تعالےٰ کی نظر کو ظاہر و حاضر پاتا ہے۔ اور اپنی نگاہ کو اس کے ظہور کے وسیلے سے مرتبۂ کمالات پر پاتا ہے، اور اسی طرح اور قیاس کر لیجئے۔

قولہٗ ذاتیت ایک معیّن ذات ہے۔ اسے برداشت کرنا چاہیے، اگر یہ کہوں کہ اس سے تعیّنِ ادراکی مراد ہے، تو وہ خود علمِ حضوری کے مرتبے سے پیچھے رہ گیا ہے، اس مقام پر یہ گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے، کہ اُس سے پیچھے ہٹا جائے۔ اور اگر "ہُوِیّت" ناقابلِ فہم مراد رکھتی ہے تو یہ دُرست نہیں۔ کیونکہ ذات، صفات اور کمالات کے مرتبۂ جمع کو اس کی تمام خصوصیات سمیت بلا کیف جاننا لازم ہے۔

دُوسری عجیب بات اس قائل رؤیت کی دانائی کی ہے، جسے اپنے آپ کو ذات وصفات وکمالات کا مظہرِ کامل سمجھ کر اور اللہ تعالےٰ کے علم کی مظہریت کی وجہ سے، اپنے آپ کو علیم وبصیر قرار دے، اور کہے کہ جس طرح حق تعالےٰ جامع صفات ہونے کی وجہ سے بصیر ہے، اسی طرح میں بھی جامع بصر ہونے کی بدولت بصیر ہوں، اور اس نے یہ نہ سوچا، کہ حق تعالےٰ تو تمام عالمِ خلق اور عالمِ امر کا دیکھنے والا

ہے، اور میں اپنے آپ میں ان اُمورِ عقیدہ میں سے کسی کا انکشاف نہیں کر پاتا، اس لیے وہ ذات، جو صرف بے کیف ہے اور غیب محض، اِس خاکی آنکھ سے کس طرح نظر آسکتی ہے۔ اور جب تک آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، کو میں اہلِ بہشت کی طرح نہیں دیکھ سکتا، میرا یہ سمجھنا درست نہیں، اور حق سے بعید ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے ترقی کر کے اپنے آپ سے کہتا ہے اگر میں عالمِ ملکوت کو بھی دیکھنے لگ جاؤں اور ہمنشینوں کی طرح مظہریّت کے رستے بدنی اور بصری لطافت مجھے بھی عطا فرمائی جائے، تو کیسا ہو۔ جیسا کہ دنیا میں بعض علما اور بعض صحابہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کی رؤیت سے، ایک یا دو مرتبہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم مشرّف ہو چکے ہیں۔ اس طرح ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ہماری یہ دید محض وہم ہے اور یہ وہم اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف اور گمراہی کا باعث ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ "سمجھے نہیں، لیکن سمجھے کہ سمجھ گئے"۔ ایسا شخص جہلِ مرکّب میں گرفتار رہتا ہے۔ اس قسم کے قائلین کو جہلِ مرکّب سے نکالنا اور صاحبِ بصیرت لوگوں کی طرح بنیا کرنا چاہیے۔ علمائے اہلِ سنّت کے متفقہ عربی منظوم اشعار میں انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ؎ ترجمہ

جس شخص نے یہ کہا کہ اُس نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، وہ زندیق ہے، اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور تمام رسُولوں کے برخلاف کہا، اور وہ شرعِ شریف سے بھٹک گیا، اور دُور رہ گیا۔

(۳) اور جس نے یہ کہا کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا، قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

اور چونکہ یہ بات کہنے والا ایک سُنّی اور اہلِ جماعت میں سے ہے، اس کی بات

سُکر و شہُود کی حالت میں گمان کرنی چاہیے اور غیبیت کے قائلوں کی طرح اسے معذُور سمجھنا چاہیے، کیونکہ شہُود کو بھی بے نسبتی اور بے کیفی بلکہ بے کیفِ حقیقی کا شہُود سمجھ لیا گیا ہے جیسا کہ ایک بزُرگ نے فرمایا کہ صاحبِ حال اختلافِ رؤیت کی وجہ سے معذُور اور مقلدِ مغرور یا مقہُور ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اہلِ صحو کہلاتا ہے اور دنیا کے تقلید کرنے والوں کو جو چنداں علم نہیں رکھتے اور سنّت و واجب سے بے خبر ہیں، کھُلم کھُلا رؤیتِ بصر (سر کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو دیکھنے) کی تعلیم دیتا ہے۔ اے ہمارے اللہ ہمیں سیدھے رستے کی ہدایت دے۔

ہاں اگر پوشیدہ بصارت کے قائل ہوں، تو بظاہر بعض دُوسرے اولیا کے موافق ہوں گے۔ اگرچہ پوشیدہ بصارت کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے بھی دلیل کی ضرُورت ہے، تاہم وہ اہلِ سُنّت وجماعت میں داخل رہتا ہے۔

قولہٗ:۔ حضُور در حضُور کے مرتبہ میں جو وصُولِ ذاتی ہے، شرک کے تین مراتب سمجھے جاتے ہیں،..... عبارت کے آخر تک۔

اس بیان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، عجیب ہے۔ اس بات کو مانا گیا ہے کہ ولایات کے مرتبوں سے گزر کر، اور علمِ حضُوری اور حضُورِ علم سے ترقی کا بیان کرکے اپنے آپ کو حضُور در حضُور میں پہنچا ہوا سمجھ کر، اور مکمل مظہریت کا قائل حتیٰ کہ آخری رؤیت تک دنیا ہی میں پہنچ کر اُس نے اپنے آپ کو آنحضرت کی مکمل پیروی سے منسُوب کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ جو کوئی یہاں پہنچا، وہ پیروی سے پہنچا۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ انبیاء اور آنحضرتؐ تین قسم کی شرک کی نفی کے پیچھے رؤیتِ دائمی کے باوجود، جیسا کہ اُس نے خیال کیا ہے، سالک کی منزل آخریں تک ہیں، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ عجیب قسم کی رؤیت ہے، جو تین شرکوں

سے متحقق ہے۔

جب میں اس مقام پر پہنچا۔ تو اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے میں نے قلم کو روک دیا، اور دُوسری عبارتوں کے بیان سے کہ اکثر و بیشتر ہمارے پیر کی اصطلاحات کے خلاف ہیں، خاموشی اختیار کر لی۔ اللہ تعالےٰ اُسے توفیق دے، اور ایسے غلط عقائد سے مُنہ موڑ کر اُسے سیدھے راستے پر ڈال دے۔ اے ہمارے ربّ اگر ہم سے کوئی بھُول ہو جائے یا ہم غلطی کر جائیں، تو گرفت نہ فرما۔

مکتوب : ۱۳۰

حاجی خداداد کے نام تحریر کیا گیا۔

سیّد الطائفہ حضرت جُنید قدّس سرّہٗ نے حضرت ابوبکرؓ کے قول کو توحید میں بزرگ ترین کلمہ قرار دیا ہے۔

"پاک ہے وہ، جس نے اپنی مخلوق کے لیے اپنی پہچان کا عجز کے سوا اور کوئی رستہ نہیں بتایا"

میرے عزیز! حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے اس قول میں معرفت کا بیان ہے، جو ادراک و کیفیت کے اعتبار سے ہے، نہ کہ معرفت کے اعتبار سے جو اس کے اسماء و صفات سے کیفیّت و درک کے اعتبار سے ہے، اور ایمان بالغیب سے بلا فرق متحقق ہے۔ کیونکہ اُن کی جناب میں کیفیّت و درک معدُوم ہے۔ اور کلمۂ عجز۔ جو بیان کیا گیا ہے، اُس میں کیفیّت معدُوم تھی۔ عجز کس سے ہے؟ عجز اس نُورِ محمدی میں ہے، جو مجہُول الکیفیّت ہے۔ عجز اس کیفیّت کو پا لینے کو کہتے ہیں، جو مجہول الکیفیت ہے۔ اور کسی عاقل کی عقل اس میں جتنا بھی غور کرے، اسے معلُوم نہیں کر

سکتی ۔ سوائے اس مجہول الکیفیت کے جس کیفیت کا علم صرف اللہ تعالےٰ کے علم کا خاصہ ہے ۔ چنانچہ یہ بات درست نکلی، کہ غیب حقیقی کی معرفت ممکن ہے ۔ اور نور محمدیؐ کی معرفت اپنی کیفیت کے اعتبار سے مجہولُ الکیفیت ہے ۔ اور اللہ سبحانہ کی ذات وصفات میں ہے، جو بے کیف اور غیب حقیقی ہے چونکہ عجز کا کلمہ طلب کیفیت کا آئینہ دار ہے اس لیئے جس جگہ کیفیت معدوم، وہاں عجز کا اطلاق کس لیے، اور نورِ محمدیؐ میں عجز کا اطلاق اس معنی کی کیفیت کو نہ جاننے کے سبب ہے ۔ چنانچہ اس تحقیق سے عجز کے سلسلے میں، جو تاویلات بیان کی گئی ہیں، ان کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے جس قول میں عجز کا کلمہ واقع ہوا ہے، اس کا علم آنحضرتؐ کے سپرد کرنا چاہیئے ۔

زدریائے شہادت، چوں نہنگِ لا برآرد ہُو

تیمم فرض گردد نوح را درعینِ طوفانش

ترجمہ :۔ جب دریائے شہادت، "لا" کے نہنگ "ھُو" کو باہر نکالتا ہے ۔ تو ایسی حالت میں عین طوفان کے عالم میں بھی نوح کے لیے تیمم فرض ہوجاتا ہے ۔

اس تمثیل کے معنی یہ ہیں کہ دریائے شہادت سے مراد فنا کا مرتبہ ہے، نہنگ سے مراد سالک ہے، اور "ہُو" سے مراد نشۂ فنا ہے یعنی جب سالک فنا کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو وہ امور جن کی شرع نے ممانعت کر دی ہو، عذر کی وجہ سے ان کا ارتکاب جائز ہوجاتا ہے ۔ چنانچہ دریا کی موجودگی میں اگرچہ وضو کرنا فرض ہے، لیکن اس کے باوجود ضروری عذر کے بعد تیمم کرنا فرض ہوجاتا ہے ۔ مرض کے خوف سے وضو کا استعمال ممنوع ہوجاتا ہے ۔

مکتوب : ۱۳۱

میاں اللہ دینؒ کے خواب کی تعبیر میں لکھا گیا۔

شیر موذی ہے، نفس اس سے بھی موذی ہے بنفس ایک بہت بڑے شیر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اچھا ہوا، کہ مارا گیا۔ ورنہ اپنا مطیع کر لیتا۔ الغرض جب کسی مسلمان کو اس کا نفس خفیہ فریب کاری سے مغلوب کرنا چاہتا ہے، تو اگرچہ اس کے فریب مخفی ہوتے ہیں، تاہم غلبہ نہ پا کر اپنی تمام طاقت سے شیر کی صورت میں ظاہر ہو کر اس نے مسلمان کو ہلاک کرنا چاہا۔ حق تعالےٰ نے اس مسلمان کو جس طرح اُس کے خفیہ فریب سے محفوظ رکھا تھا، اسی طرح اس کے کھلے فریب سے بھی محفوظ رکھا۔ بلکہ اُمید ہے کہ اُسے مطمئن کر دے گا اور نفس کے مر جانے سے مراد اس کا مطمئن ہو جانا ہے۔ نیک بشارت ہے خواب دیکھنے والے کو اطمینانِ نفس کی امید رکھنی چاہیے۔

مسئلہ: ۔ بیعِ سلم کے جواز میں سات شرائط لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ کپڑے کی جنس بیان کرے، دُوسری یہ کہ کپڑے کی صفت بیان کرے تیسری یہ کہ کپڑا ردی ہو یا صحیح، چوتھی یہ کہ وہ گاڑھا ہو یا باریک، پانچویں یہ کہ کیا سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔ چھٹی یہ کہ بیچنے والا خریدار کے گھر پہنچائے گا یا خریدار خود اٹھا کر لے جائے گا۔ اور ساتویں یہ کہ اُسی مجلس میں اس وقت بیچنے والے کو قیمت ادا کر دے، کیونکہ قرض میں سلم جائز نہیں (اشارہ۔ بیعِ سلم وہ ہے جس کی قیمت اس کی تیاری سے پہلے ادا کر دی جائے)

مکتوب ۱۳۲ :

حقائق و معارف آگاہ حاجی محمد امینؒ اور حاجی خداداد کو واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

سلام فقیرانہ کے بعد عرض ہے، کہ اس خواب میں آپ نے جو آگ دیکھی، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "جو آگ میرے دل میں بھڑکتی ہے، اس سے میں ہر روز ستر مرتبہ (اور ایک رات کے مطابق سو مرتبہ) اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں" سمجھنا چاہیے، کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ فرمایا ہے اور یہ حالت آنحضرتؐ اور صحابۂ کرامؓ کی موجودگی میں تھی۔ اور اِس زمانے کے اکثر لوگ تو گناہِ کبیرہ میں اتنے مبتلا ہیں کہ آنحضرتؐ کے دل کی آگ اس حد تک بھڑکتی ہے کہ ظاہری آگ کی صُورت اختیار کر کے روضۂ مبارک کی چھت تک جا پہنچتی ہے۔ اور یہ سب امت کا غم ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز آنحضرتؐ "میری امت میری امت" پکاریں گے۔ چونکہ حاجی جیوؒ کے بعض اعمال خلقت کے فائدے کے لیے ہیں، اسلیئے اُنھوں نے آنحضرتؐ کے غم کی آگ کو پانی کی طرح تھوڑا سا کم کر دیا ہے، حاجی جیوؒ کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر خلقِ خدا کے ظاہری و باطنی، اور دنیاوی و اُخروی منافع کے لیے مشغول رہیں، تاکہ اس سے آنحضرتؐ کی رضامندی حاصل ہو۔ اور اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اُن کا غم غلط ہو۔ کیا خبر اس طرح اُن کا غبارِ خاطر دُور ہو جائے اور آنحضرتؐ اُن پر رحمت کریں اور اس شخص کے حق میں ظاہری رحمت کا واسطہ بن جائیں۔

اور یہ جو حاجی خدادادؒ کو برہنہ دیکھتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے تقویٰ کے درمیان کچھ فرق پڑ گیا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے "ایمان عریاں کیفیت ہے اور تقویٰ اس کا لباس ہے"۔ اس کا علاج استغفار ہے اور استغفار تقویٰ کے نقصان کو پُورا کر دیتا ہے۔

اور یہ جو حاجی خدادادؒ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے مُرشد، حاجی محمدؒ امین ان کی پیشانی پر بوسہ دے رہے ہیں اور پُوچھ رہے ہیں. کہ کیا تم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دوست رکھتے ہو؟ تو یہ استفہام نہیں، بلکہ واقعی ہے کیونکہ پیشانی پر بوسہ دینا اس حقیقت کی خبر دیتا ہے اور حاجی خداداد ؒ سے یہ بھی پُوچھتے ہیں کہ کیا نہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ دوست رکھتے ہیں؟ تو یہ بات بھی تحقیقی ہے نہ کہ استفہامی۔ اور اس کی دلیل وہی پیشانی پر بوسہ دینا ہے. لیکن اس خواب سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدیقؓ کے کسی شخص کو دوست رکھنے سے، اس شخص کا مرتبہ پست ہے، جو حضرت صدیقؓ کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ اُس شخص کے حضرت صدیقؓ کو دوست رکھنے سے یہ لازمی نہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسے دوست رکھیں۔ اس دوستی کا عدم قبول، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو دوست رکھنا، دونوں کی باہمی دوستی کی علامت ہے. فقیر کے نزدیک ایسے خوابوں کی تعبیر یہی ہے اور اللہ ہی صحیح جانتا ہے۔

مکتوب : ۱۳۳

استدعائے توجہ کے جواب میں میاں اللہ دینؒ کے نام لکھا گیا۔

میرے عزیز کشود مقصود کا کیا مطلب ہے؟ سمجھ لینا چاہیے کہ کشود یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو کہ جو کچھ ہے، اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے، اپنے وقت پر ظاہر ہو گا، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔ "اے اللہ مجھے دائمی ایمان عطا فرما، جو میرے دل کو یقین اور صدق کی بشارت دے یہاں تک کہ میں جان لوں، کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی، سوائے اس کے جو میرے مقدر

بس ہے، اور اس رضا کے جو میری قسمت میں ہے"۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ قسمت پر رضامندی نہیں، بلکہ قسمت کے ساتھ جنگ ہے۔ قسمت پر راضی رہنا چاہیے، سابقہ قسمت پر عین رضا کے ساتھ، حال میں طلب کے ساتھ اور مستقبل میں ترقی کے ساتھ۔ جنگ قسمتِ قہریہ کے ظہور کے ساتھ ہے اور رضا لطیفہ کے ظہور کی قسمت سے ہے، پس اسے سمجھیے۔

میرے عزیز، جو کچھ میں نے کہا، آپ اسے نہیں سمجھے، اللہ کا شکر ادا کرو اس پر، جو اس نے دیا ہے، اور مزید کی اُمید رکھو، اور اپنی بلندی اور تمہاری بلندی کے نقصان کے مقابلے میں حضرت پیر قدس سرہٗ کے کمالات کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نے ادب سکھایا تھا، اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقابلے ایک کمزور چیونٹی کی طرح سمجھنا چاہیے، اور اپنی استعداد کو کمزور جاننا چاہیے۔ چونکہ توجہ کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بات ختم کر دی۔

سوال تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللهِ (اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاق پیدا کرو۔) کے معنی طے شدہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کی مانند صفات پیدا کرو۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو اللہ تعالیٰ سے بندہ کی مشابہت لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سے اخلاق پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے، تو وہ حق تعالیٰ کی شبیہ بن جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اُس کی طرح کوئی نہیں اور وہ کسی کی طرح نہیں، اور کوئی شے اس سے مشابہ نہیں۔

مکتوب: ۱۳۴

فضیلت مآب شیخ عبدالہادیؒ طالب علم کو "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" کے بارے میں لکھا گیا۔

میرے عزیز! اس عبارت کا مطلب ہر ولایت کے مرتبے کے لوگوں کے مناسب حال ہے۔ اور حضرت جیو کی اصطلاح کے مطابق ولائتیں پانچ قسموں کی ہیں: (۱) ولایتِ عامہ (۲) ولایتِ خاصہ (۳) ولایتِ اخص (۴) ولایتِ خاص الخواص اور (۵) ولایتِ اخص الخواص۔ صاحبانِ ولایتِ عامہ کے نزدیک، جو علمائے ظاہر ہیں، اور اپنے رسوخ سے مرتبہ شریعت کے کمالات کو پہنچ جاتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں وہ ہر لحاظ سے "نقل" کے پیرو ہوتے ہیں عقل و ہوا جو بشریت کا تقاضا ہے، ہر لحاظ سے نقل کے تابع ہے، ان میں نقل کی مخالفت کی ذرہ برابر بھی بو نہیں ہوتی، اور صاحبانِ ولایت خاصہ کے نزدیک، جو اللہ تعالےٰ کی صفات کے جذبات میں ڈوبے ہوتے ہیں، یہ مقام وہ ہے جہاں نسب اور افعال سے جو ولایتِ عامہ میں منسوب تھا، حق تعالےٰ کی صفات کے جذبات کی تجلیات میں پہنچ کر سب کچھ مضمحل ہو جاتا ہے اور حقیقی فاعل سوائے اس واحدِ حقیقی کے اور کوئی نہیں، جس میں صفات کاملہ ہیں، اور جو اپنے افعال و صفات و ذات کی مظہریت میں، حقیقی مظہرات کے سوا کسی اور طرح ظاہر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مظاہر مذکور نظر سے اُٹھ جاتے ہیں اور مظہرات کے عین منظورِ نظر بن جاتے ہیں بلکہ مذکورہ مظہرات واحدِ حقیقی کی ذات میں عین وحدت ذات بن جاتے ہیں، اور ان ولائیتوں کا انجام تعینات کا اضمحلال ہے۔ یہ تعینات دنیا کے ہوں یا وجوبیت کے، ان اسرار میں کوئی قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس مضمحل تشخص سے وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں کہ ان میں اور اُن کے اندر والوں کے بارے میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو تین مراتب باقی رہ گئے ہیں ان میں اہلِ عقل کے بیان کا کوئی دخل نہیں، اس لیے ان کا بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔

مکتوب : ۱۳۵

سعادت شعار نُور حسینؒ کے نام لکھا گیا۔

مشفقِ مہرباں، نُور الحسینؒ کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام ہو۔ آپ نے آیت کریمہ" والذین فی قلوبھم مرض" فزادھم اللہ مرضاً (وہ ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، اور اللہ نے ان کے اُس مرض کو بڑھا دیا) کے معنی پُوچھے تھے۔ میرے مشفق مرض دو قسم کا ہوتا ہے ایک مرضِ موت اور دوسرا مرضِ اتفاقی۔ مرضِ موت ان لوگوں کا خاصّہ ہے جنہوں نے میثاق کے دن اوّل وآخر سجدہ نہ کیا، ان کے حق میں یہ مرض آخر کار کُفر کا متقاضی ہے۔ وہ روز بروز کُفر میں گرتے جاتے ہیں اور آخر کار کفر کی حالت ہی میں مر جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے شرُوع میں تو سجدہ نہ کیا، لیکن آخر میں سجدہ کر دیا، ان کے مرضِ اتفاقی کا خاصّہ سلامتیِ ایمان ہے۔ وہ موت تک گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ گناہوں سے توبہ اُن کے نصیب میں نہیں، وہ وقتی طور پر عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ ایمان کی برکت کچھ مدت کے بعد خواہ وہ قلیل ہو، یا کثیر، انہیں بہشت میں لے جائے گی۔ اور صالح مومن بھی مرضِ اتفاقی کے مریض ہیں۔ اگرچہ گناہوں کا امکان ہوگا، لیکن گناہوں سے توبہ کی توفیق پالیں گے اُمید رکھیں گے کہ بغیر عذاب کے جنّت میں جائیں۔ اور یہ تینوں گروہ سوائے انبیاءؑ کے امکانِ مرض رکھتے ہیں، لیکن تیسرا گروہ انشاءاللہ تعالےٰ کسی عذاب کے بغیر جنّت میں جائے گا۔ چونکہ حدیثِ قُدسی ہے " میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں،" انشاءاللہ تعالیٰ، ہر مومن کا اعتقاد تیرے گروہ پر ہے اور وہ اس میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ والسّلام

اور اس حدیثِ قُدسی کو دوبارہ لکھا گیا " میں اپنے بندے کے گماں پر ہوں۔ اگر اچھا ہے تو اچھا، اور اگر بُرا ہے تو بُرا"

مکتوب : ۱۳۶

حاجی خداداد کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے عارفوں کے دلوں کو اپنی معرفت کے نور سے منور کیا، اور اُن کے مراتب کے شایانِ شان الہام کیا۔ جیسا کہ غوث اعظمؒ نے اللہ کی طرف سے ہونے والے الہام میں فرمایا "اے غوثِ اعظم، حال میری طرف سے ہوتا ہے۔ جسے بولنے والے کی زبان سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، جو اس پر ایمان لایا، اُسے کہا گیا، اور جس نے حال کو رَد کیا، اس نے کُفر کیا، اور جس نے اصُول کے بعد عبادت کا ارادہ کیا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک عظیم کیا۔ میرے عزیز! فقیر کی سمجھ میں حال کے دو مرتبے ہیں۔ ایک وہ جس میں حقیقتِ لطیفہ کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کا قبول واجب ہے، اور دوسرا صفتِ جلال کے کمالات کے ظہور کا حال، جس کا انکار واجب ہے۔ حالِ لطیفہ کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال ہر طرح سے شریعت کا پابند ہوتا ہے اور حال قہریہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعتی مومن کا حال جس کے رَدّ اور قبول میں سکوت افضل ہے، اور دوسرا حال، کافر متکبّر کا ہے۔ اور یہ حال قابلِ رَد ہے اور اس کا ماننا کفر ہے، اور اس سے اللہ کی ضرور پناہ مانگنی چاہیے۔

میرے عزیز! اللہ جلّ شانہ کی عبادت دو مرتبے کی ہے۔ پہلا مرتبہ مُبتدی اور متوسّط کا ہے کہ ابھی درمیان میں پردہ ہوتا ہے۔ اور اس کو عبادت کہتے ہیں متوسّط اگرچہ ایک لحاظ سے حضوری رکھتا ہے، لیکن ابھی حقیقت میں غائب ہوتا ہے۔ اس غائب کے لیے ضروری ہے کہ وہ دِل یا زبان سے اللہ کی عبادت کرے تا کہ مرتبۂ عبودیت کو پالے۔ صاحب عبُودیت کو پالے۔ صاحب عبُودیت اللہ کو کسی پردے

کے بغیر موجود پاتا ہے اور اس کی ذات اور اس کی صفات کو جو اس ذات سے متعلق ہوتی ہیں، پوشیدہ بصیرت کے ذریعے مکمل خاموشی سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے ربّ کی طرف دیکھتا ہے، تو اس کی ذات کو، صفاتِ کمال کے ساتھ کسی نقصان کے بغیر متصّف پاتا ہے۔ اس مقام پر اپنے رُبّ کا یہ بندہ شرک و کفر سے منصف ہو سکتا ہے، جس کا ترک کرنا اس مرتبہ معبودیت پر لازم ہے۔ جیساکہ ہمارے حضرت و مولانا نے ایک فارسی شعر میں کہا ہے: بیت

تذکرِ غیرِ خواہش، غیرِ مطلق   بذکرِ حُبِّ حق، شرک است الحق

ترجمہ: کسی خواہش کے بغیر غیر مطلق کا ذکر کرنا اور پھر حُبِ حق جتانا، یقیناً شرک ہے۔

مکتوب : ۱۳۷

حقائق آگاہ شیخ عبدالقادر جہاناآبادیؒ کے نام لکھا گیا۔

حقائق سے آگاہی رکھنے والے، اللہ کے الطاف کے مظہر اور محبت سے معمور نے اس فقیر سے صلوٰۃ و مراتب کے معانی دریافت فرمائے ہیں۔ شیخ صاحب! صلوٰۃ و مراتب کے معانی ایسے ہیں کہ حکمت سے تعلق رکھتے ہیں، اور حکمت سے ناواقف ہونا عبث ہوتا ہے۔ صلوٰۃ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کے معانی کو پالینا کامل لوگوں کا خاصّہ ہے، ہم جو اہلِ کمال کے خوشہ چیں ہیں۔ اتنی طاقت کہاں رکھتے ہیں کہ اس کے بیان میں زبان کھولیں۔ لیکن اسی عقیدہ کے مطابق کہ "اس کی حکمت سے ہم آگاہ نہیں" ہمیں پورا یقین ہے۔ اور اس کا ظاہر، علمائے ظاہر سے تعلق رکھتا ہے، لیکن چونکہ سوال کا جواب دیئے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اس لیے ظاہر کے بارے میں تھوڑا سا عرض کرتا ہوں:۔

معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ انسان رات کے وقت خواب میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کے فضل نے دو رکعت سنّت (موکدہ) اور دو رکعت فرض فجر کی نماز میں مقرّر فرمائے تا کہ اس کے ادا کرنے میں سُستی نہ کر جائے یا کوتاہی نہ ہو جائے۔ فجر کی نماز سے سُورج کے سر پہ آنے تک اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے وقت کو معاش کے ضروری کام کے لیے خالی چھوڑ دیا اور جب معاش کے ضروری کاموں سے فراغت ہو گئی، تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی دو رکعت کی نسبت ظہر اور عصر کے وقت دو رکعت کا اضافہ کر دیا، لیکن ظہر کے وقت کی وسعت کے پیشِ نظر چار فرض سے پہلے چار رکعت سنّت (موکدہ) اور بعد میں دو رکعت سنّت (موکدہ) مقرّر فرمادیں اور چونکہ عصر کا وقت تنگ ہوتا ہے، اس لیے چار رکعت فرض کے سوا سنّت (موکدہ) کی تکلیف نہ دی۔ اور چونکہ مغرب کا وقت عصر کے وقت سے بھی تنگ ہوتا ہے، اس لیے مغرب میں فرض میں ایک رکعت کی تخفیف کر دی۔ اور وقت کی تنگی کے پیشِ نظر فرض کی ادائیگی پہلے قرار دی گئی۔ اور تنگیٔ وقت کے پیشِ نظر دو رکعت سنّت (موکدہ) کو بعد میں کر دیا۔ اور چونکہ عشا کا وقت کھانے پینے کا وقت ہے۔ اور سُستی ضروری ہوتی ہے، اور اگرچہ عشاء کے وقت میں وسعت ہوتی ہے، پھر بھی فرض کو سنّت پر مقدم قرار دیا گیا۔ چونکہ سُستی کا وقت تھا۔ دو رکعت سنّت (موکدہ) کا حکم دیا گیا۔ مزید برآں چونکہ روز و شب کی نمازوں کی رکعتوں کا طاق ہونا ضروری سمجھا گیا، اور مستحب ہے، اس لیے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں مقرر کی گئیں۔ اور رات کے باقی ماندہ حصّہ کو نوافل کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور چونکہ قیام کرنا، نیاز و مناجات کے لیے ہے، اس لیے قرأت کا حکم دیا گیا اور چونکہ رکوع و سجود میں سر کا جھکانا ہے، اس کے لیے مناسب تسبیح ہے۔ اور چونکہ قومہ اور جلسہ میں سر اوپر اٹھانا ہوتا ہے، اس لیے تکبیر کا تقاضا ہوتا ہے اور خاصّہ حق سمجھ

کر "اللہ اکبر" کہنا چاہیے، اور جب بندے نے حمد و ثنا ادا کر لی، اور حق تعالےٰ نے یہ حمد و ثنا سُن لی، تو ضروری ہو گیا کہ "سمع اللہ" کہنے کے لیے کہا جائے اور جب "سمع اللہ" پر اعتقاد ہو گیا، تو اس کے ساتھ ہی " ربنالك الحمد" مقرر فرمایا۔ اور جب تمام مراتب و فرائض سے فارغ ہو گیا اور "نماز مومن کی معراج" کہی گئی ہے، تو مناسب ہوا کہ نماز کا اختتام تشہد پر کیا جائے، تاکہ "الصلوٰۃ معراج المومن" سے آگاہی ہو جائے اور جب نماز کے تمام مراتب سے فارغ ہو گیا، تو آفات سے سلامتی کی خبر دی، اور تمام مؤمنین جماعت کو مبارک باد دی گئی۔ اور وہ السلام علیکم ہے، جو کہی جانی چاہیے اور سلام تم پر اور اُس پر جس نے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔

مکتوب : ۱۳۸

اخلاص مندوں کے واقعات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اے مشفق! ذکر کو پانی سے تشبیہ دینا اور اس کا بلندی سے نیچے آنا جسم کی آرائش کے لیے ہے۔ اور وہ جو روح کے ذکر کو راحت کہا گیا ہے، تو اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ رُوح سے مراد رُوح کا لطیفہ بدنی ہے، اور یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکرِ قلبی کے مرتبہ میں محض تکرار ہوتی ہے، لیکن شہودِ وحدت کا مرتبہ ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر ہونا بھی ہے، تو وحدت وجودی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ اور وحدتِ وجود کے مرتبہ میں کثرت سے تعلق باقی رہتا ہے لہذا راحت توحیدِ شہودی پر موقوف رہتی ہے اور کثرت کا انتظار رہتا ہے۔ اور نظر محض وحدت پر لگی رہتی ہے۔ اس لیے شہود میں راحت میسّر ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ راحت شہود میں ہے، لیکن اس

راحت میں نفس اور خیال کی شرکت باقی رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ کی توفیق سے اس سے بھی آگے نکل جانا چاہیے، اور عدمِ راحت سے مل جانا چاہیے۔ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے "خوشی مت مناؤ، اللہ خوشی منانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ دوسرا یہ کہ رُوح سے مراد حقیقتِ انسانی ہے، جو لطائفِ تحتانیہ میں ہے اور اس سے انسانی حقیقت کے کمالات کا ظہور ہے۔ راحت خیال کی شرکت سے ہوتی ہے اور انسانی حقیقت کے اندر چھ (۶) لطائف طے کرنے کے بعد حقیقی راحت ہوتی ہے جس میں خیال کی شرکت نہیں ہوتی، اور چونکہ حقیقی بندگی کے مرتبے میں بندے کے لیے خوف اور ڈر لازم ہے۔ اس لیے "خوشی مت مناؤ" کا حکم دیا گیا، اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دو مرتبوں سے ہے ایک سالک کو محنت و ریاضت کا شوق دلاتا ہے، اور یہ مرتبہ اوسط ہے، لیکن یہ کسی کے اختیار میں نہیں، یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔ دوسرا محض مہربانی اور نوازش کے لیے ہے۔ اور یہ مرتبہ کمال میں قطبیت و غوثیت کے صاحبان میں ہے، اور ان اہل مناصب کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے ظہور کی تحقیق کریں۔ اور جب تک آنحضرتؐ کا ظہور نہ ہو، خدمات ادا کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ الغرض راحت کے مبادیات ظہور پاتے ہیں، لیکن انہیں محض آنحضرتؐ کی رضا کے حصول کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور مضطرب نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

مکتوب : ۱۳۹

میاں اللہ دینؒ کے نام اس سوال کی تحقیق کے جواب میں لکھا گیا، کہ قلب جسے شیطان نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لائق ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالےٰ نے ابلیس (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) کے دعوےٰ کے جواب میں فرمایا "میرے بندوں پر تمہیں کوئی غلبہ نہیں ہوگا سوائے اُن گمراہوں کے، جو تیری پیروی کریں گے"، چنانچہ قرآن کی رُو سے ظاہر ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک مظہرِ جلال اور ایک مظہرِ جمال اور قلب بالخصوص جمال کا مظہر ہے اور جلال کے مظہر کو قلب میں کوئی دخل نہیں۔ سوائے کچھ وقت کے۔ اور وہ وقت بھی دو قسم کے ہیں۔ ابتدائی اور انتہائی۔ ابتدائی شرکت غیر معتبر ہے اور انتہائی شرکت معتبر اور اس کا خاتمہ اخیر میں بخیر ہوتا ہے۔ اور شرک کی دو قسمیں ہیں، جو جمال سے حصہ لیتی ہیں، اگرچہ ابتدائی گناہ کی نسبت زیرِ عذاب ہوں گی اور آخر میں ثمرۂ جمال پیدا ہوگا۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مظاہرِ جمال کو درحقیقت انبیاءؑ کے ماتحت کیا ہے اور مظاہرِ جلال کو ابلیس مردُود کے ماتحت۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حُسنِ ظن سے اپنے آپ کو خاتمہ بالخیرت مظہرِ جمال سمجھیں، اور مظہرِ جلال کے بارے میں حق سبحانہٗ سے استفادہ کی خواہش کریں۔ استفادہ کا یہ عمل بھی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ خاتمہ بالخیر نہ ہوا، تو عہدِ اسلام میں جو استفادہ کیا تھا، وہ اس عذاب میں تخفیف کا باعث بنے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور اگر ساری عمر کفر میں گزر گئی، اور استفادہ سے محرُوم رہا۔ تو پھر عذاب در عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اُن کے اعمال سراب کی طرح ہیں، جس کو پیاسا اپنی زندگی تصور کرتا ہے۔"

مکتوب: ۱۴۰

نیک اطوار ولی محمدؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

برادرِ مشفق میاں ولی محمد کو فقیر عبدالنبیؒ کی طرف سے سلام۔ وہ نوازش نامہ جس

میں جواب طلب مسائل کا بیان تھا، ملا۔ خوشی ہوئی آپ نے اپنے باطن کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، مطالعہ میں آیا۔ برادرِ مہرباں۔ جب اللہ تعالےٰ کے بارے میں بے کیفی کی تعلیم مل گئی، تو پھر زنگار رنگ کی تجلیات کے دیکھنے کو اس سے کیا نسبت؟ شاید ان کا ظہور پہلے ہو چکا ہوگا۔ بے کیفی کی نسبت الوان و تجلیات کی ممانعت کرتی ہے۔ البتہ جب تک بے کیفی کی نسبت احاطہ نہ کرلے، اگر تجلیات اور ان کے زنگار رنگ کے معائنے ہوں، تو ایسا ممکن ہے۔ ضروری ہے، کہ حق تعالےٰ کو تمام چھ[6] اطراف سے پاک اور منزّہ سمجھا جائے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم کی شان بہت بلند ہے۔ جب تک بے کیفی کی نسبت، پوری طرح جگہ نہیں پکڑتی، علمِ حضوری کہاں؟ اور علمِ حضوری کے بعد ہی حضورِ علم، مرتبۂ کمال رکھتا ہے۔ اور یہ ولایتِ انبیاؑ میں تحقیق شدہ ہے۔

اور وہ جو اسما کی تفصیل لکھی گئی ہے، تو وہ بے کیفی کے بحرِ محیط کی نمو داری بے کیفی کے اندر ایسی قوت بخشتی ہے، جو دماغ کے خلل کو دور کرتی ہے۔ تمام مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھی جائے، اللہ پاک شفا بخشے گا۔ ذکرِ سلطان کی تعلیم کے بعد علم کی تعلیم کی جائے۔ علم سے مراد علمِ حضوری نہیں ہے۔ ابھی علم کا وقت کافی ہے، علمِ حصولی، مخلوق کا علم ہے اور علمِ حضوری اور حضورِ علم، جدید تعلیم پر موقوف ہے، اللہ سبحانہٗ کی ذات اپنی تمام صفات کے ساتھ مجہول الکیف ہے، اور نورِ محمدیؐ مجہول الکیف ہے اور تمام مخلوقات معلوم الکیف ہیں۔ اور احدیت، واحدیت اور وحدت کا بیان بھی صحبتِ جدید پر موقوف ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور علوم، جائز الوجود ہیں۔ کہ ان کا موجود ہونا اللہ سبحانہٗ کے اختیار میں ہے اور موجودہ مخلوقات ممکن الوجود ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے، تو انہیں عدم کر دے اور اگر چاہے، تو انہیں موجود رکھے۔ اور باری تعالےٰ کا شریک ہونا ممتنع الوجود ہے کیونکہ وہ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا۔ وہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہے اور منتفی۔ غیب پر ایمان لانے والے لوگ

ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ پاک کو چھیئوں اطراف سے پاک و منزّہ سمجھ کر اس کی بے کیفی پر مکمل یقین رکھیں۔ بے شک اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ والسلام۔

مکتوب : ۱۴۱

حقائق آگاہ میاں عبدالقادرؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے، ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ نماز پنج گانہ کے اوقات کے بارے میں آں جناب نے جو سوال کیا تھا، موصول ہوا میرے مشفق اس فقیر کے نزدیک چونکہ فجر کی نماز کا وقت انتہائی غفلت کا ہوتا ہے، اس لیے بطور احسان اور کمی، اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر دو رکعت نماز فرض کی کیونکہ اس سے کم نماز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور ظہر کے وقت کو وسیع کیا گیا ہے۔ اور یہ وقت طبیعت کی کشادگی کا ہے۔ اس لیے چار رکعت فرض کیے گئے۔ اور چونکہ عصر کے وقت میں بھی بہت فراخی اور کشادگی ہے اور طبیعت بھی خوش ہوتی ہے، اس لیے چار رکعت کا حکم دیا گیا، اور چونکہ مغرب کے وقت دن بھر کے کام کاج سے بے حد تھکن ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے بطورِ احسان ایک رکعت کی کمی کر دی گئ ہے اور چونکہ عشا کا وقت بھی کسل مندی کا وقت ہوتا ہے، لیکن چونکہ عشا کے وقت کے لیے کثرتِ کمال کے لحاظ سے ساری رات نماز عشا ادا کی جاسکتی ہے اس لیے اسے ظہر اور عصر سے مشابہت دی گئ اور اس میں چار رکعت کا حکم دیا گیا۔ یہ بطور احسان و کرم ہے۔ اور دن کی آخری نماز یعنی مغرب کی نماز کو حکمت بالغہ سے طاق کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کثرتِ وقت کے اعتبار سے

احسان وکرم سے رات کو سنّت کی تعلیم دے کر وتر کو بھی طاق ادا کرنے کا حکم دیا۔
اور اللہ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔

مکتوب : ۱۴۲ (الف) سوال

(سوال) فقیر صحبت اللہ دینؒ کی طرف سے لکھا گیا۔

حضرت موسےؑ نے ایک دفعہ راستے میں ایک گڈریے کو دیکھا کہ اللہ تعالےٰ سے اس طرح کلام کر رہا تھا کہ "اے میرے اللہ! اگر تو میرے پاس آئے، تو میں تجھے دُودھ دوہ کر پلاؤں، اور تیرے جوتے سیئوں، اور اسی طرح اور باتیں کر رہا تھا جو حق تعالےٰ کی شان میں کفر سے مشابہ تھیں۔

جناب والا، حضرت موسیٰؑ نے جو امر و نہی کے حکم کے پابند تھے، اس کو اس بات سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسی باتیں اللہ تعالےٰ کی شان میں مناسب نہیں۔ جب وہاں سے چلے گئے، اور اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے، تو حق تعالےٰ نے ان پر غصہ فرمایا کہ تو جوڑنے کے لیے آیا ہے نہ کہ توڑنے کے لیے۔

جنابِ من، حضرت موسیٰؑ نے اللہ کی مخلوق کو امر کی دعوت دی تھی۔ وہ عالم غیب نہیں تھے، کہ معتوب ہوئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ کمالِ محبت سے یہ الفاظ کہہ رہا تھا، اور یہ اللہ تعالےٰ کا خاصّہ ہے کہ انہیں یہ کلمات پسند آئے۔ اس سے دعوت و احتساب کے کام میں تعطّل پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے خواہ کوئی ہوا میں اُڑے، اور پانی اور آسمان میں چلے، لیکن اگر اس میں رتّی بھر کوئی بات خلافِ شرع پائی جائے، تو اسے جھوٹا اور مفتری سمجھنا چاہیئے۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے اُسے ایسے کلمات کفر سے منع کیا تھا، نہ کہ حکم جواز سے، کہ وہ

اس طرح مورد عتاب ہوئے، بیقین ہے، کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا کیا سبب ہے، اس کے بارے میں ارشاد کیا جائے۔ زیادہ آداب۔

مکتوب : ۱۴۲ (ب) جواب

(جواب) میاں اللہ دینؒ کے خط کے جواب میں، حضرت موسیٰؑ پر عتاب کی حقیقت میں تحریر کیا گیا۔

ہر عقل مند پر اس کی عقل کے مطابق توحید واجب ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کی حد تک عقل بمنزلہ نبی ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے اوصاف اور معرفتِ مفصّل کی حد تک عقل کا قیاس کافی نہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کی صفات کے تفصیلی امور اور دوسرے واجب احکام کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ جب تک اس گڈریے کو صفات اور احکام کی تفصیلی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس وقت تک وہ بے شک و شبہ اللہ تعالےٰ کی توحید پر قائم تھا اس لیے وہ معذور تھا کیونکہ اس پر توحید کا غلبہ تھا، اور احکامِ حق اس پر لازم نہیں تھے۔ نیز اس کی بے ادبانہ باتوں پر بھی کوئی الزام وارد نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے یہ عتاب حضرت موسےٰؑ پر تھا، اور عتاب کے بھی دو درجے ہوتے ہیں ایک عتاب لطیفہ اور دوسرا عتاب قہریہ یہ عتاب ایک طرح سے لطف آمیز عتاب تھا۔ جیساکہ کسی نادان بچے کو جب کوئی شخص کھیل سے منع کرتا ہے، تو بچے کا باپ اس شخص کو کہتا ہے، کہ نرمی سے کہو، کیونکہ اس بچے کا کھیل نادانی کی وجہ سے ہے، اس لیے معذور ہے۔ نظر انجام پر رکھنی چاہیے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس گڈریے کو ڈھونڈا، تو اسے توبہ کرنے والا پایا حضرت موسیٰؑ کے وعظ سے اس کا کام مکمل ہوگیا اور اسے مفصّل علم حاصل ہوگیا۔ پس اس

بات کو سمجھ لیجئے۔

مکتوب : ۱۴۳

(سوال)

قبلۂ من۔ خدا میرا ایمان سلامت رکھے۔ یہ بندۂ گنہ گار، کمال کے نقصان کے اندیشے سے دوبارہ عرض گزار ہے کہ اعلیٰ نصیحت وارشاد، معرفت کے حصول کا سبب بنا۔ اور حقیقت تک پہنچنا ادنےٰ ہوتا ہے، تو پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے عتاب کیسا تھا، اگرچہ وہ عتاب لطف آمیز ہی تھا۔ پہلی بات تو قابلِ انعام اور قابلِ ترقی تھی۔ نہ کہ لائقِ عتاب۔ عتاب کو عتاب ہی کہتے ہیں۔ نہ کہ انعام۔

(زیادہ آداب)

(جواب)

میاں اللہ دینؒ کے نام اس کے خط کے جواب میں

چونکہ معجزے کا اظہار، احکامِ شریعت کی قبولیت کے لئے لازمی ہے۔ اور ادھر صورت یہ تھی کہ اس معجزہ کا اظہار، جو احکام قبول کرنے کا سبب ہوتا ہے، گڈریے پر ابھی تک نہیں ہوا تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ گڈریا اس حالت کی وجہ سے، جو اس پر طاری تھی، مضطرب ہو جائیگا اور حضرت موسیٰؑ کی طرف سے بدگمان ہو کر بے اعتقاد ہو جائے گا۔ اور اظہارِ معجزہ کے بغیر انکار کر دے گا، لہٰذا عتاب ہوا کہ پہلے اس گڈریے کو معجزہ دکھاؤ اور اس کے بعد تعلیم دو، تاکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو دیکھنے کے بعد اس کے دل میں بات اتر جائے۔

دوسری بات یہ کہ عتاب گڈریے کے لیے تحقیقِ ہدایت کا باعث ہوا ہے حضرت موسیٰؑ اس عتاب کے سبب اس کی تلاش میں گئے اور گڈریے کی حقیقت اور اس کے

ہدایت یافتہ ہونے پر مطلع ہوئے، اور جس شخص کو اس کی باتوں کی وجہ سے حالتِ الحاد میں چھوڑا تھا، اس کی حالتِ اسلام سے باخبر ہو گئے۔

مکتوب ۱۴۴:

خانصاحب میر نعمت خاںؒ کے نام لکھا گیا۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ آپ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا اور اس کے مطالعہ نے خوشی بخشی۔ خط میں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ میں مسمّیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہوں میرے مشفق، بے کیفی کی حقیقت سمجھ لینی چاہیے۔ شروع شروع میں بے کیفی ایک صُورت میں ذکر کرنے والے کے پیشِ نظر رہتی ہے۔ ذکر کرنے والے کو چاہیے کہ دل میں جو صُورت بنے، اُسے سینے کے اندر سے دُور کرے، اور اس بات کی کوشش کرے کہ دل خیالات سے خالی ہو جائے، سوائے حقِ حقیقی کے، جو تصوّر سے پاک و منزّہ ہے۔ اور حقیقی بے کیفی پر ایمان کے سوا آں جنابؐ کے دل میں اور کچھ نہ رہے، اور حقیقی بے کیفی کے سمندر کے علم میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ قوّتِ تخیّل میں خلا خیال سے میّسر آتا ہے۔ اگرچہ یہ ایمان مدّتوں کے بعد نصیب ہوتا ہے، کیونکہ یہ صرف اللہ کا فضل ہے۔ اور بندہ اس کوشش کا مَظہر ہوتا ہے۔ مزید براں آپ نے جو دوسرے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کو فتح نصیب ہوئی، تو اللہ کا شُکر ادا کریں، کہ حق تعالےٰ نے کافروں کی جماعت کو مغلوب کر دیا۔ اللہ تعالےٰ ہر معاملے میں آپ کا حامی و ناصر ہو

مکتوب : ۱۴۵

میاں رستم خاںؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

مشفقِ مہرباں، خاں صاحب میاں رستم خاںؒ کی خدمت میں سلام فقیرانہ عرض ہو۔ آپ کے شفقت نامہ سے اس واردات کا پتہ چلا، جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے آپ پر ظاہر کی۔ اس کے مطالعہ سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ پیرِ دستگیرؒ کے طفیل ان کی وفات کے مدّت مدید کے بعد آں حضرت آپ پر ظاہر ہوئے۔ خدا کا شکر بجا لانا چاہیے، کہ اس نور کے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے جو نورِ بے کیف کا آغاز ہے، اس نے آپ کو بینائی بخشی ہے۔ لیکن آپ کو آگاہ رہنا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ جو نور گھر میں اور زیرِ آسماں ظاہر ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی کیفیت رکھتا ہے۔ خواہ سالک اُسے بے کیف ہی کیوں نہ جانے، کیونکہ زمان و مکان میں جو کچھ ہے، باکیف ہے، بے کیف نہیں، تاہم مجہول الکیف ہے۔ سالک مجہول الکیفی کی وجہ سے کیف کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے کیف جانتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ شرعی عقیدے کے مطابق اسے پرکھے اور رجان لے کہ جو کچھ زماں و مکاں میں سما سکتا ہے، وہ ایک نور ہے، جو مخلوق ہے، جسے سالک کی تسلّی کے لیے دنیا میں ابتدائے رویئت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ابتدا جس پر بے شمار حجابات پڑے ہیں، نورِ محمدیؐ ہے اور وہ مجہول الکیف ہے، اور سالک غلطی سے اُسے نورِ حق سمجھتا ہے۔ یہ عقیدہ شریعت کو یاد نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ اور وہ غلطی کھا کر اسے رؤیت حق سمجھ لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رؤیت دنیا میں صرف آنحضرتؐ کا حصہ ہے۔ جو انہیں ایک بار معراج شریف میں ملا۔ اور دوسرے انبیا کو بھی خصوصیت

حاصل ہے اور وہ بھی صرف ایک ایک بار۔ چنانچہ اس نور کو اوّل نورِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم، یا بدرجۂ ثانی ان کے نور کا ظہور یا بدرجۂ ثالث نورِ حق کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ اور رؤیت حق کی امید آخرت میں رکھنی چاہیے۔ چنانچہ ایک عزیز نے عربی کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

(۱) جس شخص نے یہ کہا کہ اس نے حق تعالےٰ کو اس دنیا میں اپنی آنکھ سے دیکھا، وہ زندیق ہے۔ اس نے بغاوت کی اور سرکشی کی۔

(۲) اس نے اللہ کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی۔ وہ شریعت کے رستے سے بھٹک گیا، اور دور سے دور تر ہو گیا۔

اور حاجی فیروز (قدس سرہ) کا قول، اصولِ دین کے خلاف ہے، اگر اس نے رؤیتِ ذات سمجھی اور رؤیت بصری دایمانی خیال کی، نہ کہ رؤیتِ بصری، تو ٹھیک ہے، اور نور کا یہ ظہور، جو آپ پر ظاہر ہوا ہے، میاں فیروز کے قول سے الگ اور دوسرے مرتبہ پر ہے اسے رؤیت کی ابتدا سمجھا جانا چاہیے۔ اور اس نور کے پردے میں حق سبحانہ کو حقیقی بے کیفی سے دیکھنا چاہیے، اور مکان و زماں سے پاک و صاف سمجھنا چاہیے۔ ع بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است۔ (ترجمہ) میں بات کو اسی پر ختم کرتا ہوں، کہ داناؤں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مکتوب: ۱۴۶

محمد یار ساکن غلزئی کے نام لکھا گیا۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے برگزیدہ لوگوں پر۔ دوستِ صادق، صاحبِ اقبال، مجیب الدعوات جناب خانصاحب کے مکتوب کے ملنے سے فقیر اپنے حال پر متنبہ ہوا، اس نے اپنا حال اس التجا سے الگ نہ پایا کہ اے ہمارے اللہ میری اور میرے

بھائی کی التجا کو قبول فرما۔ اس خط کے مطالعہ سے چند سوالات کی وضاحت ہوئی۔ لکھا تھا کہ بعض عزیزوں نے کہا ہے کہ پہلے "گردش" ہے اور پھر "ورزش" اس کے کیا معنی ہیں؟

اے دوست، گردش کے معنی سلوک ہیں۔ اور ورزش کے معنی جذبہ کی وصولی ہیں۔ یہ معانی اس مذہب کے مطابق ہیں، جو سلوک کو جذبہ پر مقدم رکھتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کے معنی ریاضت ہیں اور ورزش کے معنی اختیار، یعنی دل کا ذکر ریاضت کے بعد مرشد یا زبان کی طرف سے، اور یہ معانی اس شخص کے طریقے کے مطابق ہیں، جس کے نزدیک ریاضت، سلوک پر مقدم ہے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ گردش کا مطلب وہ جذبہ ہے، جو سلوک کے بلندی میں پایا جاتا ہے اور ورزش کے معنی ہیں، جذبہ کا سلوک پر غالب آنا اور امتزاج سلوک سے خالص ہو جانا، اور یہ معانی حضرات نقشبندیہ کے مطابق ہیں، جو جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں، اور یہ اس طریقہ کی برکت کامل کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی کئی نشانیاں ہیں، جن کے طولِ بیان کو میں نے مختصر کر دیا ہے۔ چوتھے یہ کہ گردش کے معنی ہیں وصل (جوڑنا) اور ورزش کے معنی ہیں فصل (توڑنا) اس معنی حضرت خواجہ نقشبند نے ایک طویل بیان فرمایا ہے، جس کا یہ کاغذ کا پرچہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ پانچویں معنی یہ ہیں کہ گردش بمعنی توبہ اور ورزش بمعنی انتخاب ہے۔ یہ معنی طریقہ نقشبندیہ میں طریقۂ احسنیہ افضلیہ میں مستعمل ہیں اور حضرت دستگیر آدم سے مخصوص ہیں، کیونکہ ان کے مخصوص طریقے میں آغاز توبہ سے ہوتا ہے، اور اس کی انتہا قبولیت پر ہوتی ہے۔ اس توبہ کو دوسری قسم کی توبہ نہیں سمجھنا چاہیئے دوسری طرف کی توبہ سا بہ ہے، اور ان کی توبہ سایوں سے غلامی اور فراغت پانے کے بعد ہے۔ اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

ع۔ اور اسی پہ بات ختم کرتا ہوں، کہ داناؤں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ سواری اور نشست کی حالت میں یاد کرنے اور یاد رکھنے کی نسبت پاتا ہوں، اور پھر آپ نے لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو نفی و اثبات، اور جہر کروں۔ یہ بات

عجیب ہے جو لوگ ہر وقت خود بخود یادداشت رکھتے ہیں، ہمارے طریقے ہیں، جہر و نفی واثبات کے طریقے سے آگے گزر چکے ہیں۔ اور ترقی کر گئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ان دونوں نسبتوں نے غلبہ حاصل نہیں کیا، اس صورت میں نفی واثبات کی گئی ہوگی۔ اگر دل جہر کی طرف رغبت کرتا ہے، تو تنہائی کے وقت میں درمیانے طریقہ سے سُنّت کے مطابق کیا جائے اور جب تک دلی نسبت غلبہ کرے، کر لیا جایا کرے۔ اور وہ جو ایک جُبّہ (یا ٹوپی) کے متعلق تحریر تھا، نفیر اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ جو ایک رسالہ کے متعلق لکھا تھا، تو مختصر یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے، "دُنیا کے اندر اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر پُل پر اور اپنے آپ کو اصحاب القُبور میں شمار کرو" اس بات کا خیال رکھیں۔ تمام رسالہ مختصر ہے۔

اور وہ جو حاجیوں کے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو "بدبخت" اور "رُو سیاہ" کہتے ہیں اور "نہ مومن ہوں نہ مسلمان" کہتے ہیں، تو ایسے الفاظ اہلِ ایمان کو زبان وقلم پر نہیں لانے چاہییں، خواہ ایمان عام سا ہو، انہیں چاہیے کہ خود کو مسلمان سمجھیں اور گناہ کی وجہ سے گنہگار سمجھیں، نہ کہ کافر، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، کُفر اور شرک سے۔ اگر کسی عزیز نے ایسا کہا ہے تو شاید وہ مغلوب الحال ہو اور ایسی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ الغرض اگر سواری یا غیر سواری کی حالت میں نسبت میسّر ہو، تو اسے غنیمت جانئے، اور دلی عجز و انکسار کے ساتھ رکھیں۔ کیونکہ عجز و تضرّع کے بغیر ذکر کو غفلت میں شمار کیا گیا ہے تاہم تضرّع اس قدر نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو بدبخت اور سیاہ سمجھیں، کیونکہ یہ نقاب اس کے حق میں کُفر ہوگا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "ان کے چہرے سیاہ ہوں گے"۔ زیادہ دعا۔

مکتوب : ۱۴۷

میاں اللہ دین کے مکتوب کے جواب میں کہ بعض مقبروں پر بدعت ہوتی ہے، کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

یہ کام کاج کسی کے اختیار میں نہیں۔ خود مقبروں کے صاحبان اس حالت پر غم ناک ہیں۔ اس کے دُور ہونے کی ہر چند دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔ مجبوراً معاملہ قضا کے سپرد کر کے غم ناک ہوتے ہیں۔ اس بارے میں دعا کے قبول ہونے میں بے بس ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ اگرچہ ہر ذرہ کے قریب ہے، اور بزرگ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع والہام کی وجہ سے واقف ہوتے ہیں، پھر بھی قضائے الٰہی سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ مخدوم عالم بہاء الدینؒ کو غالب جاننا بے شبہ نادانی ہے۔ جب ایسے معاملات کو خلافِ شرع دیکھا جائے، تو انہیں قضا کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ مصلحت کا موقعہ نہیں، بلکہ دم مارنا قضا کا انکار کرنا ہے اور یہ محض کفر ہے مقبروں سے لذت حاصل کرنا اور رشتہ ہے۔ یہ مرتبۂ ثانی اور مرتبۂ لطیفہ ہے اور پہلا مرتبہ قہر کا مرتبہ ہے ؎ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔ (دونوں راہوں میں دیکھئے کتنا بڑا فرق ہے)

مکتوب : ۱۴۸

اسمائے تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کی تحقیق کے بارے میں سعادت شعار ہدایت اللہؒ کے نام لکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تسمیہ کی آیت میں جو تین ناموں یعنی اللہ، رحمٰن اور رحیم سے مرکب ہے، حق سبحانہٗ کے تین ہزار نام شامل ہیں جنہیں تمام انبیاءؑ اور فرشتوں کو اللہ نے اپنی تسبیح کے لیے فرمایا، تاکہ اس تسبیح کے ذریعے ہر صنف اپنی خصوصی تسبیح کے ذریعے

اللہ پاک کو یاد کرے۔ ایک ہزار نام جن کی تسبیح فرشتے کرتے ہیں اسم رحیم کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں، اور ایک ہزار نام جن کی تمام انبیاء تسبیح کرتے ہیں، اسم رحمٰن میں شامل ہیں، تاہم ان انبیا میں چار انبیا یعنی حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں، اور ہزار نام جن کے ذریعے یہ چاروں نبی اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں، "اللہ" کے نام میں مضمر ہیں، لیکن تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جن تین سو ناموں کی تعلیم انجیل میں دی گئی ہے، وہ لفظ اللہ کے حرف "ھ" کی پہلی چشم میں پوشیدہ ہیں، اور جن تین سو ناموں کی تعلیم حضرت داؤد کو زبور میں دی گئی ہے، وہ اللہ کے آخری حرف "ھ" کی دوسری چشم میں مضمر ہیں۔ اور وہ تین سو نام جن کی تعلیم حضرت موسیٰؑ کو توریت میں دی گئی، وہ اللہ کے دوسرے حرف "لام" میں پوشیدہ ہیں، اور ننانوے نام جن کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں دی گئی، وہ اللہ کی پہلی لام میں ودیعت کیے گئے ہیں، باقی ماندہ ایک اسم اعظم جس کا ظہور "اللہ" کے پہلے حرف "الف" میں ہے، دوسرے تمام اسماء میں پھیلا ہوا ہے۔ پس جو کوئی تسمیہ کو حضورِ دل سے پڑھے گا، وہ گویا تین ہزار اسمائے مبارکہ کو پڑھے گا، اور کل کے ثواب کا امید وار ہو گا۔

مکتوب: ۱۴۹

میر جمال اللہ مفتیؒ جالندھرؒ کے نام "نور العین" کی روایات معلوم کرنے، اور بعض دوسرے مسائل کی تحقیق کے لیے لکھا گیا۔

پہلا مسئلہ: ۔ اگر کسی نے "احسنت" (شاباش) اس نیت سے کہا کہ تو نے حسن الوسع قرآن مجید کے الفاظ کو درست طریقے سے ادا کیا، تو ٹھیک ہے، اور اگر نیت یہ کی

کہ تو نے قرآن مجید کو "نیک" کر دیا، تو اس میں کُفر کا اندیشہ ہے۔

دوسرا مسئلہ: غسل میں نیت شرط نہیں ہے جیسا کہ کتبِ حقیقت میں درج ہے، لیکن پانی پاک ہونا چاہیے۔ اگر پاک اور پلید کے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، تو شخص گنہ گار ہو گا تاہم اس کا سجدہ درست ہو گا، مگر مکروہ۔

تیسرا مسئلہ: صحیح بات یہ ہے کہ رُوح جسم سے جُدا ہو جاتی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتوں کی تعریف میں کہا ہے "والنّازعات غرقاً" (قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر (رُوح) نکالتے ہیں۔)

چوتھا مسئلہ: اگر نکاح کرنے والا، اور نکاح میں آنے والی اُن رسُوم سے جو کفّار کا خاصّہ ہیں، راضی نہیں، تو پھر نکاح درست ہے، اگر وہ راضی ہوں، تو پھر یہ دیکھنا چاہیے، کہ وہ رسم کفّار کی خصوصیّت ہے، اور ناکح و منکوحہ دونوں راضی ہیں، تو نکاح میں خرابی کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وہ رسم کفّار کی خصوصیت نہیں، تو اس رسم سے گنہ گار تو ہو گا، لیکن نکاح کے جائز ہونے کا احتمال ہے۔

پانچواں مسئلہ: اگر کوئی عورت یا مرد زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے، اور اس کا علم نہ ہو، اگر علم ہوتا، تو زبان سے نہ کہتا۔ ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک وہ معذور ہے، لیکن جب اطلاع ہو جائے، تو توبہ ضروری ہے۔ لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا۔

چھٹا مسئلہ: شہادت کے بغیر نفس بخشنا نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کو نقل کیا ہے، تاہم جمہور علما کے نزدیک یہ بات درست نہیں۔

ساتواں مسئلہ: اگر کوئی شخص قرأت کے آداب دُوسرے شخص سے بہتر ادا کرتا ہے، لیکن دوسرا اگرچہ آدابِ قرأت تو ٹھیک ادا نہیں کرتا، لیکن الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اور معنی میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتی، جس سے نماز فاسد ہو جائے، تو نماز اعلیٰ ہے۔ اس لئے ایسی نماز میں کوئی خوف نہیں اور اگر حرُوف میں غلطی کرتا ہے، لیکن

معنی میں ایسی تبدیلی نہیں آتا، کہ نماز فاسد ہو جائے تو اس کے اقتدا کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پس ایسا شخص ادنیٰ ہے اور اس کی امامت ترک کرنی چاہیے۔

مکتوب: ۱۵۰

میاں محمد افضلؒ کے نام بعض سوالات کے جوابات بر رُوئے حدیث طلب کرنے پر تحریر کیا گیا۔

عام حالات میں تصرّف کرنا، اور خرقِ عادت واقعات پیش کرنا مثلاً مُردے کو زندہ کرنا، علمائے باطنی کا حصّہ ہے، جو ظاہری اور باطنی علوم کے امین ہیں۔ اور وہ ایسے نہیں کہ ظاہری علوم سے جاہل ہو کر فرقِ عادات واقعات پیش کریں، اور سنت کی پوری طرح حفاظت نہ کریں، کیونکہ یہ مرتبہ استدراج کا ہے۔ اور ایسی بات کو بنی اسرائیل کے انبیاؑ سے تشبیہ دینا غلط ہے۔

" نوم العالم عبادت " (عالم کی نیند عبادت ہے) کی حدیث علمائے ظاہر و باطن کے حق میں ہے، کیونکہ علماء کا دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد سو جانا بھی ان کی عبادت ہے، اور علمائے باطن اس حدیث کی پیروی ہیں کہ " میری آنکھیں تو سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا " بظاہر وہ سوتے ہیں۔ لیکن باطن میں اُن کا دل جاگتا ہے۔ اگرچہ دونوں مقبول ہوتے ہیں۔ لیکن اُن میں اور ان میں بہت فرق ہے اور یہ بات کسی ذہین و فطین شخص پر پوشیدہ نہیں۔

اور حدیث میں عالم کے علم کی توہین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ عالم کے بدعتی عمل کی توہین سے اور ایمانِ شہودی، ایمان ترغیبی پر اضافہ ہے ایمانِ ترغیبی واجب ہے، اور اگر ایمان شہودی بھی ہو، تو سبحان اللہ، کیا کہنے، لیکن ایمانِ شہودی واجب نہیں، لیکن ایمانِ ترغیبی کے بعد اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنا درجات رکھتا ہے۔

قدریہ اور جبریہ کے درمیان اختیار کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ سبحانہ، کے سامنے بے اختیار ہے، لیکن اپنے ابنائے جنس اور وحوش وطیور کے مقابلے میں مختار ہے۔ یہاں اختیار کے معنی ابنائے جنس میں تمیز کامل کے ہیں۔

(سوال) یہ اختیار یعنی تمیزِ کامل چونکہ تقدیر میں کمی اور زیادتی نہیں کر سکتی، تو پھر حکم دینے اور منع کرنے کے کیا معنی ہیں؟

(جواب) حق تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کمزور مختار کو امر و نہی کا مظہر دو وجہ سے بنایا ہے کہ وہ صاحب تمیز اور صاحب بے تمیزی بھی ہے اور آیت کریمہ "ذات باری سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے، بلکہ لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا" کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور اس سے بڑھ کر سوال کرنا بے عقلی کی بات ہے۔

اور کنویں اور راونڈ کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ اصل میں اونڈ پاک، پانی پاک، اور اس کی پاکیزگی تحقیق شدہ ہے۔ جب تک اس کی پلیدی کا یقین نہ ہو جائے، اسے پلید کہنا بدگمانی ہے، اور کسی شے کے حق میں جو حقیقت میں پاک ہو، ایسی بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو، بہت زیادہ ظن کرنے سے پرہیز کرو"۔ اس لیے پورے یقین کے بغیر پلید کہنا منع ہے۔ گویا مسلمانوں کو اس طرح بدگمانی میں ڈالنا پسندیدہ نہیں اور ہم اس بات سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مکتوب : ۱۵۱

سعادت شعار، ہدایت اللہ خادمؒ کے نام "کہ نماز اشراق کس طرح پڑھی جائے" تحریر کیا گیا۔

اشراق کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ آیت الکرسی پڑھیں، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قل پڑھیں۔ نماز استخارہ میں پہلی رکعت میں الم ترکیف، اور دوسری رکعت میں "لایلاف" تیسری رکعت میں "والضحیٰ" اور چوتھی رکعت میں "الم نشرح"۔ چاروں رکعتیں ایک نیت کے ساتھ ادا کریں۔ اور مغرب کی نماز میں فرض اور سنّت کے بعد نفل اوّابین پڑھیں۔ کم از کم دو رکعت، اور اکثر چھ رکعت، اور ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں، اور دو دو رکعت کی نیت کریں، اور تہجد کی نماز آدھی رات کے بعد اور صبحِ صادق سے پہلے خدا جتنی توفیق دے، پڑھے، اور دو دو رکعت کی نیت کریں۔ کم سے کم چار رکعت، ورنہ بارہ رکعت، اگر سورہ یٰسین یاد ہو۔ تو اس کو پڑھیں۔ اور اگر یاد نہ ہو تو ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد اگر توفیق ہو، تو صبح صادق تک مراقبہ کریں، اور جب نمازِ فجر ادا کرلیں تو دعا کے بعد ذکر، تسبیح و مراقبہ میں سورج کے نکلنے تک مشغول رہیں۔ والدعا۔

مکتوب : ۱۵۲

آیت "یلج ملکوت السمٰوٰت" کے معنی اور حضرت مولوی کے ایک شعر کی تحقیق کے بارے میں لکھا گیا۔

(سوال)۔ ایک عزیز نے سوال کیا ہے کہ آیت وہ (فرشتے) زمین و آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے، جب تک انہیں دوسری مرتبہ زندگی نہیں دی جاتی۔ اور حضرت مولانائے رومؒ نے بھی مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

یک صد و ہفتاد قالب دیدہ ام　　　ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(ترجمہ) میں نے ایک سو ستر جسم دیکھے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح کئی بار اگا ہوں۔

ان دونوں باتوں سے تناسخ کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، کہ تناسخ کا عقیدہ کفر ہے۔ ان کے معنی، جو شرع کے مطابق ہو بیان فرمایئے اور بیان فرما کر اجر لیجئے۔

جواب : متشابہ عبارات میں، کہنے والے کے مقصد پر نظر رکھنی چاہیے، اور پھر بات سمجھنی چاہیے۔ چنانچہ حدیث کی عبارت اور آیت انتساب میں لفظ قدم اور رجل (پاؤں) اللہ تعالےٰ کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں، حالانکہ حق تعالےٰ جسم وجوہر سے پاک ہے۔ اور یہی الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے جسم پر وارد ہوتے ہیں۔ جب میں کسی بات کو مجسّم کرتا ہوں، تو کہتا ہوں کہ "ان الفاظ کو جسم دے کر اس طرح حق تعالےٰ پر اطلاق کرنا جائز ہے"، تو یہ سراسر کفر ہے۔ اور جب اس آیت وحدیث کے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں، معنی بیان کرتا ہوں، تو اُسے یا تو تسلیم کرتا ہوں، یا اس کی تاویل کرتا ہوں اور چونکہ اللہ تعالےٰ جسم وجوہر سے پاک ہے، اس لیے اس کے ایسے معنی کو جن سے جسمیّت ظاہر ہوتی ہے، کفر سمجھتا ہوں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اقوال جو بزرگانِ دین اور صاحبانِ اسلام نے کہے ہیں، الحاد اور بدعت میں سے ہیں۔ اور ملحد کا قول تناسخ کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ پاک انہیں ذلیل وخوار کرے۔ اکابرِ دین کی بات کو شریعت کے عقاید کے مطابق تسلیم و تاویل کرنا چاہیے، تاکہ اس سے جسمیّت کی بُو نہ آئے۔

سوال : خاموشی سے تسلیم کرنا اس بزرگ کی مراد کے مطابق مان لینا ہے۔ اگر اس کی تاویل کریں، تو بیان فرمایئے، کس طرح کریں؟

جواب : جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس لفظ کے لغوی معنی تناسخ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بات شرعاً منع ہے، تو ظاہری معنی کو ترک کر دینا چاہیے، اور سمجھنا چاہے کہ سلوک کے راستے میں ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک مرتبہ سے دُوسرے مرتبہ میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ پہلی حالت یا مرتبہ میں سالک فنا ہو جاتا ہے اور دُوسرے

مرتبے میں وہ باقی رہتا ہے۔ اس دوسرے مرتبہ میں بھی کچھ دیر قیام کرتا ہے اور اگلے مرتبہ میں قیام کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے بھی ترقی کرجاتا ہے اور پھر فنا ہوجاتا ہے، اور اگلے مرتبے پہ باقی رہتا ہے۔ اور اس کا معاملہ کسی اور طرح سے تحقیق پاتا ہے۔ اس مقام میں بھی کچھ دیر سکونت کرتا ہے، فوائد حاصل کرکے پھر ترقی کرکے آگے بڑھ جاتا ہے اور یہ حالت سالک کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے بعض سالک جن میں استعداد کامل ہوتی ہے ایک ہی جست میں مقامِ فنا حاصل کرکے اُس وصل سے بہرہ یاب ہوجاتے ہیں جسے کوئی فنا نہیں، اور وہ ہمیشہ کے لیے وصلِ حقیقی سے لطف اندوز ہوجاتے ہیں۔ اور بعض سالک قوتِ استعداد میں کمی کے باعث ایک مرتبے سے دُوسرے مرتبے میں ترقی کرتے ہیں، اور اس عرصے میں استعداد پیدا کرتے ہوئے مرتبہ بمرتبہ فنا اور بقا کے درجات حاصل کرتے ہیں۔ اس استعداد کے مالک بعض منتہی ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجے کے۔ کہ اُن کے سامنے ابھی کام باقی ہوتا ہے۔ اس کام کے دوران فنا و بقا کے مرحلوں میں محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔ جب آپ نے یہ تفصیل سمجھ لی تو جان لینا چاہیے کہ بزرگوں کے نزدیک یہ سالک کے اوصاف کی تبدیلی ہے، ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے تک۔ اگرچہ وہ شخص ایک ہی ہوتا ہے، جو فنا و بقا کے مراحل طے کرتا جاتا ہے۔ یہی بات درست ہے۔ اور ملحد و بدعتی کا یہ خیال کہ ایک جسم دُوسرے جسم میں واقع ہوتا ہے غلط ہے اور یہ کفر ہے۔

مکتُوب ۱۵۳:

ایک عزیز کے نام، صاحبِ استدراج کفار کی صحبت سے منع کرنے کے لیے لکھا گیا۔

آپ کے عقیدت سے معمور مکتوب نے دل کو خوشی پہنچائی، اور اس میں لکھی ہوئی حقیقت کی وضاحت ہوئی۔ اے عزیز آپ کا فقرا کی طرف رجوع کرنا صرف فائدہ اٹھانے کے لیے ہے، اس لیے ایسی چیز جس کی خوبی و نقصان سے آپ ناواقف ہوں، کے بارے میں میرا فرض ہے کہ آپ کو آگاہ کر دوں مخلص وہ ہوتا ہے جو راہ کے نیک و بد سے واقف کرے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است دگر خاموش بنشینم، گناہ است

(ترجمہ) اگر میں دیکھوں کہ ایک اندھا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے، تو ایسی حالت میں اگر میں خاموش بیٹھا رہوں، تو گناہ ہے۔

مجھے قسم ہے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ جس دن میں نے سنا کہ شیخ صاحب دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منکر کے پاس اعتقاد اور اس کے کشف کی وجہ سے جاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں، کہ محض بیٹھنے سے جو کچھ ہمارا مطلب ہے، وہ اس منکرِ دین کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے، اس دن سے مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ مبادا اس معتقدِ دین کے دین و ایمان میں اس منکرِ دین کی صحبت سے خلل پیدا ہو۔ اور آخرت کی خرابی کا باعث ہو اور میں چاہتا تھا کہ اس بات سے آگاہ کر دوں، لہٰذا میں نے اس موقع پر اس صحبت کے نقصان سے آگاہ کیا۔

عزیزِ من۔ کافر کی کرامت (استدراج) پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے۔ ابلیسِ لعین بھی جو قطعی طور پر مردود ہے، ایسا استدراج رکھتا ہے جس طرح آدمی کی رگوں میں سرائت کرتی ہے، وہ ایک لحظہ میں زمین کی پاتال سے آسمان کی ثریا تک سیر کر آتا ہے۔ اور کافر دجال حضرت امام مہدیؑ کے زمانے میں ظاہر ہوگا، اور مختلف خرقِ عادت واقعات سے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اور لوگ بے دین ہو جائیں گے حتّٰی کہ حضرت امام مہدیؑ کو اس کے مقابلے میں جنگ لڑنی پڑے گی جب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے، تو وہ کافر ان کی قہر آمیز نظر سے پگھل جائے گا اور چالیس سال تک تمام دنیا سے ہر قسم کی تاریکی

چھٹ جائے گی۔ اور اس قسم کے شعبدوں کے باوجود کافر قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ اس وقت کے کفار بھی ابلیس کے شعبدے کا اثر رکھتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ کے انکار کی تاریکی ان میں ظاہر ہے۔ ان پر کیوں کچھ اعتبار کیا جائے؟ سوائے ان ناقص لوگوں کے، جو دین اور کفر میں فرق نہیں جانتے اور اولیا کی کرامت اور کافروں کے استدراج کو برابر سمجھتے ہیں، کوئی اور کیوں کرے؟ اس قسم کا کلمہ گو بھی کافر ہے۔ چونکہ میں آپ کو دین کے عقائد سے آراستہ دیکھتا ہوں، اس لیے محض اس خاطر کہ دین میں اخلاص رکھنے والا غلطی میں مبتلا نہ ہو، میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ یہ نہ سمجھئے کہ اس نصیحت میں کوئی اور مطلب پوشیدہ ہے۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں نے تو صرف عقائدِ دین سے واقف کیا ہے۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ حق تعالےٰ نے کفار کی دوستی سے منع کیا ہے: "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ"۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو اپنا دشمن کہا ہے، اس لیے خدا کے دشمن کے ساتھ دوستی، خدا کے ساتھ دشمنی ہے، اور خدا کے ساتھ دشمنی صاف صاف کفر ہے۔ چنانچہ کافر کی دوستی کفر تک لے جاتی ہے۔

ہاں اگر کافر سے ملاقات اس غرض سے ہو، کہ اُسے نصیحت کے ذریعے کفر سے ایمان کی طرف لایا جائے۔ تو ایسی ملاقات منع نہیں۔ لیکن کافر کو خدا دوست سمجھنا صریح کفر ہے۔ فقیر کو آپ سے دل و جان سے اخلاص ہے۔ اسی لیے از خود آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ کسی اور قسم کا خیال دل میں نہ لائیں۔ فقیر کو اپنا خیر خواہ سمجھیں، اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتوب: ۱۵۴

میاں یار علیؒ کے نام "عارف کامل واصل" کی تحقیق کے بارے میں تحریر کیا گیا۔

پاک ہے وہ ذات، جو پوشیدگی میں ظاہر ہوئی، اور ظاہر میں پوشیدہ ہوئی معلوم ہونا چاہیے کہ ذاتِ جامع کمالات کی حقیقت کا عالم نچلے مراتب یا دنیاوی مراتب سے گزر کر حقائقِ اشیاء کے مرتبہ تک، جو محض غیب الغیب اور مراتب خفیہ ہیں، پہنچ کر ذاتِ جامع کو خواہ یہ غیب در غیب کے مرتبے ہوں اور خواہ بے حجاب ظاہر کے مراتب ہوں، پا لیتا ہے۔ اور دونوں مرتبوں کو ذاتِ جامع کی حقیقت کا ظہور سمجھتا ہے۔ اس طرح یہ عالمِ کامل، سایہ سے نکل کر حقیقتِ ذات کی اصل تک پہنچ کر ظلیت کا کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اور تمام سایوں کو حقیقتِ ذات میں موجود اور قائم پاتا ہے۔ اس وقت یہ عالم کامل، بے حجابی کے حجاب اور سایوں سے گزر کر حقیقتِ ذات کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سیر کے اطلاق کو، جو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہوتی ہے، اس کے حضور میں مناسب نہیں سمجھتا، اور سوائے ظہور کے اطلاق کے، جو انتقالِ سیر کی درجہ سے ہوتا ہے، زبان پر یا دل میں نہیں لاتا۔ پس پاک ہے وہ جس نے ان کے بطون سے ظاہر کیا، اور سایوں کے مراتب کا "عارفِ واصل" ظلیت کی قید میں ہوتا ہے اور ترقی کا طالب۔

چونکہ وہ حقیقتِ ذات تک نہیں پہنچا ہوتا، اس لیے اس کی ترقی کا معاملہ اسما و صفات سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ ایک اسم کے سایہ سے دوسرے اسم کے سایہ تک اور ایک صفت سے دوسری صفت تک ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ اس عارف کے حق میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اطلاقِ سیر اور ایک سایہ سے دوسرے سایہ تک منتقل ہوتا ہے۔ پس پاک ہے وہ جس نے اپنے ظہور کے اندر چھپایا۔ یہ بات طے شدہ ہے، کیونکہ اس پر حجاب ظاہر اور حقیقت سایہ کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ اب بات کو کہاں تک طول دوں کہ حقیقتِ ذات کی کوئی انتہا نہیں، اب مسائل کے جواب کی طرف توجہ کرتا ہوں، اور بات کو مختصر کرتا ہوں۔

مسائل کو سمجھنا چاہیے کہ عالمِ کامل کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، سب علم دینا اُسے

بلندی سے پستی کی طرف لانا ہے اور حقیقتِ ذات کے مرتبے سے، اسم وصفت کی سیر کے مرتبے پر لانا ہے۔ البتہ اگر عارفِ واصل کو ظلال کے واسطے سے اسم کی سیر کرنے والا کہا جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اسے اسم کے سایہ سے کسی اور سایہ تک ترقی لازمی ہے۔ چنانچہ محققِ اوّل کو عالمِ کامل کا نام دیا جائے گا، کیونکہ وہ حقیقت تک پہنچ کر ضروری علم کی حقیقت کا مظہر ہوگیا اور عرفان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ محققِ ثانی کو عارف کا نام دیا گیا، کیونکہ وہ سایوں سے گزر کر علم کی حقیقت سے واقف نہ ہوا۔ اگرچہ اس نے معرفتِ ظلّی پیدا کر لی تاہم اس بات کا امیدوار ہے، کہ حق تعالیٰ کی ہدایت اس کی رہبری کر کے اور تمام سایوں سے خالی کر کے حقیقت تک پہنچا دے گی، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ یہ اس کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا اور عظیم ہے۔

برادرِ مشفق، یار علی کی خدمت میں سلام عرض ہے وہ بھی اس عریضہ کا مطالعہ فرمائیں۔ شاید وہ بھی محظوظ ہوں۔

مکتوب : ۱۵۵

نواب عبد الصمد خاں کے نام، جو رخصت ہوتے ہوئے علم کی تاکید میں لکھا گیا۔

فقیر عبد النبیؔ، نواب صاحب کی خدمتِ عالی میں سلام کے بعد عرض کرتا ہے فقیر آپ سے رخصت ہو کر خانصاحب جانی خاں کی رفاقت میں منزل پر پہنچا، تو ایک بڑی جماعت آدابِ خدمت بجا لائی۔ خدائے تعالیٰ اس سے زیادہ توفیق بخشے۔ آنجناب سے توقع ہے کہ آخری باطنی نسبت کو حتی الوسع پرورش دیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے شہود و حضور کا ظہور ہو اور فنا و بقا کے لیے وہ صورتِ متخیلہ جس کی مثال میں نے رخصت ہوتے وقت آپ کو دی تھی، نظر میں لا کر یقیں جانیں کہ ہر بندے

کے لیے ہر گھڑی ذاتی وصفاتی فنا ہے اور بقا اللہ تعالے کے فیض سے اسی طرح جیسا کر دیکھا، پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک لیاقت بن جاتی ہے اور اللہ جل شانہ، کے آداب، جیسا کر دیکھا، پیدا ہوتے ہیں اور پھر راسخ ہو جاتے ہیں اور ایسے آداب، جو ایک بندۂ فانی کے لائق ہیں، ظاہر ہوتے ہیں، عوام کی توحید کہنے کی ہے، نہ کہ دیکھنے کی۔ عوام کثرت کی دید کرتے ہیں اور وحدت کہتے ہیں۔ اور خواص کثرت کہتے ہیں اور وحدت کو دیکھتے ہیں۔ زیادہ دعا۔ اور دونوں جہانوں کی برکتیں چند کلمات سے یاد کر لیا کریں۔

مکتوب: ۱۵۶

میاں صوفی بلندؒ ساکن جلال آباد کے نام لکھا گیا۔

ہم اللہ تعالے ہی سے مدد مانگتے ہیں، بزرگ صوفیا کی اصطلاح میں وحدت وجودی، کثرت میں وحدت ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابرین کے نزدیک وحدتِ وجودی کثرت میں ہے صوفیا کی وحدتِ وجودی کثرت سے ہٹ کر بلکہ کثرت میں نظر ڈال کر وحدتِ وجودی سے ہٹ کر ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر کی وحدتِ وجودی، کثرت کی نظر کے ساتھ ان کی وحدتِ وجودی کے مخالف نہیں۔ صوفیا کثرت کے محجوب ہوتے ہیں۔ اور یہ اکابر حقائق کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

عزیزمن۔ وحدت وجودی کے قائل صوفیا کا شہود کے غلبہ کی وجہ سے کثرت میں، اور شہود کے غلبہ کا کثرتِ شہود کو دیکھنے میں مانع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی شہود اور غیب دوسرے مرتبے میں ہیں۔ جب صاحبِ شہود کی نظر دوسرے مرتبے پر ہوتی ہے، تو غیب کے مرتبے سے محجوب ہو جاتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور ان کی اصطلاح میں صفاتِ واجبی کے کمالات، جنہیں حقائقِ اشیا کہتے ہیں، تقدیر اور ارادہ

کے مرتبۂ نبوت میں محض عدم میں ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے اندر مرتبہ غیب میں یقیناً وجودِ غیبی کے سوا کچھ نہیں اور وجودِ غیبی ثابت و متحقق ہو کر قیدِ امکانی کے ظہور کا تقاضا کرتا ہے اور عدمیت سے پاک ہوتا ہے۔ اور چونکہ صوفیا کا مرتبۂ شہود پر پہنچ جانا ایک تحقیق شدہ بات ہے، اور وہ کمالات جو ان کے نزدیک شہود کی علمی صورتیں اور اعیانِ ثابتہ ہیں، کمالاتِ غیبی کا شہود مرتبۂ شہود میں کہ اُسے نورِ محمدیؐ کی وجہ سے شہودِ اوّل کہتے ہیں۔ دنیا کے اندر مقید ہے اور مرتبہ امکانی کے ظہور کا مقتضی ہے، جو اس کے تحت ہے۔ اس لیے صوفیا کا یہ مرتبۂ شہودی، علمی صورتوں کے نام سے موسوم ہے، کیونکہ دُنیا اس مرتبہ غیبی کا نام نہیں، بلکہ وہ دنیائے شہودی ہے۔ اور اس طریقہ کے اکابر جب شہودِ غیب کے غلبہ سے باہر آتے ہیں، تو وہ غیب کو دیکھتے ہیں اور وہ غیب اور کثرت کو دیکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔ اور شہود سے مجبور صوفیائے بزرگ اشیاء کو مظہرِ حق جانتے ہیں اور مَظہر کو عینِ مُظہر (ظاہر کرنے والا) سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ صاحبِ شہود ہیں، اور چونکہ مرتبۂ شہود، اگرچہ ان کے ماتحت نہایت ہی لطیف ہے، لیکن حقیقت میں ایک کیفیتِ مجہول میں مقید ہے۔ لاچار اپنے مراتب کے اعتبار سے عینیت رکھتا ہے۔ چنانچہ صوفیاء کا اس مقام پر عینیت کا اطلاق کرنا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک لحاظ سے صادق مگر وصول میں ناقص، جو ترقی کا مقتضی ہے۔ اور اس طریقے کے اکابر اشیا کو بھی نورِ محمدی کے طفیل مظہرِ حق سمجھتے ہیں، لیکن اشیا کو عینِ حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک عذاب غیر پر ہے اور صوفیا کے نزدیک، چونکہ وہ عینیت کے قائل ہیں لہٰذا سمجھ لیجیے کہ عذاب کس پر آیا — اور اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

اور ولایتِ خاصہ میں علمِ حضوری ظلّی ہے، اور علمِ حصولی سے معتبر ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری میں خیال، شہودِ اوّل کے علم کا مظہر ہوتا ہے، اور شہودِ اوّل کا علم غیبِ مطلق کے مرتبہ کا سایہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ سایہ کو اصل جانتے ہیں، اور حصول کو حضور سمجھتے ہیں۔

انابت (توبہ کرنا) کے کئی مرتبے ہیں، انابتِ عام، انابتِ خاص، انابتِ اخص اور انابتِ خاص الخواص۔ انابتِ عام، ولایتِ عام میں ثابت ہے، کیونکہ استدلال کے ذریعے حق کی طرف رُخ ہوتا ہے۔ انابتِ خاص، ولایتِ خاص میں ہوتی ہے۔ کیونکہ استدلال سے آگے بڑھ کر تحقیق کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اور وجدانی کشف کے طریقے سے انابت شہُودِ حق کے واسطے سے شہُود اور یافت تک پہنچتی ہے۔ اور انابتِ اخص، ولایتِ اخص میں ثابت ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ "یافتِ شہُودی" سے ترقی پاکر "نایافت" تک پہنچتا ہے۔ اور اصلِ شہُودی سے فضل تک اگر اس کی انابت محض نایافت تک ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس شخص پر ابھی توجۂ حق باقی ہے، اگرچہ وہ مجہُول الکیف ہے (توجہ حق کی وجہ سے مجہُول الکیف ہے) اس لیے انابتِ حق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور انابتِ خاص الخواص، ولایت انبیا میں ثابت شدہ ہے، کیونکہ اس مرتبے کے لوگ استدلال، شہُود اور مجہُول الکیف کے مرتبۂ توجہ سے گزر کر اور تمام مُشکلات کو طے کرکے غیبِ حقیقی سے غیبِ محض کی طرف منہ کرکے، آگے بڑھ آتے ہیں۔ چونکہ سابقہ انابتوں کے مالکوں نے حق کی طرف رُخ نہیں کیا ہوتا، ان کی انابتوں کو حساب میں شمار نہیں کیا جاتا، اور انابتِ اصل کو انابت گنا جاتا ہے اس انابت کا مالک، وصلِ حقیقی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

عزیزِ من! اس طریقے کی تخصیص کی وجہ یہ نہیں کہ وہ تمام لطایف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اس طریقہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ لطایف کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ شریف کی بدولت طے کر لینے، اور صاحبِ استعداد کی پیروی، ابتدائی یقین، اور تعلقِ حقی کے توسّط اور بے توجہی محض سے گزر کر، چونکہ شہُود کی ولایتِ عامہ کے مرتبے سے بہرہ یاب نہیں ہوتے، وہ ولایتِ خاصّہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، اس لیے ولایتِ خاصّہ سے موسوم ہوئے ہیں اگرچہ وہ واصلِ شہُود ہیں، لیکن کثرت کی نفی کرنے والے ہیں تاہم

چونکہ شہود بھی کثرت میں شامل ہے، لہذا حقیقت میں فنا نسبی ہیں، اور حقیقتِ اخص سے ممتاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہاں حقیقی فنا ہے۔ پس اسے سمجھ لو، اور کوتہ دستوں میں شامل نہ ہو۔

مکتوب: ۱۵۷

عنایت اللہ خاں وزیر کے نام لکھا گیا۔

پاک ہے، پاک ہے، اللہ پاک ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی ذات میں اپنے سوا سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

پاک ہے، وہ جس نے اپنے نور سے خلقت سے اپنے آپ کو چھپالیا۔ اور اپنے نور کے ظہور کی شدت سے دنیا سے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ وہ ایسا ظاہر ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، اور وہ اتنا خُفیہ ہے، کہ اس سے زیادہ کوئی خُفیہ نہیں۔ پاک ہے، جو پوشیدگی سے ظاہر ہوا، اور جو اپنے ظہور میں چھپ گیا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

نواب عالی جناب کی خدمت میں سلام کے بعد عرض ہے۔ کہ میرے عریضہ کے جواب میں آپ کا نوازش نامہ خانصاحب اغرخاں کی معرفت ملا۔ جس میں عجیب معانی اور عجیب درخواست مرقوم تھی۔ اس کے مطالعہ سے شہود کے مختلف معانی سامنے آئے۔

میرے مہربان! اس بڑھاپے کے زمانے میں، جس کی تعریف میں لکھا گیا ہے۔ کہ بڑھاپا میرا نور ہے، جسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اگر ایک آن اور ایک لحظہ کے لیے عدالت کے نور اور سندِ صداقت سے سچے دل سے درماندہ لوگوں کی حاجت روائی کی جائے، تو امید ہے، گزشتہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ نہ یہ کہ سال ہا سال تک نیک نیتی سے اس کام میں لگے رہیں۔ مسندِ امارت دراصل حضراتِ انبیاءؑ کی مسند ہے کہ پورے عروج کے بعد منصبِ نبوت کی اس مسند پر اُترے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہوسناک اپنی مادی تیرگی کی

وجہ سے عدالت کے فیض کے انوار سے محروم و مہجور ہو گئے ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ مسند، گمراہوں اور ہوسناکوں کی مسند ہے۔ لہٰذا اس غلطی کی وجہ سے ظلمات کے ہجوم کی وجہ سے اہل دین کا گروہ اس سے برئیت چاہتا ہے ۔ لیکن اس میں معاملہ ایسا نہیں، بلکہ اگر وہ ہمت کریں، تو اللہ جل شانہٗ، حضرات معصوم کی پیروی کی بدولت اس مسند کے تعلق سے اور اللہ تعالےٰ کے احکام پہنچانے سے وہ اس مرتبہ کے حق دار ہوں گے ۔ اور اس سلسلے میں ادائے حقوق کی طرف توجہ کر کے "جہاں تک ہو سکے ۔ عدالت کر" کے آداب کو پورا کریں گے ۔

مکتوب : ۱۵۸

حافظ محمد علیؒ کو جہاناآباد میں تحریر کیا گیا ۔

"اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی" اس آیت کریمہ کا راز پانچوں نمازوں کی حفاظت کی تاکید میں ہے ۔ کیونکہ یہ پانچ نمازیں پانچ لطائف ہیں ۔ چونکہ ان پانچ لطائف میں ایک پوشیدہ لطیفہ ہے، جو تمام لطائف کا سردار ہے اور اس میں تمام لطائف کا وسط واقع ہے، اس لیے وسطی نماز کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے وسطی نماز کے جملہ میں نہایت بلاغت ہے ۔ چونکہ یہ ظاہر ہے، کہ ان لطائف کے بغیر جسم کی ظاہری نماز ناقص ہو گی ۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حضوری دل کے بغیر کوئی نماز نہیں"۔ چنانچہ اس معنی میں لطائف کے صاحب سلوک، ظاہری اہل علم سے افضل اور زیادہ قوی ہیں ۔ اسے بھائی اسرار کی حفاظت تمہارے ذمے ہے، کیونکہ اللہ تمام پیغمبروں سے واقف ہے ۔

مکتوب : ۱۵۹

میاں محمد اشرفؒ کے نام ایک واقعہ کے جواب میں۔

میرے بھائی! یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یعنی وہ کتاب، جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا نام محمد صالح پڑھا، اس میں کوئی شک نہیں، کہ یہ مبارک اور متبرک ہے۔ اور یہ نام تمہارے نام کے ثبوت میں اس سے پہلے دیا گیا، اور کسی طرح بھی اس اسم اشرف میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ یہ آب الکعب کے زمانے میں اسم بامسمّٰی تھا، اور تمہارے لیے محمود کے معنی میں تھا اور شہود کے نام سے موسوم تھا۔ اس لیے کہ تو وہ بلند مرتبہ ہے، جس کو حضورؐ نے محمد صالح کے نام سے موسوم کیا۔ الحمد للہ تبارک تعالےٰ ان دونوں ناموں کو مکمل برکت عطا کرے۔ جب مخلوقات میں سے کوئی اشرف ہوتا ہے، تو اسے اشرفیتِ خاصہ بلکہ اشرف المخلوقات کے نام سے ادب کے طور پر پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اباحت کے اعتبار سے تم اشرف، اور عزیمت کے لحاظ سے صالح ہو، اور اس کے ساتھ وہ عملِ رخصت کا جواز بھی ہے، جو اعتبار عزیمت پر دلایت کرتا ہے۔ پس پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ تمہارا نام صالح ہے، جس کے شروع میں برکت کے خیال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ لایا گیا ہے۔ بس اس پر بات ختم ہو گئی۔ درود ہے، اس ذات پر جس نے تجھے یہ نام دیا۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود اور سلامتی ہو۔

مکتوب : ۱۶۰

میاں شیخ عبدالغنیؒ کے نام لکھا گیا۔

دانائے فقر، فضیلت مآب شیخ صاحب میاں عبدالغنی جیو کو فقیر کی طرف سے سلام
جب تعلق کی مضبوطی کو یاد رکھا جائے، تو قربت لازم ہے۔ اور رہنے سہنے کی حقیقت
کا پتہ چلتا ہے اور یگانے اور بیگانے میں فرق رہتا ہے کیونکہ سب کو اللہ جل شانہٗ کے
ساتھ ایک نسبت رہتی ہے۔ جب اُسے منظور ہو، تو یگانگت آپ کے ساتھ ثابت ہو
جاتی ہے۔ مراتب داری کے بغیر کمالاتِ صفاتیہ کا ظہور اس حد تک نہیں سمجھنا چاہیئے
کہ یہ دیکھنا ہی خالی ہو جائے۔ فقیر زادوں اور جماعتِ فقرا کی طرف سے سلام عرض ہے۔

مکتوب : ۱۶۱

"علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے" کی تحقیق میں ایک عزیز کے نام
تحریر کیا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے،
اور سلام اس کے برگزیدہ بندوں پر۔

آپ نے "العلم نقطۃ وکثرۃ الجاہلون" (علم ایک نقطہ ہے اور جاہلوں کی کثرت ہے)
کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرے مشفق! اس عبارت کے معانی کی تحقیق اسکے پوچھنے والے
پر ظاہر ہے، لیکن جو کچھ اس عاجز کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ حقیقت کی تحقیق
کے مطابق علم کے درجے، جو اسے عطا ہوئے ہیں، مختصر طور پر پانچ ہیں۔ ان پانچ درجوں
میں سے سب سے پہلا درجہ، نبوت کا درجہ ہے اس درجے کے حامل حضرات کو اخص
الخواص کہتے ہیں، اس سے نیچے ولایتِ اعلیٰ نبوت ہے، جس سے بہرہ ور حضرات خاص
الخواص کہلاتے ہیں۔ اور اس کے نیچے ولایتِ ملائکہ مقربین ہے کہ وہاں کے لوگ اخص
کہلاتے ہیں۔ اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ اولیا ہے، اس میں جو لوگ داخل ہیں انہیں

دلی خاص کہتے ہیں، اور اس ولایت کے نیچے ولایتِ مومنینِ عالم ہے، جو ولایتِ عامہ کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ اس قول کے معنی ہر درجے کے لیے الگ الگ ہیں، اور تفصیل بھی الگ الگ ہے۔

ص۴۱۰ اہالیِ ولایتِ عامہ کے طریقے پر، اس ولایت کی ابتدا شرع کے مطابق اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اور اس کی انتہا اجتہاد اور قیاس کا مرتبہ ہے۔ مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدینِ عظام کو جو علم عطا کیا گیا ہے، وہ ان سے نچلے درجے کے تمام علوم پر کسی حاجت کے بغیر حاوی اور محیط ہے۔ اور اس کی تفصیل اس نقطہ کی طرح ہے، جو تمام حروف کے مرتبوں پر محیط ہے۔ اور وہ تمام بزرگ اس مرتبۂ اجمال پر ہیں۔ اور اس نقطہ ہی سے تبدیلی کی گئی ہے، تمام تفصیل کے مراتب اس میں مختصر طور پر آگئے ہیں۔ جب اپنے تابعین کی استعداد کو علمِ تفصیلی کی حیثیت سے اس علم تک پہنچنے کو قاصر پایا، تو پھر انہوں نے علوم مندرجہ کی تفصیل بیان کی۔ اور اصطلاح میں انہیں اہالیِ ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے۔

اس ولایت کی ابتدا ذکرِ قلبی سے لذت حاصل کرنے کے بعد اور اس کی انتہا توحیدِ شہودی کے مرتبہ تک ہے۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ حق تعالیٰ کے عارف کا علم و معرفت اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے شہود کا محض نقطہ ہے، اور حروف والفاظ کا اس پر کوئی لباس نہیں۔ اور چونکہ اس مرتبہ پر پہنچنا اس ولایت کے منتہی لوگوں کی خصوصیت ہے اور متوسط اور مبتدی درجے کے لوگوں کو عدم استعداد کی وجہ سے وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ چنانچہ مجبوراً حقیقتِ شہود کو مراتبِ مندرجہ کے ظہور کے مطابق تجلیات اور مختلف رنگوں میں مختصر طور پر ظاہر کیا گیا اور درماندہ لوگوں کو لطف و کرم سے تجلیات کی حیثیت سے لباس میں آشکارا کیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کو جائز رکھا گیا۔ اور اہالیِ ولایت اخص کے معنی یہ ہیں کہ عارف کے حقیقی علم و عرفاں کے علم کے بعد چالیس مرتبے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے رب العزت کی درگاہ میں سوال

کیا کہ اے اللہ، علم کا علم کیا ہے؛ جواب دیا گیا، علم سے جہالت، چونکہ ہر ایک کو اتنی علمی استعداد نہیں دی گئی، اس نے مجبورًا دُور رہ جانے والوں کے لیے یافت و شہود کا مرتبہ جس میں علم کی حقیقت مُضمر ہے، واضح نہیں کیا گیا، اور ان سے نچلے اولیا کو یہ سعادت بخشی گئی ہے۔ اور ولایتِ خاص الخواص کے اہالیاں کے طریقے کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ اصلی علم جس سے عارف کو حصّہ ملا ہوا ہوتا ہے، علم سے جہالت ہے۔ لیکن اس جہالت کا حصُول، عارف کی اس توجہ کے پُوری طرح مٹ جانے کے بعد ہے، جو حق کے بغیر حق ہے۔ اور توجہ کا مٹ جانا محض نایافت کی طرف توجہ کرنا ہے، نہ کہ معدُوم کی طرف۔ یعنی مجہُول الکیف ہونے کے اعتبار سے وہ پوشیدہ مراتب میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں توجہ، اور توجہ کرنے والا، جس کی طرف توجہ کی جائے کے رنگ لاثانی میں نظر آتا ہے۔

غیب النفسی اور غیب النّبی کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے ظاہر ہونا، بلکہ توجہ کا مٹ جانا، حقیقتِ نایافت کے ظہُور پر موقوف ہے۔ اور یہ عارف کی توجہ کے بغیر صفاتِ واجبی کی مظہریت سے حِصّہ پانا ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت، مرتبہ کے بعد ہے، اس لیے اس درجے کے نچلے لوگوں کو نایافت سے نوازا گیا ہے اور اُن میں سکُون کرنا جائز رکھا گیا ہے۔ اس لیے بے توجہی کا مرتبہ ایک نقطہ کی طرح ہے اور توجہ کا مرتبہ کثرت سے ظاہر ہے۔ اور مرتبۂ نبوّتِ انبیاء کے بارے میں بات کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ تاہم ان مراتب کے اہالی کی تعلیم کے مطابق اس قول کی تحقیق یوں معلوم ہوتی ہے کہ بندے کے حق میں کمالِ عرفان اس وقت ثابت ہوتا ہے جب، بے توجہی کی وجہ سے ایمان باللہ سے محض حاضر ہونا ہو، جبکہ نہ مظہریت ہو نہ مطالعہ مظہریت۔ پس اس سب سے زیادہ برحق مرتبے کے نیچے ہر نچلا مرتبہ کثرت کا مرتبہ ہے۔ وحدتِ ابہائی کے اس بلند مرتبہ تک نچلے مرتبے کے لوگوں کے نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے اِسے کثرتِ علمی سے ظاہر

کیا گیا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا لطف ہے۔ اور ہر مرتبہ کے اہل کو کثرت کے ضمن میں ایمان کی وحدتِ حقیقی سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، اُسے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل والا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا، کہ وہ جہل، جو کثرت کا سبب ہے، جہلِ نسبی ہے۔ اور یہ ناپسندیدہ نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے اور الجاہلون کی کثرت میں کثرت کا فعل، حقیقی فاعل کی طرف نہیں، بلکہ مجازی کی طرف ہے۔ یعنی سبب کی سند، سبب کی طرف ہے۔ وہ عدم استعداد کی وجہ سے اس میں زیادتی کرنے کا سبب بنا۔

مکتوب : ۱۶۲

اَلَستُ بِرَبِّکُم قَالُوا بَلٰی" کی تحقیق کے جواب میں حافظ محمد عیسٰیؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

آپ کا مکتوب، چند سوالات پر مشتمل تھا۔ اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی۔ لکھا گیا تھا کہ عالمِ ارواح سے "اَلَستُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) کا خطاب کیا گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے "قَالُوا بَلٰی" (بے شک آپ ہیں) کہا، اس وقت، جب ارواح لباسِ عنصری میں ملبوس ہوئیں، اس حد تک کہ اپنی معروف زبان (لغت) یعنی عربی وغیرہ نہیں سمجھ سکتی تھیں، روح کے گھوڑے اور جسم کو، چیونٹیوں کی طرح باہر نکال کر، اور عقل و تمیز دے کر اَلَستُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں) کے الفاظ سے خطاب کیا اور انسانوں کے قول کے مطابق "ہاں"، کہہ کر ایک عہد باندھ لیا۔ اور عہد باندھنے کے بعد حضرت آدمؑ کی پشت میں واپس چلی گئیں۔ ایسے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد جب ہر انسان اللہ تعالےٰ کی مرضی اور ترتیب سے حضرت آدمؑ کی پشت سے پیدا ہوا اور مختلف وسیلوں سے پیدا ہو رہا ہے، تو "جب کچھ بھی نہ تھا" کا ظہور ہوتا ہے۔

اور چونکہ انسان اپنی زبان کی طاقت، اور سمجھ نہیں رکھتے، اس لیے دُوسری زبانوں سے بے خبر ہو گئے۔ اور اس میں باریک رمز ہے، جسے اللہ سبحانہ، کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور جب رُوح کو جسم سے فائدہ اٹھا کر اِدراک، صفات اور معانی کی قوت عطا کریں گے تو منکر نکیر کا جذب اور اکثر دوسرے علوم ان پر آسان ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے۔

واضح ہو، کہ اللہ سبحانہ، کی ذات کا مرتبہ چونکہ اپنی ذاتی قابلیات کی بنا پر ازل ہی سے ثابت ہے، اس لیے صُوفی محققین کے نزدیک دراصل تجرّد کا اطلاق، جس کا مطلب صفات سے قطع نظر کرنا ہے، جائز نہیں۔ البتہ سمجھنے اور خیال کرنے میں ذات وصفات کے ظہور کے بیان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے مجبوراً حیثیت مفہومہ کے اعتبار سے ہر مرتبہ کو تجرّد سے بیان کیا جاتا ہے۔

مزید برآں، کیا ہماری ذات اور کیا ہماری صفات، دراصل یہ سب کچھ اللہ سبحانہ، کی جامع کمالات ذات کا فیض ہے، جو ہماری ذات میں صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں۔ پس ظاہری صفات میں سے جو فیض ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی اس کی ذات کی بدولت ہے، پس اسے سمجھئے۔

مکتوب : ۱۶۳

ایک عزیز کے نام منع شدہ امُور کے بارے میں لکھا گیا۔

شروع اللہ کے نام سے سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، اس کے رسُول پر اور آلِ رسُول پر صلوٰت وسلام۔ اے زمانے کے سادہ لوح لوگو! زمانے کے بے بطر فقراسے تم یہ توقع کرتے ہو کہ تحفوں کے عوض میں وہ اپنے آپ کو اس قسم کے ممنوعہ

اُموریں، جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں، تمہارے ساتھ شریک کرلیں۔ اور اس بے فائدہ مصیبت پر راضی ہو جائیں۔ کتنی عجیب بات ہے، وہ نہیں جانتے کہ اس گردہ کی برکت ان ممنوعہ اُمور کے ترک کرنے میں ہے، اگر وہ اپنے باطن کو رتی بھر بھی اس قسم کے کاموں میں مشغول کریں گے، تو ان کی اصلی جمعیتِ خاطر، اور حقیقی قُرب ان سے چھن جائے گا، اور پھر کرامت کی بجائے ان سے استدراج (کافر کی کرامت) ظاہر ہو گا۔

میرے عزیز، یہ گردہ تمہاری خیر خواہی کے لیے ہے، اور اگر خیر خواہ نہ بھی ہوں، کم ازکم ان کی طرف سے تمہارے حق میں بدخواہی ہرگز نہیں ہو گی، خواہ انہیں تمہارے خیال میں تمہیں آرام وزینت ہی حاصل ہو۔ پس اس گردہ سے اس قسم کا تعلق نہ چاہو، بلکہ انجام بخیر مانگو، تاکہ ان ناگوار اُمور کی وجہ سے تمہارے ایمان، ظُلمت آلودہ نہ ہو جائیں، اور چونکہ بھیجی ہوئی شے کا لانا، معروف شرائط سے مشروط ہوتا ہے، "اور جب شرط ختم ہو گئی، تو مشروط خود بخود ختم ہو گیا۔"

اس لیے بھیجی ہوئی اشیا قبول نہیں کی جاتیں، اور معذرت کر دی جاتی ہے۔

مکتوب: ۱۶۴

میاں اللہ دین کے نام لکھا گیا۔

نایافت کے معاملے میں سالک کو دلوار کی طرح ہونا چاہیے۔ کہ سراسر پریشانی اور سرگردانی ہے۔ کیونکہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

عجب ایں نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست   عجب ایں است کہ من واصلِ سرگردانم

(ترجمہ) تعجب اس بات میں نہیں کہ دوست کو چاہنے والا سرگشتہ ہو جائے، تعجب

تو یہ ہے کہ میں وصل میں بھی سرگرداں ہوں۔
شاید آپ نے نایافت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ورنہ نایافت کے اندر وصل حقیقی ہے۔ پہاڑ سے ٹکر مارنا، شیطان کے وسوسوں میں سے ہے۔ اس لیے حق تعالےٰ کی دریافت ہے، بے کیفی کی ہر قسم کی یافت، نایافت سے پیدا کرو۔ اور بس۔

مکتوب : ۱۶۵

عزیزوں کے نام لکھا گیا۔

اے اللہ! تو جاننے والا ہے۔ سب تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرے نیک بندوں پر سلام ہو۔

تُو اپنے فضلِ خاص سے کسی بہانہ کے بغیر اپنے اولیا کو اپنی تجلیات کے انوار سے ابتدا اور وسط میں نوازتا ہے، ان کی صلاحیت کو بارِ امانت اٹھانے کے قابل بنانے کے لیے پالتا ہے۔ اور اس کے بعد فضلِ اخص سے تجلیات کی طرف توجہ کی قید سے نجات دے کر شہود کے مراتب پر، جو پوشیدہ وصل میں شامل ہیں، سرفراز کر کے نایافت عطا کرتا ہے۔ اور پھر وہاں سے لطیف طریقے سے کسی بہانہ کے بغیر اخص الخواص میں داخل کر کے نایافت کی حقیقت سے سرفراز کرتا ہے۔ سُبحان اللہ، تیرا یہ اقتدارِ کمال۔ تو بعض کو مرتبہ ولایت کی مناسبت کے اعتبار سے زیادہ تر خلوت کی رغبت دیتا ہے۔ اور ان کے کاروبار کو تنہائی کے مکان میں جاری و ساری فرماتا ہے۔ اور بعض کو اس مقام سے پختہ کر کے جلوت میں لاتا ہے اور ارشادِ عام (وعظ) کے مرتبے سے کہ انبیاؑ کا خاصہ ہے، ان کی مکمل پیروی کی وجہ سے فیض یاب کرتا ہے۔ پہلے گروہ کے حق میں جلوت کو سمِ قاتل بنایا اور دوسرے گروہ کے حق میں خلوت کو عین نقصان قرار دیا۔ لیکن ان کی دلی خلوت

کی وجہ سے انہیں مرتبہ خلوت میں ہی ترقی بخش دی۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اس عاجز کو اس بہت بڑے گروہ کا کچھ حصہ عطا فرما دے اور آہستہ آہستہ دونوں طرح کے بلند مراتب پر فائز کر دے ع از کریماں کارہا دشوار نیست (کرم کرنے والوں کے لیے ایسے کام مشکل نہیں)

اے خلوت و جلوت کے بلند مرتبہ لوگو، اس گروہ کے غریب مشتاق کا سلام قبول کرو۔ اور علمی مراتب کی زیادتی کے لیے دعا کرو، حصولِ ملاقات تک چند مشفقانہ الفاظ کے ذریعے اس تعلق کو استوار کرو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے کلام کی تحقیق کے بارے میں یہ بات سمجھ لو۔ کہ قرآن شریف کے کلام کے سات مرتبے ہیں۔ تین مرتبے "وجوبی" ہیں۔ اور چار مرتبے امکانی ہیں۔ تین وجوبی مرتبے یہ ہیں:۔ وجودِ کلام، نورِ کلام، اور کلام کرنے والے پر ظہورِ کلام اور چار امکانی مرتبے یہ ہیں: پہلا نفسِ مدعا، جو حرف و آواز ہے، اگرچہ وہ نورانی ہیں، کیونکہ اس کا حصہ حضرت جبرائیلؑ کو عطا ہوا ہے اور جیسا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ "جبرئیل نے آواز کو سنا ...الخ" دوسرا یہ کہ اگرچہ مخلوق ہے، لیکن کسی مخلوق کو اس میں تصرف کی گنجائش نہیں تیسرا یہ کہ اس کے حرف و الفاظ جسم رکھتے ہیں، جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا بیان، اور آنحضرت فرشتے کے کلام کے سوا کوئی اور اطلاع نہیں رکھتے تھے۔ اور چوتھا۔ اس کے جسمانی حروف و آواز جیسا کہ نبی کریمؐ صحابۂ کرام کو فیضِ عام کے واسطے بیان کرتے تھے۔

مکتوب: ۱۶۶

حاجی صوفی عبدالکریمؒ کے نام تحریر کیا گیا۔

شروع شروع میں لطائف کا ذکر حاوی ہوتا تھا۔ کیونکہ ذکر اسم میں تھا۔ جب مسمیٰ حقیقی جو بالتحقیق اللہ ہے، زور مارتا ہے تو مسمیٰ حقیقی کے

حضور میں بے کیفی سے سرفراز ہو جاتا ہے اور چونکہ بزرگوں کی اصطلاح میں پہلے مرتبے کے ذکر کو "اسمی" کہتے ہیں، اس لئے جب مسمّٰی کے حضور میں یہ زور مارتا ہے، اسے علم حضوری کہتے ہیں۔ یہ کمالاتِ صفات کا ظہور ہے۔ اور جب ذاتِ حقیقی اپنی صفات کے مرتبہ کا ظہور کرتی ہے، تو اس مرتبہ کو حضورِ علمی کہتے ہیں۔ اگرچہ حضورِ صفات بھی بے کیفی سے ہے لیکن ذاتِ حقیقی کے مرتبے میں علمِ حضوری اور حضورِ علم کے بغیر حضور در حضور ہے۔ اس مرتبہ میں، جیسا کہ علمِ حضوری کے مرتبے میں ذکر ہو چکا ہے، علمِ حضوری کے حضور میں حضور، اور حضورِ علم جذب ہو جاتا ہے اور ایمانِ حقیقی کے حضور در حضور میں ذاتِ حقیقی بے، ار بے کیفی میں یکتا یقین ہو جاتا ہے۔ اور اس جگہ حقیقی بے کیفی سے متحقق ہوتا ہے۔ حضور در حضور کا یہ مرتبہ، سرِ حقیقت، خفیِ حقیقت اور اخفیِ حقیقت سے تعلق رکھتا ہے، اگرچہ پچھلے تین مرتبے بھی تینوں لطائف سے تعلق رکھتے ہیں، یہ مرتبہ سردار کا ہے۔ اور وہ مرتبے تابع اور مطیع کے ہیں۔ کہاں یہ اور کہاں وہ۔ مقصود تو متبوع سے ہے اور وسط کے وہ مرتبے آہستہ آہستہ ترقی پر ہیں۔

اللہ کا شکر ادا کرو۔ کہ اُس نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمائی۔ دُوسرے لوگوں کو تو یہ چیز مدتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ اور فاتحۂ خیر پڑھو تاکہ حق تعالےٰ اس مرتبے کو قائم رکھے۔

مکتوب: ۱۶۷

صُوفی عبدالکریمؒ کے جواب میں لکھا گیا۔

اولیا کی دو جماعتیں ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت حق تعالےٰ سے دعا کرنے کو جائز نہیں سمجھتی، کیوں کہ اس جماعت کے نزدیک جو ہے، تقدیر میں پہلے ہی مقرر کیا جا

چکا ہے، اس لیے وہ دعا مانگنا بے ادبی سمجھتی ہے۔ دوسری جماعت یہ سمجھتی ہے کہ تمام چیزیں پہلے ہی مقدر ہو چکی ہیں، لیکن ان کا مقدر ہونا دو طرح کا ہے۔ ایک تقدیر مبرم، پر مقدر جس کا بدلنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اس لیے مُبرم کے سلسلے میں دعا کرنا وقت ضائع کرنا ہے دوسری تقدیر معلق، اور یہ وہ ہے کہ اُس کا بدل جانا دُعا پر موقوف ہے۔ چونکہ وہ دُعا پر معلق ہے، دُعا سے بدل جاتی ہے، اور یہ بالکل معلوم نہیں، کہ تقدیر مُبرم کونسی ہے اور تقدیرِ معلّق کونسی! اس لیے بندگی کا شیوہ یہی ہے، کہ چونکہ حق تعالےٰ نے تقدیر مُبرم کو دُعا سے معلق نہیں کیا اور تقدیر معلّق کو دُعا پر موقوف فرمایا ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ تقدیرِ معلّق کے لیے دُعا کرے، کیونکہ حق تعالےٰ نے جس شے کو دُعا پر معلق فرمایا ہے، وہ ہو جائے۔ دُعا نہ کرنا حق تعالےٰ کی مخالفت کرنا ہے، اور ایسا کرنا ممنوع ہے ہمارے بزرگوں کا تعلق دوسری جماعت سے ہے، جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخالفت نہیں کرتی، بلکہ "دُعا پر معلّق" کی نیت سے دُعا کرتی ہے۔ پہلی جماعت جو دعا نہیں کرتی، شاید سب کو تقدیر مُبرم کے تحت ہی سمجھتی ہے، یا نہیں سمجھتی، حق تعالےٰ ہی ٹھیک سمجھتا ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کے حضور میں "دعا پر معلّق" اُمور کے سلسلے میں دعا کرنا عین ادب ہے، اور کوتہ دستوں میں نہیں ہونا چاہیے۔

تمت بالخیر

حضرت شیخ عبد النبیؒ کے وصال پر پہلا مرثیہ مع تاریخ وصال

(۱) افسوس! ہماری ظاہر بین نگاہوں سے اولیاء کے چراغ کا نُور اوجھل ہو گیا۔

(۲) وہ سالکوں کے لئے شام افروز چاند اور صبحِ ہدایت کے آفتاب کی روشنی تھا۔

(۳) وہ ایسی محفل کی شمع تھا، جس کی شان میں آیا ہے کہ "وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر مرتے نہیں"۔

(۴) اُس نے حریمِ خداوندی کا احرام باندھ کر دارِ بقا کا سفر اختیار کر لیا ہے۔

(۵) وہ اہلِ اللہ کا بادشاہ اور صوفیاء کی پناہ گاہ تھا، وہ نیک لوگوں کا پیشوا اور پاک لوگوں کا سرتاج تھا۔

(۶) وہ قدر و منزلت کا قبلہ اور مرکزِ اعتبار تھا۔ وہ عزّت کی شان اور عظمت و بزرگی کی جان تھا۔

(۷) وہ صاحبِ عرفاں، صدق کا نُور، دین کا رہنما۔ حق الیقین کا مالک اور ہدایت کا ماہِ کامل تھا۔

(۸) وہ ہدایت کا منبع اور رہنمائی کے سُمندر کا ماخذ تھا۔

(۹) وہ شخص، پیر و مرشد حضرت عبد النبیؒ تھا، جو اہلِ توحید و سلوک کے لئے مایۂ افتخار تھا۔

(۱۰) وہ آسماں کے مرتبہ والا ایسا برگزیدہ اِنسان تھا کہ مہر و ماہ بھی نُور حاصل کرنے کے لیے اُس کی خاک سے التجا کرتے تھے۔

(۱۱) اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اُس کی پاک رُوح پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل فرماتا رہ!

(۱۲) اُس کے مرقد سے دوستوں کے باغ میں ابرِ فیض سے پھُول کھلاتا رہ!

(۱۳) افسوس! اُس کے دل افروز فیض کے سُورج کو گہن لگنے سے روشن صبح، شام کی طرح تیرہ و تار ہو گئی۔

(۱۴) دنیا دیکھنے میں تاریک ہوگئی۔ شمع کے بغیر اہلِ خانہ کے لئے اندھیرا چھاگیا۔
(۱۵) قضا کے شرر بار قلم کے دھوئیں نے دِل کو جلا دیا اور اُسے زخم زخم کر دیا۔
(۱۶) موت کی آگ سے دل کباب ہوگیا۔ اس نے جہاں کو اِنتہائی بلندی سے اِنتہائی پستی میں پھینک دیا۔
(۱۷) آنکھوں سے خون کے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا، جس نے رستے کے ہر پُل کو توڑ پھوڑ دیا۔
(۱۸) اِس جگر سوز اور ہولناک واقعہ کو دیکھکر آسماں حیرت زدہ ہوگیا۔
(۱۹) اُس عالی جناب کی تاریخِ وفات کے لئے جب دل نے سوچ بچار کی،
(۲۰) تو حُسن طلب کے آخر کی بدولت اُسے معلوم ہوا کہ آفتابِ ہدایت گہن میں آگیا۔

○

دوسرا مرثیہ مع تاریخِ وصال

(۱) وہ باصفا اور علمِ لدنی (خداداد علم) کا مالک تھا۔ وہ عرفان کا سمندر اور خدا کے نُور کا مظہر تھا۔
(۲) اُس کے وجُود سے دُنیا نے فیض پایا ہے اور آخرت بھی چمک اُٹھے گی۔
(۳) اُس نے لفظ اور معنی دونوں کی تحقیق کی۔ وہ نکتہ داں، دستگیر اور ہمارا پیر و مُرشد تھا۔
(۴) اے اہلِ ذہانت، اگر آپ ایک حرف بھی سمجھیں، تو ہر مصرع کے شروع میں اس کا نام آئے گا۔
(۵) میں اس عالی جناب کی پھر تعریف کرتا ہوں۔ وہ عالمِ ناسُوت (دنیا) اور عالمِ ملکُوت (عالمِ ارواح) کا ہُما (ایک مبارک پرندہ) تھا۔
(۶) اُس قُطبِ عالم اور غوثِ اعظم رہنما نے دو سانسوں میں عالمِ جبرُوت (اللہ کے مرتبہ صفات)

اور عالمِ لاہُوت (اللہ کے مرتبۂ اسماء) کے مقامات کو طے کر لیا۔

(۷) اُس نے امامت کے اندر خلافت کا مرتبہ پایا اور انبیاء کے مقامِ نبوّت و ولایت سے بھی حصّہ لیا۔

(۸) وہ اَولیاء اللہ کا سرتاج، نبوّتِ احمدی کے کمالات سے بہرہ ور ہوا۔

(۹) وہ صِدق وخلوص میں ابوبکرؓ، عدل و انصاف میں فاروقؓ، شرم وحیا میں عثمانؓ اور علم وفضل میں علی کرّم اللہ وجہہ کی مثال تھا۔

(۱۰) وہ اجتہاد میں ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ تھا اور فہمِ شریعت میں مالکؒ اور حنبلؒ تھا۔

(۱۱) وہ حقیقت اور طریقت میں خاص الخاص تھا۔ وہ معرفت کے میدان میں خصُوصی رہنما تھا۔

(۱۲) اُس کی بدولت دِل، رُوح اور سر روشن تھے۔ وہ چودھویں کا چاند 'خفی' میں بھی 'خفی' تھا۔

(۱۳) جب وہ مہرِ عالم تاب اِس جہانِ فانی سے جہانِ باقی کو چلا گیا۔

(۱۴) تو دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور ساتوں زمینیں اور نو کے نو آسمان تیرہ و تار ہو گئے۔

(۱۵) جب میں نے عقل سے بڑے صدق وخلوص سے اس کی تاریخِ وصال پوچھی۔

(۱۶) تو ہاتف نے کہا کہ 'بخشش' 'جُود' (سخاوت) 'کرم' 'حلم' (بُردباری) اور 'حیا' بے سروپا ہو گئے۔

(۱۷) نُور اُس کے روضہ کے گرداگرد قربان ہو گیا۔ خُدا کرے کہ ہدایت کا نُور اس کی دستگیری کرے۔

○

تشریح تاریخ ہائے وصال

پہلے مرثیہ میں حضرت شیخ عبدالنبیؒ کی تاریخِ وصال بحروف ابجد نکالی گئی ہے۔ چونکہ اکثر حضرات کو حروفِ ابجد کے اعداد سے آگاہی نہیں اور انہیں اس بات کا علم نہیں کہ عربی اور فارسی (اور ان کے تتبّع میں اُردو) کے ہر حرف کے عدد مقرر ہیں، اس لئے بطورِ تعارف حروف ابجد کے اعداد بھی بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ تاریخ کے سمجھنے میں سہولت رہے اور پوری طرح محظوظ ہُوا جا سکے۔

حُروفِ ابجد اور اُن کے اعداد:

سعفص				کلمن				حطی			ہوز			ابجد			
ص	ف	ع	س	ن	م	ل	ک	ی	ط	ح	ز	و	ہ	د	ج	ب	ا
۹۰	۸۰	۷۰	۶۰	۵۰	۴۰	۳۰	۲۰	۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱

ضظغ			ثخذ			قرشت			
غ	ظ	ض	ذ	خ	ث	ت	ش	ر	ق
۱۰۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۴۰۰	۳۰۰	۲۰۰	۱۰۰

پہلی تاریخِ وصال منظوم فارسی:

یہ تاریخ مرثیہ کے آخری شعر

یافتہ از غایتِ حُسن طلب منکشف گردید مہرِ اہتدا

(آفتاب ہدایت کو گہن لگ گیا)

میں پوشیدہ ہے۔ "غایتِ حُسنِ طلب" کا مطلب اس ترکیب کے آخری حرف 'ب' کے عدد کو دوسرے مصرعہ "منکسف گردید مہرِ ابتدا" کے اعداد میں جمع کرنا ہے، جس سے تاریخِ وصال نکلتی ہے، جو نہایت موزوں اور بامعنی ہے۔

تشریح :

منکسف　　گردید　　مہر　　ابتدا

م ن ک س ف　　گ ر د ی د　　م ہ ر　　ا ہ ت د ا + ب

۴۰ ۵۰ ۲۰ ۶۰ ۸۰　　۲۰ ۲۰۰ ۴ ۱۰ ۴　　۴۰ ۵ ۲۰۰　　۱ ۵ ۴۰۰ ۴ ۱ + ۲

(۲۵۰) + (۲۳۸) + (۲۴۵) + (۴۱۱)+۲=۱۱۴۶ھ

دوسری تاریخِ وصال نثر میں :

دوسری تاریخِ وصال نظم کی بجائے نثر میں "خلیفۂ عالی برحق" کی بامعنی ترکیب میں کہی گئی ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے :۔

خلیفہ　　عالی　　برحق

خ ل ی ف ہ　　ع ا ل ی　　ب ر ح ق

۶۰۰ ۳۰ ۱۰ ۸۰ ۵　　۷۰ ۱ ۳۰ ۱۰　　۲ ۲۰۰ ۸ ۱۰۰

(۷۲۵) + (۱۱۱) + (۳۱۰) = ۱۱۴۶ھ

تیسری تاریخِ وصال فارسی نظم میں :

دوسرے مرثیہ میں تاریخِ وصال نہایت عمدہ اور مرموز پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ اس مرثیہ میں تاریخِ وصال مرثیے کے آخری سے پہلے شعر ؎

گفت ہاتف بے سروپا می شدند　　بخشش وجُود وکرم، حلم وحیا

میں پوشیدہ ہے۔ اس میں رمز یہ ہے، کہ 'بخشش'، 'جُود'، 'کرم'، 'حلم' اور 'حیا' کے الفاظ کو اگر "بے سروپا" کر دیا جائے، یعنی ان الفاظ کے پہلے اور آخری حرف کو کاٹ دیا جائے، تو باقی ماندہ حروف کے اعداد کے مجموعہ سے تاریخِ وصال نکل آئے گی، تشریح حسب ذیل ہے :۔

حیا	حلم	کرم	جود	بخشش
ح ی ا	ح ل م	ک ر م	ج و د	ب خ ش ش
۱۰	۳۰	۲۰۰	۶	۶۰۰ ۳۰۰

۹۰۰ + ۶ + ۲۰۰ + ۳۰ + ۱۰ = ۱۱۴۶ھ

اس میں فنِ تاریخ کے علاوہ شعری خوبی یہ ہے کہ حضرتؒ کی وفات سے بخشش، جُود، کرم، حلم اور حیا کے سر اور پیر کٹ گئے، گویا حضرتؒ کے اُٹھنے سے یہ صفات بھی دنیا سے اُٹھ گئیں، اور لوگ ان کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔

تشریح از

مشتاق احمد بھٹی، ایم اے

○

صحت نامۂ اغلاط

مکتوباتِ شریفہ کی کتابت جیسا کہ مسودّے سے واضح ہے، ۱۱۹۷ھ میں مکمّل ہوئی۔ دو سو سال کے اس عرصے میں فارسی رسم الخط میں خاصی تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں، جن کی وجہ سے ایک عام فارسی دان کو بعض جگہ قرینے اور قیاس سے کام لینا پڑتا ہے، جبکہ بعض جگہ کتابت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ ان وُجوہ سے مکتُوبات کی املا کی درستی کی خاطر اغلاط کا صحت نامہ ضروری ہوگیا۔

فارسی زبان نے اپنا موجودہ رسم الخط عربی زبان سے لیا ہے، جس طرح فارسی کی پیروی میں اُردو نے بھی اضافوں کے بعد یہی رسم الخط اختیار کرلیا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اہلِ ایران کی تہذیب و ثقافت ہر لحاظ سے اسلام کے ڈھانچے میں ڈھل گئی تھی اہلِ ایران کا اصل رسم الخط دوسری تمام آریائی زبانوں کی طرح بائیں سے دائیں تھا، جبکہ تمام سامی زبانوں کا رسم الخط جیسا کہ عربی زبان ہے، دائیں سے بائیں ہے۔ رسم الخط کی اس تبدیلی سے عربی حروف بھی اختیار کرنے پڑے۔ اور جو آوازیں عربی رسم الخط میں نہیں تھیں، ان کو بھی ادا کرنے کے لئے ان آوازوں کے قریب المخرج حروف اختیار کرنے پڑے، جنہیں قرینے سے سیاق و سباق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قاری خود سمجھ جاتا تھا۔ بعد میں مُرورِ زمانہ سے اس اُلجھن کو دُور کرنے، اور امتیاز پیدا کرنے کے لئے ایسے حروف پر کچھ علامتوں کا اضافہ کرکے نئے حرُوف وضع کرلئے گئے، مثلاً "پ" کی آواز کو ظاہر کرنے کے لئے "ب" کے نیچے اور 'چ' کی آواز کے لئے ج کے اندر دو نقطے بڑھا دیئے گئے، اور "گ" کی آواز کے لئے "ک" کے اُوپر ایک

کشش کا اضافہ کر دیا گیا۔

اس قدیم قلمی نسخے میں بھی پرانا انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں "گ" کو ہر جگہ "ک" ہی لکھا گیا ہے، خواہ اس طرح فارسی کے دوسرے بامعنی الفاظ سے التباس ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً 'گردن' کو 'کردن'، 'گشت' کو 'کشت'، 'گاہ' کو 'کاہ' لکھا گیا ہے۔ اب "گ" فارسی زبان کا ایک ایسا حرف ہے، جس کا استعمال عام ہے۔ اس کے کئی مصادر اور الفاظ میں "گ" کی آواز شامل ہے، جیسے گفتن، شگفتن، گردیدن، گماشتن وغیرہ۔

اس طرح کاتب نے الف ممدودہ کو بعض جگہ استعمال کیا ہے، لیکن اکثر و بیشتر استعمال نہیں کیا، مثلاً آدم کو ادم، آرام کو ارام اور آں کو ان لکھا ہے۔

اس قسم کے اندازِ تحریر سے مسودّے کا ہر صفحہ غلطیوں سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ اگر ان تمام اغلاط کی جامع فہرست تیار کی جاتی تو اچھا خاصا ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جاتا۔ اسلئے اس طرح کی اصولی غلطیوں کو قاری کی عقل و فہم پر چھوڑ کر کتابت کی اُن غلطیوں کی تصحیح کے لئے فارسی مکتوبات کے آخر میں جدول کی صورت میں صحت نامہ شامل کر دیا گیا ہے۔ جنکی موجودگی میں ایک عام فارسی داں کو مشکل پیش آسکتی تھی۔ مکتوبات کے نفسِ مضمون کی پاکیزگی کے پیش نظر یہ احتیاط ضروری سمجھی گئی کہ مکتوبات کی املاحتی الوسع اغلاط اور مغالطوں سے پاک ہو۔ اس قلمی عبارت میں اس لیے درستی نہیں کی گئی، کیونکہ اس طرح پرانے آثار کی تقدیس و حرمت کے زائل ہونے کا اندیشہ تھا۔

جدول

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱	۲۷	۳	اولا	اوّلاً
۲	۲۷	۷	مدفق	مدقّق
۳	۳۳	۱	الا	اِلآّ
۴	۳۳	۶	اجمالا	اجمالاً
۵	۳۳	۷	ذاتا	ذاتاً
۶	۳۴	۵	ستہ	ستّہ
۷	۳۴	۱۴	تکلم معاش	تکلّم و معاش
۸	۳۶	۵	قلب سوید	قلب مرید
۹	۳۶	۹	جست	جہت
۱۰	۳۷	۵	نحشوع	بخشوع
۱۱	۳۷	۹	مسازد	بسازد
۱۲	۳۸	۱	نہجی	بہ ہجی
۱۳	۳۸	۱۱	سیہ	سَیر
۱۴	۴۰	۱	اصلاح	اصطلاح
۱۵	۴۰	۵	داست	داشت
۱۶	۴۰	۶	اہولایت	اہل ولایت

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
اجمالاً و تفصیلاً	اجمالا و تفصیلا	۱۳	۴۳	۱۷
مُبرّا	مُبرا	۳	۴۴	۱۸
رضْوا	رضو	۱	۴۷	۱۹
مضغہ	مظفہ	۱۱	۴۸	۲۰
تجویز	تجوز	۶	۴۹	۲۱
مُتلبّس	مبلس	۹	۴۹	۲۲
عبدالرشید	عبدالرسید	۹	۵۱	۲۳
اولاً اجمالاً	اولا اجمالا	۷	۵۶	۲۴
مکرّر لکھا گیا ہے۔	اِیں مرتبہ شہود وہ اولیہ را شہود اول نامند۔	۱/۲	۵۷	۲۵
مقتضیات	مقتضبات	۴	۵۸	۲۶
اولاً	اولا	۱۱	۵۸	۲۷
ثانیاً	ثانیا	۱۵	۵۸	۲۸
آں گاہ	اکاہ	۱۴	۶۰	۲۹
بہ نصّ	نبض	۹	۶۳	۳۰
ذات	دات	۸	۶۴	۳۱
سلبی	صلبی	۳	۶۵	۳۲
ملازمت	ملاذمت	۳	۶۷	۳۳
(مکرّر)	ادراک	۳	۶۹	۳۴
حقیقتی	حققتی	۹	۷۱	۳۵

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۳۶	۷۲	۶	مثلا	مثلاً
۳۷	۷۲	۱۱	ہود	ہنُود
۳۸	۷۲	۱۱	شرمشار	سرشار
۳۹	۷۳	۷	مجبول	مجبور
۴۰	۷۳	۱۳	قطیّہ	قطعیّہ
۴۱	۷۳	۱۴	مکالہ	مکالمہ
۴۲	۷۴	۱	ہود	ہنُود
۴۳	۷۴	۱۲	نعہم اللہ	لعنہم اللہ
۴۴	۷۵	۱۴	کسیفہ	کثیفہ
۴۵	۷۸	۱۴	بایات	بہ آیات
۴۶	۸۱	۷	شرشار	سرشار
۴۷	۸۲	۱۱	شاہد فہمید	نشاید فہمید
۴۸	۸۶	۱۴	علیہم	علیم
۴۹	۹۴	۹	بکلشی	بکُلِّ شئے
۵۰	۹۴	۱۳	منطہ تفصیل	منصّۂ تفصیل
۵۱	۹۵	۱۳	عثبّات	حیثیّات
۵۲	۹۷	۱۱	وچوب	وجُوب
۵۳	۹۸	۱۳	سنموع	مسمُوع
۵۴	۱۰۴	۶	قراں	قُرآن
۵۵	۱۰۶	۷	قراں	قُرآن

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵۶	۱۱۱	۹	قرائی	قُرآنی
۵۷	۱۱۱	۱۳	قرانی	قرآنی
۵۸	۱۱۲	۱۰	حضرت پر	حضرت پیر
۵۹	۱۱۴	۱۰	صونت	صَوت
۶۰	۱۱۵	۴	مسلہ اختیار	مسئلۂ اختیار
۶۱	۱۱۸	۱۳	منحقق	مُتحقّق
۶۲	۱۱۹	۶	نجیش	خبیث
۶۳	۱۲۰	۱۴	جمع	سمع
۶۴	۱۲۴	۱۰	جبو	جیُو
۶۵	۱۲۷	۱۱	ذاتا وصفاتا	ذاتاً وصفاتاً
۶۶	۱۲۹	۱۱	غیران	غیرآں
۶۷	۱۳۱	۵	ایں طن	ایں ظن
۶۸	۱۴۰	۹	کردن ادلیاء	گردنِ اولیا
۶۹	۱۴۳	۳	ازنفاع	اِرتفاع
۷۰	۱۴۳	۷	جمیع اسما	جمیع الاسماء
۷۱	۱۴۴	۸	ازظنیت	ازظلیت
۷۲	۱۴۶	۱	مسلہ	مسئلہ
۷۳	۱۴۷	۲	قران	قُرآن
۷۴	۱۴۷	۶	کزیر	گریز
۷۵	۱۴۸	۴	علماء طواہر	علماء ظواہر

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
٧٦	١٤٩	١٠	اصمحلال	اضمحلال
٧٧	١٤٩	١٥	اصمحلال	اضمحلال
٧٨	١٥١	١١	مرعوبات	مرغوبات
٧٩	١٥١	١٣	مطہریرا	مظہریرا
٨٠	١٥٢	٨	بوجہ ابکینی	بوجہ ابلیسی
٨١	١٥٨	١٠	علماءظہوا	علماءظواہر
٨٢	١٦٠	٥	مسلہ	مسئلہ
٨٣	١٦٣	٤	ازتفی اثبات	ازنفی واثبات
٨٤	١٦٣	٨	شماں	شاں
٨٥	١٦٤	١٣	مجملا یا مفصلا	مجملاً یا مفصلاً
٨٦	١٧٠	١	روج	رُوح
٨٧	١٧٠	١٣	خارح	خارج
٨٨	١٧١	١٢	ستین	سَبعین
٨٩	١٧٢	٢	معمور	مامُور
٩٠	١٧٤	٥	حقبقت	حقیقت
٩١	١٧٤	٧	مجی	مُجتّی
٩٢	١٧٥	٥	صحبت باطنی	صحتِ باطنی
٩٣	١٧٥	٧	اہلِ عنا	اہلِ فنا
٩٤	١٧٦	٥	حجوم	ہجوم
٩٥	١٨٤	٦	ذکر تبرسیت	ذکرِ تربیّت

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
شُرخ	شرح	۴	۱۸۷	۹۶
شُرخ	شرح	۵	۱۸۷	۹۷
باعلیٰ / باعلے	باعلے	۷	۱۹۰	۹۸
بادنیٰ / بادنے	بادنی	۸	۱۹۰	۹۹
مجہول	مجبول	۵	۱۹۱	۱۰۰
کبُریٰ	کبری	۱۱	۱۹۲	۱۰۱
در شخص	در سخص	۱۰	۱۹۳	۱۰۲
شخصِ باقی	سخص باقی	۱۴	۱۹۵	۱۰۳
اضافی	احنافی	۱۵	۱۹۷	۱۰۴
صفاتِ ذمیمہ	صفات ومیمہ	۱۰	۱۹۸	۱۰۵
اوّلاً	اولا	۳	۱۹۹	۱۰۶
منطبق	منطلق	۹	۱۹۹	۱۰۷
ہیچ	ہیج	۱۵	۱۹۹	۱۰۸
مکرر ہے	ترقی از مرتبہ معلومات	۱/۲	۲۰۳	۱۰۹
مصفّات	مصعات	۶	۲۰۳	۱۱۰
شخصی	سخصی	۷	۲۱۰	۱۱۱
شک وشُبہ	شک وسبہ	۱	۲۱۱	۱۱۲
مرتبۂ قدّوسِ خداوندی	مرتبہ قدوس خداوندی	۹	۲۱۳	۱۱۳
تصحیح فعلین	تصحیح نعلین	۱۱	۲۱۳	۱۱۴
تربیّت	تربت	۳	۲۱۴	۱۱۵

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
غیر معقول	معقول	۷	۲۱۵	۱۱۶
ذو معنی	رو معنی	۴	۲۱۸	۱۱۷
قرأت	قرابت	۵	۲۲۰	۱۱۸
ملُول	چلول	۵	۲۲۰	۱۱۹
حضرتِ قُرآن	حضرت قراں	۲	۲۲۴	۱۲۰
معناً و لفظاً	معنا و لفظا	۴	۲۲۴	۱۲۱
معناً	معنا	۵	۲۲۴	۱۲۲
اِلہاماً	الہاماً	۷	۲۲۴	۱۲۳
معناً	معنا	۱۰	۲۲۴	۱۲۴
معناً و لفظاً	معنا و لفظا	۱۴	۲۲۴	۱۲۵
نجماً نجماً	نجما نجما	۱	۲۲۵	۱۲۶
سراپردہ ہائے جلال	سراپردہ الاجلال	۵	۲۲۷	۱۲۷
نروبی	نروپی	۱۴	۲۲۷	۱۲۸
ساختہ	شاختہ	۱	۲۲۸	۱۲۹
پیوست	بہواست	۱۰	۲۳۰	۱۳۰
نُورانیہ	نورانیہ	۱۱	۲۳۱	۱۳۱
منفوخ	منفوخ	۱	۲۳۲	۱۳۲
مجد و قدس	محمد و قدس	۸	۲۳۴	۱۳۳
محترز	محرز	۱۱	۲۳۷	۱۳۴
علّت	حلت	۱۵	۲۳۹	۱۳۵

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۳۶	۲۴۰	۹	اجمالا و تفصیلا	اجمالاً و تفصیلاً
۱۳۷	۲۴۲	۳	ملکیک	ملکَیَن
۱۳۸	۲۴۷	۶	درشتہ باسند	داشتہ باشند
۱۳۹	۲۴۷	۱۴	مسلہ	مسئلہ
۱۴۰	۲۵۲	۴	اعمالِ ضاہرہ	اعمالِ ظاہرہ
۱۴۱	۲۵۵	۶	سرکت	شرکت
۱۴۲	۲۶۰	۲	جزیہ	جذبہ
۱۴۳	۲۶۱	۴	مرات	مرأت
۱۴۴	۲۶۲	۸	یوماً یغوماً فیوماً	یوماً فیوماً
۱۴۵	۲۶۴	۲	شیخ عبدالنبی	شیخ عبدالغنی
۱۴۶	۲۶۴	۱۴	صجو	صحو
۱۴۷	۲۶۶	۱	زنِ مسلسل	ظنِ مسلسل
۱۴۸	۲۶۸	۱	بہنزازظہورکمال ثانی	مکرر لکھا گیا ہے۔
۱۴۹	۲۶۹	۲	طیبت	ظلیّت
۱۵۰	۲۶۹	۱۲	مرات	مرأت
۱۵۱	۲۷۲	۵	سخصی	شخصی
۱۵۲	۲۷۴	۹	سخصی	شخصی
۱۵۳	۲۸۱	۹	جرہ	جُرأت
۱۵۴	۲۸۴	۵	انور سفولہ	انوار سفیہہ
۱۵۵	۲۸۵	۷	اولا	اولاً

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
مجذُوبان	مجزویان	۱۴	۲۸۶	۱۵۶
الممتحن	المتحن	۸	۲۸۷	۱۵۷
گُل	کل	۵	۲۹۱	۱۵۸
قُرآن	قران	۱۴	۲۹۱	۱۵۹
پیر خود	پر خود	۱۵	۲۹۱	۱۶۰
ظلال	طلال	۱۲	۲۹۲	۱۶۱
پراؔں	پران	۱۱	۲۹۴	۱۶۲
پیوست	بہوست	۱	۲۹۷	۱۶۳
مقتضی	مفضی	۳	۳۰۰	۱۶۴
تحقیقی	تخفیفی	۶	۳۰۱	۱۶۵
مرأت	مرات	۷	۳۰۱	۱۶۶
اِلّا	الا	۱۴	۳۰۱	۱۶۷
الامور مرہونہ باوقاتہا	الامور مرہوتہ بادقتہا	۱	۳۰۳	۱۶۸
..... اللہ بل نور اللہ	..... اللہ یا نور اللہ	۷	۳۰۸	۱۶۹
حقیقتی	حقیقی	۱۵	۳۰۹	۱۷۰
تحقیق حقیقی ایشاں	تحقیق حقین ایشاں	۶	۳۱۰	۱۷۱
مجہول الکیف	مجہوالکیت	۶	۳۱۶	۱۷۲
تتمہ اسولہ	تتمہ رسولہ	۱	۳۱۸	۱۷۳
تنزّلات	تبترلات	۱۱	۳۱۹	۱۷۴
تنزّلات	تبترلات	۳	۳۲۰	۱۷۵

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۷۶	۳۲۰	۵	غر موجود	غیر موجود
۱۷۷	۳۲۲	۷	الف لام	الف لام زائد ہے
۱۷۸	۳۳۴	۱۰	جرات	جُرأت
۱۷۹	۳۳۶	۵	افتاب نک نیزہ	آفتاب یک نیزہ
۱۸۰	۳۴۰	۴	حقیقی بر حقیقی	حقیقتی بر حقیقتی
۱۸۱	۳۴۶	۵	تتمہ	تتمّہ
۱۸۲	۳۴۷	۶	شرع	شرح
۱۸۳	۳۴۹	۴	انضاغ	انصباغ
۱۸۴	۳۴۹	۷	انصاح	انصباغ
۱۸۵	۳۴۹	۱۴	بصعف	بضُعف
۱۸۶	۳۵۱	۱۱	محصر	مختصر
۱۸۷	۳۵۷	۶	شیخ محمد اکر	شیخ محمد اکرم
۱۸۸	۳۵۹	۶	دفائق	دقائق
۱۸۹	۳۶۰	۱۰	معاتب	معتُوب
۱۹۰	۳۶۰	۱۲	ماتیاں	ماُتّیاں
۱۹۱	۳۶۹	۷	سخصی	شخصی
۱۹۲	۳۶۹	۱۰	سخص	شخص
۱۹۳	۳۷۶	۱۳	بانتفار	بانتظار
۱۹۴	۳۸۲	۱۲	معاتب	معتُوب
۱۹۵	۳۸۳	۹	بدر طفل	پدرِ طفل

سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۹۶	۳۸۴	۹	اولا	اوّلاً
۱۹۷	۳۸۴	۱۳	بیکفیفی	بے کیفی
۱۹۸	۳۸۶	۱	معدمہ	مُقدّمہ
۱۹۹	۳۸۷	۵	پیوست	پیوست
۲۰۰	۳۸۸	۱۱	جہر	جہر
۲۰۱	۳۹۰	۷	اتہ تسمیہ	آیتِ تسمیہ
۲۰۲	۳۹۲	۶	نکل کردہ	نقل کردہ
۲۰۳	۳۹۲	۷	سخصی	شخصی
۲۰۴		۶	مفسد نمار	مفسدِ نماز
۲۰۵	۳۹۴	۶	اتہ الکرسی	آیت الکرُسی
۲۰۶	۳۹۴	۹	نیت	نیّت
۲۰۷	۳۹۴	۱۱	نیت	نیّت
۲۰۸	۴۰۳	۷	وحول	دخول
۲۰۹	۴۰۴	۱۵	درولایت اُخص	تکرر لکھا گیا
۲۱۰	۴۰۷	۶	بریں مکام	بریں مقام
۲۱۱	۴۱۰	۳	عملی	علمی
۲۱۲	۴۱۰	۸	اصطلاع	اصلاح
۲۱۳	۴۱۱	۴	جبلی	جیلانی
۲۱۴	۴۱۲	۲	تحت	تحت
۲۱۵	۴۱۳	۶	نعتہ مورخہ	لُغتِ معرُوفہ

صحیح	غلط	سطر نمبر	صفحہ نمبر	سلسلہ نمبر
قُرآن	قراں	۵	۴۱۷	۲۱۶
امرِ معلّق	امر معلق	۱	۴۲۰	۲۱۷
نضارتِ گُل	نضارت کل	۲	۴۲۱	۲۱۸
از ثریا بر فگندہ بر ثریٰ	از ثریا	۶	۴۲۱	۲۱۹

مرتبّہ

مُشتاق احمد بھٹّی ایم۔ اے

شجرۂ سلسلۂ نقشبندیہ احسنیہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن مطابق ہجری	تاریخ وصال معہ دن مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۱	فخرُ الانبیاء رسالت مآب سرورِ کائنات، رسولِ مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	دوشنبہ ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۱ھ	پیر ۸؍جون ۶۳۲ء	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
۲	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،	سہ شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ	منگل ۱۶؍اگست ۶۳۴ھ	مسجد نبوی مدینہ منورہ	۶۳
۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ،	سہ شنبہ ۱۰؍رجب المرجب ۳۳ھ	منگل ۴؍فروری ۶۵۴ء	مدائن عراق	۱۵۰
۴	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	سہ شنبہ ۲۴؍جمادی الاوّل ۱۰۱ھ	منگل ۱۲؍دسمبر ۷۱۹ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۷۲
۵	حضرت خواجہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ،	جمعہ ۱۵؍رجب المرجب ۱۴۸ھ	جمعہ ۶؍ستمبر ۷۶۵ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۸
۶	سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز،	چہار شنبہ ۱۵؍شعبان المعظم ۲۶۱ھ	بدھ ۲۵؍مئی ۸۷۵ء	بسطام ایران	۱۲۵
۷	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۱۵؍رمضان المبارک ۴۲۵ھ	ہفتہ ۳؍اگست ۱۰۳۴ء	خرقان ایران	۷۳
۸	حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ ۲۳؍صفر ۴۵۰ھ	منگل ۲۱؍اپریل ۱۰۵۸ء	طوس ایران	۰۰
۹	حضرت خواجہ ابو علی فارمدی طوسی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۴؍ربیع الاوّل ۵۱۱ھ	جمعہ ۶؍جولائی ۱۱۱۷ء	طوس، مشہد ایران	۷۷
۱۰	حضرت یعقوب یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز	شنبہ ۲۰؍رجب المرجب ۵۳۵ھ	ہفتہ یکم مارچ ۱۱۴۱ء	مرو روس	۹۶
۱۱	حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ العزیز	جمعہ ۱۲؍ربیع الاول ۵۷۵ھ	جمعہ ۱۷؍اگست ۱۱۷۹ء	غجدوان روس	۰۰
۱۲	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ العزیز	سہ شنبہ یکم شوال ۶۱۶ھ	منگل ۱۰؍دسمبر ۱۲۱۹ء	ریوگر، بخارا روس	۰۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن		مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
		مطابق ہجری	مطابق عیسوی		
۱۳	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ العزیز	دو شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ	پیر ۳۰ مئی ۱۳۱۷ء	فغنہ روس	۰۰
۱۴	حضرت خواجہ عزیزان شاہ علی رامتینی قدس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۱ھ	منگل ۲۰ اکتوبر ۱۳۲۱ء	خوارزم روس	۱۳۰
۱۵	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	بدھ ۲ جولائی ۱۳۵۴ء	سماس۔ بخارا روس	۰۰
۱۶	حضرت خواجہ شمس الدین سید میر کلال قدس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۳ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	جمعرات ۲ جنوری ۱۳۷۱ء	سوخار۔ بخارا روس	۰۰
۱۷	شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ العزیز	دو شنبہ ۲ ربیع الاول ۷۹۱ھ	پیر یکم مارچ ۱۳۸۹ء	بخارا روس	۸۳ سال ۲ ماہ
۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ العزیز	شنبہ ۵ صفر المظفر ۸۵۱ھ	ہفتہ ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء	قصبہ بلغنور ماوراء النہر۔ روس	۰۰
۱۹	حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز	شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ	ہفتہ ۲۰ فروری ۱۴۹۰ء	سمرقند روس	۸۸ سال ۷ ماہ
۲۰	حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	بدھ ۳ نومبر ۱۵۲۹ء	وخش ایران	۰۰
۲۱	حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ العزیز	پنجشنبہ ۱۸ محرم الحرام ۹۷۰ھ	جمعرات ۱۷ ستمبر ۱۵۶۲ء	موضع اسفرار خراسان	۰۰
۲۲	حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ	بدھ ۲۶ فروری ۱۶۰۰ء	موضع امکنگ نزد بخارا۔ روس	۹۰
۲۳	کامل اکمل حضرت سید رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز	یک شنبہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ	اتوار ۳۰ نومبر ۱۶۰۳ء	دہلی بھارت	۴۱
۲۴	امام ربانی مجدد الف ثانی غوث صمدانی حضرت شیخ احمد فاروقی المعروف بہ سرہندی قدس سرہٗ العزیز	سہ شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ	منگل ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء	سرہند شریف بھارت	۶۲ سال ۴ ماہ ۱۴ دن
۲۵	قطب الاقطاب سید آدم بنوری قدس سرہٗ العزیز	جمعہ ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ	جمعہ ۱۹ جنوری ۱۶۴۴ء	جنت البقیع مدینہ منورہ	۶۳
۲۶	غوث زمان حضرت محمد شریف متقی شاہ آبادی قدس سرہٗ العزیز	۱۰۸۳ھ	۱۶۷۲ء	موضع شاہ آباد انبالہ۔ بھارت	۶۲
۲۷	سلطان العارفین حضرت حاجی عبد اللہ سلطانپوری قدس سرہٗ العزیز	۱۱۱۹ھ	۱۷۵۷ء	مغلپورہ، دہلی بھارت	۱۲۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ وصال معہ دن — مطابق ہجری	مطابق عیسوی	مقام مزار شریف	عمر مبارک ہجری سال
۲۸	قطب عالم حضرت حاجی سید محمد طاہر عالمپوری قدس سرہ العزیز	دوشنبہ ۱۷ جمادی الاول ۱۱۱۹ھ	منگل ۱۵ اگست ۱۷۰۷ء	عالمپور ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۸
۲۹	تاج العارفین قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالنبی شامی قدس سرہ العزیز	چہارشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ	بدھ ۲۲ اگست ۱۷۳۳ء	شامچوراسی ضلع ہوشیارپور بھارت	۱۱۷ سال ۵ ماہ ۲۳ دن

خلفائے تاج العارفین قطب الاقطاب
حضرت شیخ عبدالنبی شامی نقشبندی قدس سرہ العزیز

(۱) فضیلت مآب حضرت شیخ علی احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز۔
(۲) اشرف الاخوان حضرت میاں محمد اشرف قدس سرہ العزیز۔
(۳) حضرت حافظ محمد مکمل قدس سرہ العزیز۔
(۴) حضرت میاں محمد قاسم قدس سرہ العزیز۔
(۵) فضیلت مآب حضرت شیخ عبدالہادی قدس سرہ العزیز
(۶) حضرت میاں محمد شہریار قدس سرہ العزیز۔
(۷) حضرت مولانا جان محمد جالندھری قدس سرہ العزیز۔
(۸) حضرت شیخ عاشق محمد جالندھری قدس سرہ العزیز۔
(۹) حضرت حافظ محمد حسین قدس سرہ العزیز

صاحبزادہ حاجی محمد سلیم شامی نقشبندی

حضرت تاج العارفین شیخ عبدالنّبی شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں تاثّرات

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قطبُ الاقطاب حضرت تاج العارفین شیخ عبدالنّبی شامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب۔ آپ حضرت اقدس سُلطان الاولیاء قطبُ الاقطاب قبلہ حضور مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کی دعا و برکت سے لالہ بوہڑہ مل مہل کھتری کے ہاں جو کہ اولاد سے بالکل محروم تھے۔ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۰۲۸ ہجری کو بمقام شام چوراسی ضلع ہوشیار پور بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی پیدائش کے وقت سارا گھر نورانی روشنی سے بھر گیا۔ آپؒ نے سارا دن دودھ نہیں پیا۔ روزے کی افطاری کے وقت دودھ پیا۔ آپؒ کا ہندوانہ نام لالہ بھوپت رائے رکھا گیا۔ آپؒ نے سات سال کی عمر میں گلستان، بوستان ختم کر لی تھی۔ ایک دن سبق پڑھنے کے دوران یہ شعر پڑھا ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
محال است سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

تو آپؒ نے اپنے اُستاد سے جو مسلمان تھے، دریافت کیا کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کا راستہ بتائیں، لیکن استاد نے اس جذبہ کو کوئی وقعت نہ دی۔ جب آپ کا جذبہ انتہاء کو پہنچا تو حضرت بابا شیخ عبدالنّبیؒ حضرت بابا شیخ عبدالوہاب صاحب قادریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انہوں نے آپؒ کو مسلمان کر کے آپؒ کا

اسلامی نام عبدالنبی رکھا اور اُن سے باطنی فیض حاصل کیا اور آپؒ کو اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی جو کہ تمام ہندوؤں کے لئے ایک چیلنج تھا۔ جس کی بنا پر ہندو آپؒ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپؒ کی شادی سری گوبندپور ضلع امرتسر میں لالہ رامن مل کے ہاں ہوئی تھی۔ آپؒ کا ایک بچہ تھا۔ جب آپؒ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر دریائے بیاس کے کنارے پر پہنچے تو ہندو آپؒ کے قتل کرنے کے لئے آموجود ہوئے۔ آپؒ نے اپنا مصلا دریا پر بچھا کر اپنے بیٹے اور بیوی کو اس پر بٹھا کر آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور دونوں میاں بیوی بچہ کو لے کر دریا کے پار ہو گئے۔ ہندو منہ دیکھتے رہ گئے اور آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے ہندو سکھ مسلمان ہو گئے۔ آپؒ نے حضرت بابا شیخ عبدالوہابؒ صاحب کی صحبت میں کافی عرصہ گزارا۔ اِن کے بعد آپؒ نے شیخ حاجی عبداللہ سلطانپوریؒ کا دامن تھاما جو غوثِ زماں حضرت محمدؐ شریف متقیؒ کے خلیفہ تھے اور قطبُ الاقطاب حضرت سید آدم بنوریؒ سے فیض یافتہ تھے۔ جب حضرت عبداللہ سلطان پوریؒ صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی عدم موجودگی میں آپ حضرت قطب عالم سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سے علوم باطنی کا فیض حاصل کیا اور آپ کو تاج العارفین وقطبُ الاقطاب کا درجہ سرکار سے عطا ہوا۔ آپؒ سے بے شمار کشف وکرامات سرزد ہوئی ہیں۔ اگر وہ تحریر کی جائیں تو کتاب ضخیم ہو جائے گی۔

حضرت سیّد حاجی محمد طاہر عالم پوریؒ سیّد خاندان سے تھے۔ انھوں نے کابل سے دین حق کے لئے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کر کے حجام کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ تاکہ اُن کی روحانیت ظاہر نہ ہو۔ بہت بڑے کامل اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار اقدس عالم پور ضلع ہوشیارپور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنا جبہ مبارک اور دستار مبارک اور ایک بوتل پانی کی اپنے خادم کو دے کر کہا کہ عبدالنبیؒ کو یہ امانت دیدیں۔ اس میں دونوں جہانوں کی روحانیت

کی طاقت منتقل کر دی گئی ہے۔ آپؒ خلیفہ اول تھے اور آپؒ نے پیدل حج شریف کیا۔ آپؒ کی شہرت ہندوستان سے لے کر مکہ معظمہ تک پھیل گئی تھی۔ بے شمار مخلوق آپؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ آپ حضرت شاہ محمدؒ غوث قادریؒ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی بیاض "اسرار طریقت" میں ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالنبی شامیؒ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نو مسلم کامل بزرگ شام چوراسی میں رہتے ہیں۔ حضرت تاج العارفین شامی صاحب نے تصوّف پر بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بہت کچھ اسرار ارشاد فرمائے ہیں، جو سالکانِ طریقت و حقیقت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ چند ایک مکتوب ناظرین کی خدمت میں پیش ہیں :-

مکتوب نمبر ۱۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق تسمیہ جو کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات کا مظہر کامل ہے۔ ا ل ل ہ (اللہ) ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح پر ہے، جو نہایت غور طلب ہے۔ اس میں معرفت کا خزینہ پوشیدہ ہے۔

ا۔ چشمہ اوّل میں جو لام کی طرف ہے۔ تین سو اسماء جو زبور میں درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ب۔ رحمٰن کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں جو کتب انبیاءؑ میں درج ہیں اور اُن کے علاوہ چار اور مذکور ہیں۔ جن میں ہمارے نبیؐ پر تسبیح کی گئی ہے۔

ج۔ رحیم کے نام کے اسرار ایک ہزار ہیں۔ جن کی تسبیح ملائکہ کرتے ہیں اور ہر اسم کا تعلق ایک دوسرے کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔

د۔ چشمہ ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ اُن کا ذکر انجیل میں ہے اور اللہ کے نام میں، چار انبیاءؑ کا ذکر ہے، جو ہمارے نبیؐ پر سلام اور درود ہے۔

ہ۔ لام ثانی میں تین سو اسماء ہیں کہ ان کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

و۔ اور لام اوّل میں قرآن پاک میں مذکور ۹۹ نام ہیں اور یہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔

ذ۔ لام کے ساتھ میم کے انصال سے اسمِ اعظم ملاحظہ ہو کہ الف میں تمام اسماء جمع ہیں۔

اور جان لینا چاہیئے کہ اسم رحیم کے ایک ہزار اسرار بھی ۔ الف اور لام اوّل مندرج کے ہیں، کیونکہ اسم رحمٰن کے مراتب لام اور الف کے حقائق کے مظاہر ہیں اور اسم رحیم کے مراتب لام کے حقائق کا ظہور ہیں۔

مکتُوب ۱۲، بعض لوگوں نے منفی صفات کو بھی مثبت صفات کی مانند کیا ہے اور موجود سمجھا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ منفی صفات کا اطلاق کرنا صفت کی نفی کرتا ہے تاکہ صفت کا اثبات کرنا مثلاً (لم یلد) صفت توحید کی نفی ہے۔

مکتُوب ۱۷، الف ۔ لام ۔ میم سے وجود کے تین مرتبے مراد ہیں، یعنی الف سے ذات لام سے صفات میم سے اللہ تعالیٰ کی ذات کمالات۔

مکتُوب ۲۱، ابنیاء کا پہلا قدم اولیاء کی انتہا ہے۔

مکتُوب ۲۲، اپنے دل میں اللہ کو یاد کر گڑ گڑا کر اور چھپ کر صبح و شام بغیر اُسکے آواز بلند نہ ہو۔

مکتُوب ۲۶، اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں جمادات اور حیوانات میں انسان بھی اس لازمی تسبیح میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ کیونکہ وہ اِن تینوں مراتب میں برابر کا شریک ہے۔

مکتُوب ۴۵: اولیاء اللہ کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جسے چاہیں، ایک پل میں کعبہ مقصود سے واقفیت کرا دیں اور اصل منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ وجود کا اطلاق دو درجے رکھتا ہے۔ واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کا وجود و عدم اپنی ذات سے نہ ہو۔

حضور باباجیؒ کے مکتُوبات کی اگر تشریح کی جائے تو ایک ایک مکتُوب کی بہت بڑی بڑی ضخیم کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ اگر حضور کے کشف و کرامات کا تذکرہ کیا جائے تو بے شمار ہیں، جو احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ یہ حقیر پر تقصیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور سرشی قادری عفی عنہ، بن الشیخ حکیم میاں اللہ دتہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، حال مقیم نواں کوٹ،

ملتان روڈ، لاہور، جو کہ قصبہ ننداپور میں سکونت پذیر تھا۔ چونکہ حضور پُرنور باباجی صاحب تاج العارفین حضرت عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ کی نگری شام پور اسی سے تقریباً سات میل شمال میں واقع تھا حضور باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی تجلّیات کی روشنی سے اب تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضور باباجیؒ کے مکتوب ۱۱۲ اور مکتوب ۲۶ کے بارے میں عرض کرتا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور تمام اسماء کا مسمیٰ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ حضور باباجیؒ نے لام اوّل کی تشریح میں فرمایا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں، جو کہ تمام اسماء پر محیط ہیں۔ ان تمام اسماء کو ذاتی اسماء اور صفاتی اسماء اور افعالی اسماء کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ پس تم ذاتی اسماء کی تجلّی اور صفاتی، اسماء کی تجلی اور افعالی اسماء کی تجلی کا مظہرِ اُتم حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات پاک ہے۔ جس کے نُور کی تجلّی تمام کائنات پر حاوی ہے، چونکہ وہ ذات واجب الوجود ہے۔ غیر اس کا نابود ہے۔ یعنی ذات من حیث الاسماء والصفات عندالوجود یہ عین عالم ہے۔ بایں معنیٰ کہ وہی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطور تنزل ہر تعین میں متعین ہوئی بس فرق صرف اطلاق وتقید کا ہے۔ یعنی مرتبہ اطلاق میں واجب اور معبود ہے اور درجہ تعین میں ممکن اور عابد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بجز ذات پاک کے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ وہی ذات پاک ذرہ سے لے کر آفتاب تک اور کل کائنات میں جلوہ گر ہے۔ اُس کا کوئی غیر نہیں ہے۔ وہ واجب الوجُود تشبیہ اور تنزلیہ سے مبّرا اور منزہ ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور وہی معبود لائق پرستش ہے۔ جو واجب الوجُود ہے (تعین میں ممکن اور عابد ہے۔) جب ممکن کی واجب کے ساتھ مفادیت ہوتی ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ مقام فنا کی صورت میں صفات عین صفاتِ حق میں محو ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ کہ عالم کو ہر آن میں فنا اور بقا ہوتی ہے۔ جلالی اسماء فنا کرتے ہیں۔ جسے عارفین حق کے سوا عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ گویا حق تعالیٰ فاعل اور بندہ اس کا اوزار

ہوتا ہے۔ اگر تم واصل حق ہونے کا عزم صمیم رکھتے ہو تو نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیروی اور تابعداری کرو اور سُنت پر عمل کرو۔ بعد ازاں وحدت الوجُود کا مراقبہ کرو اور بالکل کلمہ طیبہ کے معنی میں نماز قائم کرو۔ جس کے متعلق حضور باباجیؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مراقبہ انتظار کو کہتے ہیں۔ اپنے وجُود میں ذات باری کی تجلّیات کا اس قدر انتظار کرو کہ وہ قلب پر وارد ہو جائیں اور تمام تعینات ممکن الوجود غائب ہو جائیں، اور نظر اس سے بالاتر ہو جائے اور جز ذات پاک کے کوئی چیز موجود نہ رہے۔ سب ذات ہی ذات میں گم ہو جائے۔ لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیا جائے کہ ؎

ہر کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

صوفیا اکرام فرماتے ہیں کہ نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ ہندوستان میں جو تصوّف کے سلسلے رائج تھے۔ وہ ایران اور عراق سے یہاں آئے تھے۔ سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ چشتیہ پر وحدت الوجُود کا رنگ غالب تھا اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کا فکر مختصراً یہ تھا کہ تمام افراد کائنات تجلیات حق ہیں اور اس کثرت اعتباری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔ جب ہندوؤں نے نظریہ وحدت الوجُود میں اپنے فلسفہ کی آمیزش شروع کر دی تو اس سے صوفیاء کے تمام طبقے متاثر ہوئے۔ جس سے ان صوفیائے خام کی مدد سے انھوں نے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی۔ جس کا تعلق بھگتی تحریک سے تھا۔ ان کے افکار کا مرکزی نقطۂ نظر (وحدت الادیان) تھا۔ جس میں فلسفہ ہندومت کی آمیزش تھی اور پرچار کا پہلو مضمر تھا۔ اس نظریہ کا پرچار کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آیا۔ بڑے بڑے خام صوفی اس نقطۂ نظر کے علمبردار بن گئے اور اُن کو فروغ دیا۔ پھر متضاد عمل مشاہدہ میں آئے، جو قرآن اور سُنّت کی مطابقت نہیں کرتے تھے۔ جب غیر شرعی صوفیا خام جن کا نقطۂ نظر (وحدت الادیان)

ہوا اور وہ کعبہ و بُت خانہ اور مسجد و مندر کا فرق مٹانے کے درپے ہوں تو ایسے

نازک وقت میں حضور قطبُ الاقطاب غوثِ زماں حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ (وحدت الشہود) یعنی ہمہ از اوست کی تبلیغ فرما کر ہندوانہ نقطۂ نظر کا قلع قمع کر دیا۔ حالانکہ آپؒ پر اور آپؒ کے والد ماجدؒ پر وحدت الوجود کا رنگ شدت سے غالب تھا۔ وہ اپنے اندر عظیم رُوحانی قوت پاتے تھے۔ یہ غلبہ اس حد تک تھا۔ جس حد تک کہ اسلام مانع نہیں ہے اور حد شریعتِ محمدّی کے باہر نہیں ہے۔ چونکہ حقائق توحید کا انکشاف موحد کی نیاز مندی سے ہوتا ہے۔ سچا موحد وہ ہے۔ جس کا آخر اوّل کی طرف عود کر آئے اور ایسا ہو جائے، جیسا کہ پہلے تھا۔ توحید کا علم پا لینے والا موجُودات کی یاد دل سے محو کر دیتا ہے اور خدائے واحد کے ساتھ منفرد رہ جاتا ہے۔ وحدت الوجود کی غلط تعبیر سے اکبر بادشاہ کے عہد میں بداعتدالیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو اس طرح سمجھایا، جو نقشہ ذیل میں درج ہے:۔

وحدت الوجُود (ہوالکل)	وحدت الشہُود (ہوالباری)
نظریہ = ہمہ اوست	نظر = ہمہ از اوست
ارتقا = خود بخود ہونا	ارتقا = پیدا کیا جانا
رجحان تصوّف = سکون کی طرف مائل۔ میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں۔ وصل	رجحان تصوّف = جوش کی طرف مائل، اُس کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ عشق
حقیقت = حق۔حق۔حق	حقیقت حُسن ازل محبوب کُل
اعتقاد = میں کون۔ انا الحق عارف	اعتقاد = میں کون (انا عبد) عاشق

حضرت باباجی صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری چالیس سال شام چوراسی میں بسر کئے۔ آپ کے ۹ صاحبزادگان میں سے چھ صاحبزادے حیات تھے۔ مگر آپؒ نے کسی

کو بھی خلافت عطا نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے ایک مرید شہر یار کو جنہیں احمد شاہ ابدالی
نے لاہور سے بدر کر دیا تھا اور انہوں نے موضع ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں سکونت اختیار
کر لی تھی۔ خلافت عطا کی اور اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ آپ کے پانچ بیٹوں کی اولاد اب
بھی پاکستان میں موجود ہے، جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ حضرت
باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ کو وصال
فرمایا۔ آپ کا روضہ پاک پچاس کنال کے رقبہ میں شام چوراسی ضلع ہوشیار پور (بھارت)
میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس شریف ۹-۱۰-۱۱ ستمبر کو موضع شام چوراسی ضلع
ہوشیار پور میں ہر سال نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہندو سکھ
اور مسلمان اور سب قومیں عقیدت مندی کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اللہ پاک تا ابدالاباد
آپؒ کا فیض روحانی جاری و ساری رکھے اور آپؒ پر آپؒ کے روضۂ پاک پر انوار رحمت
کی شعاعیں ہر وقت جلوہ فگن ہوں اور عوام الناس کے قلوب اس شمع رُوحانی سے روشن
ہوں۔ آمین ثم آمین۔ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنے
کے لئے عالی جناب صاحبزادہ الحاج محمد سلیم شامی نقشبندی مکان نمبر ۳۶ گوردو سٹریٹ
رام نگر چوبرجی۔ لاہور سے رجوع فرمائیں۔ چونکہ حضور پُر نُور جناب باباجی صاحب
تاج العارفین حضرت عبدالنبی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص فیض و نظرِ کرم سے
آپ کو نوازا ہے اور خاندانی نظام اور رُوحانی فیض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے
آپ کو مامور فرمایا ہے تاکہ ہر خاص و عام اِن سے فیض حاصل کر سکیں۔

اسی مختصر سی تشریح پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر مفصل تحریر کروں تو حضور باباجیؒ کے
اشارہ کی تشریح میں ہزاروں صفحات درکار ہونگے۔ پھر بھی پوری نہ ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ۔

حقیر الشیخ حکیم میاں عبدالغفور عرشی قادری عفی عنہ

حضرت عبد النّبیؒ شامی ٹرسٹ

حضرت عبد النّبیؒ شامی ٹرسٹ کا قیام ۲۰ مارچ ۱۹۸۴ء کو عمل میں آیا۔
ٹرسٹ کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت عبد النّبیؒ شامی کی زندگی، تعلیمات اور مشن کی ترویج،

بذریعہ

ا۔ تعمیر مسجد و آستانہ
ب۔ حضرت کے مکاتیب اور دیگر کتابوں کی اشاعت۔
ج۔ حضرت عبد النّبیؒ شامی کی حیات بابرکات کے تعارف کے لیے سیمیناروں وغیرہ کا اِنعقاد۔

(۲) صاحبزادگان حضرت عبد النّبیؒ شامی کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا۔ یعنی

ا۔ مستحق طلباء کو وظائف دینا۔
ب۔ ہسپتال قائم کرنا۔
ج۔ یا کوئی ایسا کام کرنا، جو اِن مقاصد کی تکمیل میں مدد دے، جن کے لیے ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے۔

(۳) طریقِ کار

ٹرسٹ کا انتظام ایک چار رُکنی بورڈ کے سُپرد ہے۔

بورڈ کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ صاحبزادہ شیخ اکرام الحق ۲۔ صاحبزادہ شیخ نثار الحق

۳۔ صاحبزادہ شیخ وحید الزماں شامی ۴۔ صاحبزادہ شیخ محمد سلیم شامی

دفتر ——— ٹرسٹ کا دفتر، ۱۸۶ شادمان II لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔

ٹرسٹ کی اوّلین کاوش کا نتیجہ "مجموعۃ الاسرار" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی اور صاحبزادہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ صاحبزادہ محمد سلیم شامی نے یہ کتاب اپنے ذاتی خرچ سے چھپوائی ہے اور اس کی ساری آمدنی ٹرسٹ کے لیے وقف کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے ہمیں توفیق بخشی کہ ہم "مجموعۃ الاسرار" شائع کر سکیں اور اس طرح اس مشن کی تکمیل میں حصہ لے سکیں، جس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانی رح سے ہوئی اور جن کی انتہا دُنیا میں بقول اقبال "نیابت اللہ" کا قیام ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ناچیز کاوش قبول فرمائیں اور ہمیں ہمت اور استقامت بخشیں کہ اپنی کوشش جاری رکھ سکیں۔

(۵) میں شامی ٹرسٹ کی طرف سے ایک بار پھر اُن سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی کوششوں نے "مجموعۃ الاسرار" کی اشاعت کو ممکن بنایا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مخلص : صاحبزادہ نثار الحق، بانی ٹرسٹ